ڈوبتے چاند کے پجاری



ایم اے راحت



لاس پیراگون کمپنی کے بہترین جہاز کوئنزا کے سفر کو چالیس گھنٹے گزر چکے تھے...... یہ بہترین موسموں کا سفر تھا اور سمندری سفر کے شائق امراء اس موسم میں اپنا شوق پورا کرتے تھے...... ہم جانتے تھے کہ اس وقت جو لوگ کوئنزا میں سفر کر رہے ہیں وہ امراء اور روساء ہیں، شاندار حیثیتوں کے مالک...... یہ بات کمپنی بھی جانتی تھی اور ایسے سفر کے لئے جس جہاز کو منتخب کیا جاتا تھا وہ کمپنی کے حسین ترین جہازوں میں سے ایک ہوتا تھا۔

کوئنزا ایسا ہی جہاز تھا اس کی آرائش و زیبائش خصوصی طور پر کی گئی تھی...... راہداریوں اور برآمدوں تک میں دبیز قالین بچھے ہوئے تھے...... عظیم الشان لائبریری ہال میں صوفے سجے ہوئے تھے...... بار روم کھیلوں کے وسیع کمرے اور کیسنو۔

میں اس جہاز میں پہلی بار سفر کر رہا تھا اس سے پہلے بھی میں والد صاحب کے ہمراہ کئی بار بحری سفر کر چکا تھا، لیکن کوئنزا جیسے جہاز پر نہیں...... میرے والد جلال الدین مرزا اس جہاز کے کپتان تھے اور لاس پیراگون شپنگ کمپنی میں کئی سال سے ملازم تھے...... اس ملازمت کی وجہ سے ہی ہماری بود و باش پیرو Peru کے دارالحکومت "لیما" میں تھی...... ورنہ ہمارا آبائی وطن پاکستان ہے...... پاکستان میں ہمارا پورا خاندان آباد ہے...... والد صاحب کی مدت ملازمت میں ہم پانچ چھ بار پاکستان جا چکے تھے...... اس بار بھی ہمارا یہی پروگرام تھا...... والدہ صاحب کی ذمہ داری تھی کہ اس جہاز کو کولمبیا لے جائیں وہاں اس کے سفر کا اختتام ہو جاتا تھا اور اس کے بعد والد صاحب ایک ماہ کی چھٹی گزارنے کے لئے پاکستان جانے کا پروگرام ترتیب دے چکے تھے...... میرا اور والدہ کا کیبن بہت شاندار تھا جبکہ جلال الدین صاحب کپتان کے کیبن میں ہوا کرتے تھے...... کپتان جہاز کا حکمران ہوتا ہے اور حکمرانی اصولوں کی پابند ہوتی ہے...... اس وجہ سے جلال الدین صاحب بھی فطرتاً بہت سخت گیر ہو چکے تھے...... لیکن میں چونکہ ان کا اکلوتا بیٹا تھا اس لئے ان کے اصولوں میں رخنہ انداز

ہو جاتا تھا، لیکن برداشت کی حد تک...... مثلاً میں برج پر چلا جاتا تھا اور سیکنڈ آفیسر وغیرہ سے جہاز کے بارے میں معلومات حاصل کرتا تھا...... انجن روم میں داخل ہو کر انجینئروں سے گپیں لڑایا کرتا تھا...... عمر کی اٹھارویں منزل میں تھا اور پیرو میں تعلیم حاصل کر رہا تھا...... زندگی کے یہ ماہ و سال بہت خوبصورت گزر رہے تھے...... ہر طرح کا سکون و آسائش حاصل تھا جس کی وجہ سے میری صحت بھی شاندار تھی۔

اس وقت میں والد صاحب کے کیبن میں بیٹھا ہوا ایک کتاب پڑھ رہا تھا...... والد صاحب آرام کر رہے تھے کہ دروازے پر آہٹ ہوئی اور والد صاحب سے اجازت لے کر ایک شخص اندر داخل ہو گیا...... یہ جہاز کا ایک مسافر تھے...... لمبے قد و قامت کا ایک خوش لباس آدمی...... والد صاحب کے کچھ بولنے سے قبل ہی بول پڑا۔

"آپ کے کچھ کہنے سے قبل میں خود اعتراف کرتا ہوں کہ اس طرح کپتان کے کیبن میں چلے آنا گستاخی بھی ہے اور خلاف قانون بھی...... اس کے لئے شرمندگی کے ساتھ معذرت کرتا ہوں بس ایسی ہی مجبوری تھی کہ مجھے آنا پڑا"۔

"تشریف رکھیئے اور اپنی مجبوری بتایئے...... والد صاحب نے نرم لہجے میں کہا"۔

"میرا نام جیف جیرالڈ ہے...... برازیل کا رہنے والا ہوں...... "لیما" کی ایک سیکرٹ ایجنسی کا عہدیدار ہوں...... براہ کرم میرا کارڈ دیکھ لیجئے...... اس نے ایک کارڈ نکال کر جلال الدین صاحب کی خدمت میں پیش کر دیا...... والد صاحب نے اس کا کارڈ دیکھا پھر بولے"۔

"یقیناً آپ میرے لئے قابل احترام ہیں...... فرمایئے"۔

اس نے میری طرف دیکھا تو والد صاحب بول پڑے...... "یہ میرا بیٹا ہے، جو کچھ کہنا چاہتے ہیں بے دھڑک کہیئے"۔

"بہتر...... اصل میں...... میں آپ کی توجہ کیبن نمبر انیس...... بیس اور اکیس کی طرف مبذول کرانا چاہتا ہوں...... ممکن ہے آپ کی نگاہ ان کیبنوں میں رہنے والے تینوں افراد پر ہو...... اگر نہیں ہے تو براہ کرم ان پر غور کیجئے...... وہ شکلوں سے بھی شیطان لگتے ہیں اور ہیں بھی شیطان صفت...... ان کے سلسلے میں یہ الفاظ میں اس لئے بھی بے دھڑک استعمال کر سکتا ہوں کہ پیرو کے شہر میں انہوں نے وہاں کی ایک مقتدر شخصیت کو قتل کر دیا تھا...... یہ مقتدر شخصیت پراسرار علوم سے متعلق تھی اور پیرو میں اسے بہت اعلیٰ مقام حاصل

تھا اور سرکاری حلقوں میں اس کے قتل سے زبردست کھلبلی مچ گئی تھی...... اس روحانی شخصیت کے قتل کے سلسلے میں میری بھی کچھ ذمہ داریاں لگائی گئی تھیں اور میں نے "پیورا" جا کر تحقیقات شروع کی تھی جس کے نتیجے میں یہ تینوں روشنی میں آئے تھے...... لیکن میں ان پر ہاتھ نہیں ڈال سکا، کیونکہ اس کے فوراً بعد یہ تینوں روپوش ہو گئے تھے...... کیا آپ میری بات توجہ سے سن رہے ہیں"۔

"ہاں کہتے رہیئے...... جلال الدین صاحب نے کہا"۔

"پھر میں انہیں تلاش نہیں کر سکا...... اس کے بعد یہ لوگ مجھے یہاں نظر آئے ہیں اور میں پورے وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ یہ وہی تینوں ہیں"۔

"ٹھیک ہے...... لیکن آپ کو یہ علم ہے کہ یہ کون ہیں"۔

"کچھ عجیب سی روایات ہیں ان کے بارے میں...... کہا جاتا ہے کہ یہ ذریات شیطان ہیں...... ایک پراسرار قبیلے کے افراد جو شیطان قبیلہ کہلاتا ہے، ان کا وجود زمانہ قدیم سے ملتا ہے...... یہ قبیلہ شیطان کا پجاری ہے اور صدیوں سے برائیاں پھیلاتا آ رہا ہے...... تاریخ کی بیشتر کتابوں میں ان کا ذکر اور ان کے قبیلے کا ذکر مختلف انداز میں ملتا ہے، اس کے پیروکاروں نے سیاہ کارنامے انجام دیئے ہیں...... ایک روایت ہے کہ حسن بن صباح بھی اس قبیلے کے عقائد رکھتا تھا۔

"پیرو میں یہ کیا کر رہے تھے"۔

"یہ تو پتہ نہیں چل سکا...... لیکن اس اعلیٰ شخصیت کا قتل ان کے شیطانی عمل کا حصہ تھا۔

"آپ نے انہیں اچھی طرح پہچان لیا ہے"۔

"جی بالکل میری آنکھوں نے دھوکا نہیں کھایا...... میں نے انہیں اچھی طرح پہچان لیا ہے بلکہ اس مختصر سے وقت میں ان کی نگرانی بھی کی ہے۔

"کوئی خاص بات دیکھی آپ نے؟"۔

"ہاں ایک ایسا عمل جس نے میرے شک کو یقین میں بدل دیا ہے"۔

اور میں نے ان تینوں کو اچھی طرح پہچان لیا ہے۔

"وہ عمل کیا تھا؟"۔

"یہ لوگ ڈوبتے چاند کی پوجا کرتے ہیں...... میں نے جہاز کے عرشے پر انہیں ڈوبتے

چاند کے وقت سجدہ ریز دیکھا ہے۔

"کیا آپ اس وقت سرکاری طور پر ان کا تعاقب کر رہے ہیں؟"۔

"نہیں"۔

"پھر آپ کیا چاہتے ہیں؟"۔

"جیسا کہ میں نے آپ کو بتایا کہ میری ذمہ داری لگائی گئی تھی کہ میں اس روحانی شخصیت کے قاتلوں کو تلاش کروں اور میں اپنی اس ذمہ داری میں ناکام رہا...... لیکن یہ اتفاق ہی ہے کہ یہ سفر میرا ذاتی عمل ہے...... لیکن اگر میں آپ کی مدد سے انہیں گرفتار کرنے میں کامیاب ہو جاؤں تو یہ بہت بڑا کام ہو گا"۔

"ہوں مسٹر جیرالڈ...... ذرا ٹھنڈے دل سے غور کریں...... کیا یہ میرے لئے ممکن ہے؟ وہ جہاز کے معزز مسافر ہیں...... میرے لئے دوسرے تمام مسافروں کی طرح قابل احترام...... وہ کوئی بھی ہوں اور انہوں نے کتنے ہی جرائم کئے ہوں...... لیکن ان کی گرفتاری میرے لئے کیسے ممکن ہے...... سمندر میں تیرتے ہوئے جہاز کا اپنا قانون ہوتا ہے اور اس کا تحفظ میری ذمہ داری ہوتی ہے...... انہیں تو آپ بھی گرفتار نہیں کر سکتے۔

"آپ میری بات نہیں سمجھ رہے...... وہ شیطان ہیں اور ان کا کوئی بھی شیطانی عمل جہاز کے مسافروں کو کوئی نقصان پہنچا سکتا ہے...... ممکن ہے وہ تینوں کسی خاص مقصد کے تحت اس جہاز پر سفر کر رہے ہوں"۔

"جب تک وہ کوئی جرم یہاں جہاز پر نہیں کرتے...... میں ان کے خلاف کچھ نہیں کر سکتا...... صرف آپ کے کہنے سے تو میں انہیں شیطان قرار نہیں دے سکتا...... جلال الدین صاحب نے کہا"۔

"گویا اگر انہوں نے جرم کر کے کسی کو نقصان پہنچا دیا تب آپ ان کے خلاف ایکشن لیں گے"۔

"دوسری صورت کیا ہے...... جلال الدین صاحب نے پوچھا"۔

"میری گواہی...... آپ میرا کارڈ دیکھ چکے ہیں"۔

"سوری مسٹر جیرالڈ...... آپ سمجھ لیجئے یہ میرے لئے ناممکن ہے...... میں یہ ضرور کر سکتا ہوں کہ ان پر نگاہ رکھوں...... ان کا جائزہ لیتا رہوں...... اس کے علاوہ ان کے خلاف

کوئی اور ایکشن لینا میرے لئے مشکل ہے"۔

"آپ نے مجھے مایوس کر دیا حالانکہ اگر آپ انہیں گرفتار کر لیں...... تو میں کولمبیا پہنچ کر وہاں کی انتظامیہ کی مدد حاصل کر سکتا ہوں"۔

"میں نے عرض کیا نا کہ جہاز پر ان کی گرفتاری بالکل غیر قانونی ہے...... میں معذرت چاہتا ہوں اور ایک اور درخواست بھی کرنا چاہتا ہوں آپ سے...... وہ یہ کہ آپ اپنی حیثیت کا استعمال نہ کریں اور جہاز پر انہیں کوئی نقصان پہنچانے کی کوشش نہ کریں مجھے امید ہے کہ آپ مجھے اپنا احترام کرنے کا موقع دیں گے"۔

جیرالڈ چلا گیا اور والد صاحب سوچ میں ڈوب گئے...... مجھے بھی یہ کہانی بہت دلچسپ محسوس ہوئی تھی...... میں نے والد صاحب سے کہا۔

"کیا تاریخ کی کتابوں میں ایسے کسی شیطانی قبیلے کا ذکر ملتا ہے"۔

"پتہ نہیں...... میں نے ایسی تاریخ نہیں پڑھی...... والد صاحب نے خشک لہجے میں جواب دیا"۔

"دن کی روشنی میں...... میں نے خاص طور سے کیبن نمبر انیس...... بیس...... اکیس کے مکینوں کا جائزہ لیا تھا...... ایک نگاہ دیکھنے سے ہی جیرالڈ کے بیان کی تصدیق ہوتی تھی...... وہ شیطانی چہروں کے مالک تھے...... ان کا رنگ جھلسا ہوا تھا...... یوں لگتا تھا جیسے چہرے مٹی میں لتھڑے ہوئے ہوں...... نقوش مکروہ، دانت غلیظ اور ضرورت سے زیادہ لمبے اور قد درمیانے تھے...... عمدہ لباس میں ملبوس تھے لیکن یوں لگتا تھا جیسے انہوں نے پہلی بار مہذب دنیا کا لباس پہنا ہو...... بہرحال انہیں دیکھ کر دل میں کراہت ابھرتی تھی یا پھر ہو سکتا ہے کہ یہ جیرالڈ کے بیان کا تاثر ہو...... جو میرے ذہن میں رہ گیا ہو"۔

"آپ نے ایسے کسی قبیلے کا ذکر سنا ہے جس کا تعلق شیطان سے ہو...... میں نے والدہ صاحبہ سے پوچھا اور وہ مسکرانے لگیں"۔

"ہاں شیطان قبیلہ کسی ایک جگہ محدود نہیں ہے...... جو بھی شیطانی عمل کرے وہ شیطانی قبیلے سے تعلق رکھتا ہے...... والدہ صاحبہ نے جواب دیا اور میں ان کے منطقی جواب پر خاموش ہو گیا"۔

پھر اتفاق سے اس وقت بھی میں والد صاحب کے ساتھ کپتان کے کیبن میں موجود

تھا...... جب وہ تینوں کیبن میں داخل ہوئے...... میں انہیں دیکھ کر چونک پڑا تھا...... والد صاحب نے بھی انہیں گہری نظروں سے دیکھا تھا...... پھر انہوں نے سرد لہجے میں سوال کیا تھا۔

"کہئے کیا بات ہے؟"۔

"ہم تم سے ایک پرائیویٹ بات کرنا چاہتے ہیں کیپٹن......ان میں سے ایک نے کہا۔

"فرمائیے"۔

"یہ کون ہے؟اس نے میری طرف اشارہ کر کے پوچھا"۔

"میرا بیٹا ہے...... آپ اس کی موجودگی میں ہر طرح کی گفتگو کر سکتے ہیں"۔

"بیٹا...... اس نے میری طرف غور سے دیکھ کر کہا اور مجھے اس کی آنکھوں میں ایک خوفناک سی چمک محسوس ہوئی...... پھر وہ والد صاحب کی طرف رخ کر کے بولا۔

"ہمیں تم سے ایک کام ہے کیپٹن"۔

"آپ بے دھڑک کہیئے...... والد صاحب بولے......اور اس شخص نے اپنی جیب میں سے کوئی چیز نکالی......یہ چمڑے کی ایک تھیلی تھی...... جسے کھول کر اس نے میز پر الٹ دیا"۔

میری آنکھیں خیرہ ہو گئیں...... میز پر رنگ برنگی روشنیاں چمک رہی تھیں...... وہ ہیرے تھے......والد صاحب بھی چونک کر ان ہیروں کو دیکھنے لگے...... پھر کسی قدر ناخوشگوار انداز میں بولے۔

"کیا مطلب ہے اس بات کا؟"۔

"براہ کرم مسٹر کیپٹن ان ہیروں کی مالیت کا اندازہ لگا کر بتاؤ...... وہ جاہلوں کے سے انداز میں بولا۔

"میں جوہری نہیں ہوں...... والد صاحب خشک لہجے میں بولے"۔

"میں بتا سکتا ہوں ان کی مالیت ایک کروڑ ڈالر ہے......اس نے پراسرار انداز میں کہا"۔

"ممکن ہے...... آگے فرمائیے؟"۔

"ہم یہ ہیرے تمہیں دینا چاہتے ہیں"۔

"بہت خوب...... بولتے رہیئے...... میں سن رہا ہوں...... جلال الدین صاحب کا لہجہ طنزیہ ہو گیا"۔

"رات کو پونے ایک بجے تمہارا جہاز بھگوٹا پہنچے گا...... تمہیں وہاں سے راستہ بدلنا

ہو گا...... کولمبیا کی بجائے تمہیں برازیلیا کے مشرق میں سفر کرنا ہو گا...... یہ سفر تقریباً چودہ گھنٹے کا ہو گا...... وہاں ہمیں ایک مخصوص جگہ پہنچنا ہے...... کیپٹن تم ہمیں وہاں اتار دینا اور پھر واپس آجانا...... اٹھائیس گھنٹے کے سفر کا معاوضہ ایک کروڑ ڈالر۔

"وہ کون سی جگہ ہے جہاں آپ لوگ جانا چاہتے ہیں؟"۔

"ایک گمنام جزیرہ...... جو نقشوں پر موجود نہیں ہے......اس نے کہا"۔

"یہ جزیرہ کون سے ملک کی تحویل میں ہے؟"۔

"میں نے کہا نا یہ دنیا کے نقشے پر ہی موجود نہیں ہے"۔

"آپ لوگ وہاں کیوں جانا چاہتے ہیں؟"۔

"کیسی باتیں کر رہے ہو کیپٹن...... ایک کروڑ ڈالر کے معاوضے پر تو ہم پورا جہاز خرید سکتے ہیں...... ہم تمہیں جو معاوضہ پیش کر رہے ہیں اس کے بعد ہر سوال ختم ہو جانا چاہئے"۔

"اس بات کی تصدیق کیسے ہو کہ یہ ہیرے اتنی ہی مالیت کے ہیں...... جتنی مالیت تم ظاہر کر رہے ہو؟"۔

"اگر تم کسی سے تصدیق کرانا چاہو تو ہمیں اعتراض نہیں ہو گا"۔

"ہوں ٹھیک ہے...... اب آپ میرے سب سے اہم سوال کا جواب دیں...... والد صاحب نے کہا"۔

"تم عجیب انسان ہو کیپٹن...... میں تم سے کہہ چکا ہوں کہ"۔

"میرے سوال کا جواب دیں...... آپ کے پاس اتنی مالیت کے ہیروں کی کسٹم کلیرنس ہے......والد صاحب نے اس کا جملہ کاٹ کر کرخت لہجے میں سوال کیا"۔

"کیا مطلب؟"۔

"آپ کے پاس ان کی کلیرنس رسید ہے؟"۔

"نہیں"۔

"تب آپ کے پاس اتنی مالیت کے ہیروں کی موجودگی اسمگلنگ کے زمرے میں آتی ہے اور اس بات کا علم ہونے کے بعد آپ کو ایک اسمگلر کی حیثیت سے گرفتار کرنا میرا فرض ہے"

وہ تینوں چونک کر جلال الدین صاحب کو دیکھنے لگے...... پھر وہی شخص بولا۔

"کیا تم حماقت کی باتیں نہیں کر رہے کیپٹن...... ہم یہ ہیرے اسمگل نہیں کر رہے بلکہ

تمہیں دے رہے ہیں جس کے عوض تمہیں ایک معمولی سا کام کرنا ہے"۔

"معمولی کام...... والد صاحب استہزائیہ انداز میں ہنسے...... پھر بولے" آپ جانتے ہیں مسٹر کہ جہاز پر کس پائے کے مسافر سفر کر رہے ہیں...... ان کے قیمتی وقت کے اٹھائیس گھنٹے آپ کے ان ہیروں سے زیادہ قیمتی ہیں اور میرا فرض ان سے ہزاروں گنا زیادہ قیمتی...... آپ کو شاید علم نہیں کہ میرا مذہب کیا ہے...... کاش آپ اس بارے میں کسی سے معلوم کرتے"۔

وہ لوگ سخت پریشان نظر آنے لگے...... پھر دوسرے آدمی نے لب کشائی کی۔

"بات کو سمجھنے کی کوشش کرو کیپٹن...... ساری باتیں اپنی جگہ...... اگر ہم مقررہ وقت پر اس جزیرے پر نہ پہنچے تو ہماری زندگیاں بھی خطرے میں پڑ سکتی ہیں اور ہمیں ایک عظیم نقصان سے بھی دوچار ہونا پڑے گا"۔

"آپ اس عظیم نقصان سے دوچار ہو چکے ہیں مسٹر...... کیونکہ آپ دوہرے جرم کے مرتکب ہوئے ہیں...... قیمتی ہیرے کسٹم کلیرنس کے بغیر جہاز پر لانا اور جہاز کے کیپٹن کو رشوت دے کر ایک جرم پر آمادہ کرنا...... جس کے عوض آپ کو گرفتار کرنا میرا فرض ہے۔

"تم احمق ہو کیپٹن...... بالکل گدھے...... تمہیں اندازہ نہیں ہے کہ ہم سے جھگڑا مول لے کر...... وہ شخص دانت پیس کر بولا...... اور والد صاحب نے پستول نکال کر اس کا رُخ ان کی طرف کر دیا اور پھر سیکورٹی کو طلب کرنے والی بیل بجادی...... سیکورٹی گارڈ آن کی آن میں اندر داخل ہو گئے"۔

"ان تینوں کو گرفتار کر کے ہتھکڑیاں لگادو اور انہیں لاک اپ میں بند کر دو...... دوران سفر ان پر کڑی نگرانی رکھی جائے، لیکن کوئی تکلیف نہ ہونے دی جائے"۔

سیکورٹی سٹاف نے والد صاحب کی ہدایت پر عمل کیا تھا...... تینوں شیطان صورت لوگ نفرت بھری نگاہوں سے والد صاحب کو دیکھ رہے تھے...... پھر تیسرا آدمی بولا۔

"ہتھکڑیاں...... لاک اپ...... ٹھیک ہے کیپٹن...... یہ سب کر کے تم خوش ہو رہے ہو گے لیکن تمہارے اس عمل کا جو نتیجہ تمہیں بھگتنا پڑے گا وہ ساری زندگی خون بن کر تمہاری آنکھوں سے ٹپکے گا...... اسے یاد رکھنا"۔

سیکورٹی والے ان تینوں کو لے گئے تھے...... والد صاحب کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد

اپنی جگہ سے اٹھے...... ہیرے تھیلی میں واپس رکھ کر اس پر ٹیگ لگایا پھر کچھ سوچتے ہوئے بولے۔

"سکندر تم ایک کام کرو بیٹے"۔

"جی ڈیڈی...... میں نے مستعدی سے کہا۔

"تمہیں وہ شخص جیف جیرالڈ یاد ہے جس نے ہم سے ملاقات کی تھی...... وہ تمہیں کیبن نمبر سولہ میں ملے گا...... اسے میرے پاس بلالاؤ"۔

میں اپنی جگہ سے اٹھا ہی تھا کہ کیبن کے دروازے پر دستک ہوئی...... آنے والا جیرالڈ ہی تھا...... اس نے پر مسرت لہجے میں کہا۔

"چونکہ میں مسلسل ان لوگوں کی نگرانی کر رہا تھا...... اس لئے میں نے ان کی گرفتاری کا منظر بھی دیکھا ہے"۔

"میں نے آپ کو بتایا تھا مسٹر جیرالڈ کہ کسی چارج کے بغیر میں ان پر ہاتھ نہیں ڈال سکتا...... اور انہوں نے خود مجھے اس کا موقع دیا ہے...... میں تو آپ سے اس بارے میں کچھ اور معلوم کرنا چاہتا ہوں"۔

"میں دل و جان سے حاضر ہوں...... جیرالڈ نے جواب دیا۔

"کولمبیا میں تم ان لوگوں کے بارے میں وہاں کی حکومت سے مدد حاصل کر سکتے ہو"۔

"سو فیصدی...... مجھے تو بس یہ خطرہ تھا کہ دوران سفر یہ لوگ کوئی ایسا عمل نہ کریں جو دوسرے لوگوں کے لئے خطرناک ہو"

"مثلاً، والد صاحب نے پوچھا"۔

"کوئی بھی خطرناک عمل...... میں اس کی نشاندہی نہیں کر سکتا...... لیکن کون کہہ سکتا ہے کہ وہ اس جہاز پر کیوں سوار ہوئے ہیں"۔

"کیا ان اطراف میں ان کا کوئی ٹھکانہ ہو سکتا ہے"۔

"میں کچھ نہیں کہہ سکتا جناب"۔

"خیر میں ان کے بارے میں آپ کو بریف کروں گا...... یوں سمجھ لیں کہ بوگوٹا پہنچ کر انہیں آپ کی تحویل میں دے دیا جائے گا"۔

"اس شیطان قبیلے کے بارے میں اور کس قدر معلومات آپ کو حاصل ہیں...... والد

صاحب نے پوچھا اور جبیر اللہ سوچ میں ڈوب گیا...... پھر بولا"۔

"عجیب و غریب روایات ہیں ان کی...... جیسا کہ میں نے عرض کیا تھا ان کے عمل شیطانی ہیں...... تمام تر غیر انسانی صفات ان میں موجود ہیں...... شیطان کی زیر ہدایت یہ انسانیت کے خلاف صف آراء ہیں"۔

"خیر ٹھیک ہے آپ آرام کریں...... والد صاحب نے جبیر اللہ کو مطمئن کر دیا...... پھر گھڑی میں وقت دیکھ کر بولے"۔

"تم بھی اب آرام کرو سکندر...... میں برج پر جا رہا ہوں"۔

کیبن میں پہنچ کر میں نے والدہ کو اس عجیب و غریب واقعہ کے بارے میں بتایا...... وہ بھی سخت حیران ہوئیں...... اس کے بعد ہم ماں بیٹے بہت دیر تک ان شیطان انسانوں کے بارے میں باتیں کرتے رہے...... پھر سو گئے۔

رات کا نجانے کون سا وقت تھا کہ اچانک والدہ صاحبہ نے مجھے پکارا۔

"سکندر...... سکندر...... دیکھو باہر کیسا شور ہو رہا ہے...... میں گھبرا کر اُٹھ گیا...... میں نے بھی شور کی آواز سنی تھی...... بدن پر گاؤن ڈال کر میں تیزی سے باہر کی جانب دوڑا...... دوسرے کیبنوں کے مکین بھی عرشے کی طرف دوڑ رہے تھے...... میں نے جہاز کے ایک حصے میں تیز آگ بھڑکتے دیکھی...... شعلے بہت بلند تھے اور خلاصی بھاگے بھاگے پھر رہے تھے...... میں بھی صورت حال جاننے کے لئے آگے بڑھ گیا...... پھر عرشے کے ایک گوشے میں کھڑے ہو کر شعلے دیکھنے لگا...... جانے آگ کیسے لگ گئی تھی۔

اس کے بعد میں نے اپنے عقب میں کچھ آہٹیں سنی تھیں...... پھر دفعتاً ہی میرے سر کی پشت پر دو ضربیں پڑیں...... شاید میرے حلق سے چیخ بھی نکلی تھی...... دوسری ضرب کے بعد مجھے ہوش نہیں رہا تھا۔

وقت کا اب بھی کوئی اندازہ نہیں ہو سکا تھا اور نہ ہی یہ یاد رہا کہ میں کہاں ہوں...... گھ ذہن میں اُبھرا...... لیما کے ایک شاندار سکول میں تعلیم حاصل کرتا تھا...... ایک خوبصورت فلیٹ میں ہماری بود و باش تھی...... زندگی کی ہر آسائش حاصل تھی...... میں خود پر غور کر رہا...... نجانے میں کہاں تھا...... یہ میرا بیڈ روم تو نہیں تھا...... کچھ دیر تک تو کوئی بات سمجھ میں ہی نہیں آئی...... پھر آہستہ آہستہ کونزا یاد آیا...... آگ یاد آئی...... رات یاد آئی......

یاد آئی...... شور یاد آیا...... والد صاحب یاد آئے۔

میں نے ہڑبڑا کر اٹھنے کی کوشش کی تو سر میں شدید دکھن ہوئی...... ساتھ ہی میں شانوں کے بل دوسری سمت لڑھک گیا، کیونکہ میرے ہاتھ پشت پر بندھے ہوئے تھے...... مجھے ایک دم اندازہ ہوا کہ دن کی مدھم روشنی پھیل رہی ہے اور میرا بدن بھی ہل رہا ہے...... اس کے بعد کانوں میں پانی کی شپاشپ اور ساتھ ہی کسی انجن کی آواز...... کونزا میں نے سوچا...... سر پر کھلا آسمان تھا، لیکن...... لیکن میرے ہاتھ کس نے باندھے ہیں...... کوشش کر کے پھر سیدھا ہوا اور قرب و جوار پر نگاہ دوڑائی...... تب ایک شخص کو دیکھا۔

وہ بیٹھا ہوا تھا اور اس کی نگاہ مجھ پر نہیں تھی، لیکن اب میں پورے حواس میں آ گیا تھا...... میں نے اسے پہچان لیا...... یہ انہی تینوں میں سے ایک تھا جس کی نشاندہی جبیر اللہ نے کی تھی...... پھر بقیہ دو بھی نظر آ گئے لیکن ان کے علاوہ اور کوئی نظر نہیں آیا...... اس کے علاوہ یہ بھی پتہ چل گیا کہ یہ کونزا نہیں ہے بلکہ موٹر لانچ ہے جسے ان میں سے ایک چلا رہا ہے۔

میرے بدن میں سنسنی پھیل گئی...... یہ کیا ہو گیا...... یوں لگتا ہے جیسے یہاں میرے اور ان تینوں کے علاوہ اور کوئی نہ ہو...... میرے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں اور اور۔

"اے سنو...... میں نے خوفزدہ انداز میں چیخ کر کہا اور وہ تینوں چونک کر مجھے دیکھنے لگے...... پھر انہوں نے ایک دوسرے کی صورت دیکھی اور وہ شخص اٹھ کر میرے پاس آ گیا جسے میں نے بیٹھے ہوئے دیکھا تھا"۔

"ہوش آ گیا تجھے"۔

"میرے ہاتھ کھولو...... اور...... یہ...... یہ کیا ہے"۔

"تیرے لئے تیرے باپ کا تحفہ...... اس نے زہریلی مسکراہٹ سے کہا...... مکروہ چہرے والا مسکراتے ہوئے اور مکروہ لگنے لگا تھا"۔

"تمہیں معلوم ہے میں کون ہوں...... میں نے غرا کر کہا۔

"ہاں معلوم ہے...... تو اس کپتان کا پلا ہے جس نے ہماری بات نہیں مانی تھی...... تو بھی تو وہاں موجود تھا...... سمجھایا نہیں تھا تو نے اپنے باپ کو...... کیوں نہیں بولا تو اس وقت۔

"اس موٹر لانچ میں اور کون کون ہے...... میرے ہاتھ کیوں باندھے ہیں تو نے...... میرے ہاتھ کھول دو...... ورنہ اچھا نہیں ہو گا"۔

وہ تینوں ہنسنے لگے...... مجھے ان کی یہ ہنسی بے حد بھیانک لگی تھی...... صورت حال میری سمجھ میں نہیں آ رہی تھی...... جلال الدین صاحب نے ان کی پیش کش قبول نہیں کی تھی...... جب وہ وہاں سے اٹھے تھے تو انہوں نے دھمکیاں دی تھیں، کسی طرح وہ قید خانے سے نکلنے میں کامیاب ہو گئے...... انہوں نے جہاز کے ایک حصے کو آگ لگا کر سب کو اس طرف متوجہ کیا اور کوئنزا کی موٹر لانچ لے کر نکل بھاگے...... اور میں اپنی بد قسمتی سے ان کے ہاتھ لگ گیا...... میرے سر پر لگنے والی ضربیں انہی کا کارنامہ تھیں...... لیکن انہوں نے میرے ساتھ یہ سلوک کیوں کیا...... اور اس کا جواب بھی مجھے مل گیا...... اس نے کہا تھا کہ...... "تیرے لئے تیرے باپ کا تحفہ"۔

میرے بدن میں چنگاریاں دوڑنے لگیں...... یہ لوگ مجھے اغوا کر کے لے جا رہے ہیں...... میرے بارے میں لوگوں کا خیال تھا کہ میں نہایت گرم مزاج ور انتقامی ذہن رکھتا ہوں...... اور شاید یہ حقیقت بھی تھی...... اس وقت بھی ایسا ہی ہوا...... میں نے غرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"اگر تم زندگی چاہتے ہو تو میرے ہاتھ کھول دو"۔

"خاموش پڑا رہ کپتان کے پلے...... لگتا ہے تو بھی اپنے باپ کی طرح"۔

ابھی اس نے جملہ پورا بھی نہیں کیا تھا کہ میں نے بل کھا کر پوری قوت سے ایک لات اسے رسید کر دی...... وہ چونکہ میرے پاؤں کی رینج میں تھا اس لئے میری لات اس کے پیٹ پر پڑی تھی...... اس کے حلق سے بے ساختہ چیخ نکلی اور وہ پیٹ پکڑ کر جھک گیا، لیکن دوسرے نے غضبناک ہو کر میری طرف چھلانگ لگائی تھی...... اس کے جوتے کی ٹھوکر میرے شانے پر پڑی اور دوسری کمر پر اور تیسری ٹھوکر نے سارا کام درست کر دیا...... یہ تیسری ٹھوکر میری کنپٹی پر پڑی تھی اور میری آنکھوں میں ستارے ناچ گئے تھے...... اس کے بعد چند سیکنڈ تک بدن پر ضربوں کا احساس ہوتا رہا...... اس کے بعد ذہن تاریک ہو گیا۔

یہ تاریکی نجانے کب تک طاری رہی...... پھر ہوش آ گیا...... کچھ دیر تو ذہن پر سنسناہٹ طاری رہی...... پھر پورے بدن میں تکلیف کا شدید احساس ہوا اور میرے حلق سے کراہیں نکلنے لگیں...... پھر میں نے خود کو سنبھالنے کی کوشش کی اور آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر چاروں طرف دیکھا...... کچھ نظر نہیں آ رہا تھا...... غالباً رات ہو گئی تھی۔

پھر احساسات مزید جاگے...... اب عرشہ نہیں ہل رہا تھا اور نا ہی موٹر لانچ کے انجن کی آواز سنائی دے رہی تھی...... گویا یہ موٹر لانچ نہیں ہے...... پھر بندھے ہوئے ہاتھوں کا خیال آیا اور میں نے انہیں جنبش دینے کی کوشش کی...... ہاتھ بھی کھلے ہوئے تھے...... بدن کے نیچے زمین تھی...... آہ کیا ہے یہ سب کچھ...... میں نے چت لیٹ کر سوچا بہت اوپر ایک سفید سی شے چمک رہی تھی...... نجانے کیا تھا۔

احساسات کا سفر جاری رہا...... بدن پر پڑنے والی ٹھوکروں نے پورے بدن کو دکھن کا شکار کر دیا تھا...... خاص طور سے سر میں بڑی تکلیف تھی...... ان تین درندوں نے میرے ساتھ جو وحشیانہ سلوک کیا تھا اس کا میں نے خواب میں بھی تصور نہیں کیا تھا...... میں تو بڑے ناز و نعم میں پلا تھا...... کیوں کہ والدین کا اکلوتا تھا...... اس تصور سے ممی اور ڈیڈی یاد آئے اور میں بے چینی سے اٹھ کر بیٹھ گیا...... آہ نجانے وہ لوگ کس حال میں ہوں گے...... آہ نجانے جہاز کا کیا بنا ہو گا...... کہیں وہ آگ پھیل نہ گئی ہو...... کہیں کوئنزا کسی حادثے کا شکار نہ ہو گیا ہو۔

بے چینی اس قدر بڑھی کہ میں نے بے اختیار کھڑے ہونے کی کوشش کی...... جیسے ہی میں اٹھا...... سر کسی ٹھوس شے سے اس بری طرح ٹکرایا کہ میں اوندھا گر پڑا...... ایک اور ضربے نے پھر حواس چھین لئے اور میں بے ہوش ہو گیا...... پھر دوبارہ اس وقت ہوش آیا جب میرے اس قید خانے میں تیز روشنی پھیلی ہوئی تھی اور اس روشنی میں جو کچھ مجھے نظر آیا وہ ناقابل یقین تھا۔

میرے اندازے کے مطابق یہ کوئی ساڑھے سات فٹ لمبا اور پچیس فٹ چوڑا ہال تھا...... لیکن اس کی اونچائی چار فٹ سے زیادہ نہیں تھی...... فرش کچا اور ناہموار تھا...... یہی کیفیت دیواروں اور چھت کی تھی...... یوں لگتا تھا جیسے سنگلاخ زمین میں یہ چوکور ہال انسانی ہاتھوں کی تراش ہو...... لیکن اس کا مقصد سمجھ میں نہیں آ رہا تھا...... چھت میں چند سوراخ تھے جن سے روشنی آ رہی تھی، ان میں سب سے بڑا سوراخ چھ انچ کے قطر میں تھا...... جگہ جگہ چٹانی پتھر ابھرے ہوئے تھے...... ایک طرف ایک چوکور گڑھا کھدا ہوا تھا جس میں پانی بھرا ہوا تھا...... ایک چھوٹا سوراخ اس گڑھے کے عین اوپر تھا...... اس چار فٹ اونچے ہال نما ڈبے کا کوئی دروازہ نظر نہیں آ رہا تھا...... یاالٰہی یہ سب کیا ہے۔

میرا دل بری طرح دھڑکنے لگا...... اگر ان تینوں شیطانوں نے جلال الدین سے بدلہ لینے کے لئے یہ سب کچھ کیا ہے تو بڑا ظالمانہ عمل ہے یہ...... اس وقت میں نے کھڑے ہونے کی جو بے اختیار کوشش کی تھی اس کے نتیجے میں میرے سر میں ایک اور زخم پڑ گیا تھا...... سر پر ہاتھ پھیرنے سے خون کی چپچپاہٹ محسوس ہو رہی تھی...... اب کیا کروں...... کیا کروں میں...... زندگی کے بہت بڑے عذاب میں گرفتار ہو گیا تھا...... کیا کروں...... آہ کیا کروں...... کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا...... رونے کو دل چاہ رہا تھا...... لیکن زندگی میں کبھی نہیں رویا تھا۔

پھر میں نے ہمت مجتمع کی اور چاروں ہاتھوں اور پیروں کے بل اس ہال کا چکر لگانے لگا...... مجھے وہاں سے باہر نکلنے کے لئے دروازے کی تلاش تھی...... آخر مجھے کسی دروازے سے تو اندر پہنچایا گیا ہوگا...... کھردری زمین کے پتھر ہاتھوں اور پیروں میں چبھتے رہے...... کئی جگہ سے کھال چھل گئی، لیکن میں نے پورے ہال کا چکر لگا لیا...... ایک جگہ مجھے دروازہ مل گیا، لیکن یہ ایک چٹان تھی جس کے چاروں طرف بے شک رخنے تھے لیکن دو چار آدمی مل کر بھی اسے جنبش نہیں دے سکتے تھے۔

میں نے سر توڑ کوشش کی اور میری انگلیوں کے ناخن زخمی ہو گئے...... مجھے اندازہ ہو گیا کہ میں اس چٹان کو جنبش بھی نہیں دے سکتا...... میں تھک ہار کر اس چٹان سے پشت لگا کر بیٹھ گیا...... مجھ پر وحشت طاری ہو گئی تھی...... کچھ دیر کے بعد میرے حلق سے دہاڑیں نکلنے لگیں۔

"نکالو...... مجھے یہاں سے باہر نکالو کتو...... میں تم سب کو ہلاک کر دوں گا...... مجھے یہاں سے نکالو...... میں مر جاؤں گا...... ہال کی دیواروں سے میری آواز ٹکرا ٹکرا کر پلٹتی رہی لیکن کوئی نتیجہ نہیں نکلا۔

میرے خدا کیا ہوگا...... اس خوفناک جگہ کی قید سے تو موت بہتر تھی لیکن کیا ہوگا میرا...... کیا میں مر جاؤں گا...... کیا میں اس طرح سسک سسک کر جان دے دوں گا...... اسی طرح...... اور...... آنکھیں بھیگ گئیں۔

دھوپ گردش کرتی رہی...... پھر ڈھل گئی اور ہوائیں خنک ہونا شروع ہو گئیں...... میرا ذہن سوچنے سمجھنے کی قوتیں کھوتا گیا...... پھر میں آنکھیں بند کر کے اسی فرش پر لیٹ

گیا...... پتہ نہیں یہ نیند تھی یا نقاہت...... ذہن سو گیا تھا...... مجھے ہوش آیا تو حالت ناقابل بیان تھی...... بھوک، پیاس اور بدن میں ہونے والی تکلیف، یہ تمام چیزیں بے حواس کرنے کے لئے کافی تھیں...... بس اب صرف ایک خیال دل میں آتا تھا...... وہ یہ کہ بالآخر موت آ جائے گی...... اب مجھے صرف موت کا انتظار کرنا ہوگا...... اوپر بنے ہوئے سوراخوں سے تاریکی اور روشنی کا پتہ چلتا تھا...... ورنہ وقت کا احساس گم ہوتا جا رہا تھا...... تاریک آسمان پر ایک سفید ستارہ زندگی کا احساس دلاتا تھا...... نجانے کتنا وقت گزرنے کے بعد پانی کے اس گڑھے کی طرف توجہ گئی...... اپنے نقیہ وجود کو گھسیٹتا ہوا اس گڑھے تک لے گیا...... پہلے بمشکل تمام ہاتھ منہ دھویا...... پانی نے چہرے کو چھوا تو زبان نمی کی تلاش میں باہر نکل آئی...... پھر چند گھونٹوں نے معدے میں پہنچ کر تسلی دی اور میں نے گڑھے کے پاس لیٹ کر آنکھیں بند کر لیں۔

روشنی اور تاریکی کے حوالے ہی سے میں نے اندازہ لگایا تھا کہ یہ تیسرے دن کی صبح تھی جب اس ہال کی چھت پر بنے ہوئے سوراخ پر کچھ آہٹیں ہوئیں اور کوئی شے نیچے آ گری...... نجانے کس خیال کے تحت میں اس شے کی طرف لپکا...... کچے گوشت کا وزنی ٹکڑا تھا جسے میں نے چھو کر دیکھا...... پھر خشک ہونٹوں پر زبان پھیر کر رہ گیا...... یہاں اس گوشت کو میں کس شے پر بھونتا...... یہ میرے درد کا مداوا نہیں تھا۔

کئی گھنٹے گزر گئے...... میری نظریں بار بار گوشت کے اس ٹکڑے کو گھورنے لگتی تھیں...... آہ کیا کروں...... کیا یہ گوشت میری بھوک مٹا سکتا ہے...... کیا میں اپنے خالی پیٹ کو اس کے ذریعے پر کر سکتا ہوں...... اور پھر فیصلہ میں نے نہیں میرے اعصاب نے کیا تھا...... میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں اس وقت کے بارے میں نہیں جانتا جب میں نے مٹی میں لتھڑے ہوئے اس گوشت کے ٹکڑے کو اٹھایا تھا اور اسے دانتوں سے ادھیڑنے لگا تھا......

میرے حواس تو اس وقت بیدار ہوئے جب مجھے الٹیاں ہو رہی تھیں...... جب میری آنتیں حلق کے راستے باہر نکلنے کے لئے بے چین تھیں...... میں نے اس وزنی ٹکڑے میں سے آدھا گوشت کھا لیا تھا اور شاید اس وقت تک الٹیاں کرتا رہا تھا جب تک وہ گوشت پیٹ میں موجود رہا تھا۔

لیکن بھوک دیوانہ کئے دے رہی تھی اور دل اس کچے گوشت کو قبول نہیں کر رہا تھا

جس کا اتنا ہی بڑا ٹکڑا دوسرے دن بھی اس سوراخ سے اندر ڈال دیا گیا تھا...... پچھلے دن کے بچے ہوئے گوشت سے تعفن اٹھ رہا تھا۔

میں بے بسی کی آخری منزل میں داخل ہو گیا تھا...... اب آنکھیں اکثر بھیگ جاتی تھیں...... میں نے ہمت کر کے تازہ گرے ہوئے کچے گوشت سے تھوڑا سا گوشت چبایا...... طبیعت پھر متلانے لگی...... لیکن بری حالت سے بچنے کے لئے میں نے ہال کے چکر لگانے شروع کر دیئے...... بدنصیبی یہ بھی تھی کہ میں کھڑا تک نہیں ہو سکتا تھا اس لئے ہاتھوں اور پیروں کے بل چلنا پڑتا تھا۔

پھر یہ معمول بنتا گیا...... گوشت بڑی پابندی سے سوراخ سے نیچے گرایا جاتا تھا اور اب میں اس کا انتظار کرتا رہتا تھا...... گوشت کھا کر میں اس گڑھے سے پانی پی لیتا...... جسے وقتاً فوقتاً بھرا جاتا رہتا تھا...... لیکن کوئی نظر نہیں آتا تھا...... میں نے اب سوچنا بھی چھوڑ دیا تھا...... ہاں اتنا ضرور کرتا کہ گوشت کھانے کے بعد پورے ہال میں ہاتھوں اور پیروں کے بل دوڑ لگاتا تھا...... لیکن اس مختصر ہال میں دوڑ لگانے کا مزہ نہیں آتا تھا...... یادیں اب سو گئی تھیں...... ماضی کے مٹے مٹے نقوش ذہن میں ابھرتے تو تھے، لیکن کسی تاثر کے بغیر...... ہال میں سڑے ہوئے گوشت کی بو پھیلی رہتی تھی...... اس کے علاوہ بھی شدید تعفن پھیلا رہتا تھا...... لباس کبھی کا گل سڑ کے بدن سے جدا ہو چکا تھا، لیکن اس کی ضرورت بھی کیا تھی...... بدن پر لپٹی ہوئی غلاظت لباس تھی، بال بکھر کر کھڑے ہو گئے تھے...... پہلے مسیں پھوٹی تھیں، اب اچھی خاصی داڑھی نکل آئی تھی، لیکن ترتیب کے بغیر۔

پھر کچھ یاد نہ رہا...... سب کچھ بھول گیا اور ماہ و سال گزرتے رہے...... میرا بس ایک ہی مسئلہ تھا...... سوراخ سے گرنے والا گوشت...... کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا تھا کہ گوشت نہیں آتا تھا...... لیکن پرانے پڑے ہوئے گوشت سے بھی پیٹ بھر ہی جاتا تھا۔

پھر ایک صبح...... نجانے کیا ہوا...... میں سو رہا تھا کہ ایک گوشے پر روشنی کا طوفان اُمڈ آیا...... میں نے وحشت زدہ ہو کر ادھر دیکھا اور میری آنکھیں خیرہ ہو گئیں...... یہ روشنی تو بہت زیادہ ہے اور یہ سورج بہت بڑا ہے...... یہ کیسے ہو گیا۔

کچھ دیر تک آنکھوں کو روشنی کا عادی بناتا رہا اور اس بڑے سوراخ کو سہمی ہوئی نظروں سے دیکھتا رہا...... پھر دل چاہا کہ اس کے قریب جاؤں...... نجانے کیوں دل خوف سے لرز رہا

تھا...... یہ بڑا سوراخ میرے لئے باعث حیرت تھا...... آخر یہ کہاں سے نمودار ہو گیا۔

پھر مجھے یاد آ گیا...... یہ اس چٹان کی جگہ تھی جس کے بارے میں میرا اندازہ تھا کہ یہ اس منحوس ہال نما جگہ سے باہر جانے کا راستہ ہے...... آہ یقیناً یہ وہی دروازہ ہے جس سے مجھے اندر داخل کیا گیا تھا اور اس وقت یہ کھلا ہوا ہے...... شاید یہ چٹان کسی وجہ سے اپنی جگہ سے ہٹ گئی ہے...... ہاں اب میں باہر نکل سکتا ہوں...... میں اس غار سے باہر نکل سکتا ہوں۔

دل کو خوشی کا احساس ہوا اور میں دبے ہاتھوں باہر جانے والے راستے کی طرف بڑھ گیا...... آنکھیں اب تیز روشنی کو برداشت کرنے کے قابل ہو گئی تھیں...... دل کو یقین نہیں آ رہا تھا کہ میں باہر کی دنیا دیکھ سکتا ہوں...... نجانے کتنے سال گزر چکے تھے، اب تو یاد کرنے پر بھی کچھ یاد نہیں آتا تھا...... سوچنے کی قوتیں مفلوج ہو گئی تھیں...... سالوں سوچا تھا میں نے...... اس کے بعد خیالات خود سو گئے تھے اور پھر سوچنا بھول گیا تھا...... بہت کچھ بھول گیا تھا، لیکن باہر سورج بھی تھا...... زمین بھی تھی...... سبزہ تھا...... درخت تھے...... باہر آ کر مجھے سب کچھ یاد آ گیا تھا...... میں تمام چیزوں کو پہچانتا جا رہا تھا...... میں تو ان تمام چیزوں کو جانتا تھا۔

پھر میں وہاں سے کافی آگے بڑھ آیا...... کافی دور نکل کر آنے کے بعد میں نے پلٹ کر اپنے مسکن کو دیکھا...... پہاڑیوں کا وسیع و عریض سلسلہ تھا اور اس کے دامن میں وہ سوراخ تھا جس کے نزدیک وہ بہت بڑی چٹان پڑی ہوئی تھی جس سے یہ راستہ بند ہوتا تھا...... یہ چٹان اس وقت سوراخ سے ہٹی ہوئی تھی۔

میں متجسس انداز میں وہاں سے کچھ اور آگے بڑھ گیا...... سبز گھاس ہاتھوں اور پیروں کے نیچے آ کر بہت بھلی لگ رہی تھی...... چھوٹے چھوٹے درخت کھڑے ہوئے تھے...... میں معمول کے مطابق ہاتھوں اور پیروں کے بل چل کر یہاں تک آیا تھا...... لیکن ان درختوں کو دیکھ کر مجھے کھڑے ہونے کا خیال آیا...... نجانے کیوں کھڑے ہونے کے تصور سے ایک خوف کا سا احساس ہوا...... لیکن مجھے کھڑا ہونا چاہئے...... میں تو انسان ہوں پہلے بہت پہلے میں کھڑے ہو کر ہی چلتا تھا۔

میں اپنے بدن کو سنبھالنے کی کوشش کرنے لگا...... پھر اکڑوں بیٹھ کر میں نے اپنے پیروں پر زور ڈالا اور کھڑا ہو گیا...... لیکن ایک دکھن کا احساس ہوا تھا...... اوپری جسم بیلنس نہیں ہو پا رہا تھا...... پاؤں ڈگمگا رہے تھے...... پٹھے بری طرح درد کر رہے تھے۔

میں نے پاؤں آگے بڑھائے...... لیکن مشکل ہو رہی تھی...... دو تین قدم چل کر میں گر پڑا...... پھر میں نے کئی بار اٹھ کر چلنے کی کوشش کی لیکن پاؤں میرا وزن نہیں سنبھال پا رہے تھے...... نجانے کتنی دیر یہ کوشش کرتا رہا اور ہر بار ناکام رہا...... پھر ایک درخت کا سہارا لے کر کھڑے رہنے کی کوشش کی...... لیکن ہاتھ اور پاؤں ساتھ نہیں دے پا رہے تھے۔

اچانک مجھے کچھ آوازیں سنائی دیں...... آوازیں بے حد بھیانک تھیں...... میں نے سہمے ہوئے خرگوش کی طرح گردن اٹھا کر ان آوازوں کی سمت دیکھا...... تین چار خوفناک اور قد آور کتے تھے...... جو آوازیں نکالتے ہوئے میری طرف آ رہے تھے...... میں بچپن ہی سے کتوں سے خوفزدہ رہتا تھا...... ان بھیانک کتوں کو دیکھ کر میرے بدن کے رونگٹے کھڑے ہو گئے...... مجھے خوف محسوس ہونے لگا...... مجھے ایسا لگا جیسے وہ ابھی میرے قریب آ کر مجھے چیر پھاڑ دیں گے...... غیر اختیاری طور پر میں نے کھڑے ہو کر بھاگنے کی کوشش کی لیکن اس بری طرح پٹخنی کھائی کہ بدن کئی جگہ سے چھل گیا...... لیکن یہ وقت رک کر چوٹیں دیکھنے کا نہیں تھا...... بس جان بچانا ضروری تھا...... چنانچہ اس بار میں نے ہاتھوں اور پیروں کے بل پر دوڑ لگائی اور مجھے کوئی دقت نہ ہوئی...... میں کتوں سے زیادہ لمبی زقندیں بھر رہا تھا اور اس طرح دوڑنے میں مجھے کوئی دقت بھی نہیں ہوئی۔

کتے بہت پیچھے رہ گئے تھے اور اب میرے سامنے گھنا جنگل تھا...... کتوں کے خوف سے میں ماحول کی پرواہ کئے بغیر جنگل میں خاصی دور تک پہنچ گیا تھا...... پھر ایک درخت کی آڑ میں رک کر میں نے آوازیں سننے کی کوشش کی...... آوازیں اب بھی آ رہی تھیں...... لیکن فاصلہ کافی ہو گیا تھا...... اس کے بعد مجھے سیٹیوں جیسی آوازیں سنائی دیں اور میں ان پر غور کرنے لگا...... میں نے محسوس کیا کہ کتوں کی آوازیں بند ہو گئی ہیں...... میں اپنی جگہ بیٹھ گیا...... کھڑے ہونے کی وجہ سے کئی بار گرا تھا...... بدن میں جگہ جگہ تکلیف ہو رہی تھی اور کچھ تو سمجھ میں نہیں آیا...... گردن جھکا کر ان زخموں کو چاٹنے لگا...... مجھے بے حد سکون محسوس ہوا تھا۔

کافی دیر اسی طرح گزر گئی...... میں وہیں بیٹھا رہا...... سورج سر سے گزر رہا تھا...... مجھے افسوس ہونے لگا...... وہ جگہ کس قدر پر سکون اور آرام دہ تھی...... بلاوجہ وہاں سے نکل آیا...... یہ کم بخت کتے نجانے کہاں سے آ گئے تھے...... ان کی وجہ سے وہاں سے اتنا دور نکل آیا۔

بہت دیر تک وہیں بیٹھا رہا...... پھر ہمت کر کے اٹھا اور دبے ہاتھ پاؤں وہاں سے آگے

بڑھنے لگا...... جنگل سے نکل کر میں اپنی کمین گاہ میں جانا چاہتا تھا...... لیکن کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا...... راستوں کی شناخت مشکل ہو گئی تھی...... یہ درخت، یہ سبزہ ہر جگہ ایک سا لگ رہا تھا...... حتیٰ کہ سورج سر سے گزر گیا...... جنگل ختم ہی نہیں ہوا...... مجھے بہت دیر کے بعد احساس ہوا تھا کہ میں راستہ بھٹک گیا ہوں...... اب شدید بھوک لگ رہی تھی اور میرے دماغ میں غصہ بھرتا جا رہا تھا۔

غلطی اپنی ہی ہے...... میں نے سوچا...... اب اس غلطی کی سزا بھگتنی پڑے گی...... بھوک نے پیٹ میں کھلبلی مچا رکھی تھی...... اس کے بعد سورج چھپ گیا اور درختوں کے نیچے اندھیرا پھیلنے لگا...... آہ اب کیا کروں...... تن بہ تقدیر ہو کر بیٹھ گیا...... سوچنے سمجھنے کی قوتیں سلب ہوتی جا رہی تھیں۔

گو رات گہری تاریک تھی...... لیکن میں سب کچھ دیکھ رہا تھا...... میری بینائی رات میں دن کی روشنی کی طرح کام کر رہی تھی...... ایک بار پھر ہمت کی اور درختوں کے درمیان چلنے لگا...... اس بار قسمت نے یاوری کی تھی...... اچانک ہی درختوں کا سلسلہ ختم ہو گیا تھا اور میدان نظر آ رہا تھا...... بہت دور تک یہ میدان پھیلا ہوا تھا...... میری قوت شامہ نے حیرت انگیز طور پر میری رہنمائی کی، جس جگہ میں رہتا تھا وہاں ایک مخصوص بو ہوتی تھی اور میں نے اس بو کو پہچان لیا...... اسے پہچانتے ہی میرے دوڑنے کی رفتار تیز ہو گئی...... لیکن اچانک ہی مجھے ہاتھ دبا کر رکنا پڑا۔

وہ منحوس کتے وہیں آس پاس موجود تھے...... میری آہٹ پا کر وہ پھر دیوانے ہو گئے اور اچانک ہی بھونکتے ہوئے میری طرف دوڑے...... میں انہیں بخوبی دیکھ رہا تھا...... لیکن اب مجھے خوف کی بجائے غصہ آ رہا تھا...... بھوک نے میرے دل سے خوف نکال دیا تھا...... کتے قریب آ رہے تھے اور میری آنکھیں غصے سے سرخ ہوتی جا رہی تھیں اور پھر جونہی پہلا کتا میرے پاس پہنچا...... میں نے اس پر چھلانگ لگا دی۔

بھوک مجھے پاگل کئے دے رہی تھی...... کتا اپنی وحشت میں تھا اور میں اپنی دیوانگی میں...... میرے تیز لمبے ناخن کتے کے نرخرے کو دبوچنے میں کامیاب ہو گئے اور میں نے اسے اپنی ٹانگوں میں دبوچ لیا...... دوسرے کتے یہ عبرتناک ماجرہ دیکھ کر حیران رہ گئے تھے۔

ان کی آوازیں ایک دم رک گئیں...... میرے نیچے دبا ہوا کتا بری طرح ہاتھ پاؤں مار رہا

تھا...... تڑپ رہا تھا...... چیخ رہا تھا، لیکن یہ موت کی چیخیں تھیں۔

میں نے اسے پھاڑ کر پھینک دیا اور جب وہ سرد ہو گیا تو میں نے دوسرے کتوں کو دیکھا...... لیکن وہ دم دبا کر بھاگ گئے تھے۔

مردہ کتے کو وہاں چھوڑ کر میں ایک بار پھر آگے بڑھا اور پھر میں نے ان پہاڑیوں کو پہچان لیا جہاں میرا مسکن تھا...... لیکن آہ یہاں تقدیر کا ایک اور جھٹکا میرا منتظر تھا۔

میرے مسکن کا راستہ بند تھا...... وہ چٹان جس کے ہٹنے سے غار نما ہال کا دروازہ کھلا تھا...... پھر اپنی جگہ چلی گئی تھی اور دہانہ بند ہو گیا تھا۔

میں دیوانگی سے چیخنے لگا...... اس چٹان پر قوت آزمائی کرنے لگا...... لیکن وہ میری قوت سے زیادہ وزنی تھی...... میری کوشش کارگر نہیں ہوئی اور میں تھک کر بیٹھ گیا۔

میرا گھر مجھ سے چھن گیا تھا...... ایک بار پھر میرا گھر مجھ سے چھن گیا تھا...... کون سی جگہ تھی وہ...... نجانے کیا نام تھا اس جگہ کا...... لیکن وہاں کچھ تھا شاید ایک بستر جس کے سرہانے کھڑکی تھی...... اس کھڑکی سے ایک بارونق بازار نظر آتا تھا...... رات کو وہاں روشنیاں جگمگاتی تھیں...... اس کے قریب میری اسٹڈی ٹیبل تھی اور کوئی اور بھی تھا...... نجانے کون کون...... دماغ دُکھنے لگا...... پھر میں نے تھکا دینے والے خیالات ذہن سے جھٹک دیئے اور نیم غنودگی کی سی کیفیت کا شکار ہو گیا۔

پھر اچانک ہی مجھے کچھ آہٹیں سنائی دیں اور بدن پر کچھ پتھر لڑھک آئے اور اس کے ساتھ ہی ایک سایہ سا مجھ پر لپکا تھا جس کا پھیلاؤ بہت زیادہ تھا...... میں چوکنا ہو کر سنبھلا ہی تھا کہ اچانک وہ چوڑی اور پھیلی ہوئی شے مجھ پر آپڑی...... میں نے اچھل کر خود کو اس سے بچانا چاہا...... لیکن میری اچھل کود نے مجھے اور جکڑ لیا...... تب میرے ذہن میں ایک نام ابھرا۔

جال...... بڑے بڑے خانوں والی اس شے کو جال کہا جا سکتا ہے...... یقیناً وہ جال ہے......

پھر میں نے کچھ لوگوں کو دیکھا...... وہ میرے جیسے انسان تھے...... ہاں میں بھی انسان ہوں...... میرے دل میں خیال آیا...... ان کی تعداد چار پانچ تھی...... وہ میرے ارد گرد بکھر گئے۔



"آہ واقعی یہ ایک انوکھا تجربہ ہے...... ان میں سے کسی نے کہا"۔

"یہ راشیل کا کارنامہ ہے...... واقعی اس نے ایک ناقابل یقین کام کر دکھایا ہے...... دوسرے نے کہا"۔

"ایک انسان کو جانور بنایا ہے اس نے"۔

"مگر یہ کون ہے؟"۔

"ایک اصول پرست اور دیندار انسان کی اولاد...... جس نے اپنے اصولوں کے لئے ایک بڑی دولت ٹھکرا دی تھی اور ہمیں اسالیس مقدس کے جشن میں شرکت سے معذور کر دیا تھا۔

"تم نے اس کا تجزیہ کیا راشیل؟"۔

"ہاں"۔

"کیا اندازہ لگایا تم نے"۔

"اب یہ انسان ہے نہ جانور"۔

"مگر تم اس سے خوفزدہ تھے"۔

"ہاں...... اس کی وجہ تھی"۔

"وہ کیا"۔

"میں نے اسے پانچ سالوں میں تشکیل دیا ہے...... لیکن اس کے باوجود میں نہیں جانتا کہ اس کی سرشت کیا ہے...... خود تم لوگوں نے بھی دیکھا ہے کہ وہ چیتے سے زیادہ تیز دوڑتا ہے...... اس نے ایک خونخوار شکاری کتے کو چیر پھاڑ کر پھینک دیا...... یہ سلوک یہ ہمارے ساتھ بھی کر سکتا ہے۔

"اب تم اس کا کیا کرو گے"۔

"ویسے تو اس سے بہت سے کام لئے جاسکتے ہیں...... مثلاً میں اسے شکاری کتا بنا سکتا ہوں جو ہمارے لئے جانور تلاش کرے......اس کی چستی اور طاقت دیکھ کر تو یوں لگتا ہے جیسے یہ تیندوے اور ریچھ کو بھی شکار کرسکتا ہے لیکن میرے دل میں ایک اور خیال ہے۔

"وہ کیا"۔

"جشن اسالیس قریب ہے...... میں اسے مہاکال کی خدمت میں تحفے کے طور پر پیش کروں گا"۔

"بے شک یہ انوکھا تحفہ ہوگا"۔

ان کی آوازیں میرے کانوں سے ٹکرا رہی تھیں...... میں ان آوازوں کا مفہوم اچھی طرح سمجھ رہا تھا...... یہ بھی احساس ہو رہا تھا مجھے کہ شاید یہ لوگ میرے بارے میں ہی گفتگو کررہے ہیں، لیکن مجھے ان سے کوئی دلچسپی نہیں تھی...... میں تو اپنی ہی مشکل کا شکار تھا یعنی بھوک"۔

اور پھر کہیں دور سے مجھے اپنی شناسا خوشبو آئی یعنی گوشت اور میں بے چین ہوگیا...... میں اپنے گرد لپٹے ہوئے جال میں اچھلنے لگا اور وہ میرے قریب سے ہٹ گئے...... خوشبو قریب آگئی...... پھر ایک اور شخص نمودار ہوا جو گوشت اٹھائے ہوئے تھا۔

"تیار کر کے لائے ہو...... راشیل نے اس سے پوچھا"۔

"ہاں آنے والے نے جواب دیا"۔

"لاؤ...... راشیل نے وہ گوشت جال کے ایک خانے سے اندر ڈال دیا اور میں اس پر ٹوٹ پڑا"۔

وہ سب مجھے دلچسپی سے دیکھ رہے تھے اور میرے وجود میں سرور ابھر رہا تھا...... عالم ہوش میں جو آخری آواز میرے کانوں میں پڑی وہ یہ تھی۔

"اس کا غصہ صرف بھوک تھی"۔

اس کے بعد میں سو گیا تھا...... ایسا پہلے کبھی نہیں ہوا تھا...... انہوں نے ضرور مجھے سلانے کے لئے کوئی عمل کیا تھا...... لیکن مجھے کسی بات کی پرواہ نہیں ہوتی تھی...... خیالات دماغ میں ضرور آجاتے تھے، لیکن ان پر کوئی احساس میرے دل میں نہیں ابھرتا تھا۔

پھر صبح ہوگئی تھی...... میں نے ہاتھ پاؤں اکڑا کر انگڑائی لی اور چھت کے سوراخوں پر

نظر ڈالی...... لیکن سوراخ نہیں تھے...... چھت بھی نہیں تھی...... میں کھلے آسمان کے نیچے تھا اور میری گردن میں ایک چوڑا مضبوط پٹہ بندھا ہوا تھا جس سے لوہے کی مضبوط زنجیر منسلک تھی اور یہ زنجیر ایک درخت کے تنے سے بندھی ہوئی تھی...... میں نے حیرت سے یہ بدلا ہوا ماحول دیکھا...... پھر گزرے ہوئے واقعات پر غور کیا......اس وقت بھوک اور دن بھر کی مشقت نے حواس سلب کئے ہوئے تھے...... خالی پیٹ نے دماغ گرم کیا ہوا تھا...... لیکن اب میں ٹھیک تھا...... نجانے کتنا وقت میں نے اس منحوس ہال میں گزارا تھا......وہاں زندگی بالکل تنہا تھی...... آہستہ آہستہ سوچوں نے بھی دم توڑ دیا تھا...... کسی سے بات بھی نہیں ہوئی تھی اس لئے زبان کا استعمال تک بھول گیا تھا...... انسان بھی نہ دیکھے تھے اس لئے انسانوں کا رہن سہن بھی یاد نہیں رہا تھا...... لیکن اب کھلی ہوا تھی اور ہوا میں یادیں گندھی ہوتی ہیں...... احساس گردش کرتا ہے...... مجھے ان کی رات کی باتیں یاد آرہی تھیں...... ان کا مفہوم سمجھ میں آرہا تھا...... اور میں اپنے بارے میں سوچ رہا تھا...... اس سوچ میں کوئی شدت نہیں تھی کوئی ہیجان نہیں تھا۔

تب میں نے دو لڑکیوں کو دیکھا...... جو میری طرف آرہی تھیں...... میں سمجھ سکتا تھا کہ وہ لڑکیاں ہیں...... یہ تمیز موجود تھی...... وہ مجھ سے کچھ فاصلے پر رک گئیں...... ان میں سے ایک شوخ معلوم ہوتی تھی...... مجھے دیکھ کر وہ شرمائے ہوئے انداز میں ہنس پڑی۔

"ہائے یہ تو...... یہ تو بے لباس ہے...... کیسا عجیب لگ رہا ہے...... دوسری لڑکی کچھ نہیں بولی......وہ رحم آمیز نظروں سے مجھے دیکھ رہی تھی"۔

"کتنا خوب صورت ہے چیتے کی طرح...... پہلی لڑکی نے پھر کہا اور دوسری لڑکی جلدی سے بولی"۔

"واپس چلو...... بھائی آگیا تو ناراض ہوگا......اس کے انداز میں سنجیدگی تھی"۔

"تھوڑی دیر تو رکو...... دیکھو تو سہی...... کتنا گندہ ہو رہا ہے...... آخر اس بے چارے کے ساتھ یہ سلوک کیوں کیا گیا ہے"۔

"چلو میں کہہ رہی ہوں واپس چلو...... ہمیں یہاں رکنا نہیں چاہئے...... دوسری لڑکی نے پھر کہا...... پہلی لڑکی یہاں رکنا چاہتی تھی، لیکن دوسری لڑکی اسے کھینچ کر لے گئی...... میری نگاہیں ان کا تعاقب کررہی تھیں...... جب وہ میری نگاہوں سے اوجھل ہوگئیں تو میں

نے اس دروازے کو دیکھا...... جو ایک مکان کا دروازہ تھا...... یہ مکان دیکھ کر مجھے مکانات یاد آئے اور بہت سی یادیں ہوا کے ساتھ ذہن میں سرایت کرنے لگیں۔

لڑکیوں کے دو الفاظ میرے ذہن میں چبھنے لگے...... بے لباس...... گندہ ان کے روپوش ہونے کے بعد میں نے خود پر غور کیا...... واقعی میں بے لباس ہوں اور میرا وجود میری طرح غلیظ ہے...... بھوک کے علاوہ یہ دو چیزیں بھی پریشان کن ہیں...... میں نے سوچا۔

خوب دن نکل آیا تو میں نے ایک شخص کو اپنی طرف آتے ہوئے دیکھا...... وہ ہاتھوں میں کچھ پکڑے ہوئے تھا...... شاید ایک ٹرے جس میں ایک طرف کچھ برتن رکھے ہوئے تھے جن میں کچھ شناسا اشیاء تھیں...... دوسری طرف کچے گوشت کا بڑا ٹکڑا رکھا ہوا تھا، اس نے ٹرے میرے سامنے رکھی تو میں نے لپک کر گوشت کا ٹکڑا اٹھا لیا اور اسے چبانے لگا...... دوسری چیزوں پر میں نے توجہ بھی نہیں دی تھی۔

وہ خاموشی سے مجھے دیکھتا رہا...... جب میں نے سارا گوشت کھا لیا تو اس نے کہا۔

"یہ چائے ہے...... گرم اور لذیذ اور یہ بھی دیکھو...... میں نے اس کے اشارے پر ان چیزوں کو دیکھا...... لیکن پیٹ بھر جانے کے بعد مجھے اب کسی اور چیز کی قطعی کوئی حاجت نہیں ہو رہی تھی۔

"میری بات سمجھ میں آتی ہے......اس نے کہا"۔

"ہاں...... میری آواز خود میرے لئے اجنبی تھی"۔

"بول سکتے ہو"۔

"ہاں...... میں نے کہا"۔

"تو مجھ سے باتیں کرو"۔

"کیا...... میں نے پھر کہا"۔

"مجھے پہچانتے ہو......؟ اس نے کہا اور میں خالی خالی نگاہوں سے اسے دیکھنے لگا......

میری آنکھوں میں شاید ناسمجھی کے تاثرات تھے...... اس نے پھر کہا۔

"سنو...... غور سے مجھے دیکھو اور بتاؤ میں کون ہوں...... پھر میں نے اسے غور سے دیکھا...... یاد کیا اور مجھے محسوس ہوا کہ میں نے پہلے بھی اسے دیکھا ہے۔

"یاد...... نہیں...... آتا میں نے کہا اور مجھے خود پر حیرت ہوئی...... میرے منہ سے؛

آوازیں نکل سکتی ہیں"۔

پانچ سال پہلے...... آج اس بات کو پورے پانچ سال ہو گئے...... تم ایک جہاز پر سفر کر رہے تھے......اس جہاز کا نام کوئنزا تھا اور تمہارا باپ اس جہاز کا کپتان تھا۔

میری آنکھوں میں ٹیڑھے میڑھے نقوش ابھرنے لگے...... سمندر...... انسان بہت سے انسان...... لیکن کون۔

میرا ذہن الجھنے لگا...... وہ میری صورت دیکھ رہا تھا...... اس کے چہرے پر مسکراہٹ تھی......وہ اپنے کارنامے پر نازاں تھا...... پھر اس نے مجھ سے کہا۔

"تمہیں کچھ چاہئے"۔

"ہاں...... میں نے کچھ یاد کر کے کہا"۔

"کیا چاہئے"۔

"میں گندہ ہوں اور میرے بدن پر لباس نہیں ہے"۔

"خوب...... اگر میں تمہارے پاس آ کر تمہارا بدن صاف کروں گا اور تمہیں لباس پہناؤں گا تو تم مجھے زخمی تو نہیں کرو گے"۔

"زخمی؟"۔

"ہاں جیسے تم نے اس کتے کو ہلاک کر دیا تھا"۔

میں نے اس کی اس بات کا کوئی جواب نہیں دیا...... میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ میں نے اس کتے کو کیوں ہلاک کیا تھا...... پھر وہ چلا گیا اور میں نے وہیں بیٹھ کر آنکھیں بند کر لیں......اس کے بعد اس نے مجھے لباس بھی دیا اور میرے بدن کو بھی غلاظت سے صاف کیا...... لیکن میری گردن کا پٹہ نہیں کھولا گیا تھا...... میں اسی طرح بندھا بیٹھا رہا تھا...... اب مجھے دو وقت گوشت دیا جاتا تھا اور اس کے علاوہ میری اور کوئی طلب بھی نہیں تھی۔

ایک بار پھر وہی دونوں لڑکیاں میرے پاس آئیں...... اس دن بھی وہ موجود نہیں تھا......ایک لڑکی نے کہا۔

"ہائے یہ تو بالکل بدل گیا"۔

"ہاں...... دوسری سنجیدہ لڑکی نے کہا"۔

"یہ بول سکتا ہے"۔

"پتہ نہیں"۔

"تونے اس سے بات نہیں کی"۔

"میں نے تجھے بتایا نہیں کہ اس دن کے بعد میں اس طرف نہیں آئی...... مجھے تو یہ بھی نہیں معلوم کہ اسے کب صاف کیا گیا...... کب لباس پہنایا گیا"۔

"اسالیس مقدس کی قسم...... یہ انوکھا ہے"۔

"مگر اس کا مستقبل بے حد غمناک...... سنجیدہ لڑکی نے افسوس بھرے لہجے میں کہا"۔

"کیوں"۔

"راشیل اسے جشن مقدس کے موقع پر قربانی کے لئے پیش کر دے گا...... سنجیدہ لڑکی نے اداسی سے کہا اور دوسری لڑکی ساکت رہ گئی...... بہت دیر تک وہ کچھ نہ بول سکی...... پھر کافی دیر کے بعد بولی۔

"یہ تو اچھا نہیں ہوگا تو اسے یہاں سے بھگا دے اروش...... اس کی زنجیر کھول دے"۔

"آؤ...... سنجیدہ لڑکی نے اس کا ہاتھ پکڑ کر پلٹتے ہوئے کہا"۔

"کیوں رکو میری بات سنو"۔

"مجھ سے وہ نہ کہو جو میں نہ کر سکوں...... آؤ...... اور وہ دونوں واپس پلٹ گئیں"۔

میں نے سب کچھ سنا تھا...... لیکن کوئی تاثر نہیں لیا تھا...... اس کے بعد چاند سورج کا سفر جاری رہا...... پھر ایک دن مجھے درخت سے کھول لیا گیا...... کھولنے والا وہی تھا جو مجھے غذا دیتا تھا...... میں اس سے مانوس ہو گیا تھا...... ویسے بھی میرے ذہن میں کوئی غصہ نہیں تھا...... میں ہاتھوں پیروں کے بل اس کے ساتھ چل پڑا...... وہ میری زنجیر پکڑے ہوئے تھا۔

بہت عرصے کے بعد میں نے آبادی دیکھی...... مکانات دیکھے...... بہت سے لوگ دیکھے...... یہ سب کچھ شناسا سا تھا...... لیکن میرے ذہن کے اوراق سادہ تھے...... بس دیکھ رہا تھا...... سمجھ رہا تھا...... سوچ نہیں رہا تھا...... اس جگہ سے جاتے ہوئے میں نے اس لڑکی کو بھی دیکھا تھا جو سنجیدہ تھی...... میں نے اس کی آنکھوں سے ٹپکتے ہوئے آنسو بھی دیکھے تھے لیکن کچھ سمجھا نہیں تھا۔

تب میری زنجیر پکڑنے والا مجھے ایسی جگہ لے گیا جہاں بے شمار لوگ ایک کھلے میدان میں جمع تھے...... خوب شور ہو رہا تھا اور میں اس شور سے الجھ رہا تھا...... میرے گرد بہت سے

لوگ جمع ہو گئے...... ان میں بچے اور عورتیں بھی تھیں...... کسی نے کہا۔

"ہاں سنا تھا راشیل کہ تو ایک بڑا کارنامہ انجام دے رہا ہے...... یہ ہے تیرا کارنامہ"۔

"مہاکال اس کی قربانی کو بہت پسند کرے گا"۔

"شاید ایسا ہو"۔

مجھے اس بات سے کوئی غرض نہیں تھی کہ یہ الفاظ کس کے بارے میں کہے جا رہے ہیں...... میں تو اس مجمع کو دیکھ رہا تھا...... پھر میری نگاہ دور نظر آنے والے ایک سنگی مجسمے پر پڑی۔ کسی پہاڑی چٹان کو تراش کر بنایا گیا تھا اور کسی ایسی جگہ نصب کیا گیا تھا جہاں آگ روشن تھی...... شعلے اس مجسمے کو منور کئے ہوئے تھے...... لیکن بڑا ہیبت ناک مجسمہ تھا۔

پھر نجانے کیا کیا ہونے لگا...... بہت سے لوگ کسی دھات کے برتن لے کر آئے اور اسے زور زور سے بجانے لگے...... ان کی بھیانک آواز سے ماحول گونجنے لگا...... اس کے بعد کچھ عورتوں نے وہاں رقص شروع کر دیا...... میں نے کچھ لوگوں کو دیکھا جو ایک تخت اٹھائے لا رہے تھے...... اس تخت پر ایک شخص بیٹھا ہوا تھا جس نے عجیب سا لباس پہنا ہوا تھا...... پھر یہ تخت مجسمے کے سامنے رکھ دیا گیا اور برتنوں کی آوازیں تیز ہونے لگیں...... اس طرح رقص بھی تیز ہو گیا...... پھر نجانے کیا ہوا...... تمام آوازیں یک لخت رک گئیں...... ہر طرف گہری خاموشی طاری ہو گئی...... تب تخت پر بیٹھے ہوئے شخص کی گونجدار آواز ابھری۔

"اسالیس کے پجاریو...... تم پر مقدس اسالیس کی برکتیں نازل ہوں...... جشن اسالیس میں شرکت کرنے والے ہر شخص کے لئے درازی عمر کی دعا کی جائے...... پھر طرح طرح کی آوازیں ابھرنے لگیں اور کچھ دیر یہ سلسلہ جاری رہا اس کے بعد لوگ قیمتی اشیاء، زیورات، کپڑے اس تخت کے سامنے انبار کرنے لگے...... یہ گویا نذر گزاری جا رہی تھی...... میرے رکھوالے نے بھی میری زنجیر پکڑی اور مجھے لے کر آگے بڑھ گیا...... تخت پر بیٹھے ہوئے شخص نے حیرت اور دلچسپی سے مجھے دیکھا تھا۔

"یہ کون ہے راشیل...... یہ ہمارے قبیلے کا تو نہیں لگتا اور تو نے اس کی گردن کیوں باندھ رکھی ہے...... یہ جانوروں کی طرح کیوں چل رہا ہے"۔

"میں اسے اسالیس کے قدموں میں قربان کرنا چاہتا ہوں...... مہاکال یہ ایک دیندار قوم کا فرد ہے"۔

"کیا یہ مسلمان ہے؟"۔

"مسلمان کا بیٹا ہے...... لیکن اب یہ ایک وحشی جانور ہے"۔

"کیا مطلب...... مہاکال نے دلچسپی سے پوچھا"۔

"مہاکال پانچ سال پہلے کی بات ہے...... ہمیں ایک مشن پر بھیجا گیا تھا...... مشن کی کامیابی کے بعد ہم جشن اسالیس میں شرکت کے لئے وقت پر یہاں پہنچنا چاہتے تھے۔ اس کے لئے ہم نے جہاز کے کپتان سے بات کی اور اسے ہیروں کے عوض یہاں تک پہنچانے کی درخواست کی...... لیکن اس کا ایمان اور فرض شناسی آڑے آ گئی...... اس شخص نے مہاکال کو پوری تفصیل بتائی...... پھر بولا۔

"اور مہاکال یہ اس کپتان کا بیٹا ہے...... ایک مسلمان دیندار، فرض شناس شخص کی اولاد اور آج میں اسی ایمان دار شخص کے بیٹے کی قربانی پیش کرنا چاہتا ہوں"۔

"واہ کتنا دلچسپ اور انوکھا تجربہ کیا ہے تو نے...... ان پانچ سالوں نے اس پر کیا اثرات مرتب کئے"۔

"مہاکال...... اب یہ جانور ہے...... ایک آدھا جانور...... یہ صرف ہاتھوں اور پیروں کے بل پر چلتا ہے اور کچا گوشت کھاتا ہے"۔

"اس کی ذہنی سطح کیا ہے"۔

"میں نے بتایا نا مہاکال یہ صرف جانور ہے...... اس کی صرف شکل و صورت انسانوں کی طرح ہے...... لیکن جسمانی طور پر یہ جانور بن چکا ہے...... حتیٰ کہ یہ اپنی زبان تک کا صحیح استعمال بھول گیا ہے"۔

"دلچسپ اور حیرت انگیز...... تجھ پر اسالیس کی برکتیں نازل ہوں، تو نے ایک دیندار کو یہ نقصان پہنچا کر اسالیس کی مہربانیاں حاصل کی ہیں...... اسالیس تجھ سے خوش ہوگا اور تیری قربانیاں قبول کرے گا...... اسے دیکھ کر میرے دماغ میں ایک اور تجویز آئی ہے۔

"مہاکال ہر بات بہتر سمجھتا ہے...... راشیل نے کہا"۔

"ہم اسے اسالیس کے قدموں میں روشن آگ میں پھینک کر ثواب کما سکتے ہیں، لیکن کیوں نہ ہم ثواب جاریہ حاصل کریں"۔

"وہ کیسے مقدس مہاکال"۔

"میں اس دیندار کو اسالیسی علوم سے آراستہ کروں...... پھر ہم اس انسان نما جانور کو اس کے عزیزوں اور چاہنے والوں کے درمیان پہنچا دیں اور یہ ان پر اسالیسی غضب نازل کرے...... کیوں کہ یہ انہی میں سے ایک ہے...... ویسے کیا یہ خونخوار ہے؟"۔

"صرف بھوک کے وقت...... ورنہ دوسری صورت میں یہ خونخوار نہیں ہوتا...... مناسب کیفیت میں رہتا ہے"۔

"یہ ایک عظیم تجربہ ہوگا...... تو اسے میرے تخت کے پائے سے باندھ دے...... ہم نے تیری یہ قیمتی نذر قبول کی...... مہاکال نے کہا اور مجھے تخت کے پائے سے باندھ دیا گیا"۔

اس کے بعد رات گئے تک یہ ہنگامہ جاری رہا...... پھر یہ جشن ختم ہو گیا اور کچھ لوگ مجھے وہاں سے کھول کر ایک طرف چل پڑے۔

جس جگہ مجھے پہنچایا گیا...... یہ ایک عظیم الشان غار تھا...... اس کی وسعتیں بے پناہ تھیں...... مجھے ایک جگہ باندھ دیا گیا اور فوراً ہی میری خوراک لا کر میرے سامنے ڈال دی گئی...... اس کے علاوہ مجھے اور کچھ نہیں چاہئے تھا...... شکم سیر ہو کر میں آرام سے سو گیا تھا۔

دوسری صبح بھی سب سے پہلا عمل یہی کیا گیا اس کے بعد میں نے مہاکال کو دیکھا...... یہ خوفناک شخص پیروں سے معذور تھا اور دو افراد اسے ایک عجیب سی شے پر بٹھا کر میرے سامنے لائے تھے۔

مہاکال نے ان دونوں کو واپسی کا اشارہ کیا اور مجھے غور سے دیکھنے لگا...... پھر اس کی آواز ابھری۔

"تو کون ہے؟"۔

میں نے اس کی اس بات کا کوئی جواب نہیں دیا تو اس نے پھر کہا۔

"سن غور کر کے بتا تو کون ہے...... تیرا نام کیا ہے"۔

"سی...... کان...... در...... میں نے مشکل سے جواب دیا"۔

"تیرے باپ کا نام کیا تھا"۔

اس کے اس سوال کا میں نے کوئی جواب نہیں دیا...... وہ دوبارہ بولا۔

"میں تجھ سے پوچھ رہا ہوں تیرے باپ کا نام کیا تھا؟"۔

"نہیں جانتا"۔

"زبان دکھا...... اس نے کہا...... مگر مجھے زبان کے بارے میں معلوم نہیں تھا...... تب اس شخص نے ایک ہاتھ بلند کیا اور بلندی سے ایک انسانی کھوپڑی اترتی نظر آئی اور کچھ لمحوں میں اس کے ہاتھوں میں پہنچ گئی...... پھر اس وہ کھوپڑی اپنے ہاتھوں میں بلند کی اور کچھ بڑبڑانے لگا...... پھر اس نے کا رُخ میری طرف کر کے بولا۔

"سنکھنا اسے عقل دے...... اس کے پانچ سال اسے یاد دلا دے...... اس کا ماضی اسے یاد دلا دے"۔

کھوپڑی کی آنکھوں سے دھواں نکلنے لگا...... سفید سفید دھواں اور یہ دھواں اتنا بلند ہوا کہ سب کچھ اس میں چھپ گیا...... اس دھوئیں نے میرے گرد احاطہ کر لیا تھا اور اچانک مجھے اپنا بدن ہلتا ہوا محسوس ہوا۔

میرے کانوں میں لانچ کے انجن کی آواز ابھر رہی تھی...... پھر مجھے کو ئنزا کی آگ یاد آئی...... جلال الدین یاد آئے...... اپنی والدہ یاد آئیں...... سر کی چوٹ یاد آئی اور میں چیخ پڑا۔

میرے عضو عضو سے پسینہ پھوٹ بہا اور میرے پورے وجود میں بے چینی سی چھا گئی...... میں خود کو اس غار میں محسوس کر رہا تھا جہاں شدید بو پھیلی ہوئی تھی۔

"آہ مجھے یہاں سے نکالو...... میں مر جاؤں گا...... میں نے چیخ کر کہا...... اور دھواں اچانک ختم ہو گیا...... میرے سامنے مہاکال بیٹھا مسکرا رہا تھا"۔

"زبان اسالیس کی...... باقی راشیل کا...... ہاں اب بتا کیا نام ہے تیرے باپ کا......؟ اس نے دانت نکالتے ہوئے کہا۔

"جلال الدین...... میں نے بے بسی سے کہا"۔

"اور تیرا نام کیا ہے"۔

"سکندر جلال"۔

"ہوں یاد آ گیا تجھے سب کچھ"۔

"ہاں"۔

"اچھا ہے بہت اچھا ہے راشیل کا تجربہ بہت اچھا ہے، مگر تھوڑی سی کمی رہ گئی اس میں، تیری عمر زیادہ تھی...... اگر کسی چھوٹی سی عمر کے بچے پر یہ تجربہ کیا جاتا تو اسے کچھ یاد نہ آتا"۔

"مجھے میرے گھر پہنچا دو...... پلیز مجھے رہائی دے دو"۔

"نہیں سکندر...... یوں سمجھ تیری تقدیر کھل گئی...... تجھے اسالیس کا سایہ ملے گا...... میں تجھے اسالیس قوتوں سے آراستہ کروں گا...... اس کے بعد بے شک تو اپنے گھر چلے جانا...... اور پھر تو اسالیس کا سب سے چہیتا ہرکارہ ہو گا تو اسالیس قبیلے کا ایک فرد ہو گا تو دنیا میں اسالیس مشن کے لئے کام کرے گا"۔

"میرے ماں باپ میرے لئے مر جائیں گے...... نہ جانے ان کا کیا حال ہو گا؟"۔

"جب تیرا علم مکمل ہو جائے گا تو تجھے کسی رشتے سے کوئی دلچسپی نہیں ہو گی...... تیرا سب سے مضبوط رشتہ اسالیس سے ہو گا...... میں نے تجھے تیرے پانچ سال واپس کیے ہیں...... آج سے میں تیرا ماسٹر ہوں...... ماضی میں جو کھویا ہے اسے واپس لا...... یہ تیری خوش بختی ہے کہ میں نے تجھے منتخب کر لیا...... ورنہ تو آگ میں جل کر خاکستر ہو چکا ہوتا"۔

میں نے گردن جھکا دی...... پھر میرے لئے ایک جگہ منتخب کر دی گئی...... یہاں کسی دھات سے بنا ہوا ایک مجسمہ رکھا تھا...... یہ مجسمہ بھی اسی مجسمے کی شکل کا تھا جسے میں باہر دیکھ چکا تھا...... جس جگہ مجھے لایا گیا تھا یہ ایک عظیم غار تھا جس غار میں بند کیا گیا تھا...... اس کے ابتدائی دن مجھ پر بہت سخت گزرے تھے...... مرنے کو دل چاہتا تھا۔

رفتہ رفتہ میں اس کا عادی ہوا تھا...... تنہائی، خاموشی، انسانوں سے دوری میری فطرت بن گئی تھی...... میں سب کچھ بھول گیا تھا اور دنیا میرے لئے کچھ نہیں رہی تھی...... لیکن مہاکال نے میرے ذہن کے بند دروازے کھول دیئے اور اب میں سوچوں کی اذیت میں گرفتار ہو گیا تھا...... مجھے میرا ماضی یاد آ گیا تھا...... میرا گھر...... میری درسگاہ...... ماں باپ...... اپنا وطن...... دوسرے رشتے دار جن سے میں ملنے جا رہا تھا...... یہ لوگ پانچ سال کا تذکرہ کرتے ہیں...... پانچ سال ہو گئے مجھے سب سے دور ہوئے...... کیا ہوا ہو گا میرے بعد...... کیا کو ئنزا خاکستر ہو گیا ہو گا...... کیا میرے والدین۔

اب مجھے غم کا احساس بھی ہو رہا تھا...... میرے لئے کھانا آیا...... پکا ہوا کھانا تھا...... کھانا تو یہی ہوتا ہے...... میں نے اسے کھایا...... لیکن وہ ذرا بھی اچھا نہیں لگا...... میری غذا تو وہی کچا گوشت تھی...... بہر حال بھوک مٹ گئی تھی۔



وقت گزرنے لگا...... میں زیادہ تر خود پر غور کرتا رہتا تھا...... میرا کیا ہوگا...... یہ لوگ میرے ساتھ کیا سلوک کریں گے...... اب مجھے راشیل بھی یاد آگیا تھا...... بلاشبہ یہ انہی تینوں میں سے ایک تھا جن کے بارے میں جیر اللہ نے بتایا تھا کہ وہ ایک شیطانی قبیلے سے تعلق رکھتے ہیں اور جنہوں نے جلال الدین کو انتقام کی دھمکی دی تھی۔

رات کا وقت تھا...... غار میں مدھم روشنی پھیلی ہوئی تھی...... میں ایک گوشے میں سرنگوں بیٹھا تھا کہ اچانک روشنی تیز ہونے لگی...... میں نے چونک کر دیکھا کہ روشنی کہاں سے آرہی ہے...... تب میری نگاہ دھات کے مجسمے پر پڑی...... روشنی اس کی آنکھوں سے خارج ہو رہی تھی...... شعاعی لکیریں سفر کرتی میری طرف آرہی تھیں...... پھر وہ مجھ پر مرکوز ہو گئیں...... نہ جانے کیوں مجھے خوف محسوس ہوا تھا...... مجسمہ مجھے گھور رہا تھا...... کچھ دیر کے بعد اس کے عقب سے کوئی باہر نکل آیا...... میں نے اسے غور سے دیکھا اور پہچان لیا...... یہ مہاکال تھا جو اس وقت بہت عجیب لباس پہنے ہوئے تھا...... مجسمے کے قریب آکر اس نے دونوں ہاتھ سیدھے کئے پھر جھک گیا...... کچھ لمحے وہ اسی طرح جھکا رہا...... پھر سیدھا کھڑا ہو گیا...... اس کے بعد اس نے مجھے آواز دی۔

"سکندر ادھر آ"۔

میں بے اختیار کھڑا ہو گیا...... میں نے قدم آگے بڑھائے، لیکن چند قدم ہی چلا تھا کہ لڑکھڑا کر گر پڑا...... کھڑے ہو کر چلنا میرے لئے بہت مشکل ہو رہا تھا۔

جس طرح چل سکتا ہے...... اس طرح آ...... مہاکال نے کہا اور میں نے ہاتھوں اور پیروں کے بل دوڑ لگادی...... مہاکال کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔

"مقدس اسالیس کی خدمت میں ایک انسان...... جانور کی شکل میں...... یہ انسان ہے عظیم اسالیس...... اشرف المخلوقات...... لیکن ہم نے اسے جانور بنادیا ہے...... یہ تحفہ قبول

کر"۔

تیز روشنی کا ایک کوندا لپکا تھا...... مہاکال نے پھر کہا۔

"مگر میں کچھ اور چاہتا ہوں، یوں تو ہم ساری دنیا میں پھیل کر تیرے حکم پر بہت کچھ کر رہے ہیں، لیکن میں اسے تیرا علم دینا چاہتا ہوں...... مہاکال میں اسے تیرا علم دے کر واپس بھیجنا چاہتا ہوں...... ایک نیک انسان کے روپ میں تاکہ اس کا جال مضبوط ہو اور یہ ہمارے مقصد کی تکمیل کرے...... مقدس اسالیس تیری منظوری چاہئے مجھے" روشنی کا ایک کوندا لپکا اور مہاکال پھر جھک گیا۔

"تیری منظوری مل گئی ہے اسالیس...... اب میں سکون سے اپنا کام کر سکوں گا" وہ آگے بڑھا اس کے بعد وہ اس مجسمے کے سامنے سجدہ ریز ہو گیا تھا...... میں کچھ دیر انتظار میں کھڑا رہا، اس کے بعد واپس اپنی جگہ پہنچ گیا"۔

دوسرے دن کچھ لوگ میرے پاس آئے اور مجھے لے کر ایک عمارت میں داخل ہو گئے...... اوپر سے یہ عمارت معمولی سی تھی، لیکن اس کا تہہ خانہ بہت صاف شفاف تھا...... اس تہہ خانے میں لاتعداد انسانی ڈھانچے رکھے ہوئے تھے...... کھوپڑیوں میں چراغ جل رہے تھے...... مہاکال ایک اور نئے لباس میں وہاں موجود تھا...... مجھے لانے والے مجھے چھوڑ کر چلے گئے تو مہاکال اپنی جگہ سے اٹھا...... پھر اس نے بہت سی کھوپڑیوں کو ایک دائرے کی شکل میں رکھنا شروع کر دیا...... کھوپڑیاں دائرے کی شکل میں لا کر اس نے ایک راستہ چھوڑ دیا تھا...... پھر اس نے میری طرف دیکھا اور بولا۔

"ادھر آ" میں اس کے پاس پہنچ گیا...... تو اس نے راستے کی طرف اشارہ کر کے کہا......

"یہاں سے اندر داخل ہو جا...... خبردار ان میں سے کسی کھوپڑی پر سے تیرا پاؤں نہ گزرے...... میں نے اس کی ہدایت پر عمل کیا اور اس دائرے میں جا بیٹھا...... تب اس نے اس راستے پر بھی کھوپڑیاں رکھیں اور دائرہ مکمل کر دیا...... اس کے بعد وہ اس دائرے سے کچھ فاصلے پر جا بیٹھا...... پھر اس کی آواز ابھری۔

"سکندر رہے نا تیرا نام...... بول"۔

"ہاں" میں نے جواب دیا۔

"بہت اچھا نام ہے...... تیرا یہی نام رہے گا...... اب یہ بتا تیرے دل میں کیا ہے؟"۔

"میں اپنے گھر جانا چاہتا ہوں" میں نے جواب دیا۔

"نہیں...... تو گھر نہیں جانا چاہتا...... میں تیرا ماسٹر ہوں...... میں تیرا مالک ہوں...... بول میں تیرا ماسٹر ہوں...... میں خاموشی سے اسے دیکھتا رہا...... تب اس نے دونوں ہاتھ بلند کئے اور کھوپڑیاں دھواں اُگلنے لگیں...... دھواں ان کی ناکوں سے، کان کے سوراخوں سے اور کھلے ہوئے منہ سے نکل رہا تھا...... میرا دم گھٹنے لگا...... میں نے اس حصار سے باہر چھلانگ لگانے کی کوشش کی لیکن یوں لگا جیسے میں کسی ٹھوس دیوار سے ٹکرا گیا ہوں...... دم بری طرح گھٹ رہا تھا، یوں لگ رہا تھا جیسے کسی نے میری گردن دبا رکھی ہو۔

"بول...... میں تیرا ماسٹر ہوں...... بول میں تیرا ماسٹر ہوں"۔

میری آنکھیں باہر نکل رہی تھیں...... ہر شے اس دھویں میں چھپ گئی تھی اور دم گھٹا جا رہا تھا۔

"بول میں تیرا ماسٹر ہوں"۔

"تم...... تم میرے ماسٹر ہو" میں نے بمشکل کہا...... اور ایک دم دھواں غائب ہو گیا...... میں گہری گہری سانسیں لینے لگا...... مہاکال مسکرا رہا تھا...... پھر اس نے کہا۔

"جو کچھ میں کہوں بولتا رہ...... جو میں کہوں اپنے منہ سے وہی الفاظ دہراتا رہ، سمجھ رہا ہے...... ورنہ...... اس کی آواز غضب ناک ہو گئی...... میں نے جلدی سے کہا۔

"تم میرے ماسٹر ہو"۔

"تو نے اسالیس کا سایہ قبول کیا"۔

"میں نے اسالیس کا سایہ قبول کیا" میں نے کہا اور دھات کے مجسمے سے پھر ایک کوندا لپکا تھا۔

"بس کافی ہے...... اب تجھے سات دن اسی جگہ گزارنے ہوں گے...... میں تجھے جو بتاؤں گا وہ کرنا پڑے گا" اس کے بعد وہ مجھے وہاں چھوڑ کر باہر نکل گیا تھا...... میں بے بسی کے عالم میں وہاں بیٹھا رہا...... نہ جانے کتنا وقت گزر گیا...... جب تھک گیا تو کھوپڑیوں کے اس حصار سے باہر نکلنے کی کوشش کی...... لیکن پہلے کی طرح نادیدہ دیوار سے ٹکرا کر رہ گیا"۔

دوسرے دن مہاکال خود میرے لئے کھانا لے کر آیا تھا...... پکا ہوا کھانا تھا جس سے اب مجھے کوئی رغبت نہیں تھی...... اس نے کھانا حصار کے اندر رکھ دیا تھا تو میں نے اس سے کہا۔

"ماسٹر" وہ چونک کر مجھے دیکھنے لگا۔

"ہاں بول کیا بات ہے؟"۔

"مجھے گوشت چاہئے"۔

"کچا گوشت؟"۔

"ہاں"

"نہیں...... بے وقوف...... تو انسان ہے اور تجھے انسانوں کے درمیان جانا ہے...... ان کے درمیان جا کر تجھے ہمارے مشن پر کام کرنا ہے...... اب خود کو انسان سمجھ...... پانچ سال اٹھارہ سال پر حاوی نہیں ہونے چاہئیں...... اور کچے گوشت کو بھول جا"۔

میں خاموشی سے کھانا کھانے میں مصروف ہو گیا تھا...... لیکن ایک طلب دل میں رہی تھی...... اس کے بعد سات دن پورے ہونے لگے...... مہاکال مجھے دو لفظ بتا کر گیا تھا جن کا مفہوم میری سمجھ میں نہیں آیا تھا...... لیکن اس نے جو کہا تھا وہ میں کرتا رہا تھا۔

پھر کچھ اور لفظوں کا اضافہ ہوا اور مجھ پر عجیب عجیب عالم گزرنے لگے...... کبھی مجھے اپنے چاروں طرف گھور تاریکی پھیلی ہوئی محسوس ہوتی تھی...... کبھی یوں لگتا تھا جیسے سمندر مجھ پر ابل پڑا ہو...... کبھی اپنے دماغ میں سورج اترتے محسوس ہوتا تھا...... میں سب کچھ برداشت کر رہا تھا۔

ساتویں دن مہاکال کے ساتھ بہت سے لوگ آئے...... وہ ہاتھوں میں ناریل سندور اور پھول لے کر آئے تھے...... مہاکال نے میرے گرد سے کھوپڑیاں ہٹائیں اور مجھے باہر آنے کے لئے کہا...... مجھے یقین نہیں آ رہا تھا کہ میں ان نادیدہ دیواروں سے باہر نکل سکتا ہوں...... ڈرتے ڈرتے میں نے چوپایوں کی طرح چل کر باہر نکلنے کی کوشش کی تو مہاکال نے کہا۔

"کھڑا ہو جا...... تو اپنے پیروں سے چل سکتا ہے...... میں نے توازن سنبھالا اور کھڑا ہو گیا...... پھر مجھے ایک عجیب سی خوشی کا احساس ہوا تھا کیونکہ میں کھڑے ہو کر چل سکتا تھا...... باہر آیا تو مہاکال کے ساتھ آنے والوں نے مجھے سندور سے رنگ دیا...... میرے قدموں میں ناریل توڑے گئے...... مجھے نیا لباس پہنایا گیا...... انہوں نے ساتھ لائے ہوئے پھولوں کے ہاروں سے مجھے ڈھک دیا...... اس کے بعد مجھے اس بڑے غار میں لایا گیا جہاں مہاکال کے اور بھی پیروکار جمع تھے...... وہ سب قطار در قطار کھڑے ہوئے تھے...... ان میں

راشیل بھی تھا...... سب مجھے دیکھ رہے تھے...... مہاکال کی آنکھوں میں فخر کے آثار نظر آرہے تھے...... پھر اس نے ہاتھ بلند کئے اور سب خاموش ہو گئے...... تب مہاکال نے کہا۔

"اسالیس کے عقیدت مندو! خوشی کا مقام ہے کہ بدی والوں میں ایک ہونہار فرزند کا اضافہ ہوا ہے...... اس کا نام سکندر ہے اور سکندر فتح کو کہتے ہیں...... راشیل نے ایک انتقامی جذبے سے مغلوب ہو کر اسے اغوا کیا اور ایک انسان کو جانور کا روپ دے کر بڑا ثواب کمایا...... بدی کے کارناموں میں یہ ایک روشن کارنامہ ہے جس کے لئے وہ مبارک باد کا مستحق ہے...... پھر اس نے اسے اسالیس مقدس کے قدموں میں قربانی کے لئے پیش کر دیا...... اسالیس نے اس کی قربانی قبول کی اور مجھے روشنی دی کہ میں اس کا خون بہانے کی بجائے اسے نیکیوں کے قتل کے لئے آراستہ کروں...... اور میں نے اس کام کا آغاز کر دیا ہے...... اس سلسلے میں...... میں نے پہلا مرحلہ طے کر لیا ہے اور اس خوشی میں شریک ہونے کے لئے میں نے تمہیں طلب کیا ہے...... نیکی اور بدی کی اس جنگ کے لئے اسالیس کو ایک جانباز سپاہی پیش کرنا ہمارے لئے سعادت ہے...... اس کی پہلی کامیابی اس بات کا اظہار کرتی ہے کہ یہ بہت جلد تمام اسالیسی علوم پر دسترس حاصل کر لے گا...... تب ہم اسے نیکوکاروں کی دنیا میں بھیج دیں گے اور وہاں پہنچ کر یہ بیش بہا کارنامے انجام دے گا...... اس وقت میں سب سے اہم اعلان کرنا چاہتا ہوں...... تم لوگ غور سے سنو...... یہ تمہارا مستقبل کا مہاکال ہے۔

بہت سی آوازیں ابھریں...... لوگ طرح طرح کی باتیں کرنے لگے...... پھر ایک بوڑھے شخص نے کہا۔

"ہم سمجھے نہیں مہاکال"۔

"سمجھ جاؤ گے...... اتنی جلدی کی ضرورت نہیں ہے" "بس میں تمہیں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ یہ تمہارا مستقبل کا مہاکال ہے...... میں نے اس کے وجود میں وہ خوبیاں دیکھی ہیں جن سے مجھے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ مہاکال بننے کی صلاحیت رکھتا ہے، اس وقت پوری دنیا میں بیس ہزار مہاکال ہیں جو ساری دنیا کی آبادی میں اپنے پیروکاروں کی رہنمائی کر رہے ہیں جبکہ اسالیس مقدس ایک ہے اور انسان اربوں، وہ سب کچھ خود نہیں کر سکتا...... ہم اس کے دست و بازو ہیں اور سیاہ و سفید کی اس جنگ میں اس کے مددگار ہیں...... ہمیں اس کے لئے مستعد رہنا پڑتا ہے...... باصلاحیت پیروکاروں کی شناخت بھی ہمارا فرض ہے اور میں نے یہ فرض پورا کیا

ہے...... میں اسے اپنی تمام قوتوں سے آراستہ کر کے واپس اس کی دنیا میں بھیج دوں گا اور یہ اس دنیا میں پہنچ کر اسالیسی مقاصد پورے کرے گا اس کے بعد میں اسے مہاکال کا تاج دے دوں گا تو جان لو یہ تمہارا اپنا مہاکال ہے۔

ہال میں موجود تمام لوگ میرے سامنے جھک گئے...... پھر کچھ دوسری رسومات ہوئیں...... اس کے بعد لوگ منتشر ہو گئے...... میں دیکھ رہا تھا، سمجھ رہا تھا، لیکن میرے ذہن میں کوئی تاثر ابھرا تھا...... وہ پانچ سال ابھی پوری طرح مجھ پر حاوی تھے اور میرے اندر بے نیازی پوشیدہ تھی...... مجھے پھر واپس اسی جگہ لے آیا گیا...... مہاکال نے کہا۔

"سکندر تم نے پانچ سال جس طرح گزارے ہیں تمہیں اس کا اندازہ ہے...... لیکن اس دوران تم سوچتے رہے ہو...... سمجھتے رہے ہو...... تمہیں ہر چیز کا احساس ہے، اب میں تمہیں نئے مقدس بول بتا رہا ہوں...... انہیں ذہن نشین کر لو اور اب کہیں کسی حصار کی ضرورت نہیں ہے"۔

وقت گزرتا گیا...... میرے سامنے سارے عقیدے بے نقاب ہو گئے...... میری اپنی فطرت میں ایک ٹھہراؤ پیدا ہوتا جا رہا تھا...... نجانے کیا کیا حاصل ہو گیا تھا مجھے...... پھر ایک دن میں وہاں سے باہر نکل آیا...... مہاکال نے مجھ پر سے باہر جانے کی پابندی ختم کر دی تھی، بہت دن کے بعد سورج کی روشنی دیکھی تھی...... ماحول بہت اچھا محسوس ہوا...... آبادی میں انسان نظر آرہے تھے...... سب اپنے کاموں میں مصروف...... میں بہت دور نکل آیا۔

دفعتاً میں نے ایک طرف نگاہ دوڑائی تو مجھے وہ پہاڑیاں نظر آئیں جن میں وہی غار موجود تھا...... جہاں میں نے پہلی بار خود کو دیکھا تھا...... وہ چٹان بھی نظر آئی، جو اس غار میں داخل ہونے کا واحد راستہ تھی...... اوپر بڑی وسعت میں ایک چٹانی پلیٹ فارم نظر آرہا تھا جو قدرتی تھا...... میرے دل میں خواہش ابھری کہ میں اپنی اس تربیت گاہ کو دیکھوں جس میں میں نے ایک طویل وقت گزارا تھا...... لیکن اس چٹان کا ہٹانا...... یہ کام کسی ایک آدھ آدمی کے بس کا نہیں تھا...... تب مجھے مہاکال کے الفاظ یاد آئے۔

"وہ کام جو ناممکن لگے سب سے آسان ہوتا ہے، اس کے لئے تو یہ لفظ دوہرا"۔

میں نے اپنی یادداشت پر زور دے کر وہ الفاظ دہرائے اور پھر چٹان کے رخنوں میں انگلیاں پھنسا کر قوت صرف کی تو چٹان اس طرح ہٹ گئی جیسے کاغذ کی ہو...... میری انگلیوں

تک میں درد نہیں ہوا تھا...... اندر سے ایک خوشگوار بھپکا اٹھا تھا...... سڑے ہوئے گوشت اور سیلن کا بھپکا...... جو مجھے بہت اچھا لگا تھا۔

ایک عجیب سی بے خودی مجھ پر طاری ہو گئی تھی...... میں اس چار فٹ بلند ہال میں داخل ہو گیا اور ماضی میری نگاہوں میں گھومنے لگا...... دیر تک میں وہاں بیٹھا رہا...... پھر وہاں سے باہر نکل آیا اور اس کے بعد میں نجانے کب تک آوارہ گردی کرتا رہا۔

دور تک خوبصورت مناظر بکھرے ہوئے تھے...... پھر مجھے ایک لڑکی نظر آئی جو میرے بائیں سمت ساکت کھڑی ہوئی تھی۔

میرے قدم رُک گئے...... میں اسے دیکھتا رہا...... پھر آگے بڑھ کر اس کے قریب پہنچ گیا...... اب میں نے اسے پہچان لیا تھا...... وہ ایک عجیب سی خوشی کے عالم میں مجھے دیکھ رہی تھی...... پھر اس نے بے اختیار کہا۔

"تم...... تم انسانوں کی طرح چل رہے ہو"۔

"تم وہ ہونا...... میں نے کہا"۔

"اروش...... میں اروش ہوں...... اس نے کہا"۔

"اور ایک اور تھی تمہارے ساتھ"۔

"رایا...... اس کا نام رایا ہے...... وہ بولی"۔

"اس نے...... اس نے کہا تھا کہ میں گندہ ہوں اور...... اور بے لباس ہوں"۔

"اور تم جانوروں کی طرح چلتے تھے...... اس نے کہا"۔

"ہاں...... تب مجھے شرم آئی تھی لیکن"۔

"تم کون ہو...... اروش نے کہا"۔

"سکندر"۔

"کہاں سے آئے ہو"۔

"آیا نہیں لایا گیا تھا"۔

"مجھے پتہ ہے...... میرا بھائی تمہارے بارے میں بتاتا ہے...... تمہارے ماں باپ بھی تھے"۔

"ہاں"۔

"تمہیں یاد نہیں آتے"۔

"آتے ہیں"۔

"تو پھر تم ان کے پاس کیوں نہیں چلے جاتے...... وہ بھی تو تمہیں یاد کرتے ہوں گے"۔

میں حیرت سے اسے دیکھنے لگا...... میں نے سوچا کہ میں ان کے پاس کیوں نہیں چلا جاتا...... اب تو میں اپنے پیروں سے چل بھی سکتا ہوں اور اب میں غار کا قیدی بھی نہیں ہوں۔

"میں بھی تمہیں یاد کرتی تھی...... جب راشیل تمہیں قربانی کے لئے لے گیا تھا تو روتی رہی تھی"۔

"کیوں"۔

"میں نے سوچا تم مر جاؤ گے...... رایا نے کہا وہ جانور ہے...... مگر میں نے کہا وہ مجھے اچھا لگتا ہے...... تم یوں کرو اپنے ماں باپ کے پاس چلے جاؤ" وہ بھی روتے ہوں گے تمہیں یاد کر کے۔

میں سوچتا رہا...... تب کچھ دیر کے بعد وہ دوبارہ بولی۔

"میں جا رہی ہوں"۔

"ہاں جاؤ"۔

"کل اسی وقت تم یہاں آؤ گے تو میں یہیں تمہارا انتظار کروں گی...... تم آؤ گے ناں"۔

میں نے کوئی جواب نہیں دیا اور وہ چلی گئی...... غار میں واپس آکر میں نے سوچا مجھے جلال الدین کے پاس چلے جانا چاہئے...... لیکن مہاکال نے کہا۔

"وہ تمہیں نیک راستہ دکھا رہی ہے...... میں نے کہا...... تمہیں کیسے معلوم ہوا"۔

"میں مہاکال ہوں...... میری نگاہ تم پر ہے...... کیا تم مجھ سے بدعہدی کرو گے"...... اسالیس کے نائب سے۔

"نہیں لیکن اس کی بات مجھے عجیب لگی ہے...... کیا میں ایسا کروں"۔

"اس کے دل میں نیکی پل رہی ہے جبکہ وہ اسالیس کے قبیلے سے تعلق رکھتی ہے اور ہماری جنگ نیکیوں سے ہے"۔

"مجھے کیا کرنا چاہئے؟"۔

"وہ جو تمہیں سکھایا گیا ہے...... مہاکال نے کہا"۔

پھر دوسرے دن وہ مجھے وہیں مل گئی...... میرا انتظار کر رہی تھی...... مجھے دیکھ کر اس کا چہرہ گلابی ہو گیا۔

"رایا کہہ رہی تھی کہ تم نہیں آؤ گے...... اب میں اسے بتاؤں گی تو وہ حیران رہ جائے گی...... لیکن مجھے یقین تھا"۔

"تمہیں کیوں یقین تھا"۔

"میرے باغ میں ایک پودا ہے جس میں سرخ پھول کھلتے ہیں...... جب میرے دل میں کوئی آرزو ہوتی ہے تو میں اس پودے سے اس کے پورے ہونے کا سوال کرتی ہوں...... پھر جانتے ہو کیا ہوتا ہے"۔

"میں نہیں جانتا"۔

"سرخ پھولوں میں ایک سفید پھول نکل آتا ہے اور اگر میری خواہش پوری نہیں ہوتی تو سارے پھول سرخ رہتے ہیں...... میں نے آرزو کی تھی کہ تم آؤ اور صبح کو میں نے اس پودے میں ایک سفید پھول دیکھا...... لیکن"۔

"تو پھر کیا ہوا"۔

"پھر یہ ہوا کہ کسی ظالم نے وہ پودا اکھاڑ کر پھینک دیا...... نجانے کس نے مگر سرخ پھولوں میں سفید پھول موجود تھا...... اب وہ پودا میرے پاس نہیں رہا...... اب میں کیسے جانوں گی کہ میری آرزو پوری ہو گی یا نہیں...... وہ افسردگی سے بولی"۔

"میں تمہیں بتا سکتا ہوں کہ وہ پودا کیوں اکھڑ گیا...... میں نے اسے غور سے دیکھ کر کہا۔

"کیوں...... وہ حیرت سے بولی"۔

"کیونکہ اب تمہیں اس کی ضرورت نہیں رہی...... میں نے آگے بڑھ کر دونوں ہاتھ پھیلا دیئے...... وہ لجاتی ہوئی آگے بڑھی اور میرے قریب آگئی...... مگر میں نے اس کی پتلی سی گردن پکڑ لی تھی...... پھر میری گرفت اس کی گردن پر سخت ہو گئی"۔

اس نے حیرت سے مجھے دیکھا...... اور اسی حیرت کے عالم میں مر گئی...... موت کے بعد بھی اس کی آنکھیں تعجب سے مجھے دیکھ رہی تھیں۔

مہاکال نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"بس یہی جذبہ ہماری کامیابی کا راستہ ہے اور ناعقل لوگ اسی طرح اسالیسی عمل کا شکار ہو جاتے ہیں...... کیا تو جانتا ہے کہ راشیل کو اپنی بہن کی دت کا کتنا غم ہے...... غم کسی بھی دل میں پیدا ہو...... ہماری فتح ہوتا ہے...... جو کچھ تو سیکھ چکا ہے وہ عظیم ہے...... بہت سے علوم تیرے دل میں پالے ہیں جو اسالیسی عمل کے لئے کافی ہیں...... لیکن تجھے مہاکال بننا ہے...... میرے پاس جو کچھ ہے تجھے دے دوں گا...... کل سورج نکلنے سے پہلے تجھے اسالیس کے حضور حاضری دینی ہے"۔

اور میدان میں نصب اسالیس کے مجسمے کے سامنے پہنچ کر اس نے کہا۔

"تجھ پر اسالیس کا سایہ رہے...... جھک جا اس کے حضور...... اسے سجدہ کر...... دوزانو بیٹھ جا"۔

میں نے اس کی ہدایت پر عمل کیا اور دوزانو بیٹھ گیا۔

"آنکھیں بند کر کے اسالیس کا تصور کر اور سجدہ ریز ہو جا...... مہاکال کی آواز ابھری۔

تب میں نے آنکھیں بند کر لیں...... اس وقت میرے کانوں میں ایک باریک سی آواز ابھری...... ایک اجنبی نامانوس سی آواز جس کے بول سمجھ میں نہیں آرہے تھے اور میری آنکھیں کھل گئیں...... مہاکال نے کہا۔

"نہیں آنکھیں نہ کھول...... سجدہ کر"۔

کسی قوت نے مجھے کھڑا کر دیا...... میں نے کہا...... "میں اسے سجدہ نہیں کروں گا...... میں اسے سجدہ نہیں کروں گا"۔

پھر میں نے چھلانگ لگا دی اور دوڑنے لگا...... مہاکال کے چیخنے کی آوازیں ابھر رہی تھیں...... دوڑتے دوڑتے میں نے ٹھوکر کھائی اور پھر چاروں ہاتھوں پیروں کے بل دوڑنے لگا...... اس طرح میرے دوڑنے کی رفتار طوفانی تھی اور پھر مجھے سمندر کی لہریں نظر آئیں...... عجیب طوفانی لہریں...... اور میں نے سمندر میں چھلانگ لگا دی۔



❦

وہ آواز...... ہاں وہ آواز جس نے مجھے مہاکال کی بات ماننے سے انکار کرایا تھا...... ایک بار پھر میرے کانوں میں گونجی...... ایک انوکھی آواز تھی...... ناقابل یقین حد تک میٹھی...... "اللہ اکبر...... اللہ اکبر...... اللہ اکبر"...... اس کے بول یہ تھے اور مجھے یوں لگا تھا جیسے اس آواز کا تعلق میری روح کی گہرائیوں سے ہو، اس آواز نے مجھے شیطان کو سجدہ کرنے سے روک دیا تھا...... مہاکال کی تمام کوششیں بے اثر ہوگئی تھیں...... سمندر کی لہریں آخرکار میری جدوجہد پر حاوی آگئیں...... کنارے سے بہت دور نکل آیا تھا میں اور عقب میں دیکھا تھا تو شیطانی قبیلے کے تمام افراد کنارے پر جمع ہوتے جارہے تھے اور اس کے بعد بہت دور جاکر میں نے دیکھا کہ کچھ کشتیاں میرے تعاقب میں چل پڑی تھیں...... میں نے آگے بڑھنے کی رفتار تیز کردی، حالانکہ میں نہیں جانتا تھا کہ سمندر میں آگے کیسے بڑھا جاتا ہے، لیکن فطرت میری رہنمائی کررہی تھی...... میں تیر رہا تھا...... میری جسمانی قوتیں بے پناہ تھیں...... وہ کشتیاں مجھے نہ پکڑ پائیں اور میں نجانے کتنا فاصلہ طے کرکے بہت آگے بڑھ آیا...... بہت ہی آگے اور یہ سلسلہ جاری رہا...... سورج گزر گیا...... سمندر پر رات اتر آئی...... لیکن میری جسمانی قوتیں بے پناہ تھیں...... سوچنے سمجھنے کی گنجائش نہیں تھی...... بس دل نے اندر سے کہا تھا کہ مہاکال جو کچھ کہہ رہا ہے وہ ناقابل قبول ہے...... میں یہ نہیں کرسکتا اور میں نے وہ نہیں کیا بس دل ہی جو تھا حالانکہ میں اب ان چیزوں کا احساس کھو بیٹھا تھا، پھر رات بھی گزر گئی...... راستے میں نجانے مجھے سمندری جانوروں کے کتنے قافلے ملے...... بڑی بڑی مچھلیاں، جو کئی بار میری جانب لپکی تھیں...... میں نے انہیں خونخوار نگاہوں سے دیکھا تھا...... پتہ نہیں وہ خوفزدہ ہوگئی تھیں یا پھر انہوں نے مجھے معاف کردیا تھا...... یہ ساری باتیں میں نہیں جانتا...... جب صبح روشن ہوئی اور سورج نے ماحول اجاگر کیا تو بہت فاصلے پر مجھے جھاگ اڑاتی لہروں کے درمیان ایک کالا سا دھبہ نظر آیا...... بس یہ سوچ کر کہ یہ دھبہ ان لہروں

کے درمیان اجنبی ہے میں نے اپنا رُخ بدلہ اور اس طرف چل پڑا...... پتہ نہیں مجھے تیرنا کہاں سے آگیا تھا...... پہلے تو کبھی میں نے سمندر کا کوئی سفر نہیں کیا تھا، اس وقت تو خیر کوئی تصور بھی نہیں تھا کسی خاص احساس کا...... لیکن آج عقل و دانش کی دنیا میں واپس آنے کے بعد یہ کہہ سکتا ہوں کہ فطرت کبھی انسان کو تنہا نہیں چھوڑتی...... فطرت میری رہنمائی کررہی تھی اور میں تیر رہا تھا...... ایک ماہر تیراک کی طرح...... یہاں تک کہ وہ کالا دھبہ نمایاں ہوگیا اور میں اس جگہ پہنچ گیا جو اب رنگ بدل چکی تھی...... یہ ایک بڑی سی چٹان تھی، اسے جزیرہ نہیں کہا جاسکتا تھا...... اس چٹان پر کسی قسم کے سبزے کا نام و نشان نہیں تھا...... نہ ہی ایسی کوئی پناہ گاہ تھی جہاں اپنا مسکن بنایا جاسکے...... البتہ اس کے آخری سرے پر پتھروں کا ایک بہت اونچا ڈھیر موجود تھا...... یہ جگہ البتہ قابل توجہ تھی، میں اس پر چڑھ گیا اور اس کے بعد میں نے اس جزیرہ نما چٹان یا چٹان نما جزیرے کا جائزہ لیا...... پہلے یہ چھوٹا سا ہی معلوم ہوتا تھا لیکن اوپر آنے کے بعد یہ اندازہ ہوگیا کہ یہ اتنا چھوٹا بھی نہیں ہے جتنا میں نے سمجھا تھا...... غرض یہ کہ یہاں پہنچنے کے بعد میں پتھروں کے اس ڈھیر کے پاس سیدھا سیدھا لیٹ گیا...... یہاں سے آسمان نیلے رنگ کے ایک پیالے کی مانند حد نظر تک پھیلا ہوا نظر آتا تھا...... میں کھلے آسمان کو دیکھتا رہا، اس وقت کوئی احساس نہیں تھا...... آسمان پر پرندوں کا نام و نشان بھی نہیں تھا، جبکہ آبی پرندے ہر اس جگہ موجود ہوتے ہیں جہاں تھوڑا بہت سبزہ بھی ہو...... میں بہت دیر تک اس جگہ لیٹا رہا...... سورج نے اپنے سفر کا آغاز کردیا تھا...... تیز دھوپ نے چٹانوں کو گرم کرنا شروع کردیا...... دوپہر تک تو میں برداشت کرتا رہا، لیکن دوپہر کے بعد یوں لگا جیسے پورا جسم آگ میں نہا گیا ہو...... دماغ کھوپڑی میں پکتا ہوا محسوس ہورہا تھا...... سورج کی بے رحم کرنیں آنکھوں میں گھستی ہوئی لگ رہی تھیں...... وقفے وقفے سے آسمان کا رنگ بدلتا...... کبھی گہری تاریکی چھا جاتی اور نیلے رنگ کے پیالے کی تاریک سطح پر لاتعداد ستارے چمک اٹھتے...... چمکدار روشن، پھر کالی رات میری جانب دیکھتی رہتی اور رات کو میں ان ستاروں کے نیچے لیٹ کر اپنی کھوئی ہوئی قوت یکجا کرتا، تاکہ دوسرے دن کے سورج کا مقابلہ کرسکوں...... چاروں طرف پھیلا ہوا نیلا سمندر غصے سے پھنکارتا ہوا، جھاگ اڑاتی ہوئی موجیں، دن رات اس چٹان سے ٹکراتی رہتیں، لیکن چٹان اپنی پامردی نہیں چھوڑتی تھی اور یوں وقت گزرتا رہا...... اگر میری جسمانی قوتیں میرا ساتھ نہ دیتیں تو

شاید لیٹے لیٹے ہی موت کا شکار ہو جاتا...... دن اور رات کے بارے میں، میں نے کبھی نہیں سوچا تھا لیکن دن رات میرے بارے میں سوچ رہے تھے...... وہ گزر رہے تھے...... مجھے چھوتے ہوئے اور میں ان سے لطف لے رہا تھا، لیکن آہستہ آہستہ یہ لطف ختم ہو گیا...... میری وحشت جاگنے لگی...... میں نے سوچا کہ یہ تو کوئی بات نہیں ہوئی...... سمندر میں اور بھی جاندار ہیں...... وہ سمندر کے پانی سے لطف اندوز ہوتے ہیں، جبکہ میں یہاں ان چٹانوں میں جل رہا ہوں، چنانچہ اس دن میں اپنی جگہ سے کھڑا ہو گیا...... آنکھوں نے رنگ بدلنا شروع کر دیا...... روشنی میں کچھ کمی ہو گئی تھی اور بدن نقاہت کا شکار تھا، لیکن جنون کی اپنی ایک قوت ہوتی ہے...... میں جنون کی قوت سے کام لے کر ان چٹانوں میں اپنے لئے زندگی تلاش کرنے لگا...... پتھر سے نکلی ہوئی کوئی بھی کونپل سمندر کی لہروں کے لائے ہوئے آبی پودے، کوئی بھی چیز مجھے مل جاتی اور جب انسان تلاش کرتا ہے تو نجانے کون سی قوت اس کے لئے کچھ بھیج دیتی ہے...... پتھروں کا وہ ڈھیر جو میری پناہ گاہ بنا ہوا تھا، شاید میرے لئے قدرت کی زنبیل بن گیا...... اتفاق ہی تھا کہ میں نے اس ڈھیر کے عقب میں دیکھ لیا اور جب میں نے ادھر دیکھا تو مجھے کچھ چیزیں نظر آئیں...... چوکور ڈبے جن میں سے کچھ کاغذ کے بنے ہوئے تھے اور گل سڑ گئے تھے، لیکن ان کے ساتھ ہی جو اصل چیز تھی وہ ٹین کے ڈبے تھے جو ابھی تک بند تھے اور ادھر ادھر بکھرے ہوئے تھے...... میں نے ان میں سے ایک ڈبے کو اپنے ہاتھوں کی قوت سے مروڑ دیا اور ٹین کی پھٹی ہوئی چادر میں سے ایک سیال بہہ نکلا...... وہ کیا ہے کیسا ہے اس کے بارے میں سوچنا تو بعد کی بات تھی...... میں نے اس ٹوٹے ہوئے سرے سے منہ لگا لیا اور انتہائی خوش ذائقہ سیال میرے منہ میں ٹپکنے لگا...... یہ تو ایک نہایت ہی دلچسپ تجربہ تھا اور اسے کرنا میرے لئے بڑے فائدے کا باعث، چنانچہ میں نے اس ڈبے کو اپنے منہ سے لگائے رکھا اور اس کا سارا سیال اپنے معدے میں اتار لیا...... میں بہت خوش تھا کہ چلو کچھ تو حاصل ہوا...... غرض یہ کہ مجھے اب طریقہ آ گیا کہ زندگی کیسے بچائی جا سکتی ہے...... ڈبے کو توڑا تو اس میں سے پیلے پیلے رنگ کے گول گول ٹکڑے برآمد ہوئے...... یہ بہت بعد کی بات ہے جب میں نے ان کے بارے میں سوچا اور اس بعد کی سوچ کو ہی میں نظر انداز نہیں کر سکتا تھا...... غالباً وہ انناس کے ٹکڑے تھے...... بڑی عجیب سی بات تھی لیکن یہ سوچنے کا وقت نہیں تھا، ایسے بہت سے ڈبے قرب و جوار میں بکھرے ہوئے تھے...... میں

نے انہیں جمع کرنا شروع کر دیا...... یہ تو ایک اچھا مشغلہ تھا اور اس سے فائدے بھی حاصل ہو رہے تھے، کسی بات کی پرواہ نہیں تھی مجھے پھر میں نے پورے جزیرے کا گشت شروع کر دیا جیسا کہ میں نے پہلے کہا کہ اسے ایک باقاعدہ جزیرہ نہیں کہا جا سکتا تھا بلکہ ہم اسے سمندر کا کوہان کہہ سکتے ہیں جو نجانے زمین کا سینہ چیر کر کہاں سے نمودار ہو گیا تھا، بس خرابی یہ تھی اس کوہان میں کہ اس میں سبزے کا نام و نشان نہیں تھا...... میں یہاں کئی دن گزار چکا تھا اور ادھر ادھر گھومتا ہی رہتا تھا...... کتنی ہی بار مجھے احساس ہوا تھا جیسے نگاہوں کی حد سے دور کوئی شے متحرک گزرتی ہو، لیکن اس کا فاصلہ بہت زیادہ ہوتا تھا...... بڑا عجیب مسئلہ تھا یہ...... پھر ایک دن مجھے پلاسٹک کا ایک بڑا سا تھیلا بہہ کر آتا ہوا نظر آیا اور میں نے اس کے حصول کے لئے جدوجہد شروع کر دی...... میں یہ جانتا تھا کہ اس تھیلے میں یقینی طور پر میرے لئے زندگی ہو گی، چنانچہ سمندر میں اتر کر میں نے اس تھیلے کو پکڑا اس میں بسکٹ تھے...... ساتھ میں لکڑیاں بھی بہتی ہوئی چلی آ رہی تھیں جو انتہائی مضبوط تھیں، یہ سب کچھ کہاں سے آتا ہے اس کا مجھے اندازہ نہیں تھا...... یوں لگتا تھا کہ جیسے سمندر کی لہروں کو مجھ سے دلچسپی پیدا ہو گئی ہو اور وہ مجھے زندہ رکھنے کے لئے کچھ نہ کچھ بھیجتیں رہتی ہوں...... میں نے یہ تمام چیزیں سنبھال سنبھال کر رکھنا شروع کر دی تھیں اور پھر میں انتظار کرتا رہتا تھا...... بہت سے دن، بہت سی راتیں گزر گئیں، اب میرے پاس حاصل شدہ اشیاء میں کافی چیزیں موجود تھیں، مضبوط لکڑی جسے میں ہتھیار کے طور پر بھی استعمال کر سکتا تھا اور میں نے اس کے لئے جدوجہد بھی کی تھی، اس کے ساتھ ہی لکڑی کے اور بھی بہت سے ٹکڑے جنہیں عقل استعمال کر کے میں نے ان پتھروں پر اس طرح ٹکا دیا تھا کہ اب میرے لئے ایک چھت بن گئی تھی اور دن میں سورج کی شدید تپش اس چھت کے نیچے کچھ کم ہو جاتی تھی...... بہرحال وقت گزرتا رہتا تھا اور میری سوچ سمجھ کے دروازے بند تھے...... مجھے تو بس اس بات کی خوشی تھی کہ میرے لئے ایک ٹھکانہ موجود ہے اور میں اب ان کے چنگل میں نہیں ہوں...... وقت گزرتا رہا...... دن بھر سورج کی تپش ناقابل برداشت حد تک تیز رہتی اور شام ٹھنڈی ہو جاتی...... دن اور رات کا یہ تضاد ابھی تک میرے جسم پر اثر انداز نہیں ہوا تھا...... بہرحال وقت اسی طرح گزرتا رہا پھر ایک دن میں نے ایک بہت بڑی کشتی دور سے گزرتی ہوئی دیکھی، اس میں کچھ انسان بھی تھے، لیکن یہ کون تھے کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا...... میں نے

انہیں مخاطب کرنے کی کوشش بھی نہیں کی اور وہ مجھ سے دور نکل گئے لیکن اس رات کی دوسری صبح میرے لئے کچھ عجیب کیفیات کی حامل تھی، مجھے یوں محسوس ہوا جیسے یہاں کوئی اور بھی ہو، یہ کیسے ہو سکتا ہے...... یہ شاید میرا وہم ہی تھا کیونکہ بعد میں اس کا کوئی احساس نہیں رہا، پھر میں نے دوبارہ وہی کشتی دیکھی...... وہ ایک لمبا چکر کاٹ کر واپس آ رہی تھی اور مجھے یوں محسوس ہوا کہ جیسے اس بار اس کا رخ اس جزیرے کی جانب ہی ہو...... ایک لمحے تک میں سوچتا رہا کہ مجھے کیا کرنا چاہئے...... اگر وہ یہاں آ گئے تو میں ان کے ساتھ کیا سلوک کروں گا...... کوئی ایسی تدبیر، کوئی ایسا کام جس سے میں اپنے آپ کو محفوظ رکھ سکوں اور اس کے بعد مجھے لکڑی کا وہ ٹکڑا یاد آیا جو میرے کام آ سکتا تھا...... میں نے البتہ اپنی پناہ گاہ چھوڑ کر ایک بڑی چٹان کی آڑ کے پیچھے اپنے آپ کو چھپا لیا تھا...... کشتی اس جزیرے سے آ لگی اور ان لوگوں نے اسے مضبوطی سے رسوں کے ذریعے پتھروں سے باندھ دیا وہ اس کام سے فارغ ہونے کے بعد چٹانوں پر اتر آئے اور میں نے انہیں پہچان لیا...... یہ انہی لوگوں میں سے تھے جن کے درمیان میں سے بچ کر آیا تھا...... ان کے پاس ہتھیار بھی تھے اور وہ خاصے مستعد نظر آ رہے تھے، ان میں سے ایک نے کہا۔

"کیا وہ یہاں آ سکتا ہے؟"۔

"کیوں نہیں آ سکتا"۔

"مگر ایک بات میں کہنا چاہتا ہوں"۔

"ہاں کہو"۔

"مہاکال نے بہت بڑی ذمہ داری ہمارے سپرد کی ہے"۔

"تو پھر"۔

"کیا ہم یہ ذمہ داری پوری کر سکیں گے؟"۔

"مہاکال کے حکم سے انحراف کر سکتے ہو؟"۔

"یہ تو نہیں کیا جا سکتا لیکن؟"۔

"ہاں لیکن کیا؟"۔

"کیا مہاکال نے اس کے لئے بہت زیادہ جدوجہد نہیں کی ہے؟"۔

"یہ مقصد نہیں ہے میرا؟"۔

"جو مقصد ہے وہ بیان کرو...... تمہاری باتوں سے غداری کی بو آتی ہے"۔

"نہیں...... مقدس اسالیس کے پجاری غدار نہیں ہو سکتے"۔

"پھر اپنی بات کی وضاحت کرو"۔

"میں یہ کہنا چاہتا تھا کہ کیا مہاکال اسے اتنا ہی اہم سمجھتا ہے کہ اس کے لئے اس نے دن رات ایک کر رکھے ہیں"۔

"مہاکال اپنے کام خود جانتا ہے"۔

"دیکھو تم ضرورت سے زیادہ اپنے آپ کو ظاہر کرنے کی کوشش مت کیا کرو، کیونکہ میں خود بھی تم سے کم نہیں ہوں...... مہاکال سے عقیدت بھی رکھتا ہوں اور اپنے قبیلے کا وفادار بھی ہوں...... تم ہمیشہ بلکہ ساری تلاش کے دوران یہ ظاہر کرتے رہے ہو کہ جیسے تم ہم میں سب سے بڑے ہو"۔

"اگر میں یہ کہوں کہ میں سب سے بڑا نہیں صرف تم سے بڑا ہوں تو"۔

"تو تمہیں اس کے لئے مجھ سے جنگ کرنا پڑے گی"۔

"میں تیار ہوں...... دوسرے نے کہا"۔

"ارے یہ تم لوگوں نے کیا شروع کر دیا...... کیا پاگل ہو گئے ہو، جگہ دیکھ رہے ہو کیسی ہے؟"۔

"اس نے مجھ سے جنگ کی بات کی ہے"۔

"اس نے کچھ نہیں کیا اور تم خاموش ہو جاؤ...... ورنہ ہم سب تمہاری مخالفت کریں گے...... باقی افراد نے کہا جن دو افراد کے درمیان یہ جھگڑا چلا تھا وہ ایک دوسرے سے فاصلے پر ہو گئے...... پھر اچانک ہی ان میں سے ایک نے کہا"۔

"اوہ ادھر دیکھو...... ادھر دیکھو...... میں نے خونی نگاہوں سے انہیں دیکھا کیونکہ انہیں میری پناہ گاہ نظر آ گئی تھی، وہ سب اس کے قریب پہنچ گئے اور میں اپنی چوڑی لکڑی ہاتھ میں سنبھالے دبے قدموں چٹانوں کی آڑ لیتا ہوا ان کے قریب ہونے کی کوشش کرنے لگا...... وہ اب میری پناہ گاہ کو دیکھ رہے تھے اور ان میں سے ایک نے کہا"۔

"اسالیس کی قسم کوئی یہاں موجود ہے"۔

"ہوشیار ہو جاؤ...... جگہ زیادہ بڑی نہیں ہے...... ممکن ہے وہی ہو"۔

"ہاں دیکھو اس نے اپنے لئے پناہ گاہ بنائی ہے...... لکڑیوں کا وہ ڈھیر جسے چھت کی شکل دے دی گئی تھی اب وہ میرے سامنے تھا اور میں اس کے عقب میں تھا اور وہ سب اس پر تبصرہ آرائی کر رہے تھے...... پھر ان میں سے ایک نے کہا"۔

"یہ ڈبے اور بسکٹوں کا یہ تھیلا...... کمال ہے یہ اسے کہاں سے حاصل ہو گئے"۔

"یہ تو سب بعد کی بات ہے...... یہ سوچو کہ اگر وہ یہاں موجود ہے تو ہم سے کتنے فاصلے پر ہو گا؟"۔

"آؤ اسے تلاش کریں...... لیکن اس سے پہلے وہ مجھے تلاش کرتے میں نے لکڑیوں کے اس ڈھیر میں لات ماری اور تختے منتشر ہو کر ان پر گرنے لگے...... میں نے اپنے دونوں ہاتھوں سے لکڑی سنبھالی اور اوپر سے چھلانگ لگا کر ان پر کود پڑا...... میرے پہلے وار نے ان میں سے ایک کا سر اس طرح غائب کر دیا کہ میں خود بھی اسے تلاش کرتا رہ گیا...... میرے دوسرے وار نے ان میں سے دوسرے کی کمر اس طرح دوہری کر دی کہ اس کا چہرہ اس کے پیروں میں لٹک گیا، یعنی درمیان سے اس کی کمر ٹوٹی اور وہ آدھا آدھا ہو گیا...... باقی لوگوں نے ہتھیار سنبھالے تو میں نے انہیں بھی اپنی اس چوڑی اور مضبوط لکڑی کا نشانہ بنایا...... یہ لکڑی ان میں سے تیسرے کے چہرے پر پڑی اور اس کی ناک، آنکھیں، دانت وغیرہ سب غائب ہو گئے...... البتہ خون کی سرخی اس طرح چاروں طرف پھیل گئی کہ دیکھ کر لطف آئے...... چٹانوں کو پہلی بار خون کی قربانی دی تھی...... چوتھا آدمی پھرتی سے پلٹ کر بھاگا تو میں نے وہ لکڑی اس پر پھینک ماری اور میرا نشانہ خالی نہیں گیا...... وہ لکڑی کے ساتھ ہی اچھل کر بہت دور جا کر گرا تھا...... مجھے اپنے بدن کی حیوانی قوتوں کا پوری طرح احساس نہیں تھا...... بس میں عمل کرنا جانتا تھا اور اس عمل کا نتیجہ بھی دیکھ رہا تھا...... ان میں سے چار ہلاک ہو گئے تو میں نے پانچویں کی جانب دیکھا اور اس پانچویں شخص نے ایک عجیب ہی کام کیا تھا اس نے اپنے سارے ہتھیار اتار کر ایک طرف ڈال دیئے تھے اور خود دونوں ہاتھ فضا میں بلند کر لئے...... وہ خوفزدہ نگاہوں سے مجھے دیکھتے ہوئے تھر تھر کانپ رہا تھا...... اس کی یہ کیفیت دیکھ کر مجھے بے اختیار ہنسی آ گئی اور میں حیرت سے آنکھیں پھاڑے اسے دیکھنے لگا...... تب اس کی دہشت بھری آواز ابھری"۔

"نہ میں ان سے اتفاق کرتا ہوں...... نہ میں تمہارا دشمن ہوں، نہ تمہیں کوئی نقصان

پہنچانا چاہتا ہوں...... اگر تم مجھے زندگی دے دو تو بہت سی کام کی باتیں ہو سکتی ہیں...... بہتر ہے کہ تم مجھے زندگی دے دو...... مجھے موت سے بہت خوف آتا ہے...... مجھے تو زبردستی یہ لوگ اپنے ساتھ لے آئے تھے...... دیکھو میں تمہیں اپنے بارے میں بتاؤں گا تو تم حیران رہ جاؤ گے...... میں بھی تمہاری ہی طرح ہوں...... میں ان میں سے نہیں ہوں۔

میں نے اسے غور سے دیکھا تو یہ وہی شخص تھا جس کا اس دوسرے شخص سے اختلاف ہوا تھا، اس وقت تو یہ اپنے ساتھی سے جنگ پر بخوبی آمادہ تھا، لیکن اب تھر تھر کانپ رہا تھا، لیکن یہ ان میں سے تھا جنہوں نے مقدس اسالیس پر نکتہ چینی کی تھی، چنانچہ یہ میرے رحم کا مستحق تھا میں نے اس سے کہا۔

"نہیں میں تمہیں ہلاک نہیں کروں گا، تم نیچے اترو میرے پاس آ جاؤ"۔

"کیا واقعی...... کیا واقعی؟ اس نے ناقابل یقین انداز میں کہا...... تو میں نے گردن ہلا دی...... تب وہ بولا"۔

"ایک ایسی چیز بھی ہوتی ہے جس سے یہ قبیلہ واقف نہیں اور شاید تم بھی اسے بھول چکے ہو، لیکن میں تمہیں بتاؤں گا کہ وہ چیز کیا ہوتی ہے...... وہ نیچے اتر کر میرے بالکل قریب پہنچا...... اور پھر اس نے کہا"۔

"وہ ہوتی ہے انسانیت...... اعتماد...... دوسرے کی بات پر یقین...... جیسے میں نے تم پر یقین کیا تم نے ان سب کو مار دیا، اب اگر تم چاہو تو مجھے بھی مار دو لیکن میں تم پر یقین کر کے تمہارے پاس آ گیا ہوں"۔

"یقیناً...... میں نے پرخیال انداز میں کہا"۔

"ہاں اور سنو یہ جو جگہ ہے نا یہ بڑی عجیب جگہ ہے...... میں خود حیران ہوں...... ہم نے اپنی کشتی کو مضبوطی سے باندھ لیا ہے اور یہ کشتی ہمارے لئے بڑی مددگار ثابت ہو سکتی ہے، لیکن اگر تم تمہارے ہے تو نہیں...... کیا سمجھے، یعنی میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ مجھے تمہاری اور تمہیں میری ضرورت ہے...... میں نے گردن ہلائی اور کہا"۔

"ٹھیک ہے میں تمہیں ہلاک نہیں کروں گا...... میں نے تم سے وعدہ کر لیا ہے"۔

"آہ یہی تو سب سے بڑی اور سب سے اچھی بات ہے اور وہ لوگ یہی کہتے تھے کہ اگر کوئی خامی ہے تو صرف یہ کہ تم اس عمر میں لائے گئے جب تمہاری یادداشت پختگی کی منزل

میں داخل ہو چکی تھی اور اگر یہ کمی نہ ہوتی تو یقینی طور پر تم بڑے کار آمد ہوتے اور یہ بھی کہتا ہے ڈوبتے چاند کا پجاری کہ تم کار آمد ہو لیکن اس شکل میں جب تم قبیلے کی بات مانو اور اس کی پابندی کرو جس کی پابندی تمہیں کرنی چاہئے...... بس یوں سمجھو کہ یہ سب کچھ بڑا ضروری ہے ہمارے لئے کہ تم اسے مانو جو ماننا چاہئے۔

بڑی عجیب باتیں کر رہا تھا وہ مجھے تو بس یوں لگ رہا تھا جیسے وہ خوف کے عالم میں ہو، میں نے اس سے پوچھا۔

"تم لوگ سمندر میں کیوں گھوم رہے تھے؟"۔

"تمہاری تلاش میں"۔

"مجھے تلاش کر کے تم کیا کرنا چاہتے تھے؟"۔

"تمہیں قیدی بنانا اور اس کے بعد اسالیس کے سامنے پیش کرنا کیونکہ تم اسالیس کے مجرم ہو اور مہاکال تمہیں اسالیس کے ہاتھوں سزا دلوانا چاہتا تھا"۔

"اور تم مجھے گرفتار کرنے والوں میں شریک تھے؟"۔

"ہاں لیکن دل سے نہیں"۔

"کیوں؟"۔

"اس لئے کہ میں ان میں سے نہیں ہوں"۔

"اچھا یہ بتاؤ کیا اور بھی لوگ مجھے تلاش کر رہے ہیں؟"۔

"ہاں کئی کشتیاں جو سمندر میں سرگرداں ہیں"۔

"کیا وہ یہاں تک پہنچ جائیں گے؟"۔

"ممکن ہے ان میں سے کچھ کشتیاں پہنچ جائیں، لیکن ہم ان سے مقابلہ کر سکتے ہیں؟"۔

"کیسے؟"۔

"ہتھیاروں سے...... کشتی میں ایسے ہتھیار موجود ہیں جن سے ہم ان سے جنگ کر سکتے ہیں...... میں تمہیں اس جنگ کا طریقہ بتاؤں گا"۔

"تو کیا کشتی ہونے کے باوجود تم بہت عرصے تک یہاں رہو گے؟"۔

"اگر تم سکون سے بیٹھ کر باتیں کرنا پسند کرو تو آؤ اس جگہ سے بہتر وہ کشتی ہے جس میں سایہ بھی ہے...... پانی بھی اور دوسری ایسی تمام چیزیں بھی جو تمہارے لئے پر سکون

ثابت ہوں کیا سمجھے"۔

"ٹھیک ہے لیکن اگر تم نے کوئی دغا کی تو میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گا، میں نے کہا اور پھر میں اس کے ساتھ کشتی پر پہنچ گیا...... بلاشبہ اس کشتی پر تمام انتظامات موجود تھے...... میرے ذہن کے کھوئے کھوئے نقوش میں نجانے کیا کیا کہانیاں گردش کر جاتی تھیں...... یہاں پہنچ کر میں نے اسے دیکھا اور وہ کہنے لگا"۔

"اگر تم مناسب سمجھو تو پہلے لباس پہن لو اور اگر تم اجازت دو تو میں ان مرنے والوں کے جسم سے لباس اتار کر تمہارے لئے لے آؤں...... میں نے اسے اجازت دے دی...... پھر جب وہ جزیرے پر چلا گیا تو میں نے کشتی کو بغور دیکھا...... کھانے پینے کی اشیاء، ہتھیار، سمندر سے مچھلیاں پکڑنے کے انتظامات وہ سب کچھ تھا جو زندگی کے لئے ضروری ہوتا ہے، لیکن شرط یہ ہے کہ یہ شخص تعاون کرے۔

کچھ دیر کے بعد وہ واپس آ گیا...... میرے لئے لباس لے آیا تھا...... اس نے مجھ سے کہا۔

"لباس تبدیل کر لو تمہارے جسم پر گرد ہے، بہتر ہے کہ تھوڑا سا نہا بھی لو...... پینے کے پانی کی کافی مقدار کشتی میں موجود ہے، تم اسے استعمال کر سکتے ہو"۔

میں نے اس کی ہر ہدایت پر عمل کیا...... اس دوران مین پوری ذہانت کے ساتھ اس بات کا جائزہ لیتا رہا تھا کہ وہ شخص صرف اپنی زندگی بچانے کے لئے تو یہ ساری کارروائی نہیں کر رہا اور موقع ملتے ہی مجھے ہلاک تو نہیں کر دے گا، لیکن شاید اس کے اندر یہ ہمت نہیں تھی...... اس نے میرے لئے کھانے پینے کا بندوبست کیا اور غلاموں کی طرح میری غلامی کرتا رہا...... پھر اس نے کہا۔

"اور اگر ہم کشتی کو ایک بالکل ہی مخالف سمت سفر کرنے کے لئے آمادہ کر لیں تو اس جگہ سے بہت دور نکل سکتے ہیں...... بے شک یہ جزیرہ نما چٹان وہاں سے اتنے فاصلے پر ہے کہ کوئی خاص خطرہ نہیں ہے یہاں، لیکن مدوجزر کے بارے میں تم کچھ نہیں کہہ سکتے...... ایک بڑی لہر اس چٹان پر تباہی بکھیر سکتی ہے جس کے آثار یہاں محسوس ہوتے ہیں...... تو کیوں نا ہم دور نکل جانے کی کوشش کریں...... میں نے کچھ لمحے سوچا پھر کہا"۔

"جس طرح بھی ہو سکے گا جیسے بھی بن پڑے گا میں واپس اس جگہ نہیں جاؤں گا جہاں مہاکال ہے، چاہے کچھ بھی ہو جائے اس لئے اگر تم میرے ساتھ مل کر اپنی زندگی بچانا چاہتے

ہو تو بہتر راستے منتخب کرو اور سنو ایک آخری بات میں تمہیں اور بتادوں...... میں تمہارے ساتھ اس کشتی پر سفر کروں گا...... تمہاری ہدایت کے مطابق عمل کروں گا، لیکن جب میں دیکھوں گا کہ کشتی ایسی جگہ ہے جہاں سے ہم دوبارہ مہاکال کے قبضے میں جاسکیں اور اس کے لئے تم نے جدوجہد کی ہے تو یہ میں بعد میں دیکھوں گا کہ مہاکال اور اس کے آدمیوں سے کیسے بچا جاسکتا ہے، لیکن اسی لمحے تمہیں ضرور ہلاک کردوں گا"۔

"ٹھیک ہے مجھے منظور ہے"۔

اور پھر ہم نے وقت کا اور موقع کا کوئی تعین نہیں کیا...... کشتی میں بیٹھے اور کشتی کے بادبان سیدھے کر کے اسے ہوا کے رُخ پر چھوڑ دیا...... یہ تو بعد ہی میں...... میں نے دیکھا تھا کہ کشتی ن بنیوں میں بادبان بھی بندھے ہوئے ہیں...... جب سفر کا کافی وقت اس انداز میں صرف ہو گیا تو اس نے حیرت سے کہا۔

"میں نے تمہیں وہاں جبھی دیکھا تھا مہاکال کے پاس تمہیں لانے والوں نے تمہیں جانور بنانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی، لیکن کیا ہی تعجب کی بات ہے کہ اتنا عرصہ گزر جانے کے باوجود تمہاری سوچ...... تمہارا انداز...... تمہاری گفتگو یہ ظاہر کرتی ہے کہ تم آج بھی مکمل انسان ہو اور تمہیں جانور بنانے کی کوششیں زیادہ کامیاب نہیں رہیں"۔

"میں ان الجھی ہوئی باتوں سے گریز کرنا چاہتا ہوں جو میری سمجھ میں نہ آئیں...... اس لئے میری خواہش ہے کہ تم مجھ سے ایسی باتیں نہ کرو بلکہ وہ باتیں کرو جو میری سمجھ میں آسانی سے آجائیں"۔

"ہاں پہلے میں تمہیں اپنے بارے مین بتادوں یا اس سے بھی پہلے میں تم سے تمہارے بارے میں گفتگو کروں، جہاں تک مجھے تمہارے بارے میں معلومات حاصل ہیں تمہیں کہیں سے لایا گیا تھا اور اس کے بعد کچھ لوگوں نے تمہاری یہ ہیئت بنانے میں نمایاں کردار انجام دیا اور مہاکال کے سامنے پیش کر دیا گیا...... اب یہ بتاؤ کہ کیا تمہیں اپنا ماضی یاد ہے؟"۔

"ہاں...... پہلے میں سب کچھ بھولتا جارہا تھا...... شاید کچھ اور وقت گزر جاتا تو مجھے یہ بھی یاد نہ رہتا کہ میں کون ہوں...... کہاں سے آیا ہوں...... انسان ہوں بھی یا نہیں؟ لیکن شاید انہوں نے بہت تھوڑے وقت میں اپنے کام کو مکمل سمجھ لیا اور مجھے اس جگہ سے نکال دیا...... بے شک ایک طویل عرصے تک میں یہ نہیں سمجھ پایا کہ میں کون ہوں، میں کیا ہوں؟

بس یوں سمجھ لو کہ مہاکال نے اپنی کوششوں سے مجھے میرا ماضی یاد دلا دیا اور اپنے مستقبل کو تاریک کر لیا۔

"واہ کیا اچھی بات کر رہے ہو...... بہت عمدہ، واقعی شاید تم سچ ہی کہتے ہو اب میں تمہیں اپنے بارے میں بتاؤں سنو" میرا نام روشام ہے اور میرے باپ کا نام اشولا تھا...... اشولا ایک عظیم تاریخ داں تھا، اس نے دنیا کی قدیم تہذیبوں پر بہت سی کتابیں لکھی ہیں اور اشولا کو ایک عظیم محقق کے نام سے جانا جاتا ہے...... بہت زیادہ عرصہ نہیں گزرا ہے اس بات کو کچھ عرصے پہلے کی بات ہے کہ اشولا کو ایک ایسے قاتل قبیلے کے بارے میں معلومات حاصل ہوئیں جو ہزاروں سال پرانی تاریخ رکھتا ہے...... یہ لوگ ڈوبتے چاند کے پجاری ہیں...... اور صحیح معنوں میں اگر یہ کہا جائے تو غلط نہیں ہوگا کہ ضرریات شیطان میں ویسے تو بہت سے لوگ شامل نظر آتے ہیں لیکن اسالیس کے پجاری درحقیقت شیطان کے صحیح پیروکار ہیں اور تم خود اپنی آنکھوں سے اسالیس کا مجسمہ دیکھ چکے ہو...... وہ شیطان کا مجسمہ ہے...... تو میرا باپ اشولا اس قبیلے کی تاریخ تلاش کر رہا تھا اور اس تاریخ میں اس نے کئی اہم نام تلاش کئے...... شیطان ان ناموں سے معبودِ حقیقی کی نافرمانی کر رہا تھا اور اس نے انسانوں کو بہکانے کے لئے انسانوں ہی کو منتخب کیا تھا، چنانچہ صدیوں سے، بلکہ ہزاروں سال سے اس کے نمائندے انسانیت کے خلاف کام کرتے چلے آرہے ہیں...... نمرود، شداد، مصر کے فراعون اور حسن بن صباح، اس کے بعد دنیا کے وہ خون آشام جنہوں نے انسانیت کی تذلیل کی اور اسے مٹانے پر تلے رہے...... وہ بدکار جو آج بھی دنیا کے گوشوں میں پھیلے ہوئے، مختلف طریقوں سے شیطنت کو فروغ دے رہے ہیں...... ان سب کا تعلق اسی قاتل قبیلے سے ہے، وہ اسالیس کے پجاری ہیں اور ڈوبتے چاند کی عبادت کرتے ہیں...... یہ دنیا کے گوشے گوشے میں موجود ہیں، کہیں بہت ہی مہذب انسانوں کی حیثیت سے، کہیں محققین اور سائنس دانوں کی حیثیت سے، کہیں تاریخ دانوں کی حیثیت سے، ان کا جائزہ صرف اسی طرح لیا جاسکتا ہے کہ اگر وہ سائنس دان ہیں تو ان کی ایجادات انسانیت کے لئے کس قدر نقصان دہ ہیں...... اگر وہ تاریخ دان ہیں تو تاریخ میں ایسے برے کرداروں کو جن کے ذریعے دنیا کو شدید نقصانات اٹھانے پڑتے ہیں...... اپنے ہیرو کی حیثیت سے پیش کرتے ہیں...... زندگی کے جتنے شعبے ہیں ان میں اس قاتل قبیلے کے لوگ شامل ہیں اور ان کا تعلق براہ راست مہاکال سے ہے...... مہاکال نے اپنے جال جگہ جگہ پھیلا رکھے ہیں

اور وہ انہیں ہدایات دیتا ہے...... دنیا کے بڑے انسان زیادہ تر مہاکال ہی کے اشارے پر کام کرتے ہیں...... یہ ہے اس قاتل قبیلے کی کہانی...... تو میں روشام اپنے باپ کے ساتھ اس قبیلے کی تحقیق کو نکلا اور ہمیں اس کی مقدس عبادت گاہ کے بارے میں معلوم ہوا تو ہم یہاں پہنچ گئے، یعنی اس جگہ جہاں تم بھی ایک طویل عرصہ رہ چکے ہو...... میرے تحقیقات کرنے والے باپ نے یہاں آ کر کام شروع کر دیا...... ہمیں بڑی ہوشیاری کے ساتھ ان لوگوں کے درمیان اپنی جگہ بنانی پڑی تھی اور ہم کوشش کر رہے تھے کہ ہمیں یہاں زیادہ سے زیادہ معلومات حاصل ہو جائیں، لیکن شیطانی قبیلے کے شیطان، یعنی اسالیس نے ہماری نشاندہی کی اور مہاکال نے میرے باپ کو قربان گاہ میں طلب کر لیا اور اس کے بعد قربانی کی رسم تو تم دیکھ ہی چکے ہو، لیکن میرے لئے رعایت دی گئی کہ میں تو صرف اپنے باپ کا بیٹا ہوں، اگر میں چاہوں تو مجھے زندگی مل سکتی ہے...... بشرطیکہ میں ان کا مذہب قبول کر لوں۔

زندگی قیمتی چیز ہوتی ہے...... نوجوان لڑکے اور زندگی بچانے کے لئے دنیا کا ہر انسان کوشش کرتا ہے...... میں نے دل سے نہیں...... بس اپنی زندگی کے لئے ان کا مذہب قبول کر لیا...... وہ لوگ کسی بھی ایک شخص کو اپنے شیطانی مذہب میں داخل کر کے اپنی دانست میں بڑے ثواب کا کام کرتے ہیں، چنانچہ انہوں نے مجھے بھی خوش دلی سے اپنے درمیان قبول کر لیا اور یہ بات میں اچھی طرح جانتا تھا کہ اگر میں نے ان سے انحراف کیا تو اس کے سوا اور کچھ نا کر پاؤں گا کہ اپنی زندگی دے دوں اور ایسا مجھے اچھا نہیں لگتا تھا...... صرف ایک آس، ایک امید تھی کہ شاید کبھی وہاں سے نکل جانے کا موقع مل جائے اور آہ...... مجھ کمبخت نے ان کے لئے ایسے ایسے غلیظ کام سرانجام دیئے کہ میرا دل بھی سیاہ ہو گیا...... میں نے اچھے برے کی تمیز کھو دی...... بات اصل میں میری بے حسی کی نہیں تھی، بلکہ بے بسی کی تھی اور جب انسان کچھ نہیں کر سکتا تو پھر وہ کرتا ہے جو کر کے وہ زندہ رہ سکے...... بس یوں سمجھ لو کہ یہاں تک ہے میری کہانی...... لیکن دل سے نہ میں نے ان کے مذہب کو قبول کیا اور نا ہی ان کے درمیان رہنے کو...... تمہاری تلاش کے لئے خوش قسمتی سے مجھے بھی منتخب کیا گیا تھا، اب یہ نا سمجھنا کہ میں یوں کہنے والا ہوں کہ میں تمہیں تلاش کر کے ان کے حوالے نہیں کرنا چاہتا تھا...... واقعی میں جھوٹ نہیں بولوں گا...... میں بھی ایسا ہی کر رہا تھا لیکن بات بدل گئی...... وہ تمہارے ہاتھوں ہلاک ہو گئے اور ایک بار پھر مجھے جینے کے لئے اپنا ماضی یاد کرنا پڑا اور اب میں دل سے

چاہتا ہوں کہ تمہارے ساتھ ان کی دنیا سے نکل جاؤں...... دیکھو ہمارے لئے زندگی بہت سخت ہے، ان کے ہاتھ لگ گئے تو بدترین زندگی کا سامنا کرنا پڑے گا، کیونکہ تم ان کے چار افراد ہلاک کر چکے ہو...... اور اگر سمندر میں موت کا شکار ہو گئے تو بہر طور زندگی ہی جاتی ہے لیکن زندگی کا اس طرح جانا زیادہ دلکش ہو گا...... تم کیا کہتے ہو اس بارے میں"۔

"ٹھیک ہے ہم دور کی دنیا تلاش کریں گے...... ہو سکتا ہے ہم بچ جائیں" پھر اس کے بعد اور کچھ نا رہا...... البتہ ہم سمندر میں سفر کرنے والے ایسے لوگوں کی مانند نہیں تھے جو بالکل بے دست و پا ہوتے ہیں...... ہمارے پاس سمندر کی مچھلیوں کو قتل کرنے کا انتظام تھا اور ان تمام کاموں کے سہارے ہم نے چوبیس دن اور چوبیس راتوں کا سفر کیا...... اس بات کا تو پورا پورا اطمینان ہو گیا تھا کہ ہم ان کے شکنجے سے دور نکل گئے ہیں...... اب بس اپنی زندگی بچانے کا معاملہ تھا اور اس کے لئے ہم کوشش کر رہے تھے...... اس دوران روشام سے میری بہت سی باتیں ہوئی تھیں...... روشام مجھ سے کہتا تھا"۔

"میں نہیں جانتا تمہاری زندگی کے کتنے سال ان لوگوں نے تم سے چھین لئے ہیں، لیکن تمہیں اپنا ماضی یاد کرنا ہو گا اور اس کے لئے بہترین طریقہ یہ ہے کہ رات کو بیٹھ کر آسمان پر چمکنے والے چاند کو دیکھا کرو...... چاند بہت سی خوبیاں رکھتا ہے...... یہ بات بھی مجھے میرے باپ اشولا نے بتائی تھی...... بہر حال، سمندر کے اس بھیانک سفر میں جسے آج میں بھیانک کہہ سکتا ہوں اس وقت نہیں، کیونکہ ایک جنگلی درندہ جو مکمل درندہ بنتے بنتے انسان بن گیا تھا، لیکن جس کے اندر شاید اس وقت بھی وحشت چھپی ہوئی تھی...... اپنے بارے میں سوچتا تو اسے بھلا کیا یاد آتا، لیکن کچھ مٹے مٹے سے نقوش، کچھ ایسے چہرے، جن کے لئے دل میں گداز تھا...... دماغ میں آتے تھے، آنکھوں تک نہیں پہنچ پاتے تھے...... میں ان نقوش کی ترتیب نہیں کر پاتا تھا...... میں یہ نہیں بتا سکتا تھا کہ وہ صورتیں مجھے کہاں دستیاب ہو سکتی ہیں اور جب ایسا نہیں کر پاتا تھا تو خاموشی سے اپنی جگہ ساکت بیٹھ جاتا تھا...... یہاں تک کہ ایک رات جب میں چاند پر نگاہیں جمائے ہوئے تھا اور یادداشت کے خانوں کو کھولتے کھولتے تھک گیا تھا...... بہت دور مجھے مدھم مدھم سی روشنیاں نظر آئیں اور میں تعجب سے ان روشنیوں کو دیکھنے لگا...... یہ آسمان پر چمکنے والے ستارے نہیں تھے بلکہ روشنیاں زمین پر تھیں اور میں نے روشام کو بری طرح جھنجھوڑ ڈالا...... وہ بھی چونک کر جاگا اور ان روشنیوں کو دیکھ کر اس نے کہا"۔

"آہ...... ہم کسی آبادی تک پہنچ گئے اور اب میں اتنا احمق بھی نہیں ہوں کہ یہ سوچوں کہ ان آبادیوں کا تعلق کسی طرح شیطانی قبیلے سے ہے...... یقیناً یہ کوئی اجنبی جگہ ہے لیکن ایک بات اچھی طرح یاد رکھنا سکندر...... وہ یہ کہ شیطانی قبیلے کے پیشواؤں کے ہاتھ بہت لمبے ہیں...... کسی بھی جگہ وہ ہماری گردن تک پہنچ سکتے ہیں"۔

"کیا یہ ساحل ہے؟ میں نے سوال کیا"۔

"ہاں"۔

"کیا ایسی ہی چٹان جس سے گزر کر ہم یہاں تک پہنچے تھے"۔

"بالکل نہیں...... یہ روشنیاں کسی آبادی کا نشان دیتی ہیں...... بس ہوشیار، تمہیں اپنے ماضی کے وہ ماہ و سال بھولنا پڑیں گے جن میں تم نے ایک درندے کی مانند زندگی گزاری ہے...... روشام مجھے سمجھاتا رہا...... اور میں اس کی ہر بات کو سمجھنے کی کوشش کرتا رہا...... اس کا کہنا یہ تھا کہ میں انتہائی کوشش کر کے دونوں پیروں پر چلوں گا اور کسی بھی ایسے مسئلے میں کچھ نہیں بولوں گا جو میری سمجھ میں نہ آئے...... ایسے موقع پر روشام نے مجھ سے کہا تھا کہ وہ اپنے ہونٹوں سے سیٹی کی آواز نکالے گا...... سیٹی کی آواز نکالنے کا مطلب یہ ہوگا کہ اب میں اپنے عمل میں آزاد ہوں، اور جو چاہوں کر سکتا ہوں...... اس آدمی کے اندر یہ خوبی تھی کہ اس نے پھر ایک بار دنیا مجھے یاد دلا دی تھی اور میں جینے کے راستے تلاش کر رہا تھا...... بہت سے دلچسپ خیالات سے اس نے مجھے مرصع کر دیا تھا، پھر ہم اس بھوری لکیر کے قریب پہنچ گئے جو دور سے نظر آ رہی تھی اور وہ روشنیاں خیموں کا ایک شہر تھا جو ریت کے بڑے بڑے ٹیلوں کے درمیان آباد تھا...... گویا کوئی خانہ بدوش قبیلہ جو بڑی وسعتیں رکھتا تھا پھر میں نے جب رات کی ٹھنڈک میں چاند کی روشنی کے نیچے چمکتی ہوئی ریت پر قدم رکھے تو مجھے یوں لگا جیسے میرے اندر ایک نئی زندگی دوڑ رہی ہو۔



ہم نے اپنی کشتی لہروں کے بہاؤ پر چھوڑ دی تھی...... یہ بھی روشام ہی کا عمل تھا اور اس نے مجھ سے کہا تھا۔

"میں چاہتا ہوں کہ تم وہ حاصل کرو جس کی آرزو تمہارے دل میں ہے، حالانکہ تم نے مجھ سے اس بارے میں کچھ نہیں کہا...... لیکن پھر بھی میرے دل میں یہ خیال ہے کہ یقینی طور پر تمہاری عمر اتنی ہے کہ تمہارے دل میں یقینی طور پر بہت سے خیالات ہوں گے...... میرے دوست کیا تم مجھے اپنے بارے میں بتانا پسند کرو گے کہ تم نے اس دوران کیا سوچا ہے"۔

میں اپنے بارے میں سوچنے لگا کہ میں نے کیا سوچا ہے، حالانکہ میں نے کچھ بھی نہیں سوچا تھا...... بے شک میرے دماغ میں اُڑے اُڑے خیالات تھے لیکن ان خیالات کی میں کوئی ترتیب نہیں کر سکتا تھا...... جب روشام نے دوبارہ مجھ سے یہ سوال کیا تو میں نے کہا"۔

"مجھے کیا سوچنا چاہئے روشام؟" میرے سوال پر روشام مسکرا دیا اور بولا"۔

"انسان کسی بھی ماحول میں پرورش پا رہا ہو، کوئی بھی حیثیت رکھتا ہو لیکن معصومیت اس کے وجود کا ایک حصہ ہوتی ہے...... تم یہ نہیں جانتے کہ تمہیں کیا سوچنا چاہئے...... میرے بچے، میرے دوست دنیا بہت بری جگہ ہے اور ابھی، تم نے اس دنیا میں دیکھا ہی کیا ہے...... نوخیزیت کی یہ عمر تو بڑی ہی دلکش ہوتی ہے...... ایسے خیالات کی حامل جن کا کوئی وجود نہیں ہوتا، اس میں محبت کی چاشنی بھی ہوتی ہے اور وحشت بھی...... پھر تم تو ایک عجیب و غریب زندگی سے گزر چکے ہو...... آہ میری آرزو ہے کہ دوبارہ وہ زندگی تم تک نہ پہنچنے پائے اور تم ایک پرسکون وقت گزارو، لیکن سنو جو کچھ میں کہہ رہا ہوں اسے غور سے سنو...... جتنی بھی زندگی لے کر انسان اس دنیا میں آیا ہے، اس میں سب سے بڑی اہمیت محبت کی ہے اور ماں باپ کی ہے، ابھی چونکہ بنیادی طور پر تمہارے دل میں کسی اور کا گزر نہیں ہوا، بلکہ قبیلے میں جو بات میرے علم میں آئی تھی وہ یہ تھی کہ تم نے ایک ایسی لڑکی کو ہلاک کر دیا تھا جو

شاید تم سے محبت کرنے لگی تھی...... قصور تمہارا نہیں ہے بلکہ جن کا ہے اب ان کا نام لیتے ہوئے مجھے خوف نہیں محسوس ہوتا...... خیر چھوڑو ان باتوں کو، میں تمہیں بتاتا ہوں کہ تمہیں کیا سوچنا چاہئے...... تمہارے لئے سب سے بڑی اہمیت اپنے ماں باپ کی ہے، کیونکہ کہانی تم نے مجھے سنائی ہے اس میں یہ بات بنیادی حیثیت رکھتی ہے کہ تمہاری ماں اور تمہارا باپ تھا جنہیں ان قبیلے والوں نے تم سے محروم کردیا...... کون جانے وہ اب بھی تمہاری آس لگائے بیٹھے ہوں اور سوچتے ہوں کہ شاید زندگی میں کبھی تم انہیں مل جاؤ...... کیا تمہارے دل میں یہ آرزو پیدا نہیں ہوتی کہ تم انہیں تلاش کرو"۔

"ہوتی ہے...... میں نے بے اختیار جواب دیا"۔

"ہاں...... اگر یہ آرزو تمہارے دل میں بیدار نہ ہوتی تو میں پورے اعتماد سے یہ کہہ سکتا تھا کہ تم بالکل وحشی جانور بن چکے ہو، لیکن تم جانور نہیں انسان ہو...... انسان اور جانور میں فرق ہوتا ہے لیکن کوئی بھی چیز آسانی سے نہیں پائی جاسکتی، وہ تمہیں کھو چکے ہیں اور تم انہیں...... وہ تمہاری تلاش میں ہوں گے اور تمہیں ان کی تلاش کرنی چاہئے، کیونکہ اب تم آزاد ہو اور آس کا پنچھی اتنی آسانی سے دم نہیں توڑتا...... ایک نہ ایک دن تم انہیں پالو گے...... یہ میری پیش گوئی ہے اور یہ قدرت کا عمل بھی ہے لیکن انہیں پانے کے لئے تمہیں بہت کچھ کرنا ہوگا...... بڑی محنت کرنی ہوگی تمہیں...... کرو گے محنت"۔

"میں محنت کروں گا...... میں نے جواب دیا"۔

"میرے دوست میں تمہیں تلاش کرکے ان کے حوالے کرنے کے لئے نکلا تھا لیکن افسوس میرا کوئی ایسا نہیں ہے جس کے لئے میں زندہ رہنے کی کوشش کروں، اس میں کوئی شک نہیں کہ میں بارہا تم سے یہ بات کہہ چکا ہوں کہ مجھے زندگی پیاری ہے اور میں مرنا نہیں چاہتا...... مرنا ہوتا تو میں اپنے باپ کے ساتھ ہی مرجاتا، لیکن میں بھی جینے کا خواہشمند ہوں اور شاید رفتہ رفتہ میرے دل میں تمہارے لئے محبت پیدا ہوچکی ہے...... اب میں تم سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ قاتل قبیلے کے شیطانی افراد نے تمہیں جو کچھ بنایا ہے تم اس میں نجانے کیا سے کیا بن چکے ہو، لیکن یہ واپسی کا دور ہے تمہیں مہذب بننا ہوگا...... ہم نہیں جانتے کہ یہ روشن قبیلہ جو یہاں خیموں کی شکل میں آباد ہے، کیا حیثیت رکھتا ہے لیکن میرا تجربہ یہ بات کہتا ہے کہ صحراؤں کے باسی زیادہ اچھے لوگ نہیں ہوں گے، ابھی تو رات کی تاریکیاں

ہیں...... دن کی روشنی میں ہم دیکھیں گے کہ ان کا طرز زندگی کیا ہے ہوسکتا ہے یہ لوگ ہمارے ساتھ اچھے انداز میں پیش نہ آئیں، لیکن ایسی صورت میں بھی اپنے آپ کو بچانے کے لئے ضروری ہے کہ ہم ان سے اپنی تہذیب کا مظاہرہ کریں اور ایسا کوئی عمل نہ کریں جس کی وجہ سے یہ ہمارے دشمن بن جائیں...... تم ایک نیک نفس اور نفیس نوجوان بن کر ان کے سامنے پہنچو گے...... چاہے وہ تمہارے ساتھ کتنا ہی برا سلوک کیوں نہ کریں...... ویسے میں جانتا ہوں کہ تمہاری شکل و صورت ایسی ہے کہ تمہیں دیکھنے والے تمہارے ساتھ درندگی نہیں کریں گے...... یہ تمام باتیں سمجھا کر میں تمہیں اس قبیلے میں لے جارہا ہوں اور کل دن کی روشنی میں ہم ان کے قریب پہنچ جائیں گے اور دیکھیں گے کہ یہ ہمارے ساتھ کیا سلوک کرتے ہیں، لیکن کیا میں نے تمہیں جو کچھ سمجھایا ہے وہ تمہاری سمجھ میں آگیا ہے"۔

"ہاں...... میں نے جواب دیا"۔

"اب میں مطمئن ہوں روشام نے پرسکون لہجے میں کہا تھا"۔

ہم نے اپنے قیام کے لئے ایک جگہ منتخب کرلی تھی، جہاں سے ہم ان قبیلے والوں کی تمام تر کارروائیاں دیکھ سکتے تھے...... اس وقت وہ لوگ پرسکون تھے اور ان کے درمیان کوئی ہنگامہ خیزی نہیں تھی، چنانچہ رات آہستہ آہستہ بہتی رہی اور میں بہتی ہوئی رات میں اپنے ماں باپ کے بارے میں سوچتا رہا...... وہ میٹھے میٹھے سے نقوش جو میرے ذہن سے کافی محو ہوچکے تھے، ایک بار پھر میرے ذہن میں گردش کرنے لگے تھے...... نجانے کب تک میں یہ ہی سوچتے سوچتے سو گیا تھا...... روشام بھی سو رہا تھا اور ہم اس وقت جاگے جب کہ ہمارے بدن میں چبھنے والی سورج کی کرنیں، سورج کی کرنیں نہ رہیں بلکہ نوکیلے چھالے بن گئے...... لمبے لمبے بانسوں میں لوہے کی انیاں لگے بھالے جنہیں بہت سے افراد ہمارے جسموں میں چبھو چبھو کر ہمیں جگا رہے تھے تو ہم چونک کر اٹھ گئے...... یہ دباؤ اتنا نہیں تھا کہ ہمارے جسموں میں سوراخ کردیتا، لیکن چبھن تو بہرحال تھی، ہم نے آنکھیں کھول کر دیکھا تو اپنے اردگرد کالے لباسوں میں ملبوس لمبے تڑنگے لوگوں کا ایک حصار پایا جو ہمیں دلچسپ نگاہوں سے دیکھ رہے تھے اور کچھ باتیں بھی کررہے تھے...... پہلے تو یہ باتیں ہماری سمجھ میں نہیں آئیں لیکن آہستہ آہستہ ہم انہیں سمجھنے کے قابل ہوگئے، وہ کہہ رہے تھے"۔

"یقینی طور پر یہ سمندر میں بہہ کر آئے ہیں...... ذرا جگاؤ انہیں اور ان سے پوچھو کہ یہ

کون ہیں؟"۔

"اس کا حق تمہیں نہیں پہنچتا"۔

"کیوں؟"۔

"حمور کو جواب دو گے؟"۔

"نہیں...... ایک خوفزدہ آواز ابھری"۔

"تو پھر ایسا کام کیوں کر رہے ہو جو خود تمہارے لئے عذاب بن جائے"۔

"تو آخر تمہیں کیا کرنا چاہیئے؟"۔

"کیا تم نہیں جانتے کہ تمہیں کیا کرنا چاہیئے؟"۔

"نہیں...... تم سمجھاؤ؟"۔

"سیدھی سیدھی سی بات ہے دو اجنبی صحرا کی ریت پر پڑے ہوئے پائے گئے ہیں اور ہم نہیں جانتے کہ وہ کون ہیں اور کہاں سے آئے ہیں...... انہیں فوری طور پر سردار حمور کے سامنے پیش کیا جائے"۔

"تو ٹھیک ہے انہیں اٹھاؤ...... روشام نے میری جانب دیکھا اور بولا"۔

"وقت آ گیا ہے کہ جو کچھ میں نے تمہیں سمجھایا ہے اس کا ثبوت دو" ان کے اشارے پر ہم اٹھ کر بیٹھ گئے تو ان میں سے ایک نے کرخت لہجے میں کہا۔

"اصول یہ کہتا ہے کہ پہلے میں تم سے تمہارے بارے میں پوچھوں...... لیکن یہ حق میرا نہیں سردار کا ہے اٹھو اور سردار کے سامنے چلو"۔

ہم دونوں خاموشی سے اٹھ کر کھڑے ہو گئے تھے...... وہ ہمیں لے کر چل پڑے اور تھوڑی دیر کے بعد ہم خیموں کے شہر کے درمیان پہنچ گئے...... خیموں کو نہایت ترتیب سے لگایا گیا تھا اور یہ اندازہ ہوتا تھا کہ یہ لوگ یہاں کافی عرصے سے قیام پذیر ہیں اور شاید یہی ان کا مستقل ٹھکانہ ہے...... گویا صحراؤں کے پاس صحراؤں میں رہنے والے ہم ان کے بارے میں کوئی اندازہ نہیں لگا سکے تھے کہ یہ کون ہیں...... خیر میرا تجربہ ہی کیا تھا لیکن روشام بھی ان لوگوں کے بارے میں جاننے کی کوشش کر رہا تھا اور رات کو اس نے یہی کہا تھا کہ وہ ان لوگوں کے بارے میں کچھ نہیں جانتا بلکہ وقت اور ماحول کے ساتھ وہ ان لوگوں کو جاننے کی کوشش کرے گا، غرضیکہ خیموں کے اس شہر میں ہم ایک ایسی جگہ پہنچ گئے جہاں خیموں سے ذرا

ہٹ کر لکڑی کے تختوں سے ایک حصار بنایا گیا تھا، اس میں بے ترتیبی تھی اور اس بے ترتیبی سے ان کی وحشت کا اندازہ ہوتا تھا...... ویسے بھی یہ جس حلیے کے لوگ نظر آتے تھے اس سے یہ اندازہ ہوتا تھا کہ یہ لوگ اچھے نہیں ہیں...... ان کے چہرے بھی بڑے خوفناک اور چوڑے چوڑے تھے...... ان کے چہروں پر داڑھی اور لمبی لمبی مونچھیں تھیں اور ان کی آنکھوں سے وحشت ٹپکتی تھی...... پھر ہمیں جس شخص کے سامنے پیش کیا گیا...... یہ ان لوگوں کی نسبت کسی قدر پستہ قامت اور بھاری بدن کا مالک تھا، لیکن اس کے چہرے سے جو وحشت ٹپکتی تھی اسے دیکھ کر دل کو ایک خوف کا سا احساس ہوتا تھا اور غالباً یہ احساس اس تہذیب کا نتیجہ تھا جو روشام نے میرے وجود میں اتاری تھی، ورنہ میرا خوف سے کیا تعلق...... اس شخص نے اپنی لمبی سی داڑھی میں لوہے کے تین کڑے ڈالے ہوئے تھے...... سر کے لمبے لمبے بال بھی کمر سے نیچے تک آتے تھے...... اس کی آنکھیں بڑی کینہ پرور تھیں...... پہلے اس نے غور سے مجھے اور پھر روشام کو دیکھا اور اس کے بعد انتہائی نرم لہجے میں بولا"۔

"کون ہو تم...... پہلے اپنا نام بتاؤ"۔

"میرا نام روشام ہے اور یہ لڑکا سکندر ہے"۔

"کہاں سے آئے ہو؟"۔

"ایک جہاز پر سفر کر رہے تھے...... جہاز تباہ ہو گیا، ہم ڈوبنے لگے تو ایک کشتی ہمارے ہاتھ آ گئی جس نے ہمیں یہاں لہروں کے ذریعے پہنچا دیا اور ہم یہاں اتر گئے...... کشتی بوسیدہ ہو چکی تھی...... ٹوٹ چکی تھی اور اگر ہم اس پر سوار رہتے تو وہ ڈوب جاتی"۔

"کشتی کہاں ہے؟"۔

"لہروں پر بہہ گئی"۔

"ہاں...... ایک کشتی کو دور لہروں پر جاتے ہوئے دیکھا گیا ہے اور وہ خالی تھی حمور کے ایک ساتھی نے تصدیق کی اور ہمیں سکون ہوا کہ ہماری بات کی تصدیق ہو گئی"۔

"ہوں...... کہاں جاؤ گے؟"۔

"اب کوئی ٹھکانہ نہیں ہے کہیں بھی چلے جائیں گے...... اگر سردار ہمیں زندگی عطا کرے"...... روشام نے کہا اور روشام تجربہ کار بھی تھا اور جہاں دیدہ بھی...... وہ ایسی باتیں

کرنا جانتا تھا جس سے دوسرے کو موم کیا جا سکے اور سردار کو میں نے موم ہوتے دیکھا...... اس نے کہا۔

"چونکہ تم نے اچھی بات کہی...... زندگی دینا اور لینا میرے ہاتھ میں ہے...... میری مٹھی میں ہے...... تم نے کوئی بہت بڑی بات نہیں کی ہے...... اس لئے میں تم سے خوش ہوا جاؤ ان دونوں کو لے جاؤ اور ہمارے غلاموں میں شامل کر دو...... کیا سمجھے"۔

"جی سردار اور اس کے بعد ہمارے لئے ایک نئی زندگی کا آغاز ہو گیا...... خیموں کے اس شہر میں ہمیں ایک چھوٹا سا خیمہ دے دیا گیا...... یہ خیمہ حمور کے غلاموں کا تھا، لیکن یہاں آکر ہمیں بہت بڑا فائدہ ہوا...... پہلی بات تو یہ کہ ہمیں نئے لباس دیئے گئے اور ہمارے وہ لباس جو سمندر میں سفر کرتے ہوئے سمندر کے نمکین پانی سے اکڑ کر رہ گئے تھے اور ہمارے جسموں کو چپٹے ہوئے تھے...... ہم سے دور ہو گئے...... یہ نئے لباس ڈھیلے ڈھالے کالے رنگ کے لبادے کی شکل میں تھے، لیکن بڑے نرم اور بہت ہی عمدہ ابھی تک ہم یہ نہیں جان سکے تھے کہ یہ لوگ کون ہیں؟ بعد میں ہمیں آہستہ آہستہ ان کے بارے میں معلومات ہوتی چلی گئیں...... یہ لوگ زرتاشی کہلاتے تھے اور اپنے آپ کو آتشونی کہا کرتے تھے...... یعنی "آگ کے پجاری" تعجب کی بات تھی لیکن بہر حال ہمیں جو عارضی سہارا ملا تھا وہ ہمارے لئے بڑا اچھا تھا...... بھیڑ بکریوں کے ریوڑ کے ریوڑ ان کے پاس موجود تھے...... اونٹ اور گھوڑے بھی اچھی خاصی تعداد میں تھے...... روشام البتہ یہ کہتا تھا۔

"میں نہیں جانتا کہ یہ علاقہ کون سا ہے...... آہ میں نہیں جانتا کہ ان لوگوں سے کیسے اس بارے میں معلومات حاصل کروں...... لیکن بالکل خاموشی اختیار کئے رہنا یہ جان لینا کہ ان کی دہشت کے سامنے ہماری بالکل نہیں چلے گی، جو کچھ بھی یہ لوگ کرتے ہیں خاموشی سے دیکھتے رہو اور خبر دار اس بارے میں بالکل کچھ بولنا نہیں...... کہیں یوں نہ ہو کہ تمہیں ایک خوفناک مشکل کا سامنا کرنا پڑے...... میں نے روشام کو دیکھ کر بے بسی سے کہا"۔

"روشام میری فطرت میں یہ سب کچھ نہیں ہے لیکن تم جو کہتے ہو میں ہمیشہ ہی مانتا رہا ہوں اور اب بھی مانوں گا"۔

"میرے بچے ایک بات کو ذہن میں رکھنا...... دو منتظر آنکھیں تمہاری راہ تک رہی ہوں گی...... اس یقین کے ساتھ کے ایک دن تم ان تک پہنچو گے اور میں یہ بھی تمہیں یقین

دلاتا ہوں کہ ایک دن تم ان تک جاؤ گے...... اپنے دل میں ان کی محبت کو تازہ کرو اور دنیا کے غم اٹھاؤ"۔

بہر حال نجانے کیوں روشام مجھے اچھا لگتا تھا اور میں اس کی باتوں کو کبھی نظر انداز نہیں کرتا تھا...... ایک طرح سے وہ مجھے دنیا دکھانے والا تھا...... ویسے غلاموں کی حیثیت سے بھی ہم سے کوئی خاص کام نہیں لیا گیا تھا...... بس چھوٹے موٹے کام ہمارے سپرد کر دیئے جاتے تھے...... مثلاً خیموں کے درمیان صفائی یا ہوا کی تیزی سے اکھڑ جانے والے خیموں کو دوبارہ ان کی جگہ نصب کرنا...... میں نے تو ان کے بارے میں کبھی نہیں سوچا تھا لیکن روشام جب بھی تنہا ہوتا مجھ سے ان کے بارے میں باتیں کرتا رہتا...... وہ کچھ عجیب و غریب روایت کے حامل تھے...... روشام نے کہا۔

"بد نصیبی ہمیں ایسے ہی لوگوں سے روشناس کرا دیتی ہے...... پتہ نہیں اس دنیا میں کتنے قبیلے آباد ہیں اور ان کے نظریات کیا ہیں...... اب یہ آتشونی اپنی الگ ہی حیثیت رکھتے ہیں جہاں تک میرا خیال ہے سکندر، یہ لوگ لوٹ مار کرتے ہیں...... میں نے راتوں کو انہیں گروہوں کی شکل میں اونٹوں اور گھوڑوں پر سوار ہو کر جاتے ہوئے دیکھا ہے...... پھر جب یہ دن کی روشنی میں آتے ہیں تو اپنے اونٹوں اور گھوڑوں سے سامان اتارتے ہیں اور خیموں میں بار کر دیا جاتا ہے...... روشام کی اس بات کی تصدیق ایک دن ہو ہی گئی، جب دن کی روشنی میں اونٹوں اور گھوڑوں پر آنے والے واپس آئے، ان کے ساتھ نہ صرف سامان تھا بلکہ کچھ نوجوان لڑکیاں بھی تھیں جو رو رہی تھیں...... چیخ رہی تھیں...... چلا رہی تھیں اور ان کے رونے کی اور چیخوں کی آوازیں سنتے ہی ہم دونوں وقت سے پہلے جاگ گئے تھے...... ان نوجوان اور خوبصورت لڑکیوں کو اونٹوں سے نیچے پھینک دیا گیا...... اگر نیچے ریت نہ ہوتی تو یقینی طور پر ان کی ہڈیاں، پسلیاں ٹوٹ گئی ہوتیں...... نیچے گر کر وہ سہم گئیں اور پھر یہ وحشی انہیں بالوں سے گھسیٹتے ہوئے ایک بڑے سے خیمے میں لے گئے اور اس کے بعد ان کے بارے میں کچھ نہیں پتہ چلا...... روشام "دکھ بھری" نگاہوں سے انہیں دیکھ رہا تھا...... اس نے کہا۔

"تم نے دیکھ لیا؟"۔

"ہاں"۔

"لیکن خود کو قابو میں رکھنا" کسی مظلوم عورت کو دیکھ کر انسان کو اپنے آپ پر قابو پانا

بے حد مشکل ہو جاتا ہے، لیکن ہم اس طرح ان کی مدد نہیں کر سکتے کہ سوائے اس کے ہم اپنی زندگی کھو بیٹھیں...... اور تم ایسی کوئی کوشش مت کرنا میرے بچے، کیونکہ بہر حال تمہاری زندگی کا ایک مقصد ہے اور جن زندگیوں کا کوئی مقصد ہوتا ہے انہیں ضائع نہیں ہونا چاہئے۔

پھر اس دن میں نے پہلی بار سردار حمور کو سامان تقسیم کرتے ہوئے دیکھا...... لوٹ مار کے سامان کے انبار میدان میں لگا دیئے گئے تھے اور اس قبیلے یعنی خیموں میں رہنے والے قطار در قطار کھڑے ہو گئے تھے...... سردار حمور کے آدمی اس سامان میں سے تھوڑا تھوڑا سامان ان لوگوں کو تقسیم کر رہے تھے اور وہ خوشی اور ادب کے ساتھ یہ سامان لے کر اپنی جگہ چھوڑ رہے تھے...... روشام نے آہستہ سے کہا"۔

"سامان تقسیم ہو رہا ہے...... پھر ہم نے ان لڑکیوں کو دیکھا جو بندھے ہوئے ہاتھوں کے ساتھ سہمی ہوئی ایک قطار میں کھڑی ہوئی تھیں...... سردار حمور نے مسکرائی نگاہوں سے انہیں دیکھا اور پھر ان کے ہاتھ پکڑ پکڑ کر انہیں اپنے پسند کے لوگوں کے حوالے کر دیا...... خود اس نے اپنے لئے کسی لڑکی کو نہیں رکھا تھا...... ویسے خیموں کا ایک حصہ عورتوں کے لئے مخصوص تھا...... چھوٹے چھوٹے بچوں کی تعداد بھی یہاں بہت زیادہ تھی...... یہ بچے ویسے ہی چھوٹے چھوٹے سیاہ لبادے پہنے گھومتے پھرتے نظر آتے تھے، لیکن ابھی تک ہماری ان بچوں میں سے کسی سے شناسائی نہیں ہوئی تھی...... عورتیں بھی ادھر سے ادھر آتی جاتی نظر آجاتی تھیں، لیکن ایک دوسرے سے بے نیاز البتہ آپس میں وہ خوب ہنسی مذاق کیا کرتی تھیں اور ان کے نسوانی قہقہے کانوں تک پہنچتے تھے...... مجھے تو خیر اس مخلوق سے کوئی دلچسپی تھی ہی نہیں...... میں تو بس یہ سوچ رہا تھا کہ دیکھیں روشام کب یہاں سے جانے کے بارے میں بات کرتا ہے، حالانکہ ابھی ہمیں یہاں آئے ہوئے زیادہ وقت بھی نہیں گزرا تھا اور ابھی ہم یہاں کے ماحول سے پوری طرح واقف بھی نہیں ہوئے تھے...... بہر حال یہ تقسیم مکمل ہو گئی۔ ہمیں بھی تھوڑا تھوڑا سامان دیا گیا تھا جس میں جانوروں کی دو کھالیں کھانے پینے کی اشیاء کے کچھ پیکٹ جو جدید دنیا سے تعلق رکھتے تھے اور میں انہیں سمجھنے سے قاصر تھا، لیکن روشام تو ہر بات جانتا تھا اور یہ بڑی اچھی بات تھی کہ ان لوگوں نے مجھے روشام سے الگ نہیں کیا تھا، اب تک ہمارا جو خیال تھا وہ یہی تھا کہ حمور ان لوگوں کے درمیان سب سے بڑی حیثیت رکھتا ہے، لیکن پھر ایک دن میں نے سی مورن کو دیکھا...... سی مورن

عجیب و غریب شکل کا مالک تھا...... دبلے پتلے بدن اور انتہائی دراز قامت وہ پہلی بار نمودار ہوا تھا اور وہاں کے رہنے والے اسے اس طرح تعظیم پیش کر رہے تھے جیسے وہ ان کے لئے آسمان کے دیوتاؤں کی حیثیت رکھتا ہو...... یہاں تک کہ میں نے خود حمور کو بھی اس کے سامنے گردن خم کرتے ہوئے دیکھا تھا جب پہلی بار میں نے اسے دیکھا تھا تو میں نے روشام سے کہا تھا"۔

"یہ کون ہے؟"۔

"جہاں تک میرا اندازہ ہے یہ ان کا روحانی پیشوا ہے"۔

"کیا تم نے پہلے اسے کبھی دیکھا ہے؟"۔

"نہیں...... بالکل نہیں...... لیکن اسے دیکھ کر میرے ذہن میں ایک تجسس سا جاگ اٹھا ہے"۔

"کیا" میں نے سوال کیا...... لیکن روشام نے دیر تک اس سوال کا جواب نہیں دیا تو میں نے کہا۔

"جب تم میرے کسی سوال کا جواب نہیں دیتے تو مجھے یوں محسوس ہوتا ہے جیسے میرے اندر کوئی چیز ابلنے لگی ہو، گرم گرم لہریں جو دماغ تک جاتی ہیں روشام نے محبت بھری نگاہوں سے مجھے دیکھا اور بولا"۔

"تم اپنے ذہن میں ایک یقین کر لو کہ اگر مجھ سے کوئی غلطی ہو جائے تو اس کی سزا تم مجھے کسی بھی انداز میں دے سکتے ہو...... تنہائی میں جس طرح بھی موقع ملے مجھے وہ سزا دے دیا کرو...... لیکن ایک بات کا خیال رکھنا مجھ سے ناراض ہو کر کوئی بات اپنے دل میں لے کر مت بیٹھ جانا۔

میں خاموش ہو گیا تھا...... بہر حال روشام کا مفہوم میں سمجھ رہا تھا...... پھر میں نے محسوس کیا کہ روشام اس مکروہ بوڑھے کی تاک میں لگ گیا ہے، آخر کار اس رات کو اس نے مجھ سے کہا"۔

"بوڑھے کی کہانی بالکل ہی مختلف معلوم ہوتی ہے"۔

"کیا مطلب؟"۔

"میرا پہلا اندازہ بالکل درست تھا کہ وہ ان کا روحانی پیشوا ہے اور خود سردار حمور بھی

اگر کسی کے سامنے سر خم کرتا ہے تو وہ یہی شخص ہے اور مجھے یوں لگتا تھا جیسے اس کا تعلق بھی شیطانوں کے قبیلے سے ہو اور وہ ڈوبتے چاند کا پجاری ہو، لیکن نہیں ایسا نہیں ہے...... میں نے پہلی بار اسے آگ کے سامنے عبادت کرتے ہوئے دیکھا ہے...... آتشونی یا زرتاشی اس قبیلے کے لوگ نہیں معلوم ہوتے، لیکن نجانے کیوں میرا دل کہتا ہے کہ یہ شخص بڑی ہی پراسرار قوتوں کا مالک ہے، اس کی صحت اور اس کا حلیہ یہ بتاتا ہے کہ جیسے وہ کچھ لمحوں کا مہمان ہو لیکن ایسا نہیں لگتا" میں اس کے بارے میں جاننے کی کوششوں میں مصروف ہوں، حالانکہ یہ ایک خطرناک کام ہے کیونکہ جہاں تک میری معلومات کا تعلق ہے وہ جو پہاڑی ٹیلے نظر آتے ہیں، جو اپنی جگہ سے کبھی جنبش نہیں کرتے...... ان کے عقب میں اس کا قیام ہے اور ادھر عام لوگ نہیں جاتے...... شاید ان کے لئے اجازت نہیں ہے لیکن بہر صورت وہ ایک پراسرار شخصیت ہے، میں تمہیں بہت جلد اس کے بارے میں تفصیلات بتاؤں گا...... بات اصل میں یہ ہے کہ ہم لوگ یہاں پہلے ہی غیر یقینی زندگی گزار رہے ہیں اور کسی بھی وقت ہمارے صبر کا پیمانہ لبریز ہو سکتا ہے...... بہر حال سمندر کا سفر طے کرنے کے بعد ہم اس لئے تو یہاں نہیں پہنچے کہ بقیہ زندگی ہم یہاں ان خانہ بدوشوں کے ساتھ گزار دیں اور ان کی غلامی کرتے رہیں، ہمیں آگے بڑھنا ہے۔

میں ان کے درمیان اس وقت کا منتظر ہوں، جب یہ ہمیں بھی اپنے ساتھ گھوڑوں پر سوار کر کے لوٹ مار کے لئے لے جائیں گے اور ہماری رہائی کے دن آ جائیں گے"۔

"وہ کیسے؟"۔

"لوٹ مار کرنے کے لئے ظاہر ہے یہ آبادیوں کا رُخ ہی کرتے ہوں گے اور آبادی والے بھی اتنے کمزور اور ناتواں نہیں ہوں گے کہ خاموشی سے انہیں لوٹ مار کا موقع دیتے ہوں...... ایسے کسی موقع پر ہم خاموشی سے اپنے گھوڑوں کا رُخ تبدیل کر لیں گے اور کسی اور جانب نکل جائیں گے...... کیا سمجھے" بات اصل میں یہ ہے سکندر کہ ہر کام قدم بہ قدم ہوتا ہے اور اس کی تکمیل میں بہر حال کچھ وقت تو لگتا ہے...... بس یوں سمجھ لو کہ بہتر انسان وہی ہے جو صحیح وقت کا انتخاب کر لے...... کیا سمجھے"۔

میں خاموش ہو گیا اور وہاں زندگی کے وہ لمحات گزرتے رہے...... کئی بار میرے دل میں یہ خیال آیا تھا کہ اگر ہم دونوں خود یہاں سے جانے کی کوشش کریں تو کیا یہ لوگ ہمیں

روکنا چاہیں گے...... روشام نے میرے اس سوال کے جواب میں کہا"۔

"ہاں"...... میرا خیال ہے یہ لوگ ہمیں کبھی یہاں سے زندہ واپس نہیں جانے دیں گے اور اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ یہ خود جرائم پیشہ لوگ ہیں...... کبھی کسی قیمت پر یہ پسند نہیں کریں گے کہ ان کی کہانی کسی اور جگہ جائے یا کسی کو یہ راستے معلوم ہوں...... تم نے دیکھا کہ اس دوران سمندر کا راستہ بھی کوئی نہیں استعمال کرتا...... یہ لوگ یہاں پر سکون زندگی گزار رہے ہیں اور یہ خیمے ہی ان کی مستقل رہائش گاہ معلوم ہوتے ہیں...... انہوں نے یہاں اپنی زندگی گزارنے کے لئے معقول بندوبست کر لیا ہے" میں خاموش ہو گیا، دنیا میرے لئے تقریباً بالکل اجنبی ہو چکی تھی اور میں نہیں جانتا تھا کہ اس اجنبی دنیا میں انسان اپنے لئے کیسے مقام بنا سکتا ہے...... بہر حال ان زرتاشیوں کے ساتھ تقریباً ایک مہینہ گزر گیا...... پھر ہم نے ان کے درمیان کوئی ایسا جوش و خروش محسوس کیا جیسے یہ کوئی خاص کام کرنا چاہتے ہوں...... ہم تو ابھی کسی سے کچھ پوچھتے بھی نہیں تھے...... میں نے بھی اور روشام نے بھی یہ بات محسوس کی تھی کہ یہ لوگ زیادہ تر اپنے کام سے کام رکھتے ہیں...... آپس میں بھی شاید عام لوگوں سے کچھ کم ہی گفتگو کرتے تھے...... ویسے سی مورن کے سامنے سب کا دم نکلتا تھا...... پتہ نہیں یہ شخص کیا چیز تھا...... میں نے یہ بھی دیکھا تھا کہ سی مورن جب بھی اپنے علاقے سے ان آبادیوں کی جانب آتا تھا وہ لوگ مؤدب اور مستعد ہو جایا کرتے تھے...... یہاں تک کہ ان کی عورتیں بھی...... اور وہ عورتیں جو لوٹ مار کر کے لائی گئی تھیں...... اس طرح روپوش ہو گئی تھیں جیسے ان کا یہاں نام و نشان ہی نا ہو...... بہر حال یہ جوش و خروش جو ان لوگوں کے درمیان پایا جا رہا تھا...... آخر کار ہمارے علم میں آ گیا اور انہوں نے ہمیں اپنی کہانی سنائی...... ہمیں پتہ یہ چلا کہ سی مورن سال میں ایک بار ایک جشن مناتا ہے اور اس جشن میں کوئی ایسا کام کیا جاتا ہے جو ان لوگوں کے لئے بڑی دلچسپیوں کا باعث ہو، لیکن ہمارے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ یہ لوگ کس قدر خوفناک ہوں گے...... چودھویں رات کا چاند آسمان پر کھلا ہوا تھا اور یہ سارے کے سارے ریت کے ٹیلوں کے درمیان ایک ایسی جگہ جمع ہو گئے تھے جسے انہوں نے خاص طور سے سجایا تھا اور یہاں وہ سارے کے سارے کسی اہم واقعہ کا انتظار کر رہے تھے...... کیونکہ ہم بھی ان کے غلاموں میں شامل تھے، اس لئے ہم لوگوں کو بھی یہاں لے آیا گیا تھا...... بہر حال میں اور روشام اپنی جگہ کھڑے انتظار کرتے

رہے...... کچھ دیر کے بعد سردار حمور بھی آ گیا اور اس کے کچھ دیر کے بعد سی مورن اپنی
سے نمودار ہوا...... آج اس کی سج دھج دیکھنے کے قابل تھی...... سیاہ لباس میں ہیرے
ہوئے تھے...... جو چاند کی روشنی میں اس طرح جگمگا رہے تھے کہ دیکھنے والوں کی آنکھیں
ہو جائیں...... سی مورن کو ایک چوکی پر بٹھایا گیا تھا اور کچھ غلام اس کی چوکی اپنے کندھوں
اٹھائے آ رہے تھے، اس کے ساتھ ہی غلاموں کے درمیان کوئی اور بھی تھا جسے یہاں لایا جا
تھا...... سی مورن کی یہ چوکی سردار حمور سے کچھ فاصلے پر رکھ دی گئی، البتہ میں نے ان
غلاموں کے درمیان ایک اتنی حسین لڑکی کو دیکھا جسے دیکھ کر انسان ہوش و حواس
کھو بیٹھے...... چاندنی رات میں وہ چاندزادی ہی معلوم ہو رہی تھی...... کسی روشن نسل کی لڑکی
تھی، یعنی مقامی نہیں تھی...... چہرہ طباق جیسا...... آنکھیں کشادہ...... رنگ چمکدار اور جسمانی
اعتبار سے ناقابل یقین...... ایک باریک سا لباس اس کے بدن پر تھا جس کا رنگ سرخ تھا اور
اس سرخ لباس میں وہ ایک متحرک شعلہ معلوم ہو رہی تھی...... ویسے تو میں نے ان کی
عورتوں کو بھی دیکھا تھا...... حسین عورتیں تھیں لیکن اپنے آپ کو لئے دیئے، خاموش طبع
کسی کی جانب متوجہ نا ہونے والی، اس وقت یہاں ان کی عورتوں کا ایک گروہ بھی موجود
تھا...... اور یہ اتفاق کی بات تھی کہ یہ گروہ مجھ سے زیادہ فاصلے پر نہیں تھا...... لیکن میں تو ایک
غلام ہی کی حیثیت سے یہاں کھڑا ہوا تھا اور روشام میرے پاس کھڑا تھا...... پھر اس حسین
لڑکی کو ایک بلند جگہ پر لے جایا گیا اور وہ لوگ کوئی رسم ادا کرنے لگے...... روشام نے کہا"۔

"خدا خیر کرے...... مجھے تو اس لڑکی کی زندگی خطرے میں نظر آ رہی ہے"۔

"کیوں......؟ میں نے سوال کیا"۔

"آہ...... تم یہ سوال اس لئے کر رہے ہو کہ انسانوں کی وحشت نہیں دیکھی تم نے......
اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ خدا نے ہمیں اس خونی قاتل قبیلے سے نجات دلا دی ہے"۔

لیکن وہاں شیطان کے سامنے جو قربانیاں دی جاتی ہیں...... یہ ماحول بھی مجھے کچھ اسی
قسم کا لگ رہا ہے...... نجانے کیوں مجھے یہ احساس ہو رہا ہے کہ تھوڑی دیر کے بعد اس لڑکی کی
زندگی کی کہانی ختم ہو جائے گی...... میں نے حیران نگاہوں سے اسے دیکھا...... لڑکی بے شک
بے حد حسین تھی لیکن میرے دل میں اس کے لئے کوئی پسند کا ایسا مقام نہیں پیدا ہوا تھا جس
پر میں غور کرتا...... البتہ بس میں خاموشی سے یہ دیکھ رہا تھا اور روشام کی باتوں کے بارے

میں سوچ رہا تھا، جس جگہ میں کھڑا ہوا تھا وہاں سے جیسا کہ میں نے پہلے کہا کہ عورتوں کا گروہ
زیادہ دور نہیں تھا اور بہت سی عورتیں خاموش کھڑی ہوئی تھیں...... دفعتاً ہی کسی نے
میرے شانے پر ہاتھ رکھا اور میں نے بے اختیار پلٹ کر گردن گھما دی...... وہ ایک دراز
قامت عورت تھی...... بلند و بالا قد و قامت کے ساتھ اس کی جسمانی موزونیت بھی بے
مثال تھی...... اس کی سحر انگیز آنکھیں میرا جائزہ لے رہی تھیں اور نجانے کیوں مجھے اس کی
آنکھوں میں ایک انوکھی چمک محسوس ہوئی...... اس نے آہستہ سے کہا"۔

"میرا نام ہیروشیا ہے اور میں سردار حمور کی بیوی ہوں...... تمہارے بارے میں مجھے
علم ہو چکا ہے...... باہر سے آنے والے...... کل رات تاریکیوں کی رات ہو گی، کیونکہ کل چاند
نہیں نکلے گا...... ساحل سمندر پر کالی چٹان کے پاس میں تمہارا انتظار کروں گی...... مجھے تم سے
کام ہے"۔

اتنے الفاظ کہہ کر وہ خاموش ہو گئی اور اس نے میرے کاندھے پر سے ہاتھ ہٹا لیا......
میں حیرانی سے روشام کی جانب دیکھنے لگا...... روشام میرے قریب ہی موجود تھا اور میرا
اندازہ تھا کہ اس نے ساری بات سنی ہے لیکن اس نے رخ تبدیل نہیں کیا اور سامنے دیکھتا
ہوا بولا"۔

"اس موضوع پر ابھی کوئی بات نا کرنا مجھ سے...... ہم اپنی آرام گاہ میں چل کر بات
کریں گے"۔

میں خاموش ہو گیا...... لیکن میں حیران تھا کہ حمور کی بیوی مجھ سے کیا کہنا چاہتی
ہے...... بہرحال اس کے بعد ہماری نگاہیں اس لڑکی کی جانب اٹھ گئیں جہاں اسے کھڑا کیا گیا
تھا...... وہاں اس کے دونوں طرف زمین میں ستون سے گاڑھے جانے لگے...... ایک تختہ جو
کافی وزنی تھا اس کے پیروں کے نیچے رکھ دیا گیا...... پھر ایک وحشی سی شکل کا آدمی لوہے کا بڑا
سا ہتھوڑا اور دو کیلیں لے کر آ گیا...... ایک دوسرا شخص ایک برتن لے کر آیا جس میں ایک
برش پڑا ہوا تھا...... کوئی بات سمجھ میں نہیں آ رہی تھی، لیکن باقی لوگوں میں بڑا جوش و خروش
پایا جاتا تھا...... پھر انہوں نے ایک شرمناک عمل کیا...... لڑکی کے بدن پر جو باریک سرخ لبادہ
تھا اسے بھی کھینچ کر پھینک دیا گیا اور وہ بے لباس ہو گئی، لیکن کسی کی بھی آنکھوں میں کوئی
برائی کی چمک نظر نہیں آئی...... میں بھی تعجب سے یہ ساری کارروائی دیکھ رہا تھا...... لڑکی

کے چہرے پر ایک مردنی چھائی ہوئی تھی...... روشام نے پھر سرگوشی کی"۔

"آہ...... وہ بدنصیب...... وہ بدنصیب ضرور کسی ظلم کا شکار ہونے والی ہے...... ہمیں کیسے معلوم ہو کہ اس کے ساتھ کیا سلوک ہونے والا ہے اور نا معلوم ہونا ہی اچھا ہے...... اگر ہمیں علم ہو بھی گیا تو بھلا ہم اس کے لئے کیا کر سکتے ہیں...... چنانچہ دیکھتے رہو...... خاموشی سے اور ایک بار پھر تمہیں بتا رہا ہوں جذباتی ہو کر کوئی قدم اٹھانے کی کوشش نا کرنا...... بے موت مرنا کوئی اچھی بات نہیں ہوگی" بہر حال میں خاموشی سے دیکھتا رہا...... وہ برتن جس میں کوئی سیال تھا اور قریب کر دیا گیا اور پھر وہ شخص جو یہ برتن لے کر آیا تھا اس برتن میں موجود سیال کو لڑکی کے جسم پر پینٹ کرنے لگا...... یہ بے رنگ سیال لڑکی کے جسم پر موٹا موٹا چڑھتا چلا جا رہا تھا، لیکن اس سے اس کے اوپر کوئی اثر نہیں پڑا تھا، اسے گردن تک اس سیال میں پینٹ کر دیا گیا...... سیال اس کے بدن پر چپک گیا تھا...... روشام پھر آہستہ سے بولا"۔

"انہوں نے اسے موم سے نہلا دیا ہے...... تم موم کی خوشبو محسوس کر رہے ہو گے"۔

"لیکن یہ کیسا موم ہے"۔

"غالباً کوئی خاص قسم کی چربی...... جسے وہ پگھلا کر لائے ہیں، لیکن وہ گرم نہیں ہے کیونکہ لڑکی کے چہرے پر کرب کے کوئی آثار نظر نہیں آتے"۔

"لیکن یہ کر کیا رہے ہیں؟...... میں نے سوال کیا"۔

"براہ کرم خاموش رہو" روشام آہستہ سے بولا...... اور میں پھر خاموش ہو گیا، لیکن روشام ہی کا کہنا درست تھا...... لڑکی کو تختے پر ایک خاص زاویے سے کھڑا کیا گیا، پھر اس کے دونوں ہاتھ کس کر ادھر اُدھر باندھ دیئے گئے...... پھر شاید اس سے منہ کھولنے کے لئے کہا گیا اور اس نے اپنا منہ کھولا تو لکڑی کا ایک گول سا ٹکڑا اس کے دانتوں کے نیچے دبا دیا گیا... لڑکی کا منہ کھلے کا کھلا رہ گیا تھا اور وہ بے چین نظر آنے لگی تھی...... اس کا بے لباس بدن بل کھا رہا تھا کہ چار آدمی آگے بڑھے اور پھر ایک انتہائی خوفناک اور وحشیانہ عمل دیکھنے میں آیا... لڑکی کے پاؤں چونکہ تختے پر رکھے ہوئے تھے...... تختہ بہت وزنی اور موٹا تھا، ان میں سے ایک نے وہ نوکیلی کیل اٹھائی اور لڑکی کے پاؤں کے درمیان رکھ دی...... روشام نے دہشت سے دانت بھینچ لئے تھے...... میں تعجب سے یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا، لوہے کی ہتھوڑی کی زوردار ضرب نے کیل کو لڑکی کے پیر میں پیوست کر دیا اور لڑکی بری طرح تڑپنے لگی، لیکن چار

آدمیوں نے اسے جکڑ لیا اور اس کے دوسرے پاؤں کو بھی ایک مخصوص زاویے پر رکھ کر اس میں کیل ٹھونکنے لگے...... لڑکی تڑپ تڑپ کر بے حال ہوئی جا رہی تھی...... اس کا حسین اور نازک بدن تھل تھل کر رہا تھا...... وہ لہریں لے رہی تھی...... درد و کرب سے چیخ رہی تھی، لیکن ہاتھ بندھے ہوئے تھے...... منہ میں لکڑی ٹھنسی ہوئی تھی...... جس کی وجہ سے اس کی چیخیں نہیں ابھر رہی تھیں...... بس کربناک آوازیں، جس حد تک بھی آزاد ہو سکتی تھیں...... آزاد ہو رہی تھیں...... اس کی آنکھوں میں خوف اور دہشت کا ایسا عالم نظر آ رہا تھا کہ میں جو پچھلے کچھ عرصے سے انسانی احساسات سے محروم ہو چکا تھا...... میں بھی اس درد کو محسوس کئے بغیر نہیں رہ سکا تھا...... لیکن خاموشی کے علاوہ اور کوئی چارۂ کار نہیں تھا...... روشام نے میری کمر پر ہاتھ رکھا ہوا تھا اور اس کا مطلب یہ تھا کہ میں پر سکون رہنے کی کوشش کروں...... آخری وحشیانہ عمل جو دیکھنے میں آیا وہ یہ ہوا کہ دو مشعل بردار آگے بڑھے اور انہوں نے لڑکی کے پیروں کے قریب یہ دونوں مشعلیں رکھ دیں...... لڑکی پھر تڑپی...... موم اس کے بدن کے گرد لپٹا ہوا تھا...... چنانچہ مشعلوں نے فوراً ہی اس کے پیروں کو اپنی گرفت میں لے لیا...... اور اس کا پورا بدن شعلوں میں نہا گیا...... خاص قسم کا موم تھا جس نے فوراً ہی آگ پکڑی تھی...... یا شاید اس میں فاسفورس بھی ملایا گیا تھا کیونکہ ایک لمحے کے اندر شعلے لڑکی کے پورے بدن کو چاٹتے ہوئے سر سے گزرنے لگے...... اس کے حسین سنہرے بال جلے تو ان کی بدبو فضا میں پھیل گئی اور پھر اس کے گوشت کی چراند جو دھوئیں کے ساتھ منتشر ہونے لگی...... میں سرد نگاہوں سے اسے دیکھ رہا تھا اور میرا بدن ساکت تھا...... باقی لوگ بھی ساکت تھے...... لڑکی دھڑا دھڑ جلتی رہی اور تھوڑی دیر کے بعد وہ کوئلے کے ایک مجسمے میں تبدیل ہو گئی۔

جب وہ بالکل کوئلہ بن گئی تو اسے کھول لیا گیا اور پھر ایک لکڑی کے تختے پر لٹا کر وہ لوگ اسے اپنے شانوں پر لے کر چل پڑے...... جب وہ نگاہوں سے اوجھل ہو گئی تو سی مورن اپنی جگہ سے کھڑا ہوا، اس نے ایک ہاتھ سیدھا کیا اور اس کی آواز گونجی۔

"آتشوئی قبیلے کے لوگو! کرزالہ تمہارے درمیان سے اٹھ گئی...... اپنی نئی ساتھی کے لئے جگہ خالی کر کے...... نئی کرزالہ عالم وجود میں آ چکی ہے اور اپنے دن اور رات پورے کر رہی ہے...... جب وہ تمہارے درمیان آئے گی تو تم پر برکتوں کا نزول ہو گا اور تم وہ بلندیاں

پاؤ گے جن کے تم خواہش مند رہتے ہو...... تم پر برکتیں نازل ہوں"۔

یہ کہہ کر سی مورن واپس پلٹا اور اس کے بعد باقی لوگ بھی منتشر ہو گئے...... روشام نے میرا ہاتھ پکڑا اور واپس خیموں کی جانب چل پڑا...... اس کے قدم لرز رہے تھے...... میں نے اسے دیکھا تو وہ بولا۔

"آہ ہر جگہ...... ہر جگہ انسان ایک دوسرے پر ایسے ہی ظلم کرتے ہیں...... ایسے ہی ظلم کرتے ہیں...... میرے خدا...... میرے خدا...... کیا ہو گا...... کیا ہو گا...... کیسے جئیں"۔

ہم خیمے میں آ گئے تو میں نے کہا۔

"کچھ سمجھ میں آیا تمہاری"۔

"کچھ نہیں...... وہی پرانی باتیں...... وہی پرانا انداز...... انسان کی فطرت میں وحشت ہے...... وحشت کا دور دورہ تو شاید دنیا کے آخری دن تک رہے گا...... کون سنبھالے گا انہیں...... دیکھو ذرا دیکھو...... ایک زندہ وجود کو کس طرح اذیتیں دے کر مار ڈالا...... نجانے کرزالہ کی کیا کہانی ہے...... البتہ میں تمہارے لئے ذرا سا پریشان ہوں"۔

"میرے لئے"۔

"ہاں...... اس پراسرار عورت کی پراسرار باتیں میں نے سنی تھیں...... تمہارا کیا خیال ہے...... کیا تم کل رات سمندر کی کالی چٹان کے پاس جاؤ گے" میں نے تعجب سے روشام کو دیکھا اور کہا"۔

"لیکن مجھے وہاں کیوں جانا ہے ؟"۔

"جانا پڑے گا میرے دوست...... جانا پڑے گا" روشام نے عجیب لہجے میں کہا۔



حالانکہ وہ واقعی نہیں جانتا تھا کہ کہ حمور کی بیوی ہیروشیا نے مجھے رات کی تنہائیوں میں کالی چٹان پر کیوں طلب کیا ہے...... لیکن روشام نے یہی کہا تھا کہ احتیاط سے میرا وہاں جانا بہتر ہے...... اس نے کچھ اور بھی باتیں مجھے سمجھائی تھیں جو بہر طور میری سمجھ میں نہیں آئی تھیں...... لیکن روشام نے کہا تھا کہ نوجوانی کے اس عالم میں میری شکل و صورت میری جسامت کسی بھی عورت کے لئے پر کشش ہو سکتی ہے اور ایسی عورتیں جو صاحب اقتدار ہوں اور دوسروں پر فوقیت رکھتی ہوں...... اتنی آسانی سے جو اپنے دل کی بات کہہ دیتی ہوں...... ان کی بات نہ ماننے کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ ایک بار پھر زندگی کو موت کے قریب پہنچا دو...... میری رائے ہے کہ تم اس سے ملو...... باقی اپنے آپ کو حالات کے حوالے کر دو جو ہو گا دیکھا جائے گا...... روشام کو میں نے اپنے اوپر حاوی نہیں کیا تھا...... لیکن یہ بھی ایک سچائی تھی کہ اب مجھے اس پر مکمل اعتبار تھا کہ جو کچھ وہ کہتا ہے وہ میرے حق میں ہوتا ہے اور یہ بھی بالکل سچائی تھی کہ یہ رات ضرورت سے زیادہ کالی تھی...... نہ میں اس بات کو سمجھ پایا اور نہ ہی روشام کو ہیروشیا نے اس کالی رات کی پیش گوئی آخر کیسے کر دی تھی...... لیکن روشام نے مجھے خدا حافظ کہا اور میں سمندر کے کنارے اس کالی چٹان کی جانب چل پڑا جہاں کے بارے میں مجھ سے کہا گیا تھا اور جب میں اس کالی چٹان کے پاس پہنچا تو کالے ہی لباس میں ملبوس ہیروشیا چٹان کے دوسرے حصے میں مجھے نظر آئی اور وہ بھی اس وقت نظر آئی جب اس نے اپنے چہرے سے کالا نقاب الٹا...... ورنہ وہ تاریکی میں مدغم تھی...... میں اس کے قریب پہنچا تو اس نے کہا۔

"تمہارا آنا یوں سمجھ لو تمہاری زندگی کی ضمانت بن گیا...... ورنہ نافرمانوں کو سزا دلانا میرے لئے کوئی بڑی بات نہیں ہے" میں نے کوئی جواب نہیں دیا تو ہیروشیا نے کہا۔

"تمہیں میرے یہ الفاظ برے لگے ہوں گے...... لیکن میں چاہتی تھی کہ تم ہر قیمت پر

آؤ...... ایک بار میری بات سنو...... کبھی کبھی یہ ہوتا ہے کہ مصلحتیں انسان کو فائدے اٹھانے سے روک دیتی ہیں...... تم سمندر کے راستے یہاں پہنچے ہو اور جو تبدیلیاں تمہارے اندر ہیں ان سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اس دنیا سے تمہارا کوئی تعلق نہیں ہے، جو یہاں اس ریگزار میں آباد ہے اور جب بھی تمہیں موقع ملے گا تم اپنی دنیا میں واپس چلے جاؤ گے، لیکن اگر اس موقعے کے ساتھ ساتھ تمہیں یہاں سے ایک باعزت روانگی کا بندوبست کر دیا جائے...... کیا تم اس بات کو پسند نہیں کرو گے؟"۔

"تم نے مجھے بلایا ہے...... اس کی وجہ جاننا چاہتا ہوں"۔

"کیا عجیب لہجہ ہے تمہارا...... لیکن خیر مجھے نہ تمہارے لہجے سے دلچسپی ہے...... نہ تمہاری شخصیت سے اور...... کیا سمجھا ہو گا تم نے...... شاید یہ کہ تم ایک خوبصورت نوجوان ہو اور میں ایک ایسے شخص کی بیوی جو بذات خود بدنما ہے...... نہ صرف شکل و صورت میں بدنما بلکہ اپنے عمل میں بھی بدنما...... بھلا کوئی نرم و نازک اور لطافتوں کی حامل عورت کسی ایسے شخص کو پسند کر سکتی ہے جو ایک وحشی قبیلے کا سردار ہو...... اور جس کے نزدیک زندگی اور موت بے مقصد ہوں...... ہرگز نہیں...... ہرگز نہیں...... عورت کے وجود میں تو لطافتوں کے خزانے ہوتے ہیں...... وہ لطیف اشیاء کو پسند کرتی ہے چاہے وہ اس کا پسندیدہ محبوب ہی کیوں نہ ہو...... لیکن اس کے باوجود میں تمہیں سب سے پہلی بات یہ بتاتی ہوں کہ تمہاری نوخیزیت یا تمہاری مردانہ وجاہت نے مجھے متاثر نہیں کیا"۔

"مجھ سے کیا کام ہے؟" میں نے ایک بار پھر سرد لہجے میں کہا...... ان خوبصورت الفاظ کا صحیح مفہوم نہ میں اچھی طرح جانتا تھا اور نہ مجھے جاننے کی خواہش تھی...... یہ تو صرف روشام تھا جس نے مجھ سے کہا تھا کہ میرا یہاں آنا ضروری ہے...... تو میں یہاں آ گیا تھا...... یہ بات میں اس عورت کو نہیں بتانا چاہتا تھا...... اس نے کسی قدر حیرت سے مجھے دیکھا اور بولی۔

"تو کیا تم میری شخصیت سے بالکل متاثر نہیں ہو؟"۔

"مجھ سے کیا کام ہے؟" میرے منہ سے پھر وہی پتھرائی ہوئی مشینی آواز نکلی...... وہ نہیں جانتی تھی کہ میں تو انسانوں کی قسم میں سے ہی نہیں ہوں...... اگر کبھی ہوں گا تو وقت نے وہ کتاب بند کر دی تھی...... بس روشام تھا...... جو میرے راستے متعین کرتا تھا۔ عورت نے ایک سرد سانس لی اور بولی"۔

"شاید تم خوفزدہ ہو...... لیکن خیر میں تمہاری ہی بات مان لیتی ہوں...... دیکھو مجھے تم سے جو کام ہے وہ بہت اہم نوعیت کا ہے اور اس کے لئے تمہیں وعدہ کرنا ہو گا کہ کام کرنے کی کوشش تو تم کرو گے ہی، کیونکہ میں نے پہلی بار کسی کو اپنے دل کی بات بتانے کے لئے طلب کیا ہے...... لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہی تمہیں یہ وعدہ کرنا ہو گا کہ تم میری بات کو راز رکھو گے؟ اگر تم نے اس راز کو منظر عام پر لانے کی کوشش کی یا میرے کہے سے منحرف ہو کر میرے دشمنوں سے ساز باز کرنے کی کوشش کی تو تم اطمینان رکھو...... زندگی تو میری بھی بے شک خطرے میں پڑ جائے گی...... لیکن اس سے پہلے تم اس دنیا میں نہیں رہو گے" میں نے بے چینی سے اِدھر اُدھر دیکھا پھر آہستہ سے بولا۔

"کیا یہاں اور کوئی نہیں آ سکتا؟"۔

"نہیں یہاں کوئی بھی نہیں آئے گا...... یہ میری ذمہ داری ہے"۔

"اس کے باوجود میں چاہتا ہوں کہ تم مجھے میرا کام بتاؤ؟"۔

"جو بات میں نے تم سے کہی ہے کیا تم اس کا وعدہ کرتے ہو؟"۔

"ہاں...... میں نے جان چھڑانے کے لئے کہا"۔

"اور مجھے یقین ہے کہ تمہارے چہرے کی بناوٹ تمہارے جسم کی بناوٹ اور تمہارے بات کرنے کا انداز اس چیز کی نشاندہی کرتا ہے کہ تم قول کے دھنی اور اپنے مقصد کے پکے انسان ہو...... سنو! یہاں تمہیں اس قبیلے میں ایک ایسے شخص کو قتل کرنا ہو گا جو بہت بڑی حیثیت کا مالک ہے اور تم اسے ہلاک کرو گے...... اس نے اس طرح میری طرف دیکھا جیسے کوئی بہت بڑی بات کہنے کے بعد اس کا رد عمل دیکھنا چاہتی ہو، لیکن بھلا میرے چہرے پر کیا رد عمل ہو سکتا تھا...... وہ ایک انسان کے قتل کی بات کر رہی تھی...... میں روشام کے کہنے سے بے شک بہت بہتر ہو چکا تھا اور سنبھال رہا تھا اپنے آپ کو...... لیکن اب اتنا بھی نہیں سنبھال سکا تھا کہ ایک انسان کے قتل کی بات پر میرے چہرے پر سنسنی پیدا ہو جاتی یا میں حیرت سے چونک پڑتا تو یہی تاثر وہ میرے چہرے پر تلاش کر رہی تھی اور اسے جب یہ تاثر نہ ملا تو اس نے کہا"۔

"تم شاید قتل کا مفہوم نہیں سمجھتے؟"۔

"قتل...... میں نے کہا"۔

"ہاں...... قتل ایک انسان کی زندگی ختم کرنے کو کہتے ہیں...... میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی تو وہ بولی"۔

"کیوں...... کیوں مسکرا رہے ہو؟"۔

"میرا خیال ہے کہ اتنا تو میں جانتا ہوں کہ قتل ایک انسان کی زندگی کو ختم کرنے کا نام ہے"۔

"کیا اس سے پہلے تم نے کسی کو قتل کیا ہے؟"۔

"پتہ نہیں"۔

"میرا خیال ہے تم مجھ سے اس انداز میں گفتگو نہیں کر رہے جس انداز میں تمہیں مجھ سے گفتگو کرنی چاہئے"۔

"میں صرف ایک بات کہنا چاہتا ہوں؟"۔

"کیا؟"۔

"تمہاری عزت تمہارا احترام میرے دل میں ہے، اگر میرے انداز گفتگو پر کہیں تمہیں اعتراض ہو تو اسے محسوس نہ کرنا...... شاید میں گفتگو کرنے کا انداز جانتا ہی نہیں ہوں"۔

"کیوں...... وہ حیرت سے بولی"۔

"بہت سی باتوں کا مفہوم میری سمجھ میں نہیں آتا...... میرے ان الفاظ پر بہت دیر تک وہ مجھے دیکھتی رہی پھر بولی"۔

"ویسے ایک بات سچ ہے کہ تم انوکھے ہو...... مجھے اپنے بارے میں تم کچھ اور بتانا پسند کرو گے وہ بولی"۔

"نہیں"۔

"بری بات اتنی سرد مہری نہیں اختیار کرتے"۔

"میں سرد مہری نہیں اختیار کر رہا"۔

"تو مجھ سے کھل کر بات کیوں نہیں کرتے کیا میں بہت بری ہوں"۔

"نہیں"۔

"اچھی لگی ہوں؟"۔

"ہاں اچھی ہو"۔

"تم بہت مختصر گفتگو کرتے ہو"۔

"ہاں" یہی بات ہے۔

"سوال پھر وہی پیدا ہوتا ہے کہ اس کی وجہ"۔

"اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک طویل عرصے تک میں انسانوں سے دور رہا ہوں"۔

"وہ کیوں؟"۔

"مجھے قید رکھا گیا تھا"۔

"تم کہیں قیدی تھے؟"۔

"ہاں"۔

"کہاں"۔

"اس جگہ کے بارے میں میں نہیں جانتا"۔

"مگر تمہاری عمر تو بہت کم ہے"۔

"میں یہ بھی نہیں جانتا"۔

"اوہ تم بہت عجیب ہو...... واقعی بہت عجیب ہو...... دیکھنے میں بھی عجیب لگتے ہو...... سمندر کے راستے آئے ہو...... کسی وقت اگر موقع ملا تو تمہارے ساتھی سے تمہارے بارے میں معلومات حاصل کروں گی...... وہ مجھے ایک سمجھ دار آدمی معلوم ہوتا ہے"۔

"شاید"۔

"کیا ہم اپنی اصل بات سے نہیں بھٹک گئے"۔

"ہاں بھٹک گئے ہیں"۔

"اس کی وجہ تم ہو"۔

"میں پہلے بھی کہہ چکا ہوں تمہاری عزت...... تمہارے احترام میں کہیں کوئی کمی نہیں ہے، لیکن میں گفتگو کرنے کا فن نہیں جانتا"۔

"کسی انسان کی زندگی لینا تمہارے لئے کوئی مشکل کام تو نہیں ہوگا؟"۔

"نہیں"۔

"گڈ...... اس کا مطلب ہے کہ میں نے صحیح انتخاب کیا"۔

میں نے کوئی جواب نہیں دیا...... وہ کچھ دیر خاموش رہی پھر بولی۔

"تم میرا کام کرو گے ؟"۔

"ہاں"۔

"میں بہت خوش ہوں...... تمہارے ان الفاظ سے میں بہت خوش ہوں...... دیکھو تم جس شخص کو قتل کرو گے اسے قتل کرنا بے حد مشکل کام ہو گا...... لیکن میں تمہیں ایسے گر بتاؤں گی...... ایسے طریقے بتاؤں گی کہ تمہیں اس کام میں آسانی حاصل ہو جائے گی"۔

"مجھے بتاؤ"۔

"ایک بات کا وعدہ تو تم تقریباً کر ہی چکے ہو؟"۔

"کون سی بات کا؟"۔

"یہ کہ تم ہر حالت میں میرے اس راز کو راز رکھو گے"۔

"ہاں......" لیکن میرا ساتھی اس کے بارے میں ضرور جاننا چاہے گا اور میں اسے بتانے پر مجبور ہوں...... میں نے کہا اور وہ ایک بار پھر تعجب بھری نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی پھر بولی"۔

"اگر تم چاہتے تو یہ بات مجھ سے چھپا بھی سکتے تھے"۔

"کون سی بات؟"۔

"اپنے ساتھی کے بارے میں کہ تم اسے یہ تمام گفتگو بتا دو گے"۔

"میں پھر وہی الفاظ کہوں گا کہ میں تم سے منحرف نہیں ہوں...... تمہاری عزت بھی کرتا ہوں...... تمہارا احترام بھی لیکن اس عزت و احترام کے ساتھ ساتھ میں تم سے کوئی بات جھوٹ بھی نہیں کہوں گا"۔

"آہ میں کتنی خوش ہوں...... تم...... تم...... مگر خیر چھوڑو...... وقت سے پہلے فضول باتیں کرنا مناسب نہیں ہوتا تو سنو...... تمہیں جس شخص کو قتل کرنا ہے اس کا نام سی مورن ہے...... وہ ایک بار پھر اپنے الفاظ کا تاثر میرے چہرے پر دیکھنے کی کوشش کرنے لگی اور پھر اس نے ایک دم سے اپنے آپ کو سنبھال لیا کیونکہ اسے اندازہ ہو گیا تھا کہ میرے بے تاثر چہرے پر کوئی تاثر نہیں اُبھرے گا...... کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد وہ بولی"۔

"سی مورن اس قبیلے میں دیوتاؤں کی حیثیت رکھتا ہے...... اس نے ایک بہت بڑا جال پھیلا رکھا ہے، وہ لوٹ مار کر کے لائی ہوئی لڑکیوں میں سے کسی ایک لڑکی کو اپنے لئے منتخب

کر لیتا ہے اور اس کے بعد نجانے کیا کیا کھیل کھیلتا ہے...... پھر وہ اسے کرزالہ بنا دیتا ہے...... کرزالہ کا ایک تصور ہے یہاں...... لوگ اسے برکتوں کی دیوی سمجھتے ہیں اور ان کا خیال ہے کہ جب تک قبیلے میں کرزالہ رہتی ہے...... قبیلے کو کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا...... یہ لوگ ایک طرح سے یہ سمجھ لو کہ ڈاکو ہیں...... صحراؤں میں ڈاکہ زنی کرتے ہیں...... گزرنے والے قافلوں کو لوٹ لیتے ہیں...... کبھی کبھی آس پاس کی بستیوں پر بھی حملہ آور ہوتے ہیں...... وہاں قتل و غارت گری اور تباہی پھیلاتے ہیں...... وہاں سے نوجوان لڑکیوں کو اٹھا لاتے ہیں، ان لڑکیوں کے ساتھ وحشت خیزی کی جاتی ہے، اپنی پسند کی لڑکیوں کو قزاق یا ڈاکو اپنا لے تو وہ اس کا مالک بن جاتا ہے...... پھر یہاں اس کی اولادیں پیدا ہوتی ہیں ورنہ عام طور سے یہاں لائی ہوئی لڑکیاں تقسیم ہو جاتی ہیں اور اس کے بعد ہلاک کر دی جاتی ہیں...... سی مورن نے اپنا ایک طریقہ کار اختیار کیا ہوا ہے، وہ یہ کہ جب تک کوئی لڑکی اس کے من کو بھاتی ہے وہ اسے کرزالہ کی حیثیت سے زندہ رکھتا ہے اور اس کے بعد اعلان کر دیتا ہے کہ پرانی کرزالہ کی جگہ نئی کرزالہ آ چکی ہے اور دیوتاؤں نے اسے اس کے پاس بھیجا ہے اور اب اسے اس کا مقام دے دیا جائے گا...... وہ جادو جانتا ہے اور جادو کے ذریعے ہر کرزالہ کو پتھر کا بنا دیتا ہے...... وہ صرف اس وقت انسان کی شکل میں آتی ہے جب سی مورن چاہتا ہے...... کیا سمجھے؟ اس وقت تم نے کرزالہ کی موت کا مظاہرہ دیکھا...... ایسا ہی کرتا ہے وہ بدبخت...... ایسا ہی کرتا ہے اور میرے دل میں اس کے لئے نفرت کا مقام ہے اور اپنے بارے میں تمہیں یہ بتاؤں کہ مجھے بھی اسی طرح ایک قبیلے سے اٹھا کر لایا گیا تھا اور پھر یہاں نئے نئے بننے والے سردار نے مجھے اپنی بیوی بنا لیا اور اگر ایسا نہ ہوتا تو میں بھی قتل کر دی جاتی...... حمور بہت برا انسان ہے لیکن بہرحال میرے ساتھ اس کا سلوک برا نہیں رہا، اس نے مجھے ایک عزت کا مقام دیا...... البتہ ایک بہت ہی دردناک انکشاف یہ ہے کہ میرے ساتھ میری بہن کو بھی اغواء کر کے لایا گیا تھا...... وہ مجھ سے لاکھ درجے حسین تھی، نوخیز تھی، چھوٹی سی عمر کی لڑکی اور سی مورن نے اسے اپنے قبضے میں لے لیا، اس نے کہا کہ اس کے روپ میں وہ کرزالہ کو دیکھ رہا ہے...... یہ لوگ اس پر اندھا اعتماد کرتے ہیں اور وہ بدبخت جو چاہتا ہے کرتا ہے...... سمجھ رہے ہو نا تم" پھر اس نے میری بہن کو اپنی تحویل میں رکھا...... ایک طویل عرصے تک اور آخر کار اسے نذر آتش کر دیا...... بالکل اسی طرح جس طرح تم نے اس مظلوم لڑکی کو موت کی نیند سوتے

ہوئے دیکھا...... آہ آج بھی وہ شعلے میرے دل میں بھڑک رہے ہیں جو میری بہن کے موئے جسم سے بلند ہو رہے تھے...... میں نے اس وقت دل ہی دل میں قسم کھائی تھی کہ سی مورن سے انتقام لوں گی، لیکن ایک عورت کے لئے بڑی مجبوریاں ہیں...... قبیلے کے لوگوں میں سے کوئی میرے جال میں گرفتار نہ ہوتا بلکہ میں خود ہی کسی جال میں گرفتار ہو جاتی...... اگر میں قبیلے کے کسی نوجوان سے اس بات کا تذکرہ کرتی اور ایک بات اور سنو میں بدکردار عورت نہیں ہوں...... اس میں کوئی شک نہیں کہ حمور نے مجھے ایک عزت کا مقام دیا ہے اور میں اس عزت کے مقام کو برقرار رکھنا چاہتی تھی، اس لئے میں نے قبیلے کے کسی نوجوان کو اپنی جانب متوجہ نہیں کیا اور جب تم مجھے نظر آئے اور مجھے اس بات کا علم ہوا کہ تم باہر سے آنے والے ہو تو میں نے یہ کام تمہارے سپرد کرنے کا فیصلہ کر لیا، اب بولو جواب دو کیا تم خلوص دل سے میرا کام کرنے کے لئے آمادہ ہو؟"۔

"ہاں میں نے جواب دیا"۔

"بہت دیر تک وہ اس ہاں کے تاثر میں ڈوبی رہی...... میں اس کے چہرے کے تاثرات دیکھ رہا تھا...... حالانکہ مجھے دنیا کا بہت کم تجربہ تھا، دیکھا ہی کیا تھا میں نے...... بس اپنے تعلیمی دور میں جتنا کچھ پڑھا تھا اسی سے کام چلا رہا تھا اور اگر وہ تعلیمی دور میرے ذہن پر اثر انداز نہ ہوتا تو اس وقت واقعی میں...... میں ایک مکمل جانور ہوتا، ایک ایسا جانور جس کے بعد میں صحیح ہونے کے امکانات بھی نہ رہتے...... بہرحال کافی دیر تک یہ خاموشی طاری رہی تھی، پھر اس نے اِدھر اُدھر دیکھ کر چونکتے ہوئے کہا"۔

"اصل میں بات یہ ہے کہ حمور مجھ پر بے حد اعتبار کرتا ہے"۔

"تم دو تین بار کہہ چکی ہو کہ حمور اچھا آدمی ہے"۔

"ان برے آدمیوں میں وہ بہت اچھا آدمی ہے...... کم از کم اس پر اعتماد کیا جا سکتا ہے"۔

"تم نے اپنے حمور کے ذریعے اپنی بہن کو بچانے کی کوشش کیوں نہیں کی؟" میں نے کہا وہ تعجب سے مجھے دیکھنے لگی پھر بولی"۔

"اس وقت مجھے حمور پر اس قدر اختیار حاصل نہیں تھا...... بات نئی نئی ہی تھی"۔

"کچھ سوالات اور کرنا چاہتا ہوں میں"۔

"ہاں بولو"۔

"یا وہ بہت جلد جلد ایسے اقدامات کرتا ہے؟"۔

"کیسے" وہ بولی۔

"میرا مطلب ہے کہ کرزالہ کیا جلدی جلدی بدلتی رہتی ہے"۔

"اس کے لئے اس نے ایک طریقہ کار اختیار کیا ہوا ہے"۔

"جب اسے کوئی ایسی لڑکی مل جاتی ہے جو اس کی پسند کی ہو تو پھر قبیلہ مشکلات کا شکار ہونے لگتا ہے"۔

"کیا مطلب؟"۔

"یہ لوگ جب ڈاکے ڈالنے جاتے ہیں تو ان کا زیادہ نقصان ہونے لگتا ہے، ان کے ساتھی مرجاتے ہیں اور وہ اپنے ڈاکوں میں ناکام ہو جاتے ہیں"۔

"وہ کیسے؟"۔

"یہ کام سی مورن کرتا ہے"۔

"مگر کس طرح؟"۔

"اپنے جادو کے زور سے"۔

"کیا واقعی وہ بہت بڑا جادوگر ہے؟"۔

"یہ تو میں نہیں جانتی لیکن وہ پراسرار قوتوں کا مالک ہے"۔

"تو تمہارا مطلب ہے کہ وہ اسی طرح کے کام کرتا ہے"۔

"ہاں"۔

"پھر؟"۔

"اس کے بعد وہ اعلان کرتا ہے کہ کرزالہ اپنی برکتیں کھو بیٹھی ہے، اب قبیلے کو نئی کرزالہ کی ضرورت ہے اور پھر وہی ہوتا ہے کہ نئی کرزالہ، کرزالہ بن جاتی ہے اور پرانی کو نذر آتش کر دیا جاتا ہے، اس وقت تک نئی کرزالہ زندہ رہتی ہے جب تک سی مورن کو اس کی پسند کی کوئی دوسری لڑکی نہیں مل جاتی"۔

"اور دوسری بات...... کیا حمور بھی سی مورن کا اتنا ہی عقیدت مند ہے؟" میرے اس سوال کے جواب میں وہ دیر تک خاموش رہی پھر اس نے مسکراتے ہوئے کہا"۔

"حالانکہ تم شکل و صورت سے بالکل ناتجربے کار اور معصوم سے آدمی معلوم ہوتے

ہو، لیکن جو سوالات تم کر رہے ہو وہ اس قدر موثر ہیں کہ مجھے حیرت ہو رہی ہے...... تمہاری ذہانت کا نشان ہے...... میں تمہیں بتاؤں قبیلے میں شاید کوئی بھی سی مورن کو پسند نہیں کرتا، لیکن طاقت کے سامنے سب جھکتے ہیں اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ سی مورن ایک طاقتور آدمی ہے، اپنی ان پر اسرار قوتوں کی وجہ سے جو اس کے ساتھ ہیں"۔

"کیا تمہیں اس سے خوف نہیں محسوس ہوتا؟"۔

"ہوتا ہے"۔

"کیا تم یہ نہیں سوچتیں کہ اس وقت ہماری اس ملاقات میں کوئی خطرہ بھی پیش آسکتا ہے"۔

"تمہاری مراد سی مورن سے ہے؟"۔

"ہاں...... جبکہ تم کہتی ہو کہ وہ جادوگر ہے؟"۔

"ہاں یہ ہوسکتا ہے"۔

"تو پھر؟"۔

"اس کا نتیجہ بھگتنے کے لئے تمہیں اور مجھے تیار ہونا ہوگا...... کیا تم خوفزدہ ہو؟" اس نے سوال کیا لیکن میں نے اس کے اس سوال کا کوئی جواب نہیں دیا تھا...... وہ کچھ لمحے خاموش رہی پھر اس نے کہا"۔

"جواب دو"۔

"کیا جواب دوں؟"۔

"کیا تم اس سے خوفزدہ ہو؟"۔

"بالکل نہیں"۔

"تو سنو...... میں بھی نہیں ہوں" اگر میں کسی خوف کا اظہار کرتی ہوں تو صرف ایسے خوف کا جس کا کوئی نام...... کوئی مفہوم نہیں ہے"۔

"میں بھی اس سے خوفزدہ نہیں ہوں"۔

"تو پھر ہمیں آپس میں ہی طے کر لینا چاہئے کہ تم سی مورن کو قتل کرنے میں کامیاب ہو گئے تو میں تمہارے لئے کیا کروں گی"۔

"نہیں کچھ نہیں ابھی کچھ بھی نہیں...... بعد کے فیصلے بعد میں کئے جائیں گے"۔

"تمہیں مجھ پر اعتماد ہے؟"۔

"ہاں"۔

"تو پھر جاؤ اور اپنی کوششیں جاری رکھو"۔

"کیا اس کے لئے مجھے کوئی وقت متعین کرنا ہوگا؟"۔

"مطلب؟"۔

"مطلب یہ کہ کیا تم یہ کہنا چاہتی ہو کہ اتنے وقت کے اندر اندر میں یہ کام کر لوں"۔

"نہیں...... اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ کام اتنا آسان نہیں ہوگا تمہیں پہلے سی مورن کو دیکھنا ہوگا حالانکہ لوگ اس کی رہائش گاہ کی جانب بہت کم جاتے ہیں بلکہ جاتے ہی نہیں ہیں...... تمہیں سب سے پہلا کام یہ کرنا ہوگا کہ وہاں جا کر نئی کرزالہ کو دیکھنا ہوگا"۔

"کیا نئی کرزالہ وہاں موجود ہے؟"۔

"موجود نہ ہوتی تو پرانی کرزالہ کو قتل نہ کیا جاتا...... یہ بات میں جانتی ہوں کہ ایک بہت خوبصورت اور نوخیز لڑکی لائی گئی تھی اور اس کے بعد اسے سی مورن کی خواہش پر اس کی تحویل میں دے دیا گیا تھا میں اپنی جگہ سے اٹھا اور میں نے کہا"۔

"تو اب میں چلتا ہوں...... وہ خود بھی اٹھ گئی اور اس نے مجھے دیکھتے ہوئے کہا"۔

"تمہاری کامیابی میری اور تمہاری دونوں کی زندگی کی ضامن ہے جاؤ...... دیوتا تمہاری حفاظت کریں"۔

میں نہیں جانتا تھا کہ دیوتا میری حفاظت کیسے کر سکتے ہیں اور یہ دیوتا ہیں کون؟ لیکن بہرحال میں خاموشی سے وہاں سے نکل گیا اور تھوڑی دیر کے بعد اپنی رہائش گاہ پر پہنچ گیا...... یہ میری خوش قسمتی تھی کہ ابھی تک کسی نے مجھے نہیں دیکھا تھا اور میں اپنا کام کر کے نہایت آسانی سے اپنی جگہ پر واپس آگیا تھا لیکن یہاں روشام بے چینی سے میرا منتظر تھا...... غالباً اسے نیند نہیں آرہی تھی، مجھے دیکھ کر خوش ہو گیا اور بولا"۔

"خدا کا شکر ہے کہ تم زندہ سلامت واپس آگئے"۔

"خطرہ تو نہیں تھا لیکن کوئی خطرہ تو پیش آسکتا تھا"۔

"روشام تم نے مجھے انسان بنانے کی کوشش کی ہے جبکہ قاتل قبیلے کے افراد نے مجھے جانور بنانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی، میں اب بھی اپنے اندر کچھ ایسی انوکھی قوتیں پاتا

ہوں، ایسی انوکھی خواہشیں میرے دل میں بیدار ہوتی ہیں کہ اگر میں تمہیں بتادوں تو تم حیران رہ جاؤ گے“۔

”کیا مطلب؟“۔

”آہ روشام جب میں ماضی کو یاد کرتا ہوں تو میرے دل میں بہت سے احساسات اُبھرتے ہیں وہ بے نقش چہرے جواب اپنے نقش میرے اندر ذہن میں کھو بیٹھے ہیں، مجھے یہ بھی یاد آتا ہے کہ مجھے ایک مذہب کا پیروکار بنایا گیا تھا اور یہ بھی یاد آتا ہے کہ جب مہاکال نے مجھے شیطان کے سامنے جھکنے کی ہدایت کی تھی تو میرے دل نے وہ ہدایت قبول نہیں کی تھی، میں نے سخت مدافعت کی تھی، اگر وہ مجھے اس عمل کے لئے نہ کہتا تو شاید میں وہاں سے فرار ہونے کی ہمت نہ کرتا...... سب سے بڑی بات وہی تھی جس نے مجھے وہاں سے فرار ہونے پر مجبور کیا...... سمجھ رہے ہونا تم...... ”اسالیس کو سجدہ نہیں کر سکا تھا میں...... میں نے اسالیس پر لعنت بھیج دی تھی...... اور اس کی وجہ یہ تھی کہ میرے کانوں میں گونجنے والی آواز مجھے روک رہی تھی، میں اس آواز کا مفہوم تو نہیں پاسکا ہوں، ابھی تک لیکن یہ بات میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ یہ آواز میرے پورے وجود میں رہتی ہے...... خیر میں موضوع سے بھٹک گیا...... میں خطرہ نہیں محسوس کرتا، میرا دل چاہتا ہے کہ میں پہلے کی مانند کچا گوشت کھاؤں...... یہ جو خوراک مجھے ملتی ہے نا یہ میرے وجود کو تشنہ رکھتی ہے، بہت عرصے تک تو میں اپنی اس تشنگی پر ہی غور کرتا رہا اور میں نے یہ سوچا کہ مجھے کچا گوشت کھانا چاہئے، لیکن لیکن...... بس پھر میں یہ نہیں کرسکا...... میں نے اپنے آپ کو بمشکل باز رکھا ہے لیکن آج بھی اگر مجھ پر دیوانگی طاری ہوئی تو میں ان لوگوں کو بھنبھوڑ بھنبھوڑ کر ختم کردوں گا کیا سمجھے...... اس لئے میں بالکل کوئی خطرہ محسوس نہیں کرتا“۔

روشام کے چہرے پر خوف کے سائے گردش کرنے لگے اس نے کہا۔

”اور میری دعا ہے کہ تم اس وقت سے بچو...... اچھا خیر یہ بتاؤ اس سے ملاقات ہوئی؟“۔

”ہاں“۔

”کیا کہتی ہے وہ؟“۔

”اس نے ایک ذمہ داری میرے سپرد کی ہے اور اس کے نتیجے میں مجھے پیشکش کی ہے کہ مجھے یہاں سے فرار کرانے میں آسانی فراہم کرے گی، بلکہ اس نے اس بات کا پکا پکا وعدہ کیا

ہے کہ مجھے یہاں سے وہ نکال دے گی“۔

”کام کیا ہے؟“ روشام نے سوال کیا۔

”ایک شخص کو قتل کرنا ہے“۔

”قتل“ روشام چونک پڑا۔

”ہاں...... اس طرح نہ چونکو مجھے تو اس کام کے لئے بڑے اعتماد کے ساتھ تیار کیا گیا تھا“۔

”مگر وہ شخص کون ہے؟“ روشام نے سوال کیا۔

”سی مورن...... مجھ پر تو خیر اس وقت کوئی رد عمل نہیں ہوا تھا جب اس عورت نے مجھے سی مورن کا نام بتایا تھا، لیکن یہ رد عمل میں روشام کے چہرے پر بخوبی محسوس کر رہا تھا، وہ خوف و دہشت کی علامت بن گیا تھا...... دیر تک خاموش رہا پھر اس نے کہا“۔

”اس عورت کا دماغ خراب ہے یا تمہارا؟“ مگر تمہارے بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتا کیونکہ تم پہلے مجھے یہ بتاؤ کہ تم نے اس سے کیا کہا“۔

”میں نے اس کی یہ پیشکش قبول کرلی“۔

”کیا؟“۔

”ہاں“۔

”لیکن؟“۔

”کچھ نہیں...... میں اسے قتل کرلوں گا...... میں نے پراعتماد لہجے میں کہا“۔

”پاگل ہوگئے ہو سکندر“۔

”پاگل تو میں بہت عرصے سے ہوں کیا تم مجھے صحیح دماغ کا انسان کہہ سکتے ہو؟“۔

”سکندر یہ آسان نہیں ہوگا“۔

”میں جانتا ہوں“۔

”تم یہ بھی جانتے ہو کہ یہاں لوگ اس کی پوجا کرتے ہیں...... اس کی ہر بات مانتے ہیں“۔

”اس کی وجہ ہے“۔

”کیا وجہ ہے؟“۔

”وہ ایک طاقتور آدمی ہے“۔

”تو پھر؟“۔

"وہ اس کی نہیں بلکہ اس کی طاقت کی پوجا کرتے ہیں"۔

"ساری دنیا طاقت کی پوجا کرتی ہے سکندر...... یہ کوئی نئی اور انوکھی بات نہیں ہے"۔

"ٹھیک ہے میں بھی طاقتور ہوں"۔

"وہ تو ٹھیک ہے دوست لیکن کسی طرح اگر یہ بات منظر عام پر آگئی تو جانتے ہو ہمارا حشر ہوگا"۔

"اب جو کچھ بھی ہوگا میں اس بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتا"۔

"تم نے اس سے وعدہ کرلیا؟"۔

"ہاں"

"اور یقیناً تم یہ وعدہ پورا کرنے کی کوشش کرو گے؟"۔

"سو فیصدی"۔

"مگر وہ ایسا کیوں چاہتی ہے؟"۔

"اس کی وجہ ہے"۔

"کیا وجہ ہے؟"۔

"اس کی بہن کو بھی کرزالہ کے طور پر قتل کر دیا گیا تھا"۔

"کرزالہ کے طور پر؟"۔

"ہاں"۔

"میں سمجھا نہیں"۔

"میں سمجھتا ہوں میں نے کہا اور پھر میں نے اسے کرزالہ کی پوری کہانی سنادی"۔

روشام نے آنکھیں بند کرلی تھیں کافی دیر تک خاموش رہا پھر اس نے کہا۔

"اگر یہ بات ہے تو میں یہ کہنے میں حق بجانب ہوں کہ اسے قتل کرنا ثواب کا کام اور ثواب کے کام میں اگر زندگی چلی جائے تو میں سمجھتا ہوں بری نہیں ہوتی...... بات اصل میں یہ نہیں ہے کہ میں خود بھی اپنے آپ کو خطرے میں محسوس کرتا ہوں بلکہ یہ کام آسان نہیں ہوگا...... میں اس دوران گہری نگاہوں سے جائزہ لیتا رہا ہوں"۔

"کس بات کا؟"۔

"سی مورن کا"۔

"یہ تو اچھی بات ہے تم نے کیا اندازہ لگایا؟"۔

"اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ جب لوگوں کے سامنے سے گزرتا ہے تو لوگ احترام سے گردن جھکا لیتے ہیں، لیکن جب وہ ان لوگوں کے سامنے سے گزر جاتا ہے تو ان کی آنکھوں میں نفرت کے آثار نظر آتے ہیں اور اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ لوگ سی مورن کو پسند نہیں کرتے"۔

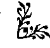
"یہی بات ہیروشیما کہتی ہے"۔

"ہوں...... تو پھر اب تم کیا کرو گے؟"۔

"پہلے میں یہ دیکھوں گا کہ میں یہ کام کیسے کرسکتا ہوں"۔

"میں تو صرف ایک ہی بات کہہ سکتا ہوں کہ خدا تمہاری مدد کرے روشام نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا"۔





کہانیاں تو بہت سی ہو چکی تھیں بچپن خوبصورت اور پر اعتماد گزر رہا تھا...... پھر اس
بعد اس بچپن کو گھن لگ گیا اور میں انسان سے جانور بن گیا...... شاید زندگی کے وہ چند
عذاب کے تھے جنہیں گزارنا ہی تھا سو گزر گئے...... وہ اگر چاہتے تو اسی غار میں انتہا ہو
لیکن وہ بھی وقت کے غلام تھے، وقت نے ان سے کہا کہ مجھے باہر نکالیں...... انہوں نے
دانست میں اپنے خوبصورت کھیل کا آغاز کیا اور یہ کھیل کہانی کو آگے بڑھانے کا باعث بنا
اسالیس...... مہاکال...... سمندر روشام پھر حمور اور سی مورن یہ سارا کھیل دلچسپیوں سے
نہیں تھا...... ہیروشیا نے جو چاہا تھا وہ میرے لئے اس لئے مزید باعث دلکشی بن گیا کہ
میں ایک کرزالہ کی کہانی تھی...... ایک انوکھی کہانی، یہاں اب بھی میرے ذہن میں عور
نہیں جاگی تھی بلکہ ایک ایسا تصور جو غیر حقیقی دلچسپیوں کا حامل تھا...... سی مورن وہ پرا
کردار اگر ختم ہو جائے تو کیا حرج ہے، کوشش کرنا تو ضروری ہوتا ہے...... مہاکال میرا کیا
سکا تھا جو سی مورن بگاڑ لے گا، مگر وہ لڑکی کرزالہ، کیا ایسی لڑکیاں یہاں آکر اپنے انجام
واقف ہوتی ہیں اور اگر انجام سے واقف ہو جاتی ہیں تو ان کی اپنی سوچ کیا ہوتی ہے...... کہ
خوشی سے ایک بوڑھے بدشکل کی زندگی میں شامل ہونا پسند کرتی ہیں یا پھر وہ جادوگر اپنے
کے جال میں انہیں جکڑ کر انہیں خود سے رجوع کر لیتا ہے، ایسی کوئی کرزالہ عالم ہوش
مجھے مل جائے تو شاید دل کی بات بتا سکے اور دل کی باتیں جاننا کتنا اچھا لگتا ہے...... میں یہ
رہا تھا اور دوسری رات جب میں ماحول سنسان ہو جانے کے بعد اپنی رہائش گاہ سے باہر نک
صرف ایک شخص جاگ رہا تھا جو میرے لئے پریشان تھا...... وہ روشام تھا اور روشام کے
کون ہو سکتا تھا...... یہ بات تو دنیا جانتی ہے سو پھریوں ہوا روشام نے میرا راستہ تو نہیں
اور میں نے اس سے یہ بھی کہہ دیا کہ خبردار میرا پیچھا کرنے کا مطلب یہ ہے کہ مجھے مش
میں ڈال دیا جائے...... میں نگاہوں سے روپوش بھی ہو سکتا ہوں، اپنے دشمنوں کے چنگل

نکل کر فرار بھی ہو سکتا ہوں، لیکن روشام کی وجہ سے ہو سکتا ہے مجھے مشکلات پیش آجائیں...... اس نے مایوسی سے گردن ہلائی تھی اور دُکھ بھرے لہجے میں کہا تھا"۔

"اپنا خیال رکھنا...... تمہاری زندگی اب میری زندگی بن چکی ہے"۔

میں آگے بڑھ گیا اور پھر ان راستوں پہ چل پڑا جدھر کوئی نہیں جاتا تھا اور جو راستے بڑے مخدوش ہوا کرتے تھے...... میں ان ریت کے ٹیلوں پر سفر کرتا ہوا آخر کار اس نخلستان جیسے حصے میں پہنچ گیا جو بہت خوبصورت تھا اور تنگ دل سی مورن نے ایسی جگہ صرف اپنے لئے منتخب کی ہوئی تھی ورنہ اگر وہ چاہتا تو اپنے سحر سے کام لے کر درختوں کی یہ چھاؤں پورے قبیلے کے لئے مہیا کر دیتا، اس نے ایسا نہیں کیا تھا، اپنی انفرادیت قائم کرنے کے لئے اور جس خیمے میں وہ موجود تھا اسے خیمہ بس کہہ لیا جائے...... وہ خیمہ روشن تھا، اندر آگ جل رہی تھی اور آتشونی یعنی زرتاشی غالباً عبادت کر رہا تھا...... شعلوں کا یہ عکس درختوں کے درمیان بنے ایک چھوٹے سے پانی کے تالاب کو روشن کر رہا تھا اور اس پانی کے تالاب میں چاند اترا ہوا تھا یا بہت سے ستارے ایک دوسرے سے ہم آغوش ہو کر ایک انسانی وجود کی شکل اختیار کر گئے تھے یا پھر یہ صرف اپنا احساس تھا جس نے اتنی بہت ساری باتیں ذہن تک پہنچائی تھیں...... حقیقت یہ تھی کہ وہ ایک لڑکی تھی...... لمبے سیاہ بالوں والی ایسے ملامت بھرے نقوش کی مالک کہ دیکھو تو پلکیں جھپکنا بھول جائیں...... آنکھیں اس طرح کھلیں کہ پھر بند ہونے کا نام نہ لیں، اس کی جسمانی موزونیت اس کے باریک لباس سے جھلک رہی تھی اور وہ دیکھنے کی چیز نظر آ رہی تھی کہ بس اسے دیکھتے رہا جائے...... مجھے پہلی بار یہ احساس ہوا کہ رنگ برنگے پھول...... خوش نما پرندے...... جھاگ اڑاتی لہریں...... چٹانوں کا سحر...... چلتی ہوئی ہوائیں...... چمکتا ہوا چاند...... گرتے ہوئے جھرنے...... یہ سب اپنا حسن رکھتے ہیں لیکن بے جان...... انہیں دیکھ کر دل میں مسرتوں کا احساس تو ابھرتا ہے، لیکن انہیں چھوڑ کر دیکھنے کو دل نہیں چاہتا...... یہ نہیں سوچا جاتا کہ لپک کر چاند کو چھو لیا جائے اور محسوس کیا جائے کہ وہ کیسا ہے...... یا ستارہ مٹھی میں لے لیا جائے، یا گرتے آبشار کے پانی کو بازوؤں کی گرفت میں دبوچ لیا جائے اور اس پر اپنے ہونٹوں کا لمس چسپاں کر دیا جائے...... وہ تو بس دیکھ کر لطف اندوز ہونے کی چیز ہوتے ہیں اور یہ حسن...... یہ ایسا حسن تھا جسے چھونے کو جی چاہے...... جسے سونگھنے کو جی چاہے...... پانی کے اس چھوٹے سے تالاب میں میرے پاؤں کس طرح

بھیگے۔ میں نہیں جانتا اس حسن مجسم کو میں نے کس طرح چھو کر دیکھا...... یہ بھی مجھے اندا[زہ] نہیں...... لیکن پتھر میں گداز نہیں ہوتا...... وہ پتھر کی تصویر تھی ایسے معصوم نقوش...... ایسے حسین نقوش کہ بس میری آنکھیں اس پر جم کر رہ گئیں اور میں نے آہستہ سے کہا"۔

"اگر تو مسکرائے تو کیسا لگے...... یہ میری آرزو نہیں تھی بس ایک احساس تھا جو ایک لمحے کے لئے دل میں ابھرا تھا لیکن شاید انسان کا تصور انسان کو وہ ہر چیز دے دیتا ہے جس کے بارے میں وہ سوچے...... اس کے ہونٹ مسکرا دیئے اور میں حیرانی سے اس کی صورت دیکھتا رہا"۔

"تو مسکرا سکتی ہے؟"۔

"ہاں اس کے ہونٹوں سے آبشار کا ترنم پھوٹا"۔

"تو بول سکتی ہے؟"۔

"ہاں"۔

"کون ہے تو؟"۔

"بتا نہیں سکتی؟"۔

"کیوں؟"۔

"منع ہے"

"کس نے منع کیا؟"

"یہ بھی نہیں بتا سکتی"

"کیا سی مورن نے؟"

"وہ بے وقوف ہے...... اس کے ان الفاظ پر میں حیران رہ گیا؟"۔

"تو سچ بول رہی ہے یا میرا تصور بول رہا ہے"۔

"مجھے دوبارہ چھو کر دیکھ اس نے کہا اور میں نے اسے چھوا...... کچھ لمحوں پہلے بھی میں نے اسے چھوا تھا، لیکن اس وقت وہ پتھر کی تھی اور اب یوں لگتا تھا جیسے پانی بھرے بادل اس کی تشکیل کا باعث بنے ہوں...... نرم گداز"۔

"آہ تو تو بالکل انسان لگ رہی ہے"۔

"کیا جانور بولتے ہیں انسانوں کی آواز میں؟"۔

"لیکن ابھی چند لمحے قبل تو"۔

"ہاں"۔

"مگر کیوں؟"۔

"نہ پوچھ...... تو کون ہے؟"۔

"میں سکندر ہوں"۔

"کیا مقدونیہ کا سکندر"۔

"پتہ نہیں"۔

"تو دوسروں سے اچھا ہے کون ہے؟" کہاں سے آیا ہے۔

"قیدی ہوں اور سی مورن کو مارنا چاہتا ہوں"۔

"کیوں؟"۔

"تیری آزادی کے لئے؟"۔

"بس تو اپنی فکر کر...... اپنی زندگی بچا...... ضروری ہے ورنہ وہ تجھے ہلاک کر دیں گے"۔

"تو کیسے جانتی ہے؟"۔

"جانتی ہوں بس"۔

"مگر تو یہاں پانی کے اس تالاب میں"۔

"اس نے مجھے یہاں کھڑا کر دیا ہے"۔

"اور تو کھڑی ہے؟"۔

"ہاں"۔

"تھکی نہیں؟"۔

"نہیں"۔

"تو کہتی ہے کہ تو انسان ہے؟"۔

"میں نے کہا نا کہ جانور تو انسان کی آواز میں نہیں بولتے"۔

"مگر یہ سب کچھ عجیب ہے نا؟"۔

"ہاں...... سن تو مجھے ملتے رہنا...... میرے چہرے کو اپنے دل میں اتار لے...... مجھے بھولنا نہیں...... میں بھی تجھ سے دور نہیں رہوں گی، اگر تو مجھے مجبور ہی کرتا ہے کہ میں تیرا

نام معلوم کروں اور اس کے بعد اپنے بارے میں تجھے بتاؤں تو سن میرا نام زمبل ہے
سمجھا زمبل"۔

میں سحر زدہ نگاہوں سے اسے دیکھتا رہا...... دفعتاً ہی ایک گرج بھری آواز اُبھری جیسے کوئی گولہ پھٹتا ہے میں چونکا تو اس نے کہا۔

"بس اب جا فوراً یہاں سے چلا جا...... جتنی جلدی ممکن ہو سکے...... جا دیر نہ کر جا کل کی رات باقی ہے اور بھی بہت وقت ہے...... جا میری بات مان"۔

"میں دوبارہ تجھ سے ملوں گا...... میں نے کہا اور دوسرے لمحے میں نے وہاں سے دوڑ لگا دی...... کافی فاصلے پر جا کر میں نے پلٹ کر دیکھا سی مورن اپنے خیمے سے باہر نکل آیا تھا اور چاروں طرف دیکھ رہا تھا، کسی طرح اسے میری وہاں موجودگی کی اطلاع مل گئی تھی لیکن مجھے کوئی پرواہ نہیں تھی...... یہاں رہائش گاہ میں روشام میرا منتظر تھا اس نے مجھے دیکھا اور تشویش بھرے لہجے میں بولا"۔

"خیر تو ہے کیا بات ہے؟"۔

"کچھ نہیں...... میں سی مورن کی رہائش گاہ دیکھ آیا ہوں...... میں نے جواب دیا"۔

"تجھے کسی نے دیکھا تو نہیں؟"۔

"شاید سی مورن نے دیکھ لیا ہے"۔

"کیا؟" روشام کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں اور میں ہنس پڑا"۔

"ہاں...... یہ میرا اندازہ ہے ہو سکتا ہے اس نے مجھے نہ دیکھا ہو لیکن میں نے اسے اس وقت دیکھا تھا جب وہ عبادت کرتے کرتے اچانک نکل آیا تھا...... تم نے ایک دھماکے کی آواز سنی؟"۔

"ہاں اسی پر تو میں حیران تھا کیا تھا وہ دھماکہ؟"۔

"اس کے بارے میں تو میں بھی نہیں جانتا"۔

"وہاں جا کر تم نے کیا کیا؟"۔

"کچھ نہیں...... میں نے آہستہ سے جواب دیا...... نہ جانے کیوں میرا دل چاہا کہ میں روشام سے جھوٹ بولوں اور میں نے اس سے جھوٹ بول دیا...... پھر میں اپنے بستر پر آکر آنکھیں بند کر کے لیٹ گیا...... آج کی نیند بڑی عجیب تھی، پتہ نہیں کیوں صبح کی روشنی تک

ھے گرزالہ ہی خواب میں نظر آتی رہی تھی یا پھر اب میں اسے زمبل کہہ سکتا تھا...... زمبل...... زمبل اور اس تصور کو آنکھوں میں سجائے میں سو گیا تھا اور دن کی روشنی
مبل...... زمبل
ن اس وقت جاگا تھا جب روشام مجھے جھنجھوڑ جھنجھوڑ کر اٹھا رہا تھا"۔

"کیا بات ہے روشام...... کیا زیادہ صبح ہو گئی"۔

"جلدی اٹھ باہر کی آواز سن...... کیا کہا جا رہا ہے...... میں نے اس آواز پر غور کیا......
وگ زور زور سے کہتے گزر رہے تھے"۔

"ایک ایک فرد خیمے سے باہر نکل آئے...... ایک ایک شخص باہر نکل آئے اور بڑے
یلوں کے درمیان جمع ہو جائے...... جلدی کرو دیر نہ کرو...... یہ سردار حمور کا حکم ہے...... یہ
ی مورن کا حکم ہے...... ایک ایک شخص باہر نکل آئے...... خبردار کوئی اپنے خیمے میں نہ
رہے...... پھر میں نے برا سا منہ بنا کر روشام کو دیکھا اور کہا"۔

"میرا دل چاہتا ہے کہ میں آرام کروں...... گہری اور پرسکون نیند کا آرام"۔

نہیں...... یہ آرام کا وقت نہیں...... تو میرے ساتھ چل...... روشام کو ساتھ لے کر میں چل پڑا...... اور پھر۔

ہم نے دور ہی سے اس میدان کو دیکھ لیا...... اس رات اس میدان میں اتنا بڑا مجمع تھا کہ اس سے پہلے میں نے کبھی اتنے لوگوں کو یکجا نہیں دیکھا تھا...... یہ آتشونی قبیلے کے تمام افراد تھے...... مرد...... عورتیں...... بچے...... بوڑھے...... آج کوئی بھی خیمے میں نہ رکا تھا، وہ لوگ اپنی عورتوں کو بھی باہر نکال لائے تھے اور ان کے درمیان ہیروشیا بھی تھی جو دوسری عورتوں کے ساتھ کھڑی ہوئی تھی...... انہوں نے ایک قطار بنالی تھی اور یہ قطار پیچ در پیچ ایک دوسرے سے منسلک چلی آ رہی تھی...... درمیان میں حمور چند دوسرے افراد کے ساتھ کھڑا ہوا تھا...... روشام نے خوفزدہ لہجے میں کہا"۔

"اور جہاں تک میرا اندازہ ہے رات کی کہانی رنگ لائی ہے...... ضرور کوئی ایسی ہی بات ہے میرا دل کہتا ہے" میں نے کوئی جواب نہیں دیا...... رات کی کہانی کیا رنگ لائی ہے نا مجھے اس کی پرواہ تھی اور نہ ہی میں رات کی کہانی کے بارے میں سوچ رہا تھا...... ہم بھی ایک قطار میں کھڑے ہو گئے...... میں اور روشام دونوں نے یہ بات محسوس کر لی تھی کہ کسی نے ہماری جانب کوئی توجہ نہیں دی ہے...... بہر حال ایک عجیب سی سنسنی پھیلی ہوئی تھی...... دوسروں

کے چہرے بھی متجسس تھے...... یوں لگتا تھا جیسے بات کسی کی سمجھ میں نہیں آئی ہو۔ اگر ہیروشیا کے چہرے کی جانب دیکھا جاتا تو صاف ظاہر ہوتا تھا کہ وہ خوفزدہ ہے...... اپنی آنکھیں بند کر لیتی تھی...... خیر یہ اس کی اپنی سوچ تھی لیکن مجھے اس بات کا یقین تو ہیروشیا بذات خود میرے بارے میں کسی سے کچھ نہیں کہے گی...... اسے کہنا بھی نہیں چاہئے تھا، کیونکہ اگر کوئی ایسی بات ہوتی تو میرا تو خیر کچھ نہ بگڑتا...... ہیروشیا کا کیا ہوتا...... یہ بات ناصرف میں بلکہ سب ہی اچھی طرح سوچ بھی سکتے تھے اور سمجھ بھی سکتے تھے...... پھر روشام کا اندازہ بالکل درست نکلا...... اچانک ہی ایک عجیب و غریب منظر دیکھنے میں آیا...... یہ مورن تھا جو اپنی رہائش گاہ سے دوڑتا چلا آرہا تھا، اس کے گلے میں گھنٹیاں پڑی ہوئی تھیں اور وہ تیزی سے ادھر دوڑ رہا تھا...... اس کی زبان کتے کی طرح باہر نکلی ہوئی تھی...... اتنی لمبی زبان اس سے پہلے کسی انسان کی کم ہی دیکھی گئی ہوگی...... وہ عجیب سی شکل بنائے ہوئے اور دوڑا چلا آرہا تھا...... تمام نگاہیں اس کی جانب اٹھ گئیں اور ایک عجیب سی سنسنی خیز جھنجھناہٹ فضاؤں میں ابھر آئی...... وہ دوڑتا ہوا ایک قطار کے سامنے پہنچا اور پھر اس طرح انسانوں کو سونگھنے لگا جیسا کہ کتے سونگھا کرتے ہیں، اس کی ناک تیزی سے چل رہی تھی اور سونگھتا چلا آرہا تھا...... قطار کے ساتھ ساتھ وہ تیزی سے دوڑتا رہا...... باقی تمام لوگ خوفزدہ نگاہوں سے اسے دیکھ رہے تھے...... اس کی حرکت ایسی ہی تھی...... قطاروں کے درمیان کتوں کی طرح دوڑتا ہوا...... سونگھتا ہوا آگے بڑھتا رہا اور پھر وہ میرے قریب پہنچ گیا اور اس نے مجھے سونگھا...... سونگھنے کے بعد اچانک ہی وہ اپنے دونوں پیروں پر اُچھلنے لگا...... خوب اُونچا اُونچا اُچھلا اور اس کے بعد وہاں سے آگے بڑھ آیا...... پھر اس نے سیدھا ہو کر سرد لہجے میں کہا"۔

"اسے آگے لے آؤ" چند محافظ آگے بڑھے اور انہوں نے اس کے اشارے پر مجھے پکڑ لیا...... میں نے کوئی تعرض نہیں کیا تھا...... لیکن روشام نے آنکھیں بند کر لی تھیں...... دو افراد مجھے بازوؤں سے پکڑ کر آگے لے آئے...... اب کم از کم میں اپنے دوست روشام کا اتنا احترام تو ضرور کرتا تھا کہ جو وعدے میں نے اس سے کر لئے تھے ان کی تکمیل کروں...... حالانکہ یہ دو افراد جو مجھے پکڑے ہوئے تھے میرے لئے اس قدر بے حقیقت تھے کہ میں چاہتا تو انہیں اپنے انہی بازوؤں کے بل پر ایک دوسرے سے ٹکرا کر پاش پاش کر سکتا تھا اور انہیں

بھی زندگی کا لطف آجاتا...... وہ بھی سوچتے کہ کسی کو اس طرح پکڑ کر یہ فیصلہ کر لینا کہ اس پر قابو پالیا گیا ہے...... کیسا احمقانہ عمل ہے...... لیکن میں خاموش رہا تھا بالکل خاموش...... جبکہ تمام افراد مجھے حیران نگاہوں سے دیکھ رہے تھے، البتہ میں نے محسوس کیا تھا کہ ان کی آنکھوں میں نفرت کے نقوش نہیں ہیں...... اس کے اشارے پر وہ لوگ مجھے اس میدان کے درمیان لے آئے...... ہیروشیا اور روشام...... بس یہ دو افراد تھے جن کی حالت کچھ خراب نظر آرہی تھی...... میں یہ سوچ رہا تھا کہ یہ عمل کس لئے ہو سکتا ہے...... صرف ایک ہی بات سمجھ میں آتی تھی کہ رات کو مجھے دیکھ لیا گیا ہے اور اب وہ زیادہ سے زیادہ یہی پوچھے گا کہ کیا میں رات کو وہاں موجود تھا...... میں نے فیصلہ کیا کہ میں انکار نہیں کروں گا...... یہ بھی فیصلہ کیا میں نے کہ میں ہیروشیا کا نام کبھی نہیں لوں گا...... وعدہ تو وعدہ ہوتا ہے...... بہرحال وہ مجھے درمیان میں لے آیا...... خمور بھی آہستہ آہستہ چلتا ہوا ہمارے پاس پہنچ گیا، تب سی ورن نے کہا"۔

"لڑکے...... کیا رات کو تو میری قیام گاہ کی طرف گیا تھا؟"۔

"ہاں...... میں نے بڑے سکون سے جواب دیا اور وہ اچھل پڑا"۔

"کیا کہتا ہے...... کیا کہتا ہے...... تو ادھر گیا تھا؟"۔

"ہاں"۔

"کیوں گیا تھا؟"۔

"کوئی وجہ نہیں تھی...... بس نیند نہیں آرہی تھی مجھے...... ٹہلتا ہوا اس طرف جا نکلا تھا"۔

"کیا تجھے اس بات کا علم تھا کہ میری قیام گاہ کی طرف کوئی نہیں جاتا"۔

"ہاں...... علم تھا مجھے"۔

"تو پھر تو ادھر کیوں گیا؟"۔

"میں نے کہا نا بس میرے پاؤں اس طرف اٹھ گئے اور میں ادھر چلا گیا" میں نے جواب دیا۔

"کیا تو نے کرزالہ کو چھو کر دیکھا تھا؟"۔

"کون کرزالہ" یہاں میں نے چالاکی سے کام لیا۔

"وہ جو تالاب میں کھڑی تھی"۔

"آہ...... وہ پتھر کا مجسمہ...... بے حد خوبصورت ہے وہ...... ہاں میں نے اسے دیکھا تھا لیکن کیا پتھر کے کسی مجسمے کو چھو کر دیکھنا کوئی بری بات ہے؟" میں نے سوال کیا۔

"بے وقوف شخص کیا تو یہ بات نہیں جانتا کہ وہ پتھر کا مجسمہ نہیں بلکہ سی مورن کا شاہکار ہے...... وہ سی مورن کی حرم ہے"۔

"حرم کیا چیز ہوتی ہے؟" میں نے کہا۔

"سی مورن کی عورت"۔

"پتھر کی عورت...... کیا یہ بوڑھا بڑھا پاگل ہے؟" میں نے بے خوفی سے کہا اور ایک پھر جھنجھناہٹ کی لہریں چاروں طرف اُٹھنے لگیں...... میری آنکھوں میں اب شرار نمودار ہوتی جا رہی تھی اور میری فطرت کا وہ پہلو ابھرتا آ رہا تھا جس میں خوف نام کی کوئی نہیں تھی...... سی مورن نے چاروں طرف دیکھا پھر حمور سے کہا"۔

"کس نے اسے یہاں آباد کیا...... اور کیا اسے یہ نہیں بتایا گیا کہ سی مورن کا مقا ہے"۔

"بڈھے جانور...... کسی ایک آدمی کا مقام کیا ہو سکتا ہے...... جیسے یہ سب ہیں ویسا بھی ہے...... تو بکواس کیا کرنا چاہتا ہے؟" میں نے دیوانوں کے سے انداز میں کہا جھنجھناہٹیں اب بڑھتی ہی جا رہی تھیں...... سی مورن نے غصے سے بل کھاتے ہوئے کہا

"حمور...... تو نے دیکھا...... تو نے دیکھا اور کیا اس کے بعد...... اس کے بعد کچھ ا جاتا ہے...... جو کہا جائے...... یہ سمندر کے راستے آئے تھے...... دو تھے نا...... کیوں رکھا انہیں اپنے درمیان...... جواب دے مجھ سے پوچھے بغیر"۔

"سی مورن...... یہ مجھے برے نہیں لگے تھے...... لیکن یہ جو کچھ کہہ رہا ہے وہ مجھے نہیں لگ رہا"۔

"بس؟" سی مورن نے سوال کیا"۔

"نہیں...... یہ تو میں نے اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے آگے کے حقوق تو تجھے م ہیں"۔

"ہاں" اے لڑکے اسے چھونے کا مطلب موت تھا...... تجھے یہ نہیں بتایا گیا......

اس کا افسوس ہے، لیکن قانون نہیں بدلتے...... قانون بالکل نہیں بدلتے...... وہ تیرا ساتھی بھی آگے لاؤ...... دونوں کو آج کی رات قید کرو بلکہ نمٹانے والے کام جلد نمٹا لینے چاہئیں...... بالکل جلد...... ایسا کرو آج سورج کی چمک زیادہ رہے گی...... ریت بہت جلد گرم ہو جائے گی...... اس کے ساتھی کو اونٹوں سے باندھ کر اونٹوں کو آزاد چھوڑ دو...... جہاں تک وہ جائیں انہیں جانے دو...... کیا سمجھے...... جانے دو انہیں...... جانے دو...... جانے دو اور اس کے لئے جو فیصلہ ہو گا وہ کل ہو گا...... واہ...... تم لوگوں کے لئے ایک اچھی تفریح...... کیسا رہے گا یہ سب کچھ...... کیسا رہے گا"۔

لوگ شور مچانے لگے...... اب یہ مجھے پتہ نہیں تھا کہ یہ صحیح معنوں میں خوشی کا اظہار کر رہے تھے یا پھر یہ ان کی عادت تھی...... ویسے کچھ بھی تھا...... تھوڑی سی وحشت خیزی تو ان میں ہونی ہی چاہئے تھی، چونکہ ڈاکو اور لٹیرے تھے لیکن روشام...... روشام کے لئے میں کیا کروں مجھے اور بھی بہت سے افراد نے پکڑ لیا...... میرے ہاتھوں میں اور پیروں میں لوہے کی زنجیریں باندھ دی گئیں...... اس کی مجھے امید نہیں تھی کہ وہ لوگ اس طرح مجھے بے قابو کر دیں گے...... بہرحال ساری باتیں اپنی جگہ لیکن روشام کے ساتھ جو کچھ ہو رہا ہے وہ غلط ہے...... میری وجہ سے وہ بے چارہ...... میری وجہ سے وہ مارا گیا...... بہرحال پھر مجھے خیموں کی چوبوں سے باندھ دیا گیا...... یہ زنجیریں بہت مضبوط تھیں...... دو میرے پیروں میں پڑی ہوئی تھیں دو ہاتھوں میں...... ایک گردن میں اور انہیں اتنی مضبوطی سے باندھا گیا تھا کہ میں نہ تو انہیں توڑ سکتا تھا نہ انہیں نکال سکتا تھا...... گویا اب میں بے بس تھا...... ایسا بھی ہونا چاہئے...... ہر چیز ایک تجربے کی حامل ہوتی ہے...... یہ تجربہ کسی کے بتانے سے نہیں آتا جب تک کہ شاید انسان خود اس کا شکار نہ ہوتا ہو اور میں اس تجربے کا شکار ہوا تھا...... اس نے مجھے یہ احساس دلایا تھا کہ ہر چیز ہر وقت اپنے بس میں نہیں ہوتی بلکہ انسان کو ہمیشہ گنجائش رکھنی چاہئے...... روشام کی بہت سی باتیں بالکل درست تھیں اور میں ان پر غور کرتا رہا تھا...... دوپہر کو جو بھیانک کھیل کھیلا گیا وہ واقعی میرے لئے بڑا انوکھا بھی تھا اور روشام کا چہرہ دھواں دھواں ہو رہا تھا...... وہ بدبخت درحقیقت وحشی صفت تھے، اب میں یہ بات کہہ بھی سکتا تھا اور سمجھ بھی سکتا تھا...... چار اونٹوں کو لایا گیا ان کے جسموں سے رسیاں باندھی گئیں اور یہ رسیاں روشام کی بغل...... گردن اور چہرے سے منسلک کر دی گئیں...... دوپہر کا سورج

گرم ریت کو جہنم زار بنائے ہوئے تھا، اس پر پڑنے والا ہر قدم آگ پر پڑنے والے قدم کی طرح تھا...... ایسی صورت میں روشام کو اگر ریت کے اس صحرا میں اونٹوں کے ذریعے گھسیٹا جائے تو اس کی پگھلی ہوئی چربی چند ہی لمحوں میں لکیریں بناتی ہوئی اس کا خاتمہ کر دے گی اور یہی ہو بھی گیا...... لوگوں نے دلچسپی اور مسرت سے نعرے لگاتے ہوئے اونٹوں کو کوڑے مارے اور اونٹ دوڑنے لگے...... روشام کا چہرہ اور جسم اذیت کا شکار تھے اور اس کے حلق سے نکلنے والی چیخیں لمبی لکیروں کے ساتھ نظر کی حد سے گزر گئیں...... میں خاموشی سے پتھرائی ہوئی نگاہوں سے یہ منظر دیکھتا رہا...... گویا میری زندگی سے اب روشام کی کہانی ختم ہو گئی تھی...... میں نہیں جانتا تھا کہ میرے دل میں غم اور خوشی کا تاثر کیا حیثیت رکھتا تھا...... میں روشام کے لئے غمزدہ تھا یا پھر میرے لئے یہ معمولی سی بات تھی...... ایسی کوئی بات میرے ذہن کی گہرائیوں میں گردش نہیں کر رہی تھی...... بس ایک عجیب سا گم سم سا احساس دل میں تھا نا تو میں نے ہیروشیا کے بارے میں سوچا تھا کہ میں یہ بتاؤں کہ میں نے یہ سب کچھ ہیروشیا کے لئے کیا ہے...... نا وہ لڑکی میرے ذہن میں تھی جس نے اپنا نام زمبل بتایا تھا...... بس خاموش تھا میں...... کھویا کھویا سا اور زیادہ سے زیادہ یہ سوچ میرے ذہن میں تھی کہ بوڑھا درحقیقت پراسرار قوتوں کا مالک ہے...... اس نے صرف میرے چھونے سے یہ اندازہ لگا لیا تھا کہ میں ہی ہوں وہ جس نے زمبل کو چھوا ہے...... لیکن زمبل...... آہ...... وہ تو ایسی تھی کہ اسے یاد رکھا جائے...... میرے لئے ان لوگوں نے کیا طے کیا...... یہ بات میری سمجھ میں نہیں آ سکی تھی...... یہاں کوئی بھی ایسا نہیں تھا جو کم از کم مجھ سے اس کیفیت کا اظہار کرتا کہ اسے مجھ سے کوئی ہمدردی ہے...... میں چاہتا بھی نہیں تھا ایسی ہمدردی...... بس یوں ہی وقت گزرتا رہا تھا...... رات کو کسی وقت سو بھی گیا تھا...... میں نے ان زنجیروں سے اپنے آپ کو آزاد کرنے کی کوشش بھی نہیں کی تھی...... بس رہ...... رہ کر روشام ذہن میں ابھر آتا تھا...... پھر سورج کی پہلی کرن نمودار ہوئی تو جیسے پورا قبیلہ جاگ گیا...... دلچسپیوں کے رسیا ہوشیار ہو گئے تھے کہ کل کی طرح آج بھی ایک کھیل ان کے سامنے آنے والا ہے...... اگر ان لوگوں نے مجھے اونٹوں سے باندھ کر ریت پر گھسیٹا اور روشام کی طرح ماحول سے گم کر دیا تو مجھے کیا کرنا چاہئے...... کیا روشام نے کچھ کیا ہو گا...... پتہ نہیں بیچارہ کس طرح موت کا شکار ہوا...... موت کو اس نے کیسے گلے لگایا...... یہ بات سمجھ میں نہیں آ رہی تھی...... یہاں تک کہ

سورج تھوڑا سا اوپر چڑھا تو میں نے اس کھلی جگہ سے سی مورن کو دیکھا جو بڑی شان و شوکت کے ساتھ اِدھر آ رہا تھا...... تنہا تھا لیکن بہت سے لوگ اس کے استقبال کے لئے تیار تھے...... یہاں تک کہ میں نے حمور کو بھی دیکھا اور اس کے ساتھ ہیروشیا کو بھی جو حمور کے ہمراہ قدم بہ قدم آگے بڑھتی چلی آ رہی تھی...... غالباً میری تقدیر کا فیصلہ سننے کے لئے...... یہ جاننے کے لئے کہ سی مورن میرے ساتھ کیا سلوک کرتا ہے...... سی مورن اور حمور کی ملاقات ہوئی اور سی مورن نے شاید حمور کو یہ بتایا کہ اسے کیا کرنا ہے، چنانچہ حمورا نے بہت سے لوگوں کو احکامات دیئے اور احکامات سننے والے میری جانب چل پڑے...... گویا وہ وقت آ گیا تھا جب میرے ساتھ بھی کوئی اچھا سلوک کیا جائے۔



میری منتظر نگاہیں آنے والوں کا جائزہ لے رہی تھیں...... روشام کی جدائی کے بعد ایک بار پھر میرے ذہن پر انہی پرانی یادوں کا غلبہ ہو رہا تھا، جس جگہ میں نے پرورش پائی تھی...... مطلب یہ کہ زندگی کے وہ وحشت ناک سال گزارے تھے جن میں اپنے آپ کو ایک انسان سے زیادہ درندے کے روپ میں پایا تھا وہاں جو کیفیت میرے ذہن کی تھی وہ کچھ عرصے کے لئے روشام کی قربت نے دُور کر دی تھی...... اس بے وقوف شخص نے مجھے نیکیوں کا سبق سکھایا تھا اور خود میری نیکیوں کا شکار ہو گیا تھا...... احمق کہیں کا...... اگر مجھے میری اصلیت میں رہنے دیتا تو اسے دو فائدے ہوتے...... پہلا فائدہ تو اسے اسی وقت حاصل ہو جاتا جب وہ جزیرے پر یعنی اس چٹان نما جزیرے پر میرے پاس آیا تھا...... میں اسے وہیں چیر پھاڑ کر برابر کر دیتا جیسے میں نے چار افراد کو موت کی نیند سلایا اور اگر وہ وہاں سے بچ بھی گیا تھا تو اس کے بعد وہ مجھے نیکیوں کا درس نہ دیتا تو یہاں تباہی پھیلانے کے بعد میں اور وہ آسانی نکل سکتے تھے...... ہوتا ہے...... ایسا بھی ہوتا ہے، انسان کے اپنے منتخب کردہ راستے کبھی کبھی اس کے لئے عذاب بن جاتے ہیں اور روشام کے ساتھ بھی یہی ہوا تھا...... بہر حال میری جانب آنے والوں نے پہلے میرے پیروں کو زنجیروں سے آزاد کیا پھر دونوں ہاتھ کھول دیئے اور اس کے بعد وہ لوگ مجھے میری گردن میں پڑی ہوئی زنجیر کے ساتھ لے کر حمور اور سی مورن کے پاس آ گئے...... منحوس بوڑھا...... مکروہ شکل لئے کھڑا ہوا تھا...... اس کی آنکھوں میں قہر و غضب کی بجلیاں تھیں پھر اس نے کہا۔

"کرزالہ ہماری مقدس دیوی ہمارے درمیان برکتیں لانے والی ہر احساس سے آزاد ہوتی ہے اور اسے چھونے والا صرف سی مورن ہے جسے وہ اپنی کیفیات سے آگاہ کرتی ہے اور اسے بتاتی ہے کہ نیکیوں اور برکتوں کے حصول کے لئے آئندہ کیا کرنا ہو گا اور اگر ناپاک ہاتھ اسے چھو لیں تو پھر اس ناپاک شخص کو دنیا کا بوجھ تصور کیا جاتا ہے اور دنیا سے بوجھ ختم ہونا

ختم ہونا چاہئے...... ختم ہونا چاہئے...... اس کا ساتھی زندگی کھو چکا اور اب اسے چاہئے...... موت کے سفر پر روانہ ہو جانا چاہئے...... اس نے ایک ہاتھ بلند کیا اور کہیں دور سے مجھے کتوں کے بھونکنے کی آوازیں سنائی دیں...... وہ تقریباً آٹھ کتے تھے...... بہت بڑے بڑے قد و قامت کے مالک...... کانوں تک پھٹے ہوئے جبڑے...... باہر لٹکی ہوئی زبانیں...... خونخوار چہرے...... کئی کئی آدمی ایک ایک کتے کو پکڑے ہوئے لا رہے تھے...... تب حمور کے اشارے پر میرے گردن کی زنجیر کھول دی گئی...... دور کھڑی ہیروشیا دکھ بھری نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی...... ایک بار اس سے آنکھیں ملیں تو اس نے غم زدہ انداز میں گردن جھکا لی...... وہ اپنے دُکھ کا اظہار کر رہی تھی، لیکن مد مقابل کے بارے میں وہ نہیں جانتی تھی کہ وہ کیسی شخصیت کا مالک ہے...... اب بھلا اس بات کی کیا گنجائش رہ گئی تھی کہ میں ہیروشیا کے بارے میں کچھ کہوں پھر حمور نے کہا"۔

"بد بخت...... بد نصیب تجھے میں نے اپنے قبیلے میں ایک مقام دے دیا تھا...... بہتر تھا کہ قبیلے کے رسم و رواج یہاں کے ماحول کا اندازہ کر کے زندگی گزارتا لیکن اسے تیری بد نصیبی کے سوا اور کیا کہا جا سکتا ہے کہ تو نے ایسا نہ کیا اور اپنے لئے موت پسند کر لی...... مجھے افسوس ہے کہ اب میں تیرے لئے کچھ نہیں کر سکتا...... تیری گردن کی زنجیر کھول دی گئی ہے، تجھے آزاد کر دیا گیا ہے...... جا یہاں سے بھاگ جا...... کیونکہ کچھ لمحوں کے بعد ان کتوں کی زنجیریں کھول دی جائیں گی اور یہ تیرے پیچھے لپکیں گے، اگر تو ان سے بچ کر نکل سکتا ہے تو نکل جا...... تجھے آزادی ہو گی اور تو اگر ایسا نہ کر پایا تو پھر تیری نچی ہوئی لاش صحرا سے واپس منگوائی جائے گی اور اسے نشان عبرت کے طور پر نخلستان میں دفن کر دیا جائے گا تاکہ کسی اور کو یہ جرأت نہ ہو کہ مقدس دیوی کو چھونے کی کوشش کرے...... جا اتنا فاصلہ طے کر لے کہ تجھے اپنی موت کے تعین کا موقع مل جائے اور تو اس دوران اس بات پر افسوس کر سکے کہ تو نے ایک غلط قدم اٹھایا...... بھاگ کیونکہ کچھ لمحوں کے بعد یہ کتے کھول دیئے جائیں گے...... آٹھ گھوڑے سوار...... گھوڑوں پر تیار تھے کہ ان کتوں کی کارکردگی کا جائزہ لیں...... میں نکل جاؤں تو یہ واپس ان کتوں کو لے آئیں، جبکہ یہ بات ان کے نزدیک ایک مذاق سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتی تھی...... یہ خونخوار کتے بھلا کتنے لمحے کسی کو دور بھاگنے دیں گے...... میں نے دوڑنا شروع کر دیا...... ریت کے صحرا میں، میں بھاگنے لگا اور جب میں نے دوڑنا

شروع کیا تو میری ذہنی قوتیں سوتی چلی گئیں...... مجھے وہ سرزمین یاد آئی جس میں میرے لئے کھڑے ہونے کی گنجائش نہیں تھی، اس وسیع و عریض جگہ میں جانوروں کی طرح ہاتھوں اور پیروں کے بل دوڑتا تھا اور مجھے اس کی خوب مشق ہو گئی تھی، پھر اچانک کتوں کا خوفناک شور فضا میں بلند ہوا اور کتوں نے میری جانب چھلانگیں لگا دیں...... گھوڑے سواروں نے آہستہ آہستہ اپنے گھوڑوں کو آگے بڑھایا...... میں دوڑتا رہا تھا اور خونخوار کتے لمبی لمبی چھلانگیں بھرتے ہوئے میری جانب آ رہے تھے...... ریت کے ٹیلوں پر دوڑنے کی رفتار زیادہ تیز نہیں تھی...... دفعتاً ہی میرے ذہن میں مکمل وحشت آ گئی اور میں نے دونوں ہاتھ بھی زمین پر ٹکا دیئے اور اس کے بعد میں نے دوڑنا شروع کر دیا...... کتے جو تقریباً دس گز کے فاصلے پر رہ گئے تھے، اچانک میرے اور ان کے درمیان فاصلہ زیادہ ہونے لگا...... اب میں ایک چیتے کی طرح دوڑ رہا تھا...... میری مشق کم نہیں ہوئی تھی...... میں چیتے کی طرح لمبی لمبی چھلانگیں لگاتا ہوا کتوں سے بہت دُور نکل آیا...... وہ بھی جان توڑ کر دوڑ رہے تھے اور ان کی وحشت میں بھی اضافہ ہوتا جا رہا تھا...... خاص طور سے کسی ایسی انوکھی شے کو دیکھ کر جو ان کی سمجھ میں نہ آئی ہو اور میرے اور کتوں کے علاوہ جو لوگ ہمارے پیچھے گھوڑے دوڑا رہے تھے ان کی کیفیت بھی دیکھنے کے قابل تھی کیونکہ خونخوار کتے اب اپنی پوری وحشت خیزی کے ساتھ دوڑ کر میرے قریب پہنچنا چاہتے تھے اور گھوڑے ان کا مقابلہ نہیں کر پا رہے تھے لیکن کتے مجھے نہیں چھو پا رہے تھے...... ایک عجیب کشمکش تھی...... قبیلہ تو نجانے کتنی دور رہ گیا تھا...... صحرا کی ریت پر دنیا کا سب سے انوکھا ڈرامہ چل رہا تھا...... انسانوں کی ایک عجیب قسم ان لوگوں کے علم میں آئی ہو گی، کبھی کبھی کوئی کسی کا نقصان کرتا ہے لیکن یہ نقصان ہی اس کے لئے فائدہ مند ہو جاتا ہے...... دفعتاً ہی میرے ذہن میں یہ خیال بھی آیا کہ یہ کتے بھلا میرے سامنے کیا حیثیت رکھتے ہیں...... میں تو اس سے پہلے چیتے تک کو ادھیڑ کر رکھ چکا تھا...... اچانک ہی میں رک گیا اور میں نے خوفناک نگاہوں سے ان کتوں کو دیکھا جو میری جانب چلے آ رہے تھے، ان کی آنکھیں سرخ انگارہ ہو رہی تھیں...... جبڑے پھولے ہوئے تھے جیسے وہ مجھے لمحوں میں چیر پھاڑ دینا چاہتے ہوں، چونکہ میں اچانک رک گیا تھا اور ان کی رفتار بھی طوفان سے کم نہیں تھی، چنانچہ وہ چھلانگیں مارتے ہوئے میرے اوپر سے آ کر نکل گئے اور آگے جا کر انہوں نے اپنے آپ کو سنبھالا...... لیکن بجائے اس کے کہ وہ مجھ تک پہنچتے...... میں خود ان پر

جھپٹا تھا اور جانور تو جانور ہی ہوتا ہے...... میرے اس متوقع عمل سے وہ ایک لمحے کے لئے سہم گئے، لیکن اس دوران میں ان میں سے ایک کے سر پر پہنچ چکا تھا اور میں نے اس پر چھلانگ لگا دی تھی...... میں نے اسے اپنے بدن کے نیچے دبوچ لیا، اس کے دونوں ہاتھ پکڑے، کمر پہ گھٹنا رکھا اور اس کے بعد میں نے اسے توڑ پھوڑ کر رکھ دیا...... ریڑھ کی ہڈی...... بازو...... گردن...... دوسرے کتے یہ عمل دیکھ رہے تھے اور ایک لمحے کے لئے حیران ہو گئے تھے، لیکن پھر میں نے ان میں سے ایک اور کتے پر چھلانگ لگائی...... اس نے پلٹ کر بھاگنے کی کوشش کی تو اس کی دونوں ٹانگیں میرے ہاتھ میں آ گئیں اور میں نے اسے الٹا لٹکایا...... پھر اس کے گرم خون کا فوارہ میرے پورے چہرے کو بھگو گیا...... میں نے اسے درمیان سے دو ٹکڑے کر دیا تھا...... دوسرے کتوں نے یہ کیفیت دیکھی تو وہاں سے رفوچکر ہو جانے کا ہی فیصلہ کیا...... لیکن اگر میرے شکار بچ کر بھاگ گئے تو پھر مزا ہی کیا، اب تو مجھے لطف آنے لگا تھا...... ویسا ہی لطف جو میں نے اس جزیرے پر ایک چیتے کو ہلاک کرتے ہوئے کیا تھا اور ان دوڑتے ہوئے کتوں کو پکڑ لینا میرے لئے کوئی مشکل کام نہیں تھا، حالانکہ وہ زیادہ سے زیادہ فاصلہ اختیار کرتے جا رہے تھے، لیکن میری بے پناہ چھلانگیں اب ان میں سے ایک ایک کو تاک کر اس کا مقابلہ کر رہی تھیں، اس طرح میں نے چار کتے ہلاک کئے، لیکن باقی جان بچا کر بھاگ گئے، البتہ وہ گھوڑے سوار جو اپنے آپ کو نہ روک پائے تھے اور یہ حیرت ناک منظر دیکھنے کے لئے قریب سے قریب تر آتے رہے تھے میرے پاس پہنچ گئے...... میں نے زمین پر دونوں ہاتھ اور پاؤں دبائے اور اس کے بعد اچھل کر ایک گھوڑے سوار پر حملہ کیا اور اسے لئے ہوئے زمین پر آ گیا...... میرے دانت اس کی گردن میں پیوست ہو گئے...... اس نے اپنے آپ کو بچانے کی کوشش کی لیکن میں نے اس کے نرخرے کی نالی اپنے دانتوں سے اکھیڑ کر اس کے سینے پر لٹکا دی اور وہ وحشت سے ہاتھ پاؤں پھیلا کر خاموشی سے مر گیا...... میں نے فوراً ہی دوسرے گھوڑے کی ٹانگوں پر حملہ کیا اور گھوڑے کی ران کو اپنے دانتوں میں دبا لیا...... گھوڑے کی ہنہناہٹ بڑی خوفناک تھی...... سوار نیچے آ گیا تھا...... میں نے اسے پکڑا اور وہ دہشت زدہ لہجے میں بولا"۔

"نہیں...... نہیں...... نہیں"۔

لیکن اس کی نہیں...... نہیں اس وقت میرے لئے بے معنی تھی...... میرا تو دل یہ چاہ

رہا تھا کہ کوئی بھی جاندار میرے سامنے آئے تو میں اسے اپنے دانتوں سے ادھیڑ کر ہلاک کردوں...... اپنے بازوؤں کی قوت سے اس کے ہاتھ پاؤں توڑ دوں...... چار کٹے اور تین زندہ انسان جن کی لاشیں ریت پر پڑی ہوئی تھیں، باقی جس طرح چار کٹے بھاگ گئے تھے ایسے ہی بقیہ گھوڑے سوار بھی بھاگ گئے تھے ایک عجیب و غریب کہانی لے کر...... میرا منہ خون سے نمکین ہو رہا تھا...... کچے گوشت کی وہ طلب جسے روشام کی خوش نما باتوں نے ختم کر دیا تھا اس وقت دیوانگی کو پہنچ گئی تھی اور میں نے جانوروں کے بجائے پہلی بار ایک انسان کے گوشت کے لوتھڑے اپنے دانتوں سے ادھیڑے تھے اور وہیں بیٹھ کر شکم سیر ہو گیا تھا، ایسا لگتا تھا کہ جیسے برسوں کی بھوک مٹ گئی ہو، لیکن ایک تندرست توانا انسان کے سینے کا مکمل گوشت غائب ہو چکا تھا...... اس کے چوڑے بازوؤں کی جگہ اس کے بازوؤں کی ہڈیاں نظر آ رہی تھیں اور مجھ پر ایک نشے کی سی کیفیت طاری تھی...... دماغ بوجھل ہو رہا تھا...... میں کچھ لمحوں کے بعد اپنی جگہ سے اٹھا اور آہستہ قدموں سے آگے بڑھ گیا...... میں سرشاری کے عالم میں یہ سفر کر رہا تھا، کوئی اندازہ نہیں تھا کہ کدھر جا رہا ہوں، بس چل رہا تھا...... یوں رات مجھ پر سے گزر گئی اور میں چلتا رہا...... بدن میں بڑی قوت تھی...... شاید انسانی گوشت کو وجود میں اتار کر اس قوت میں اور اضافہ ہو گیا تھا...... پھر سورج کی روشنی میں مجھے ایک عمارت نظر آئی بس یوں لگتا تھا جیسے پتھر کے کسی پہاڑی ٹیلے کو تراش کر اس میں دروازہ بنا دیا گیا ہو...... باقی سب ویسے کا ویسا ہی تھا...... میں بے اختیار اس دروازے کی جانب چل پڑا اور میں نے یہ فاصلہ با آسانی طے کر لیا...... پھر کچھ دیر کے بعد میں اندر داخل ہوا تو میں نے وہاں ایک عجیب و غریب منظر دیکھا...... غار بہت وسیع و کشادہ تھا...... اس کے بیچوں بیچ پتھر کی ایک سل پر بے شمار پھل رکھے ہوئے تھے...... خوش نما اور بڑے بڑے پھل، ساتھ ہی شربت کا جگ اور اسے پینے والے برتن بھی رکھے ہوئے تھے...... ایک ناقابل یقین بات تھی...... یہ میرا تصور نہیں تھا بلکہ حقیقت تھی...... تصور میں تو ایسی کوئی چیز تھی ہی نہیں کیونکہ میں ہر طرح سے سیراب تھا...... پھر بھی انسانی فطرت کے تقاضے سے مجبور ہو کر وہاں پہنچ گیا اور پھلوں پر جھپٹا مارا...... رفتہ رفتہ میری وہ غیر انسانی فطرت سوتی جا رہی تھی اور روشام نے مجھے جس طرح میری اپنی اصلیت سے آگاہ کیا تھا وہ اصلیت نمایاں ہو گئی تھی، چنانچہ میں نے خوب پھل کھائے اور اس کے بعد شربت کے کئی جام پیے...... ایک بار پھر میری طبیعت میں سکون

سا پیدا ہو گیا تھا، لیکن اچانک ہی مجھے وہاں اس غار میں اپنے سوا کسی اور کی موجودگی کا احساس ہوا تو میں چونک کر پلٹا اور جو کچھ میں نے دیکھا اسے دیکھ کر میں ششدر رہ گیا...... آہ یہ وہم نہیں تھا بلکہ ایک حقیقت تھی...... ایک مکمل حقیقت...... وہ...... وہ میری مطلوب نظر تھی...... میں اسے بھول نہیں سکا تھا حالانکہ میرا ذہن اس طرف مائل نہیں تھا، لیکن پھر بھی سی مورن کی کرزالہ میرے ذہن سے نہیں نکل سکی تھی اور اس وقت وہی میرے سامنے اپنے اسی حسین لباس میں کھڑی ہوئی مسکرا رہی تھی...... اسے یہاں دیکھ کر میں ششدر رہ گیا تو اس نے کہا۔

"کرزالہ نہیں...... میرا نام زمبل ہے"۔

"ہاں تم نے مجھے بتایا تھا...... مگر تم یہاں؟"۔

"ہاں...... میں نے مقدس اصولوں کی خلاف ورزی کی ہے لیکن انسانی فطرت کے لئے تین خلاف ورزیوں کی اجازت دی گئی ہے...... چوتھی نہیں برداشت کی جا سکتی"۔

"میں سمجھا نہیں؟"۔

"ابھی نہیں سمجھاؤں گی...... میں تمہارے لئے اس مقدس عہد سے منکر ہوئی ہوں...... جانتے ہو کیوں؟"۔

"نہیں جانتا؟"۔

"اس لئے کہ میں تمہیں پسند کرنے لگی ہوں...... شاید تم سے محبت کرنے لگی ہوں"۔

میں خاموشی سے اسے دیکھنے لگا پھر میں نے کہا۔

"لیکن سی مورن...... جواب میں وہ ہنس پڑی اور اس نے کہا"۔

"بوڑھے جادوگر کا جادو بہت پیچھے کی چیز ہے، اس بے وقوف کو نہیں معلوم کہ اس کا مقابلہ کس سے ہے...... دیکھنا چاہتے ہو اس قبیلے کی تباہی"۔

میں نے غور کیا اور پھر میرے ذہن میں روشام آ گیا...... میرے ساتھ تو خیر وہ کیا ہی کر سکتے تھے بلکہ جب گھوڑے سوار واپس گئے ہوں گے تو انہوں نے وہ عجیب و غریب کہانی قبیلے والوں کو سنائی ہو گی، لیکن روشام کی موت میرے لئے بڑے دکھ کا باعث تھی"، میں نے دانت پیستے ہوئے کہا۔

کیا وہ قبیلہ تباہ کیا جا سکتا ہے؟ شکم سیر ہو گئے، ہاں...... تو پھر آؤ میرے ساتھ، میں

خاموشی سے اس کے پیچھے چل پڑا وہ غار کے دوسرے سرے سے باہر آئی تو میں نے ایک عجیب و غریب منظر دیکھا...... میں ان انسانوں کی تعداد نہیں بتا سکتا لیکن ان کے جسموں پر سفید لبادے تھے اور ان کے چہرے ان لبادوں میں ڈھکے ہوئے تھے...... ان کے گھوڑے تیار کھڑے ہوئے تھے اور ساتھ دو گھوڑے اور بھی کرزالہ یا زمبل مجھے اس کے پاس لے گئی اور اس نے کہا۔

"تمہارا چہرہ کھلا ہوگا جبکہ میں اپنا چہرہ ڈھکے ہوں گی"۔

"لیکن ہمیں کرنا کیا ہے؟"۔

"اس قبیلے کو برباد جو وہاں خیمہ زن ہوا اور جس نے اپنی تباہی تمہارے ہاتھوں تحریر کر دی ہے"۔

"میں تباہی اور بربادی چاہتا ہوں...... میں نے کہا اور گھوڑے پر سوار ہو گیا...... تب کرزالہ یا زمبل نے اپنا چہرہ انہی لوگوں کی مانند ڈھک لیا، اس نے اپنا نیزا بلند کیا اور ایک نیزا میرے ہاتھ میں دے دیا...... تب ہم چل پڑے اور ہمارے پیچھے گھوڑوں پر سوار وہ لشکر عظیم جس کے بارے میں مجھے کچھ نہیں معلوم تھا، لیکن جو ہماری قیادت میں برق رفتاری سے آرہا تھا اور اس کے انداز سے ایسی خون خواری ٹپک رہی تھی جیسے وہ اپنے راستے میں آنے والی ہر چیز کو فنا کر دینا چاہتا ہو...... زمبل نے کہا"۔

"سی مورن مجھے لے گیا تھا، اس کا نائب اعظم حمور اپنی گندی حرکتوں سے انسانوں پر زندگی تنگ کئے ہوئے تھا، لیکن زندگی تنگ کرنے کا حق صرف ایک ہستی کو پہنچتا ہے اور اگر اس ہستی کو تسلیم نہ کیا جائے تو پھر اس کی اجازت نہیں دی جاسکتی"۔

"کون ہستی ہے وہ؟"۔

"تمہیں اس کے بارے میں بتادیا جائے گا، ابھی تھوڑا انتظار کرو...... یہ فاصلے طے ہوتے رہے اور پھر دور سے ہمیں خیموں کا شہر آباد نظر آیا اور میں نے اسے ایک لمحے میں پہچان لیا...... یہ وہی قبیلہ تھا جہاں روشام کو اونٹوں سے باندھ کر ریت پر گھسیٹا گیا تھا اور اس کی چربی پگھل کر بہہ گئی تھی...... قبیلے کے لوگ اپنے معمولات میں مصروف تھے لیکن جلد ہی انہیں اندازہ ہو گیا کہ کوئی لشکر ان پر حملہ آور ہو رہا ہے...... وہ بھی ڈاکو تھے...... ڈاکہ زنی کرتے تھے، چنانچہ حمور نے اپنے ساتھیوں کو تیار کر لیا...... کرزالہ بھی پیچھے ہو گئی تھی اور اس

نے مجھے صورت حال سے آگاہ کر کے آگے بھیج دیا تھا اور میں نے کہا"۔

"حمور میں واپس آگیا ہوں...... تجھ سے انتقام لینے کے لئے تو نے میرے ساتھی کو اونٹوں سے بندھوا کر ہلاک کیا لیکن مجھے تو ہلاک نہ کر سکا...... بلا اس بڈھے خبیث کو...... جو اپنے آپ کو بہت بڑا جادوگر سمجھتا ہے میں سب سے پہلے اس کو فنا کرنا چاہتا ہوں اور پھر میں نے انتظار کئے بغیر اپنے ساتھ کچھ لوگوں کو آنے کا اشارہ کیا اور سی مورن کی جانب چل پڑا...... بوڑھا عبادت گزار یا پھر بوڑھا شیطان اپنا کام کر رہا تھا، یعنی اپنی عبادت گاہ میں عبادت اور شاید ابھی وہ صورت حال سے ناواقف تھا لیکن بہر حال اس نے انسانی شور سنا اور اپنے خیمے سے باہر نکل آیا...... اس وقت زمبل کو شرارت سوجھی...... حالانکہ میں دیکھ چکا تھا کہ وہ چھوٹا سا تالاب جہاں زمبل کرزالہ کی صورت میں کھڑی رہا کرتی تھی، اس وقت کرزالہ سے خالی تھا...... پتہ نہیں سی مورن کو اس بارے میں معلوم تھا یا نہیں، لیکن زمبل بھاگ کر اس تالاب کے عین درمیان کھڑی ہو گئی تھی...... سی مورن باہر نکل آیا اور اس نے مجھے دیکھا بوڑھے کی تیز آنکھوں نے ایک لمحے کے اندر مجھے پہچان لیا...... البتہ میں نے اپنے ساتھیوں کو پیچھے چھوڑ دیا تھا، اس عالم میں دیکھ کر سی مورن کے اوپر کچھ لمحے کے لئے تو حیرت مسلط ہو گئی تھی، لیکن پھر اس کی اصل فطرت ابھر آئی۔

"ناپاک کتے اس بار تو تنہا نہیں بلکہ تیرا گھوڑا بھی تیرے ساتھ ہے...... پچھلی بار تو...... تو موت سے بچ گیا لیکن کیا سمجھتا ہے کہ اب تو بچ جائے گا...... جواب میں میرے حلق سے قہقہہ نکل گیا میں نے کہا۔

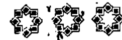
"افسوس...... افسوس...... افسوس سی مورن تیری کرزالہ کو پہلے میں نے چھوا تھا لیکن اب...... اب میں اسے اپنے ساتھ لئے جا رہا ہوں...... میں نے گھوڑا آگے بڑھایا اور اس چھوٹے سے تالاب کے پاس پہنچ گیا...... زمبل جو خود بھی شرارت کرنا چاہتی تھی...... تیار تھی...... میں نے ہاتھ بڑھایا اور اسے اٹھا کر میں نے اپنے گھوڑے پر بٹھالیا...... سی مورن پتھرا سا گیا تھا...... اس کی سمجھ مین نہیں آرہا تھا کہ اپنے غصے کو کس شکل میں ظاہر کرے...... تھوڑی دور جانے کے بعد میں رکا اور میں نے اپنا ہاتھ بلند کیا تو وہ گھوڑے سوار جو میرے ساتھ آئے تھے تیزی سے آگے بڑھے اور انہوں نے سی مورن پر حملہ کر دیا...... سی مورن ایک دم سنبھلا...... بوڑھے جادوگر نے دیر کر دی تھی، اچانک ہی وہ زمین سے اوپر اٹھنے لگا اور

اس کے پاؤں زمین سے تقریباً دو گز اوپر اٹھے تھے کہ ایک گھوڑے سوار نے تلوار کا بھرپور وا
اس کے پیروں پر رسید کیا اور اس کی دونوں ٹانگیں ہڈیوں سمیت کٹ کر نیچے آپڑیں...... ز
مورن جو فضا میں بلند ہو کر شاید غائب ہو جانا چاہتا تھا دھپ سے زمین پر آگرا اور اس کے بعد
مجھے یہ اندازہ نہیں ہو سکا کہ حملہ آوروں نے اس کے کتنے ٹکڑے کئے...... اشارہ میرا نہیں
زمبل کا تھا اور وہ بھلا میرے احکامات کی کیا پابندی کرتے...... ادھر قبیلے میں زور و شور سے
جنگ جاری تھی اور کرزالہ کا لشکر قبیلے پر ٹوٹا ہوا تھا...... میں نے ادھر کا رخ کیا...... زمبل
میرے گھوڑے سے اتر کر دوبارہ اپنے گھوڑے پر پہنچ گئی تھی، اس نے ہنستے ہوئے کہا تھا"۔

"میں ذرا یہی لطف لینا چاہتی تھی اور دیکھنا چاہتی تھی کہ بوڑھا جادوگر کس قدر جادوئی قوتیں رکھتا ہے اور کیا کیا کر سکتا ہے...... بہر حال مر گیا بے چارا بہت معمولی سے اقدامات کر کے...... اب میں زمبل سے دور ہو کر قبیلے میں پہنچ گیا تھا اور دیکھ رہا تھا کہ حمور کے آدمی دھڑا دھڑ قتل ہو رہے ہیں...... یہ وہ قاتل تھے جنہوں نے اس سے پہلے دوسرے لوگوں پر زندگی تنگ کر رکھی تھی لیکن اب...... اب وہ خود زندگی کھو رہے تھے اور دیکھتے ہی دیکھتے وہاں لاشوں کے انبار لگ گئے، البتہ وہاں ان مظلوم لڑکیوں کو آزادی دلا دی گئی تھی جو ان لوگوں کے قبضے میں تھیں اور اس کے بعد زمبل نے مجھ سے کہا"۔

"اپنے گھوڑوں پر سوار ہو کر واپسی کا سفر طے کرو"۔

"ذرا ٹھہرو" میں نے کہا اور اس کے بعد عورتوں کے خیموں کی جانب چل پڑا...... میں ہیروشیا کو تلاش کر رہا تھا...... ایک بڑی عجیب اور دلچسپ بات تھی وہ یہ کہ ایک ایک لاش کو اٹھا اٹھا کر دیکھنے کے باوجود مجھے ہیروشیا نہیں مل سکی تھی...... دو ہی باتیں تھیں یا تو وہ کسی ایسی جگہ روپوش ہو گئی جہاں سے اسے دیکھا نہ جا سکے یا پھر اس نے اپنی واپسی کا انتظام خود کر لیا...... تب ہم وہاں سے واپس چل پڑے...... کوئی چیز وہاں سے نہیں لی گئی تھی اور اس کے بعد ہمارا یہ طویل و عریض سفر اسی خانقاہ تک تھا جہاں سے ہم نے اس سفر کا آغاز کیا تھا اور زمبل میرے ساتھ تھی"۔





غور کرنے کے لئے تو بہت سی باتیں تھیں...... مثلاً یہ کہ اگر میں زمبل کے بارے میں سوچتا کہ اس نے یہ لشکر کہاں سے پیدا کر لیا تو میری سمجھ میں کچھ نہ آتا...... اس میں کوئی شک نہیں کہ روشام نے مجھے بہت سی چیزوں سے روشناس کرایا تھا...... ایک طرح سے میں دنیا کو بھول چکا تھا...... روشام نے ایک بار پھر دنیا میری نگاہوں کے سامنے کر دی تھی، لیکن پھر بھی ابھی مجھے دنیا کا کوئی اتنا بڑا تجربہ نہیں تھا...... اس کی بنیادی وجہ یہ تھی کہ جب میں تہذیب کی اس دنیا سے دور ہوا اور وہ شیطانی قبیلے کے لوگ مجھے اغوا کر کے لے گئے تو ابھی میری عمر اٹھارہ سال سے کم نہیں تھی...... بے شک میں نے اپنے باپ کی زیر نگرانی بہترین تعلیم حاصل کی تھی اور کر رہا تھا، لیکن اس کے باوجود دنیا کا کوئی خاص تجربہ مجھے نہیں ہوا تھا...... پھر پہاڑوں کے اس طرف خانقاہ کے عقبی حصے میں وہ لشکر رک گیا اور زمبل میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے خانقاہ میں لے آئی...... اس میں کوئی شک نہیں کہ زمبل کی قربت میرے لئے ایک عجیب دلکشی کی حامل تھی اور اس کی قربت میں میرے دل و دماغ پر ایک سرور سا چھایا رہتا تھا، اس وقت بھی وہی کیفیت تھی...... خاص طور سے سی مورن کی موت، حمور قبیلے کی تباہی، یہ ساری چیزیں میرے لئے باعث دلکشی تھیں...... میں نے موت کو اتنا آسان پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا...... قتل و غارت گری کے یہ خوفناک مناظر پہلی بار اس انداز میں میرے سامنے آئے تھے لیکن مجھے ان سے کوئی الجھن یا دقت محسوس نہیں ہوئی تھی، بلکہ یہ سب کچھ مجھے اچھا لگا تھا، کیونکہ ان لوگوں کے خلاف میرے دل میں نفرت تھی...... ساری باتیں اپنی جگہ لیکن روشام میرے لئے بڑی حیثیت کا حامل تھا...... خانقاہ کے ٹھنڈے ماحول میں زمبل نے ایک بار پھر مجھے کھانے پینے کی ان اشیاء کی جانب متوجہ کیا جو نئی اور تازہ تھیں اور مجھے ساتھ لے کر اس دستر خوان پر آ بیٹھی پھر بولی"۔

"رزم کے بعد بزم کا مزا ہی کچھ اور ہوتا ہے...... میں نے دیکھا کہ اس قبیلے کی تباہی نے

تمہارے اوپر بہت اچھا اثر ڈالا ہے...... ویسے کیا تمہیں اپنا ماضی یاد ہے“۔

”ماضی...... میں نے چونک کر زمبل کو دیکھا“۔

”ہاں“۔

”ہاں زمبل مجھے اپنا ماضی یاد ہے“۔

”مجھے بتاؤ گے؟“۔

”تم جس قدر علم والی ہو کیا تمہیں میرے بارے میں معلومات نہیں ہیں“۔

”مگر تمہاری زبان سے سب کچھ سننا چاہتی ہوں“۔

”گویا تم انکار نہیں کرتیں...... کہ تم میرے بارے میں جانتی ہو؟“ میں نے سوال کیا تو وہ مسکرادی...... اور اس نے مسکراتی نگاہوں سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا“۔

”چلو میں انکار نہیں کرتی“۔

”یعنی تم میرے بارے میں جانتی ہو؟“۔

”ہاں...... میرا تمہارا ساتھ رہ چکا ہے“ مجھے یہ معلوم ہے کہ تم اور تمہارا ایک ساتھی وہاں حمور قبیلے میں تھے“۔

”زمبل...... میرا ماضی بڑا عجیب ہے جیسا کہ تم کہتی ہو کہ تم اس کے بارے میں جانتی ہو“۔

”تم شاید مہذب دنیا کے ایک مہذب اور بڑے مذہب سے تعلق رکھتے ہو؟“۔

”مہذب اور بڑا مذہب“۔

”ہاں“۔

”نام جانتی ہو اس مذہب کا؟“۔

”اسلام“۔

”ہاں ٹھیک...... مجھے یہی بتایا گیا تھا“۔

”خیر کسی مذہب کے بارے میں مجھے کچھ نہیں کہنا چاہئے...... پھر وہ لوگ تمہیں جزیرے پر لے گئے“۔

”ہاں تم جانتی ہو“۔

”میں بہت کچھ جانتی ہوں“۔

”وہاں انہوں نے مجھے انسان سے جانور بنانے کی کوشش کی“۔

”ایسا نہیں کہتے“۔

”کیا مطلب؟“۔

”مجھے ایک بات بتاؤ؟“۔

”ہاں بولو“۔

”جس وقت انہوں نے تمہیں ریت کے صحرا میں دوڑا دیا تھا اور خونخوار کتے تمہارا تعاقب کر رہے تھے...... اگر تم مہذب دنیا کے ایک انسان ہوتے، یعنی ان کی مانند جو ڈاکو تھے، طاقتور تھے، بستیوں کو تاراج کرتے تھے، لیکن مارے گئے...... کیا تم ان سے زیادہ طاقتور ہوتے...... کیا وہ کتے تمہیں چیر پھاڑ کر نہ رکھ دیتے“۔

”تو پھر“۔

”یہ بات کیوں نہیں مانتے کہ جن لوگوں نے ایک عجیب و غریب طریقے سے تمہیں قوتیں دیں...... وہ بہرحال اس طرح تو تمہارے محسن ثابت ہوئے نا کہ انہوں نے تمہیں اپنی جان بچانے کے گر سکھائے...... تم نے وحشت زدہ ہو کر ان کتوں کو چیر پھاڑ کر رکھ دیا اور اس کے بعد ان گھوڑے سواروں کو بھی“۔

”زمبل“ ایک سوال کروں تم سے...... میں نے زمبل کو محبت بھری نگاہوں سے دیکھتے ہوئے کہا...... زمبل نے آنکھیں اٹھا کر مجھے دیکھا اور میری محبت بھری نگاہوں کے جواب میں اس کے چہرے پر بھی محبت کے کچھ نقوش نمودار ہو گئے...... ساری باتیں اپنی جگہ لیکن فطرت انسان کو وہ سب کچھ بتا دیتی ہے جو عمر کے لحاظ سے اس پر گزرتا ہے“...... میں نے دنیا کے تجربے کے بارے میں کوئی دعویٰ نہیں کیا لیکن میں یہ بات پورے وثوق کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ زمبل کے چہرے کے نقوش میں محبت چھپی ہوئی تھی لیکن کچھ لمحوں کے بعد وہ اس کیفیت سے آزاد ہو گئی اور اس نے کہا“۔

”بولو جواب دو...... احسان کسی بھی شکل میں ہو کیا احسان نہیں ہوتا“۔

”ہوتا ہے“۔

”تو پھر تمہیں ان قبیلے والوں کو برا نہیں کہنا چاہئے“۔

”تم نہیں جانتیں زمبل...... وہ ایک شیطانی قبیلہ تھا...... ایک قاتل قبیلہ...... وہ ڈوبتے

چاند کے پجاری ہیں اور......اور......اور"۔

"نہیں ڈوبتے چاند کے پجاریوں کے بارے میں تم کیا جانتے ہو یہ بتاؤ؟"۔

"یہی کہ وہ اچھے لوگ نہیں ہوتے"۔

"تم سے کس نے کہا؟" کیا تم اس سے پہلے ڈوبتے چاند کے پجاریوں کے بارے میں کچھ معلومات حاصل کر چکے ہو؟"۔

"نہیں"۔

"تو پھر؟"۔

"بس زمبل یہ بات میرے ذہن میں ہے کہ وہ اچھے لوگ نہیں تھے"۔

"ایک بے مقصد اور بے معنی بات"۔

"کیا تم ان کے بارے میں کچھ جانتی ہو؟"۔

"ہاں...... جیسا کہ میں نے تمہیں بتایا کہ میرا ایک علم تو ہے"۔

"ہوں...... میں تم سے تمہارے بارے میں بھی ضرور پوچھوں گا کہ کیا تم مجھے اپنے بارے میں بتانا پسند کرو گی"۔

"کیوں نہیں...... جب دو انسان ایک دوسرے سے محبت اور یگانگت رکھتے ہیں تو سب سے پہلے ان کے درمیان تعارف ہی ہوتا ہے...... میں ابھی تم سے تمہارے بارے میں پوچھ رہی ہوں اور اس کے بعد تمہیں اپنے بارے میں بتاؤں گی"۔

"بس...... ماں باپ تھے میرے ایک جہاز پر سفر کر رہا تھا میں...... جس میں میرا باپ ایک کپتان کی حیثیت سے نوکری کرتا تھا...... کچھ لوگ مجھے وہاں سے اغوا کر کے لے گئے اور جزیرے پر میری پرورش کی گئی...... ایک طویل عرصہ میں نے وہاں گزارا اور میں بہت کچھ بھول گیا...... سچ بات بتاؤں تمہیں کہ روشام اگر مجھے میرے بارے میں نہ بتاتا تو میں نہیں جانتا تھا کہ میں انسان ہوں یا پھر جانور"۔

"نہیں عارضی طور پر انسان ہو...... جانوروں کی سی شکل اختیار کر جانا پڑتی ہے لیکن انسان...... انسان ہوتے ہیں اور جانور...... جانور"۔

"ہاں یہ تو ہے"۔

"آخر کار تمہیں سب کچھ یاد آجاتا لیکن اب یہ بتاؤ کہ تم کیا چاہتے ہو؟"۔

"میں زمبل...... میں نہیں جانتا کہ اگر روشام مجھے نہ ملتا اور مجھے اس بارے میں تمام تفصیلات نہ مہیا کرتا تو میں آئندہ کے بارے میں کیا سوچتا...... میں تو بس وہاں سے اس لئے نکل آیا تھا کہ وہ مجھ سے ایک ایسا کام کرانا چاہتے تھے جو میں نہیں کرنا چاہتا تھا......" روشام نے جب مجھے میرے بارے میں یاد دلایا اور روشام ہی نے نہیں بلکہ مہاکال نے مجھے میرا ماضی یاد دلایا...... سچی بات یہ ہے کہ مجھے میرا ماضی یاد دلا کر وہ شاید مجھ سے کوئی کام لینا چاہتا تھا...... میں نہیں جانتا کہ وہ کام کیا تھا لیکن بہر حال اس نے مجھے ایک بار پھر میری دنیا میں واپس لوٹا دیا"۔

"اب کیا سوچا تم نے؟"۔

"کچھ نہیں...... مہاکال کے چنگل سے نکل آیا ہوں، اب میری زندگی کا صرف ایک ہی مقصد ہے"۔

"کیا؟"۔

"اپنے ماں باپ کی تلاش"۔

"فرض کرو اگر وہ تمہیں مل گئے تو؟"۔

"میں ان کے درمیان رہوں گا"۔

"کس طرح؟"۔

"جس طرح دنیا میں لوگ رہتے ہیں"۔

"دنیا کے بارے میں تم کہتے ہو کہ تم کچھ نہیں جانتے"۔

"جان تو جاؤں گا نا"۔

"ہاں جان جاؤ گے"۔

"زمبل اور کچھ پوچھنا چاہتی ہو تم میرے بارے میں؟"۔

"نہیں میرا خیال ہے کہ تمہاری کہانی اب تک اس سے زیادہ نہیں ہے"۔

"تو پھر اب میری باری ہے...... میں تم سے تمہارے بارے میں پوچھنا چاہتا ہوں"۔

"ہاں...... مجھ سے میرے بارے میں ضرور پوچھو...... لیکن ایک بات کا وعدہ کرو"...... زمبل نے گہری آنکھوں سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

"بولو؟"۔

"اس کے بعد بھی تم مجھ سے محبت کرو گے......" مجھے چاہو گے...... میری کسی کمزوری

کو میری خرابی سمجھ کر مجھ سے دور نہ جانا...... یہ بات میں اپنے دل کی گہرائیوں سے کہہ رہی ہوں...... شاید انسان ہونے کے ناطے میرے دل میں تمہارے لئے محبت کے جو جذبے جاگے ہیں، میں اپنے آپ کو ان سے دور نہیں کر سکتی"۔

"زمبل میں بھی تمہیں چاہتا ہوں...... میں نے نرم لہجے میں کہا...... اور زمبل پُر پوش نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی...... پھر اس کے چہرے پر اداسی کی لہریں دوڑ گئیں تو میں نے کہا"۔

"زمبل کیا سوچنے لگیں؟"۔

"عجیب باتیں"۔

"بتاؤ گی مجھے؟"۔

"ہاں کیوں نہیں"۔

"یہ بتاؤ وہ لوگ جنہوں نے سی مورن کے قبیلے پر حملہ کیا تھا کیا وہ اب بھی وہاں رکے تمہارے احکامات کے منتظر ہیں؟"۔

"نہیں"۔

"تو کیا وہ وہاں سے چلے گئے؟"۔

"ہاں"۔

"کہاں؟"۔

"جہاں سے وہ آئے تھے"۔

"کہاں سے آئے تھے وہ؟"۔

"یہ میں تمہیں بعد میں بتاؤں گی"۔

"تو کیا پہاڑی کے پیچھے وہ لشکر موجود نہیں ہے؟"۔

"نہیں"۔

"اور میں اور تم یہاں تنہا ہیں؟" جواب میں وہ ہنس پڑی...... پھر اس نے کہا۔

"ہاں" کیا یہ عجیب بات نہیں ہے؟"۔

"کیا؟"۔

"میں تمہارے پاس ہوں اور تم میرے پاس ہو...... نہ تم تنہا ہو اور نہ میں تنہا ہوں"۔

"ارے ہاں" زمبل میں دنیا کی بہت سی باتیں بھول چکا ہوں...... میرا دماغ بہت چھوٹا ہے اور ابھی اس چھوٹے سے دماغ میں بہت ساری باتیں نہیں آتیں...... کوئی بے وقوفی کی بات کر جاؤں تو محسوس نہ کرنا۔

"ارے نہیں کیسی بات کرتے ہو...... میں تمہاری ہر بات کو پیار کی نگاہ سے دیکھتی ہوں"۔

"زمبل تم میرے ساتھ ہو؟"۔

"ہوں میں تمہارے سامنے ہوں"۔

"نہیں میرا مطلب یہ نہیں ہے"۔

"تو پھر؟"۔

"کیا تم میرے ساتھ رہو گی؟" زمبل نے پر خیال نگاہوں سے مجھے دیکھا پھر آہستہ سے بولی"۔

"شاید رہوں یا شاید نہ رہ سکوں"۔

"نہیں زمبل ایسی بات مت کرنا...... روشام میرا دوست تھا...... میرے ساتھ بہت اچھا سلوک تھا اس کا...... حالانکہ جانتی ہو وہ کون تھا"۔

"کون تھا وہ؟"۔

"وہ مہاکال کا آدمی تھا...... مجھے گرفتار کرنے کے لئے آیا تھا...... میں نے ان میں سے چار افراد ہلاک کر دیئے لیکن اس نے مجھ سے زندگی کی بھیک مانگی اور میں اسے نہ مار سکا...... پھر وہ میرا دوست بن گیا...... وہ میرا دوست بن گیا"۔

"ہاں...... لیکن ایک بات شاید تمہارے علم میں نہ ہو؟"۔

"کیا؟"۔

"مہاکال تمہیں ہلاک نہیں کرنا چاہتا تھا، وہ صرف تمہاری واپسی چاہتا تھا"۔

"کیا مطلب؟"۔

"وہ تمہیں اپنے پاس بلا کر تمہاری وہ تربیت پوری کرنا چاہتا تھا جو نامکمل رہ گئی تھی...... کاش تم اسالیس اعظم کو سجدہ کر لیتے"۔

"ایں...... میرا منہ حیرت سے کھل گیا"۔

"ہاں...... اسالیس اعظم قوتوں کا مظہر ہے...... وہ اتنی بڑی قوت ہے کہ تم تصور بھی نہیں کر سکتے ہو"۔

"تم...... تم...... زمبل...... تم اسالیس اعظم کے بارے میں کیا جانتی ہو؟"۔

"اس کے لئے مجھے تمہیں تفصیل بتانا ہوگی"۔

میں حیرت سے اسے دیکھنے لگا زمبل کا اسالیس اعظم سے واقفیت کا اظہار اور اس کے حق میں بولنا میرے لئے ایک دکھ بھری بات تھی چونکہ اس مردود مجسمے کو تو میں نے نفرت کی نگاہ سے دیکھا تھا اور اب بھی میرے دل میں اس کے لئے بے پناہ نفرت تھی...... میں کسی بھی طرح مہاکال کے کہنے پر پتھر کے اس شیطان کو سجدہ نہیں کر سکتا تھا...... نجانے کیوں میرے وجود کے اندر اس کے خلاف نفرت کا ایک شدید احساس بہتا تھا، بالکل اس طرح جیسے رگوں میں خون کی روانی ہوتی ہے...... میں حسرت و یاس سے زمبل کی صورت دیکھتا رہا تو زمبل نے کہا"۔

"میں تمہیں پہلے سی مورن کے بارے میں بتاتی ہوں...... سی مورن کی تمام قوتیں اسالیس اعظم کی دی ہوئی تھیں...... وہ اسی قبیلے کا ایک فرد تھا...... مہاکال کا دست راست، مہاکال اسے مستقبل کا مہاکال بنانا چاہتا تھا...... وہ جگہ دینا چاہتا تھا اسے جو بعد میں اس نے تمہارے لئے سوچی تھی"۔

"میرے لئے؟"۔

"ہاں...... زمبل نے بے خیالی کے عالم میں کہا...... یوں لگا کہ جیسے اب اس کی زبان اور اس کا ذہن کسی اور کی گرفت میں ہو وہ اپنی زبان میں نہ بول رہی ہو بلکہ کوئی اور آواز اس کی آواز میں سنائی دے رہی ہو...... اس نے کہا"۔

"سی مورن نے اسالیس اعظم کو سجدہ کیا اور مہاکال نے اس پر اپنی قوتوں کے دروازے کھول دیئے اور وہ اسے دنیا پر فوقیت حاصل کرنے کے گر بتانے لگا اور سی مورن نے جعل سازی سے کام لے کر وہ سب کچھ سیکھا، لیکن وہ مکمل نہیں ہو سکا تھا، چنانچہ وہ وہاں سے فرار ہو گیا...... اس میں کوئی شک نہیں کہ اس کے پاس بھی قوتوں کا ایک خزانہ تھا، لیکن اس نے اسالیس اعظم سے غداری کی تھی وہ چھپتا چھپاتا نہ جانے کہاں کہاں گھومتا رہا...... یہاں تک کہ اسے حمور قبیلہ نظر آیا...... یہ ڈاکوؤں کے گروہ تھے...... خانہ بدوش ڈاکوؤں کے گروہ،

جو آبادیوں میں گھس کر آبادیوں کو تباہ و برباد کیا کرتے تھے اور اس طرح اپنا مقصد پورا کرتے تھے...... سی مورن نے حمور قبیلے کے سردار حمور کو اپنے قبضے میں لیا، اس پر اپنی شعبدہ گری کے ایسے ایسے جال ڈالے کہ پورا قبیلہ سی مورن کا غلام ہو گیا...... سی مورن ایک عیاش طبع انسان تھا...... ڈاکو نوخیز اور نوجوان لڑکیوں کو گرفتار کر کے لایا کرتے تھے اور سی مورن نے ان میں کرزالہ کا ڈھونگ رچا رکھا تھا...... وہ اپنی اسالیسی قوتوں سے قبیلے کو طاقت اور کامرانی بخشتا تھا اور خود اپنے آپ کو ان کا روحانی پیشوا کہتا تھا...... حسین لڑکیاں اس کی کمزوری تھیں اور وہ اپنے علم کے ساتھ ساتھ وہاں عیش و عشرت کی زندگی گزار رہا تھا کہ مہاکال کو اس کے بارے میں معلومات حاصل ہو گئیں اور مہاکال نے اسے اسی کے داؤ پر مار دیا"۔

"کیسے؟"۔

"مہاکال نے مجھے ایک ایسی بستی میں بھیجا جہاں کچھ عرصے کے بعد صحرائی لٹیرے حملہ کرنے والے تھے، میں نے اپنے آپ کو اس وقت ان کے سامنے نمایاں کیا جب وہ لوٹ مار کر رہے تھے اور انہوں نے مجھے اغوا کر لیا...... وہ مجھے ساتھ لے کر حمور قبیلے میں آ گئے اور ہمارے منصوبے کے مطابق سی مورن نے مجھے دیکھا...... اس وقت ایک بہت ہی حسین لڑکی کرزالہ کی حیثیت سے سی مورن کے لئے کام کر رہی تھی...... سی مورن نے اسے موم میں لپیٹ کر ہلاک کر دیا اور مجھے اس کی جگہ دے دی...... وہ اپنی جادوئی قوتوں سے اپنی دانست میں مجھے پتھرائے ہوئے تھا، لیکن اب اسالیس اعظم کی قوتیں لے کر مہاکال کی نگرانی میں مجھے یہاں بھیجا گیا تھا، چنانچہ میں دوہرا کھیل کھیلنے لگی...... یہاں تک کہ تم اس دن بھٹکتے ہوئے یہاں آ گئے...... جب تم وہاں پہنچے تو میں نے تمہیں دیکھا اور میرے دل میں تمہارے لئے ایک انوکھا جذبہ پیدا ہو گیا...... یہ ایک بہت بڑی سچائی ہے اور میں جھوٹ نہیں بولتی کہ میرے دل میں تمہارے لئے محبت جاگ اٹھی تھی لیکن...... لیکن؟"۔

وہ خاموش ہو گئی تو میں حیرت بھری نگاہوں سے اسے دیکھنے لگا...... جب وہ کچھ نہ بولی تو میں نے کہا۔

"تم خاموش ہو گئیں زمبل؟"۔

"ہاں"۔

"کیوں؟"۔

”لیکن تم بھی اسالیس کے باغی نکلے“ اس کے لہجے میں دُکھ تھا...... میں خاموشی
اسے دیکھتا رہا تو پھر وہ بولی“۔

”خیر یہ بعد کی بات ہے تم وہاں سے فرار ہوئے اور یہاں آ گئے تو میں بھی یہاں
گئی...... اسالیس اعظم نے مہاکال کو حکم دیا کہ ایک لشکر بھیجا جائے جو میری نگرانی میں حمور
پہنچے اور سی مورن کو سزا دی جائے تم یہاں آ چکے تھے، مجھے تمہارے بارے میں بتایا گیا“۔

”کیا؟“ میں بے اختیار بول پڑا۔

”یہی کہ میری بد قسمتی سے تم بھی اسالیس اعظم کے باغی ہو...... وہ دُکھ بھرے
میں بولی اور میں پریشان نگاہوں سے اسے دیکھتا رہا...... بہت دیر تک خاموشی طاری رہی
میں نے کہا“۔

”گویا زمبل تم اسالیس اعظم کی پیروکار ہو“۔

”ہاں...... وہ بے تاثر لہجے میں بولی...... اچانک ہی یوں لگا تھا کہ جیسے اس کے اندر کو
خاص سوچ ابھر آئی ہو...... میں خاموشی سے اس کی صورت دیکھتا رہا...... پھر میں نے کہا“۔

”کیا تم ہوش و حواس کے عالم میں اسالیس اعظم کے لئے اپنے دل میں گداز رکھتی ہو؟“

”ہاں اس نے جواب دیا“۔

”کیا تمہارا تعلق اسی قبیلے سے ہے؟“ جو وہاں جزیرے پر آباد تھا۔

”ہاں یہی سمجھ لو“۔

”زمبل...... مگر میں تو اپنے دل میں اس قبیلے کے لئے کوئی جگہ نہیں پاتا“۔

”یہ جگہ تمہیں بنانی پڑے گی اپنے لئے نہ سہی میرے لئے سہی“ میں تمہیں کھونا نہیں
چاہتی...... میں تمہیں کھونا نہیں چاہتی سکندر...... تم...... تم...... سکندر تم میری روح
گہرائیوں میں اتر چکے ہو“۔

”مگر زمبل میری روح کی گہرائیوں میں ایک روشنی کی کرن ہے اور روشنی کی یہ کرن
مجھے اسالیس کا غلام بننے سے روکتی ہے“۔

”میں یہ کرن بجھا دوں گی...... مجھ پر بھروسہ کرو...... میں یہ کرن بجھا دوں گی...... اگر
تم نے اسالیس اعظم سے مسلسل انحراف کیا تو تم یقین کرو کہ اسالیس تمہیں فنا کر دے گا......
میں تمہاری زندگی چاہتی ہوں سکندر...... میں تمہاری زندگی چاہتی ہوں...... میں تمہیں

چوں کہ جب تم وہاں سے فرار ہو گئے...... اسالیس تمہارے لئے بڑی بلندیاں منتخب کر چکا تھا، وہ تمہیں ایسی قوتیں دینا چاہتا تھا جو اگر تمہیں حاصل ہو جاتیں یا ہو جائیں تو تم دنیا کے بہت بڑے انسان بن سکتے ہو...... بہت بڑے انسان...... شاید تمہیں اس بات کا اندازہ نہ ہو کہ اسالیس اگر چاہتا تو روشام کو بھی بچا سکتا تھا لیکن روشام نے بھی اپنے منصب سے غداری کی...... اسالیس نے اسے تمہیں گرفتار کرنے کے لئے بھیجا تھا ٹھیک ہے مانتے ہیں، ہم کہ وہ تم پر قابو نہیں پا سکا تھا لیکن اس نے ایک بہت بڑا جرم...... تمہیں تمہارا ماضی یاد دلا کر کیا...... اگر تمہیں تمہارا ماضی یاد نہ آتا تو کچھ وقت بھٹکنے کے بعد آخر کار تم اسالیس اعظم کی برتری قبول کر لیتے، لیکن روشام کا گناہ نا قابل فراموش تھا اور اسے اسی کی سزا دی گئی...... یہ سزا بے شک حمور اور سی مورن نے دی لیکن اس کی وجہ وہی تھی...... میں نہیں چاہتی کہ یہ سزا تمہیں ملے...... ہاں میں یہ بالکل نہیں چاہوں گی کہ یہ سزا تمہیں ملے...... تم نہیں جانتے سکندر...... تمہیں بہت بڑے بڑے کام کرنے ہیں...... بہت بڑے بڑے کام کرنے ہیں تمہیں...... دیکھو میں یہ چاہتی ہوں کہ تم اس دنیا کے بہت بڑے انسان بنو...... اتنے بڑے انسان کہ لوگ تمہارے قدم چومیں، اسالیس اگر چاہے تو جو کچھ تمہیں یاد آ گیا ہے لمحوں میں اسے تمہارے ذہن سے مٹا دے لیکن مہاکال یہ بات جانتا ہے کہ تم اصل شکل میں ہی کام کر سکتے ہو۔ وہ کام جو مہاکال تم سے لینا چاہتا ہے اچانک ہی تم مہاکال کے لئے بہت بڑی شخصیت بن گئے ہو“۔

”زمبل ایک بات پھر کہوں کہ میں تم سے محبت کرتا ہوں“۔

”تو اس کا ثبوت دو...... میرے محبوب اس کا ثبوت یہ دو کہ صرف مجھے یاد رکھو...... کچھ وقت کے لئے سب کچھ بھول جاؤ...... بالکل بھول جاؤ...... یہ بہت ضروری ہے...... تمہاری زندگی کے لئے...... میری زندگی کے لئے...... کیونکہ میں تمہارے بغیر زندہ رہنے کا تصور نہیں کر سکتی...... اس کی آنکھوں میں سے آنسو بہنے لگے اور میں کشمکش کا شکار ہو گیا...... کیا کرنا چاہئے...... مجھے کیا کرنا چاہئے...... میں سوچنے لگا“۔



آخر کار میرے ذہن میں نئی دنیا کی نئی کہانیوں نے جنم لیا...... میں بہر حال زندگی تھوڑا سا وقت تو جدید ماحول میں گزار چکا تھا...... اس ماحول میں جہاں انسان سیاست کر ہیں...... سیاسی عمل کرتے ہیں اور ذہانت سے جیتے ہیں...... میں بھی کوئی بے وقوف انسا نہیں ہوں...... میں نے ایک طویل زندگی دنیا کے جدید ترین ملک میں گزاری تھی اور وہا تعلیم حاصل کی تھی، اب جبکہ ماضی کے نقوش مٹے مٹے نہ رہے تھے بلکہ بہت سی یادوں میرے ارد گرد بسیرا کر لیا تھا تو میں یہ ساری باتیں بھول تو نہیں سکتا تھا...... میں نے زمبل سے کچھ وقت لیا...... میں نے اس سے کہا"۔

"زمبل...... میں ایک بار پھر تم سے اس بات کا اظہار کروں کہ میں تم سے محبت کر ہوں...... مجھے سوچنے کا موقع دو...... سوچنا چاہتا ہوں میں"۔ زمبل کے چہرے پر ایک شگفتگی پھیل گئی...... وہ مسرور نظر آنے لگی پھر اس نے کہا۔

"اور اگر تم اپنے دل میں یہ بات سوچ رہے ہو کہ میں تمہیں تمہاری مرضی کے خلاف مجبور کروں گی تو براہ کرم یہ خیال دل سے نکال دینا...... کم از کم میں تمہیں چاہتی ہوں ا میری آرزو ہے کہ تمہیں کوئی ذہنی پریشانی نہ اٹھانی پڑے...... میرے محبوب مجھے یقین کہ تم وہی فیصلہ کرو گے جس کی میں خواہشمند ہوں...... بہر حال آبادیوں سے دور اس ویرا خانقاہ میں رات کو میں دیر تک زمبل کے ساتھ چہل قدمی کرتا رہا...... اس بات کے اعتراف میں مجھے کوئی عار نہیں ہوتی کہ زمبل کی قربت میرے اوپر ایک سحر طاری کئے ہوئے تھی...... اور میں اس کے اندر بڑی کشش محسوس کر رہا تھا...... بہت کچھ سوچا تھا میں نے ا کے بارے میں...... یہ فیصلہ تو میں نے دل میں یقینی طور پر کر لیا تھا کہ میں زمبل کو مایوس نہیں کروں گا، لیکن یہ فیصلہ بھی میں نے اپنے دل میں اٹل کر لیا تھا کہ کام وہ کروں گا جو میری مرضی کے مطابق ہوگا...... ہاں اگر مجھے اسالیس کے سامنے سجدہ کرنے کے لئے کہا گیا تو

زمبل کی یاد مجھے اپنے سینے سے کھرچ کر پھینکنا پڑے گی اور ہو سکتا ہے زندگی سے محرومی کا سامنا بھی مجھے کرنا پڑے، لیکن یہ تصور میرے ذہن میں اٹل تھا کہ کچھ بھی ہو جائے میں کم از کم اسالیس کے اس منحوس مجسمے کو سجدہ کبھی نہیں کروں گا اور نا ہی اس کے افکار پر عمل...... پھر دوسرے دن میں نے زمبل سے کہا"۔

"زمبل...... تمہاری قربت...... تمہاری محبت نے مجھے ہر سوچ سے بیگانہ کر دیا ہے...... بس اتنا سا مجھے بتاؤ کہ اس کے بعد مجھے کیا کرنا ہوگا...... کیا تم مجھے واپس جزیرے پر لے جاؤ گی"۔

"نہیں...... جزیرے پر جانے کا کیا سوال ہے...... تم تو اسالیس کے مفادات کی نگرانی کرو گے"۔

"کیا تمہیں اس سلسلے میں کچھ ہدایات دی گئی ہیں؟"۔

"ہاں میرے پاس پورا طریقہ کار موجود ہے...... ابھی تو میں تمہارے ساتھ رہوں گی...... تمہیں ایک ایک لمحہ بتاؤں گی کہ تمہیں کیا کرنا ہے"۔

"تو ٹھیک ہے زمبل میں تیار ہوں" میں نے جواب دیا اور زمبل...... وفور مسرت سے دیوانی ہو گئی...... اس نے میرے سینے سے سر ٹکا دیا تھا، اس کا لمس مجھے بے چین کرنے لگا، لیکن بہر حال ساری باتیں اپنی جگہ وہ تو ایک بیرونی لمس تھا...... ایک احساس جس کے بارے میں...... میں نے آپ سے کہا کہ میرے وجود میں خون بن کر دوڑ رہا تھا...... وہ یہ تھا کہ سارا مسئلہ ایک طرف زندگی جاتی ہے تو جائے لیکن وہ جذبے جن کا ابھی میرے ذہن میں کوئی نام نہیں تھا، فنا نہیں ہونے دوں گا...... چاہے کچھ بھی ہو جائے اور پھر اسی شام زمبل نے ایک بار پھر ایک عمل کیا...... اور اس عمل کے نتیجے میں ہمیں چار گھوڑوں والی ایک بگھی میں بیٹھ کر سفر کرنا پڑا...... یہ سفر شام کو سورج ڈوبنے کے بعد شروع ہوا تھا اور چاند کے ساتھ ساتھ سورج کے اجالے تک جاری رہا تھا اور پھر جب سورج نے آنکھ کھولی اور ہم نے اس خوبصورت بگھی سے باہر جھانکا تو ایک دنیا ہمارے سامنے پھیلی ہوئی تھی...... اونچی اونچی عمارتوں کا شہر...... انتہائی جدید اور ہم جس جگہ رکے تھے...... وہاں ترکاریوں کے کھیت پھیلے ہوئے تھے...... تاحد نظر ہر سبز و شاداب، ان کھیتوں پر کام کیا جا رہا تھا...... تازہ ترکاریاں اتار کر ٹرکوں پر بار کی جا رہی تھیں...... یہ سارے مناظر عرصہ دراز کے بعد میری نگاہوں

کے سامنے آئے تھے...... لیما کے پر فضاء علاقوں میں...... میں نے ترکاریوں کے کھیت دیکھے تھے اور مجھے ان سے ذاتی طور پر بھی دلچسپی تھی۔

بگھی آہستہ آہستہ آگے بڑھتی رہی...... زمبل میرے ساتھ تھی اور میں اندر سے اپنے آپ کو بہت خوش محسوس کر رہا تھا...... میرے ذہن میں نجانے کیسی کیسی ہوائیں الفاظ بن کر دوڑ رہی تھیں اور میرا دل چاہ رہا تھا کہ اس کھوئی ہوئی دنیا کے حصول پر خوشی سے ناچ اٹھوں...... بگھی مختلف راستوں سے گزرتی ہوئی ایک پتلی سی سڑک پر پہنچی جو کسی قدر بلندی پر جاتی تھی اور بلندی پر اس سڑک کا اختتام ایک خوبصورت مکان کے بڑے گیٹ پر ہوتا تھا اور بگھی اس گیٹ سے اندر داخل ہوگئی...... کیا حسین مکان تھا...... دیکھنے سے انسان کے دل میں فرحت ہو...... میں نے زمبل سے کہا۔

"یہ مکان"۔

"تمہارا ہے؟"۔

"میرا؟"۔

"ہاں"۔

"میرا کیسے ہوگیا؟"۔

"اسالیس اعظم کے ارشاد کے مطابق اب یہ تمہارا مکان ہے اور تم بہت بڑی شخصیت کے مالک ہو...... اتنی بڑی شخصیت کے مالک کو کوئی سوچ بھی نا سکے"۔

"ابھی کچھ نا پوچھو...... آگے دیکھتے رہو" بگھی مکان کی خوبصورت عمارت کے سامنے رکی...... یہاں بڑی بڑی شاندار کاریں کھڑی ہوئی تھیں...... یہ سب کچھ میرا جانا پہچانا تھا...... اپنا نا سہی لیکن دوسروں کا میں نے دیکھا تھا کہ زندگی کتنی حسین گزارتے ہیں...... میرا باپ تو ایک جہاز کا کپتان تھا اور ہم لوگ ایک اسلامی ملک کے رہنے والے تھے...... بے شک میرے باپ کے پاس اتنی وسعت نہیں تھی کہ وہ ایسی شاندار جگہ میرے لئے منتخب کر سکے...... اس کے باوجود لیما میں میرے پاس جو فلیٹ تھا وہ بھی بہت حسین تھا اور وہاں سے ساحل نظر آتا تھا۔

ہم عمارت میں داخل ہوگئے...... اکا دکا افراد یہاں موجود تھے، جو ہمارے سامنے اس قدر مودب تھے کہ حیرت ہوتی تھی...... جیسے ہمارے غلام ہوں...... پھر زمبل مجھے ایک

خوبصورت کمرے میں لے گئی جو آرام گاہ کے طور پر تھا...... یہاں اتنی عظیم الشان گول مسہری بچھی ہوئی تھی جس پر دس افراد آرام سے سو جائیں، لیکن وہ تنہا میرے لئے تھی اس کا گدا اتنا موٹا اتنا نرم کہ انسان اس میں لیٹ کر جیسے پانی کی گہرائیوں میں اتر جائے، یا بادلوں بھری ہوا اس کی آغوش میں پہنچ جائے...... میں نے زمبل سے کہا۔

"زمبل...... کیا میں ہوش و حواس میں ہوں"۔

"ہاں...... تم نے پہلی بار ہوش مندی کا فیصلہ کیا ہے اور یہ تمہاری ہوش مندی کا انعام ہے...... یہ کمرہ تمہارے لئے ہے...... باہر جتنی کاریں کھڑی ہوئی ہیں وہ سب تمہارے استعمال کے لئے ہیں...... "ڈرائیور بھی موجود ہوگا...... ملازمائیں اور ملازم ہیں جو تمہاری بھرپور خدمت کریں گے...... یہ سب تمہارے لئے ہے...... صرف اور صرف تمہارے لئے"۔

"اور اس کے بدلے میں مجھے کیا دینا ہوگا؟"۔

"ابھی کچھ نہیں...... بس یوں سمجھ لو کہ اسالیس اعظم مہاکال کے ذریعے تمہیں ہدایات دیں گے اور تم اس کے مطابق عمل کرو گے...... میں خاموش ہوگیا...... تھوڑی دیر کے بعد میں نے کہا"۔

"تم تو میرے ساتھ ہی رہو گی نا زمبل...... "میرے اس سوال پر زمبل کے چہرے پر ایک لمحے کے لئے اداسی دوڑ گئی پھر اس نے کہا"۔

"نہیں...... اس کی مجھے اجازت نہیں ہوگی، لیکن میرا دل تمہارے ساتھ رہے گا اور وہ لمحہ جس کی تمہیں میرے ساتھ ضرورت ہوگی میں تمہارے پاس پہنچ جاؤں گی"۔

"میں سمجھا نہیں"۔

"تم جب بھی مجھے آواز دو گے یا اسالیس اعظم کا کوئی پیغام تم تک پہنچانا ہوا تو میں تمہارے پاس آؤں گی...... براہ کرم یہ نا سوچنا کہ تم اپنی راتیں میری قربت میں گزار سکو گے...... یہ نا ہو سکے گا کیونکہ اس کی اجازت نہیں ہے لیکن تمہارے ساتھ میں اس خوبصورت دنیا کی سیر کروں گی...... تمہارے ساتھ وقت گزاروں گی"۔

"یوں نا سمجھنا زمبل کہ تمہاری قربت سے میں کوئی ایسا فائدہ اٹھانا چاہتا ہوں جو غیر اخلاقی ہو...... بس یوں سمجھ لو کہ تمہاری قربت میرے لئے زندگی کا پیغام رہے گی"۔

"زندگی کا یہ پیغام میں تمہیں دیتی رہوں گی" اس نے مسکراتے ہوئے کہا...... بہر حال

اس نئی دنیا میں آکر میں بہت خوش تھا...... زمبل تھوڑی ہی دیر کے بعد مجھے چھوڑ کر چلی گئی تھی اور میں اپنی اس آرام گاہ میں آرام کرتا رہا تھا...... زندگی اس دوران جن مشکلات سے گزری تھی اس کا اندازہ اب مجھ سے زیادہ آپ کو ہو چکا ہے...... میں بہر حال اپنی جگہ مطمئن تھا لیکن ماضی کے نقوش میرے ذہن کو بڑا الجھا دیا کرتے تھے"۔

رات کا کھانا میں نے اور زمبل نے ایک ساتھ کھایا، لیکن زمبل کے چہرے پر اداسی کے نقوش تھے...... کھانے کے بعد اس حسین عمارت کا جائزہ لیتے ہوئے میں نے کہا"۔

"کیا بات ہے زمبل...... کچھ اداس لگ رہی ہو تم مجھے"۔

"یہ بات تو تم اچھی طرح جانتے ہو کہ ہم سب اسالیس اعظم کے احکامات کے تابع ہیں اور صرف وہی کرتے ہیں جو ان کا حکم ہوتا ہے...... اسالیس اعظم کی طرف سے ایک حکم ملا ہے مجھے جس نے مجھے اداس کر دیا ہے"۔

"کیا حکم ہے؟" میں نے بے چینی سے پوچھا۔

"مجھے واپس جانا ہو گا"۔

"کہاں؟"۔

"قبیلے میں"۔

"کیوں؟"۔

"حکم ہے...... مہاکال کی طرف سے پیغام آیا ہے...... لیکن ابھی ہمارے پاس دو تین دن کا وقت ہے...... تاہم میں اس خیال سے ہی افسردہ ہو گئی ہوں، لیکن"۔

"میں سمجھتا ہوں اور واقعی یہ تو میرے لئے بھی بڑی دکھ بھری خبر ہے...... میں تو اس خبر کو سننے کے بعد سو بھی نا سکوں گا"۔

"دیکھو" وہ افسردہ انداز میں میرے بازو پر ہاتھ رکھتے ہوئے بولی...... میں بے شک اسالیس کی غلام ہوں لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہی میرے سینے میں بھی دل ہے میں ایک انسان ہوں اور یہ سوچ کر میری جو کیفیت ہو رہی ہے میں تمہیں بتا نہیں سکتی، لیکن ایک وعدہ کرتی ہوں تم سے کہ راستے کی رکاوٹیں اگر مجھ سے میری زندگی بھی چھین لیں تو بھی تمہاری محبت کو دل سے نہیں نکالوں گی...... دنیا اگر مجھ سے روٹھ بھی گئی تو جان بھی دوں گی تو تمہاری بانہوں میں آکر...... یہ میرا وعدہ ہے تم سے...... میری طرف سے دل کبھی خراب

نہیں کرنا" میں نے آنکھیں بند کر کے گردن ہلا دی تھی اور واقعی اس رات میں بہت افسردہ رہا...... دوسری صبح وہ ہوا کے تازہ جھونکے کی مانند میرے پاس آگئی...... چہرے پر اداسی کی لکیریں تھیں...... آنکھوں میں رات کو جاگنے کی سرخی...... لباس بہت خوبصورت پہنے ہوئے تھی اور میرے لئے حسین لباس لائی تھی جو ایک ملازم قسم کا آدمی اٹھائے ہوئے تھا...... اس نے وہ لباس میرے سامنے رکھ کر کہا"۔

"یہ سب تمہارے لئے ہیں" میں نے ہنس کر حیرت سے ان لباسوں کو دیکھا اور کہا"۔

"میں تو انہیں پہننا ہی بھول گیا ہوں"۔

"میں جو ہوں"۔

"تو اب تم مجھے لباس پہناؤ گی"۔

"ہاں...... میں تمہارے وجود کی رازدار ہوں اور تم میرے وجود کے رازدار...... یاد نہیں ہے سی مورن کے تالاب میں تم نے مجھے کس حال میں دیکھا تھا"...... میری آنکھوں میں نشہ اتر آیا...... اس وقت تو خیر مجھ پر حیرت طاری تھی لیکن اب اس تصور کو ذہن میں لا کر مجھے واقعی ایک عجیب سا احساس ہوا...... میں نے کہا"۔

"لیکن پھر بھی"۔

"نہیں...... بالکل نہیں...... آؤ...... اور پھر وہ تجربہ بھی میرے لئے بڑا عجیب تھا، لیکن جدید ترین لباس ایک بار پہن کر مجھے ماضی یاد آگیا اور میں نے ہنستے ہوئے کہا"۔

"تم نے ہم دونوں کے ایک ہونے کی تکمیل کر دی ہے...... زمبل، لیکن اب مجھے میرا ماضی لمحہ لمحہ یاد آرہا ہے...... وہ اداسی سے مجھے دیکھنے لگی...... پھر بمشکل تمام اس نے اپنے آپ کو سنبھالا اور بولی"۔

"آؤ...... ہم سیر کریں گے" خوبصورت بگھی کا کوچوان ایک شاندار لباس والا آدمی تھا...... میں جانتا تھا کہ یہ بھی اسالیس کا غلام ہو گا...... ہم نے سورج کے نیچے اس عظیم الشان شہر کی سیر کی جس کا نام رادھن پور تھا...... رادھن پور ایک بہت بڑا شہر تھا، جدید ترین عمارتوں سے مرصع...... دیکھ کر حیرت ہوتی تھی...... لگتا ہی نہیں تھا کہ ہم کسی مشرقی آبادی میں ہیں...... میں نے "پیرو" دیکھا تھا...... ایک بار واشنگٹن دیکھا تھا...... لیما پیرو کا دارالحکومت تھا اور جدید ترین بنیادوں پر تعمیر شدہ...... لیکن کسی بھی طرح یہ شہر لیما سے کم

نہیں تھا...... نائٹ کلب، اعلیٰ درجے کے ہوٹل، ریس کورس، کیا نہیں تھا یہاں...... ماضی
کے نقوش میرے ذہن میں آرہے تھے، لیکن افسوس ماں اور باپ کی شکلیں مٹے مٹے نقوش
کی مانند تھیں...... مجھے وہ چہرے یاد نہیں آرہے تھے اور دل ان کے لئے تڑپ رہا تھا۔

شام تک ہم لوگ گھومتے رہے...... ساحل سمندر پر پہنچے ریت کے ٹیلوں کے درمیان
سیر کرتے ہوئے...... زمبل نے میرے چہرے پر خوف کے نقوش دیکھے تو بولی"۔

"ارے کیا بات ہے...... کچھ عجیب سے نہیں ہو رہے تم"۔

"ہاں زمبل مجھے اپنی بد بختی کے وہ دن یاد آرہے ہیں جب انہوں نے مجھے انسان سے
جانور بنا دیا تھا"۔

"نہیں...... اسالیس اعظم کی مقدس سرزمین پر تم نے جو لمحے گزارے انہیں اپنے لئے
برا نا کہو، برا نا سمجھو...... زمبل سے تمام تر محبت کے باوجود، اسالیس سے زمبل کی یہ عقیدت
میرے دل و دماغ کو چبھتی تھی اور دو تین بار میں نے یہ بھی سوچا تھا کہ زمبل اگر تم آخری لمحے
تک راہ راست پر نا آئیں تو شاید ہمارے درمیان کے تمام راستے خود بخود گہرے گڑھوں میں
تبدیل ہو جائیں...... میں ان خوش نما راستوں کو اپنا کر اپنا وہ اصول نہیں چھوڑوں گا جو میری
زندگی کا ہی نہیں میری موت کا بھی ایک حصہ ہے...... چاہے اس کے لئے مجھے کوئی بھی چیز
قربان کرنی پڑے۔

پھر ہم واپس آگئے...... زمبل سورج چھپے تک میرے ساتھ رہی اور اس کے بعد یہاں
سے رخصت ہو گئی اور پھر وہی تنہائی، تین دن تک میں اور زمبل اسی طرح اس شہر کی
سڑکوں اور آبادی کو دیکھتے رہے...... میں اس سے اب پوری طرح واقف ہوتا جا رہا تھا......
زمبل مجھے اس بارے میں بتا رہی تھی اور اس دن جب شام کو ہم لوگ واپس آئے تو یہاں
میری ملاقات لمبی چوڑی جسامت کے مالک، گورے چٹے چہرے والے اور بڑی بڑی مونچھوں
والے راجہ جوگیال سے ہوئی...... زمبل نے اسے دیکھا تو سہم سی گئی، لیکن راجہ جوگیال ایک
خوشنما چہرے والا شخص تھا...... مسکراتا ہوا میری طرف بڑھا اور بولا"۔

"جے مہاکال" میں نے اس کے بڑھے ہوئے ہاتھ کی جانب ہاتھ بڑھا دیا اور کوئی
جواب نہیں دیا تو اس نے زمبل کو دیکھا...... زمبل کہنے لگی"۔

"ابھی نہیں...... ابھی یہ تربیتی دور میں ہیں"۔

"جے مہاکال" اس نے کہا...... زمبل کہنے لگی۔

"سکندر...... یہ راجہ جوگیال ہیں، اب سے یہ تمہارے ساتھ رہیں گے اور اس کے بعد
تمہیں تمام صورت حال سے آگاہ کریں گے...... تم ان سے بھرپور تعاون کرو گے...... جیسے یہ
چاہیں بڑے علم والے ہیں...... یہ اور تمہارا ساتھ بھی بہت اچھی طرح دیں گے"۔

"ٹھیک ہے"۔

"اور اب میں جا رہی ہوں...... انہی کا انتظار تھا...... یہ اب تمہارے ساتھ رہیں گے"۔

میں نے زمبل کو دیکھا...... زمبل کے چہرے سے افسردگی ٹپک رہی تھی...... آخر کار وہ
وہاں سے چلی گئی تو راجہ جوگیال نے میرے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا"۔

"عورت...... حسن کائنات، زندگی کو سب سے بڑا سہارا دینے والی لیکن ایک بات
کہوں برخوردار اس کی ذات میں گم ہو کر اپنے آپ کو فراموش کرنے والے کبھی کامیاب
زندگی نہیں گزارتے...... یہ اچھی ساتھی ہے...... اچھی دوست ہے...... زندگی کے اچھے دن
ساتھ گزروا دیتی ہے، لیکن بس اس سے آگے اگر اس پر بھروسہ کیا تو سمجھ لو کہ اپنی زندگی کو
چڑیا کی زندگی بنا دینے کی کوشش کر رہے ہو...... ارے یہ تو جگہ جگہ بکھری پڑی ہیں...... کسی
ایک کے لئے اداس" میں نے اس کا جملہ درمیان میں روک دیا...... ہاتھ اٹھا کر اسے خاموش
رہنے کا اشارہ کیا...... وہ خاموش ہو کر مجھے دیکھنے لگا تو میں نے کہا۔

"سنو راجہ جوگیال...... اپنے افکار و خیالات کو آسمان کے الفاظ نہیں سمجھنا چاہئے...... یہ
تمہاری سوچ ہے...... ہو سکتا ہے میری سوچ تم سے مختلف ہو...... اس لئے الفاظ ادا کرتے وقت
دوسرے کے جذبات کا خیال رکھنا چاہئے" اس نے دونوں ہاتھ اٹھا کر برا مانے بغیر کہا"۔

"آئندہ خیال رکھوں گا...... لیکن نصیحت کی باتیں اس لئے کرتا رہوں گا تم سے کہ ایک
نگاہ میں ہی بھائے ہو اور بڑا پسند کیا ہے میں نے تمہیں" پھر مجھے تمہارے ساتھ ایک لمبا جیون
گزارنا ہے...... جے مہاکال" ہاتھ اٹھائے لیکن میں نے اس کے الفاظ نہیں دہرائے تھے۔

راجہ جوگیال نے مسکراتے ہوئے کہا...... اور اب چونکہ زمبل یہاں سے چلی گئی ہے
اور تم نوخیزیت کی عمر میں ہو اس لئے اس کی غیر موجودگی کو بہت زیادہ محسوس کرو گے......
خیر انسانی فطرت کا میں بھی قائل ہوں کہ انسان عقل و دانش کی کتنی ہی منزلیں کیوں نہ طے
کر چکا ہو اگر اپنی دانش میں وہ اتنی بلندی تک پہنچ گیا ہے کہ حقیقتوں کو سمجھ لے تو مہاکال بن

جاتا ہے...... اور جو مہاکال نہیں ہوتا اسے بہر طور حقیقتوں کے قریب ہی رہنا چاہئے...... تم مجھے ایک اچھا دوست پاؤ گے، میرے بارے میں تفصیلات جاننے کی کوشش مت کرنا...... اول تو میں کوئی ایسی اہم چیز نہیں ہوں، اتنا تو تم بھی جان چکے ہو گے کہ بس اسالیس کا پجاری ہوں اور یہ بات کافی ہوتی ہے...... کیا خیال ہے تمہارا۔

"ہاں بالکل ٹھیک...... اس میں کوئی شک نہیں کہ راجہ جوگیال ایک بہت ہی اچھی شخصیت کا مالک ثابت ہوا اور چند ہی گھنٹوں کی نشست میں اس نے مجھے اپنی جانب راغب کر لیا اور وہ مجھے ایک اچھا انسان محسوس ہوا...... دنیا جہاں کی باتیں ہمارے درمیان ہوئی تھیں اور ہم یہاں اس عمارت میں بہت خوش تھے...... اس کے بعد اس نے نہ تو مجھ سے جے مہاکال کہا تھا اور نا ہی میرے جواب نہ دینے پر اعتراض کیا تھا...... اس نے دوسرے دن کہا۔

"جیسا کہ میں نے تم سے کہا سکندر کہ دنیا کو میری آنکھوں سے دیکھو اور اس بات پر یقین رکھنا کہ ہمیشہ عیش و آرام سے رہو گے"۔

"شاید"۔

"عمدہ لباس...... عمدہ کھانا اور عمدہ زندگی...... ہاں ایک بات کہوں برا تو نہیں مانو گے"۔

"نہیں بالکل نہیں"۔

"وعدہ کرتے ہو نا"۔

"ہاں"۔

جس قدر حسین جسم کے مالک ہو تم...... دیوانی ہو جائیں گی لڑکیاں تمہارے لئے...... پاگل ہو جائیں گی...... اپنے جسم کو کبھی کسی کے لئے عام نہ کرنا اور تمہارے لئے لباس کا انتخاب میں خود کروں گا۔

اس نے اپنے کہنے کو عملی جامہ بھی پہنا دیا اور میرے لئے اتنے خوبصورت اور قیمتی لباس لے کر آیا کہ میں حیران رہ گیا...... زندگی سے جتنے فاصلے ہو گئے تھے یہ فاصلے ایک دم مٹنے لگے تھے...... مجھے ایک نئی ہی زندگی مل گئی تھی اور میں ناخوش نہیں تھا...... بہر حال راجہ جوگیال میری خوب تعریفیں کرتا تھا۔

پھر ایک یا دو دن کے بعد اس نے مسکراتے ہوئے کہا...... "زمبل بہت یاد آتی ہے تمہیں"۔

"ہاں...... وہ بہت اچھی تھی...... اور...... اور سچی بات یہ ہے کہ اس نے میرا بڑا ساتھ دیا۔

"ہاں اس میں کوئی شک نہیں ہے...... مہاکال کے حوالے سے وہ تمہاری بہت اچھی دوست تھی...... لیکن جہاں تک عورت کا تعلق ہے، مگر چھوڑو یہ باتیں کہنے کی نہیں کرنے کی ہوتی ہیں...... میں آج تمہیں ایک ایسی دنیا میں لے جاؤں گا جو تمہیں بہت اچھی لگے گی۔

میں نے اس کی کسی بات کا کوئی جواب نہیں دیا تھا...... پھر اس نے مجھے ایک خوب صورت لباس پہننے کے لئے دیا اور شام کے سرمئی دھندلکوں میں ہم جگمگاتی سڑکوں پر نکل آئے جہاں انسانوں کا سمندر ٹھاٹھیں مار رہا تھا اور یہ حسین شہر اپنے حسن کے لحاظ سے بے مثال تھا...... مختلف علاقوں میں گھومتے ہوئے ہم ایک ایسے علاقے میں نکل آئے جہاں ساز و آواز کی رونقیں سجی ہوئی تھیں...... جگہ جگہ سے ترنم ابھر رہا تھا اور ساز بج رہے تھے۔

میں اس جگہ کے بارے میں بالکل نہیں جانتا تھا، ظاہر ہے گیارہ بارہ سال کی عمر تک پیرو میں رہا اور اس کے بعد عذاب میں...... اس لئے بہت سی جگہوں کے بارے میں نہ تو کتابی معلومات حاصل تھیں نہ عملی...... میں نے متعجب لہجے میں کہا۔

"یہ آوازیں کیسی ہیں؟"۔

"نہیں جانتے ان آوازوں کے بارے میں؟"۔

"بالکل نہیں"۔

"موسیقی سے کوئی دلچسپی ہے؟"۔

"تھی"۔

"تھی سے کیا مراد ہے...... اب نہیں ہے؟"۔

"بھول چکا ہوں...... میں نے جواب دیا اور راجہ جوگیال مجھے عجیب سی نگاہوں سے دیکھنے لگا...... پھر بولا"۔

"ہوں...... یہ حسن کی منڈی ہے اور یہاں ہزاروں زمبل لہرا رہی ہیں...... آؤ میں تمہیں ان سے ملاؤں...... اجنبی دنیا ہے لیکن ذرا موقع کی نزاکت کو سمجھنا اور کوئی ایسا عمل نہ کر ڈالنا جو خود تمہیں ناپسند ہو"۔

میں نہیں سمجھ سکا تھا کہ اتنی ساری نصیحتیں وہ مجھے کیوں کر رہا ہے...... آخر یہ کون سی جگہ ہے جس کے بارے میں وہ مجھے اتنی ہدایتیں دے رہا ہے...... اس نے کہا تھا کہ یہاں

ہزاروں زمبل بکھری پڑی ہیں...... میں دیکھنا چاہتا تھا کہ یہ کون کون سی زمبل ہیں...... وہ ایک جگہ منتخب کر کے ایک دروازے کی جانب بڑھ گیا...... نجانے کیوں اس دروازے سے اندر داخل ہوتے ہوئے میرے قدموں میں ایک لرزش سی پیدا ہو گئی تھی...... شاید یہ اس کے الفاظ کا نتیجہ تھا۔

بہر حال ہم دونوں ایک خوبصورت سجے ہوئے مکان کے اندر داخل ہو گئے اور پھر بے دھڑک اس مکان کے ایک وسیع و عریض کمرے میں اور کچھ نہیں تو کم از کم دنیا میں رہنے والوں کے بارے میں اتنا ضرور جانتا تھا میں کہ زندگی کے کچھ آداب ہوتے ہیں، کسی کے گھر میں اگر داخل ہوا جائے تو اس سے اجازت لینا ہوتی ہے...... یہ ایسا کون سا مکان تھا جس میں بلا اجازت با آسانی اندر داخل ہونے میں کوئی دقت نہیں ہوتی تھی...... میں راجہ جوگیال کے ساتھ ایک بہت بڑے کمرے میں داخل ہو گیا۔

فرش پر قالین بچھے ہوئے تھے اور قالینوں پر سفید چادریں بچھی ہوئی تھیں اور دیواروں کے ساتھ ساتھ اور درمیان میں سفید غلاف میں لپٹے ہوئے گاؤ تکئے رکھے تھے اس کے علاوہ چاندی کے عجیب سے برتن جگہ جگہ رکھے ہوئے تھے اور بہت سے افراد ان گاؤ تکیوں سے ٹیک لگائے بیٹھے تھے۔

ایک طرف ساز بجانے والے رنگ برنگے چمکیلے لباسوں میں ملبوس ترچھی ٹوپیاں لگائے بیٹھے تھے اور ان کے ساز بج رہے تھے...... طبلچی طبلے سے زیادہ اپنی گردن مٹکا رہا تھا اور درمیان میں واقعی ایک بہت ہی خوب صورت لڑکی رقص کر رہی تھی...... ایک طرف نیم دائرے کی شکل میں کچھ عورتیں بیٹھی ہوئی تھیں...... انہی میں سے ایک عورت نے ہمیں دیکھا تو چونک کر ہاتھ اوپر اٹھا دیئے اور سارے ساز ایک دم رک گئے۔

ساز خاموش ہوئے تو رقص کرنے والی لڑکی بھی اپنی جگہ رک گئی...... عورت جلدی سے اپنی جگہ سے کھڑی ہو گئی اور اس نے کہا۔

"آہا راجہ جوگیال اور بغیر اطلاع کے"۔

تمام لوگ گردنیں اٹھا اٹھا کر ہمیں دیکھنے لگے تو راجہ جوگیال نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ارے یہ کیا کرشنا کماری جی...... اپنا کام جاری رکھیں...... ہم تو من موجی ہیں...... موج آئی چلے آئے...... نہیں نہیں دوسرے مہمان بھی ہیں ان کا احترام کریں...... معاف

کیجئے گا بھائی صاحب یہ ہماری کرشنا کماری جی جو ہیں...... یہ ہمیں ہمیشہ ہی شرمندہ کر دیا کرتی ہیں...... ہم آپ سے معافی چاہتے ہیں۔

کرشنا کماری جی کو شاید شرم آ گئی...... جلدی سے بولیں...... جاری رہو...... جاری رہو۔

سازندوں نے ایک بار پھر ساز بجانے شروع کر دیئے...... ناچنے والی لڑکی نے ہوشربا نگاہوں سے ہم دونوں کو دیکھا اور پھر ایک ادا کے ساتھ جھک کر سلام کیا...... پھر رقص شروع کر دیا۔

"آیئے...... براہ کرم ادھر آ جایئے...... راجہ صاحب آپ بھی آیئے...... کرشنا کماری جی خوب عمر رسیدہ تھیں، لیکن بال بال موتی پروئے ہوئے تھے اور چہرہ چاند کی طرح چمک رہا تھا...... عمر ان پر اثر انداز نہیں معلوم ہوتی تھیں...... میں سحر زدہ سا تھا...... واقعی راجہ جوگیال نے سچ کہا تھا...... یہ تو دنیا ہی بالکل اجنبی تھی...... ایسا بے تکلفی کا ماحول...... ایسا رقص...... ایسی محفل...... ایسا سب کچھ تو میں نے کبھی دیکھا ہی نہیں تھا۔

بہر حال رقاصہ رقص کرنے لگی اور کرشنا کماری جی ہمیں لئے ہوئے آگے بڑھ گئیں...... پھر انہوں نے ہمیں بیٹھنے کے لئے ایک عمدہ جگہ پیش کی جو ان سے کچھ ہی فاصلے پر تھی...... گاؤ تکئے ہمارے سامنے کئے گئے اور راجہ جوگیال ایک خاص انداز میں گاؤ تکئے سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا...... میں نجانے کیوں کچھ جھینپا جھینپا سا تھا...... میں یہ محسوس کر رہا تھا کہ وہاں موجود تمام نگاہیں میرا ہی طواف کر رہی ہیں...... خاص طور سے وہ عورتیں اور لڑکیاں جو کرشنا کماری کے ساتھ بیٹھی ہوئی تھیں...... چمک دار نگاہوں سے میرا جائزہ لے رہی تھیں...... سب کی سب خوب صورت تھیں اور ان کے ہونٹوں پر ایک عجیب سی مسکراہٹ تھی...... نجانے کیوں یہ مسکراہٹیں اور ان کی آنکھوں کی چمک مجھے اپنے پورے وجود میں چبھتی ہوئی محسوس ہو رہی تھیں...... کرشنا کماری جی ہمارے سامنے بیٹھ گئیں...... پھر کہنے لگیں۔

"آپ جب آتے ہیں راجہ صاحب تو اطلاع کرا دیا کرتے ہیں اور پھر ہم آپ کا استقبال کیا کرتے ہیں...... آج آپ اچانک ہی آ گئے"۔

"ہاں...... یہ تو آپ کی محبت ہے کرشنا جی کہ آپ ہمارا اتنا خیال رکھتی ہیں، لیکن اب ایسا بھی نہیں سمجھتے اپنے آپ کو کہ ہمیشہ اس بات کے منتظر رہیں کہ آپ ہمارے لئے اہتمام کریں"۔

"آپ کا گھر ہے آپ کی محبت ہے راجہ جی...... لیکن یہ کون ہیں؟ اب کرشنا کماری میری جانب متوجہ ہوئیں"۔

"شہزادہ سکندر...... راجہ جوگیال نے میرا تعارف کرایا"۔

"اوہ...... راجہ کے ساتھ شہزادے"۔

"کیوں کیا مطلب؟"۔

"میرا مطلب ہے راجاؤں کے ساتھ تو راجکمار ہوا کرتے ہیں...... یہ شہزادے کب سے ہونے لگے"۔

"سکندر کو جانتی ہو؟"۔

"کون سے سکندر کو...... انہیں یا اسے جو یونان سے لڑتا جھگڑتا یہاں تک چلا آیا تھا"۔

راجہ جوگیال نے جواب میں قہقہہ لگایا اور میری طرف رخ کر کے بولا"۔

کرشنا کماری جی بہت اعلیٰ تعلیم یافتہ ہیں ان سے گفتگو کرو گے تو مزہ آجائے گا۔

"لیکن ہمیں اعتراض ہے...... کرشنا کماری نے کہا"۔

"کیا؟"۔

"آپ انہیں یہاں کیوں لے آئے؟"۔

"ارے کیوں کرشنا جی ایسی کیا بات ہے؟"۔

"یہ تو بہت چھوٹے ہیں"۔

"اچھا اچھا یہ بات ہے"۔

"ہوں...... کرشنا کماری مسکرا کر بولی"۔

"کرشنا جی آپ نے ہرے رنگ کی چھوٹی مرچ دیکھی ہے...... راجہ جوگیال نے کہا اور کرشنا کماری ہنس پڑی"۔

"بہت تیز ہیں کیا؟"۔

"ایسے ویسے...... جب ان کے جوہر کھلیں گے تو آپ کو اندازہ ہوگا"۔

"دیکھئے کب کھلتے ہیں یہ ہمارے سامنے...... کرشنا کماری نے بھوکی نگاہوں سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا اور راجہ جوگیال ہنسنے لگا۔

ناچنے والی لڑکی آہستہ آہستہ ہمارے قریب آگئی تھی...... راجہ جوگیال نے میری

جانب اشارہ کیا تو وہ دوزانو ہو کر میرے سامنے بیٹھ گئی...... میرے بدن نے پسینہ چھوڑ دیا تھا۔ مجھے ایک دم زمبل یاد آگئی...... وہ مجھے بے حد پسند تھی اور یہ لڑکی زمبل کے پیروں کی خاک بھی نہیں تھی لیکن بہت اچھی لگ رہی تھی مجھے، خاص طور سے اس کا یہ عجیب سا انداز...... زمبل تو ذرا مختلف ہی شخصیت کی مالک تھی...... یہ لڑکی دودھ کی طرح سفید...... بڑی بڑی آنکھوں والی...... آنکھوں میں کاجل کی باریک لکیریں بے حد حسین لگ رہی تھیں...... دانت بھی بے حد سفید اور چمکدار تھے اور جب وہ مسکراتی تو روشنی سی پھیل جاتی تھی۔

اس دوران راجہ جوگیال نے جھک کر کرشنا کماری کے کان میں کچھ کہا اور انہوں نے گردن ہلا دی...... پھر راجہ جوگیال نے اپنی جیب سے نوٹوں کی ایک بڑی سی گڈی نکالی اور کرشنا کماری جی کے سامنے سرکادی...... کرشنا کماری جی نے آنکھیں بند کر کے گردن خم کی اور گڈی بڑی خاموشی سے ان کے لباس میں کہیں غائب ہو گئی...... پھر وہ اپنی جگہ سے اٹھیں اور ایک کمرے کے دروازے سے باہر چلی گئیں۔

میں اس دوران ان کی طرف بھی متوجہ تھا اور گھبرائی گھبرائی نگاہوں سے گانے والی لڑکی کی طرف بھی دیکھتا رہا تھا...... وہ دوزانو میرے سامنے بیٹھی ہوئی گاتی رہی...... پھر اچانک ہی راجہ جوگیال نے نوٹوں کی ایک گڈی میرے سامنے ڈال دی اور اشارے سے مجھے اس لڑکی کی طرف نوٹ بڑھانے کے لئے کہا...... میں نے وہ سارے نوٹ اس لڑکی کے سامنے ڈال دیئے...... وہ گاتے ہوئے ایک ادا سے جھکی اور نوٹ اٹھا کر انہیں ساز بجانے والوں کی طرف اچھال دیا...... پھر اپنی جگہ سے اٹھی اور رقص کرتی ہوئی آگے بڑھ گئی...... واقعی اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ ماحول بڑا سحر انگیز تھا...... کیا زندگی گزاری تھی میں نے اور اب اچانک ہی کیا زندگی مل گئی تھی مجھے...... عمر کی نوخیزیت اس بات کو بڑی اہمیت دے رہی تھی اور میں محسوس کر رہا تھا کہ یہ جگہ مجھے بے حد پسند آئی ہے...... میں اب پوری طرح لڑکی کی جانب متوجہ تھا۔

تھوڑی دیر کے بعد ایک اور لڑکی باہر آئی...... یہ پہلی لڑکی سے بھی زیادہ خوب صورت تھی...... اس نے اتنا حسین لباس پہنا ہوا تھا اور اتنا حسین چہرہ تھا اس کا کہ دیکھ کر اس پر سے نگاہیں نہ ہٹیں...... بقول شخصے کہ بال بال موتی پروئے ہوئے تھی...... اور میں اسے دیکھتا رہ گیا تھا...... پھر وہ لڑکی بھی آہستہ آہستہ آگے بڑھی اور میرے پاس آ بیٹھی۔

میں ایک لمحے کے لئے جھجکا، لیکن یہاں کا تو ماحول ہی یہی تھا...... کوئی کسی کی جانب توجہ نہیں دے رہا تھا...... سب رقص کرنے والی کو دیکھ رہے تھے...... یہاں تک کہ راجو جوگیال نے بھی میرے اور دوسروں کی جانب توجہ نہیں دی، جبکہ میرے قریب آنے والی لڑکی مجھ سے کچھ اور قریب ہو گئی...... اس کے بدن سے خوشبو کی لپٹیں اٹھ رہی تھیں...... پھر اس نے آہستہ سے کہا۔

"سنیئے"۔

میں نے چونک کر اسے دیکھا تو وہ بولی۔

"بری لگ رہی ہوں میں؟"۔

"جی...... میں حیرت سے بولا"۔

"میں نے کہا میں اچھی نہیں لگی آپ کو؟"۔

"مم میں...... میں کیا بتاؤں؟"۔

"بتا دیجئے نا...... وہ ایک ادا سے بولی"۔

"نن نہیں...... میرا مطلب ہے آپ مجھے بری تو نہیں لگ رہیں"۔

"سچ...... وہ آہستہ سے بولی"۔

"جج جی ہاں...... بب...... بھلا مجھے کیا حق ہے کہ آپ کو اچھا یا برا کہوں...... میں نے ہکلاتے ہوئے کہا"۔

"اور اگر یہ حق آپ کو مل جائے تو؟"۔

"مم مگر میں...... میں...... میں نے گھبرا کر چاروں طرف دیکھا...... غالباً راجو جوگیال جان بوجھ کر دوسری جانب متوجہ تھا تاکہ میں نروس نہ ہو جاؤں...... وہ پھر بولی۔

"نام کیا ہے آپ کا؟"۔

"سکندر"۔

"واہ شکل سے بھی سکندر لگتے ہو...... کشادہ پیشانی...... روشن آنکھیں اور...... اور لگتا ہے کیا کہوں کیا نہ کہوں"۔

"میں...... میں کچھ سمجھ نہیں پایا"۔

"سمجھا دیں گے آپ کو...... ضرور سمجھا دیں گے...... ویسے آپ پہلی بار نظر آئے

ہیں...... وہ مسکراتے ہوئے بولی"۔

"جی ہاں"۔

"کیوں؟"۔

"میرے پاس اس کیوں کا کوئی جواب نہیں ہے"۔

"چلئے نہ سہی...... جو جواب آپ اپنی پسند سے دیں گے تو ہم اسے تسلیم کر لیں گے...... یے آپ نے ہم سے بھی ہمارے بارے میں نہیں پوچھا"۔

"چلئے بتا دیجئے...... میں تھوڑا سا بے تکلف ہو گیا اور وہ ناز بھری نگاہوں سے مجھے دیکھنے لی...... پھر اپنے ہونٹوں کا ایک کونہ دانتوں میں دباتے ہوئے بولی۔

"اتنی بیزاری سے پوچھ رہے ہیں"۔

"نہیں بیزاری سے تو نہیں"۔

"تو پھر یہ کیا ہے؟ بے رخی"۔

"آپ باتیں بہت کرتی ہیں"۔

"کیوں کیا اچھی نہیں لگتیں آپ کو ہماری باتیں"۔

"پتہ نہیں"۔

"چلئے ٹھیک ہے...... ہم کوشش کریں گے کہ آپ کے دل میں اتر جائیں...... حالانکہ لوں میں اترنا بڑا مشکل ہوتا ہے"۔

"چلیں اپنا نام تو بتائیں"۔

"ہمارا نام کنول ہے...... پتہ نہیں آپ کو پسند آئے گا یا نہیں"۔

"صرف کنول...... میں نے کہا"۔

"ہاں صرف کنول...... لیکن اگر آپ چاہیں تو کنول سکندر کہہ سکتے ہیں"۔

"کیا مطلب؟"۔

"اپنے نام کے ساتھ ہمیں شامل کر لیجئے نا...... ہمارے نام کی بھی عزت بڑھ جائے گی...... اس نے کہا اور ہنس کر مجھے دیکھنے لگی"۔

"آپ باتیں بہت کرتی ہیں"۔

"بری لگتی ہیں ہماری باتیں"۔

"نہیں"۔

"چلئے یہ آپ نے ہمارا دل بڑھانے والی بات کہہ دی"...... پھر بولی...... ناچ پسند ہے آپ کو"۔

"میں پہلی بار دیکھ رہا ہوں"۔

"آپ نے کبھی کسی کو ناچتے ہوئے نہیں دیکھا؟"۔

"نہیں"۔

"آپ نے جنگل دیکھا ہے؟"۔

"ہاں...... اصلی جنگل"۔

"کیا مطلب؟"۔

"یہ انسانوں کا جنگل ہے میں نے جانوروں کا جنگل بھی دیکھا ہے"۔

"ارے واہ...... اچھا بولے آپ تو...... اصل میں جب انسان پہلی بار کہیں جاتا ہے تھوڑی سی جھجک تو ہوتی ہی ہے اسے...... مجھے اندازہ ہے کہ آپ بہت اچھا بولتے ہو گے...... سنیں اگر یہ ناچ آپ کو پسند آرہا ہے تو تھوڑی دیر یہاں بیٹھئے ورنہ اٹھیئے اور ہمارے ساتھ چلیئے...... ہمیں آپ سے بہت سی باتیں کرنی ہیں۔

میں نے گھبرائی ہوئی نگاہوں سے چاروں طرف دیکھا...... پھر راجہ جوگیال کو دیکھا آہستہ سے کہا۔

"نہیں بھلا میں یہاں سے کیسے اٹھ سکتا ہوں"۔

"ہم بتاتے ہیں...... اس نے کہا اور پھر اچانک ہی اس نے میرا ہاتھ پکڑ لیا اور پھر لئے ہوئے اپنی جگہ سے اٹھ گئی"۔

"ارے میں بوکھلائے ہوئے انداز میں پھر ادھر اُدھر دیکھنے لگا، لیکن میں نے کسی کو اپنی جانب متوجہ نہیں پایا تھا...... جیسے یہ سب کچھ معمول کے مطابق ہو...... کنول مجھے ہوئے اس دروازے سے باہر نکل گئی جس دروازے سے تھوڑی دیر پہلے کرشنا کماری گئی تھیں...... میں درحقیقت بڑی بوکھلاہٹ محسوس کر رہا تھا...... زمبل کو میں نے پسند کیا تھا زمبل میرے دل و دماغ میں بسی ہوئی تھی لیکن کبھی اس سے میری اتنی بے تکلفی نہیں تھی...... وہ تو بہت ہی نفیس طبیعت کی مالک تھی...... بہرحال وہ مجھے اپنے ساتھ لئے ہوئے

اندرونی حصے کی جانب چل پڑی، جس کمرے سے گزر کر ہم بیرونی برآمدے تک پہنچے...... وہ بڑا حسین تھا اور اس میں بڑے بڑے گملے سجائے گئے تھے جن میں خوب صورت پھول کھلے ہوئے تھے...... برآمدے کا طول و عرض بہت زیادہ تھا اور اس کے دونوں طرف کمرے بنے ہوئے تھے اور برآمدے کے دوسری جانب روشنیوں کا کھیت نظر آرہا تھا...... ایسے لگتا تھا جیسے زمین میں روشنیاں کاشت کر دی گئی ہوں...... بہت ہی خوب صورت جگہ تھی...... میں اسے دیکھتا رہ گیا۔

لڑکی کے بدن سے اٹھنے والی خوشبو مجھے عجیب عجیب سے جہانوں کی سیر کرا رہی تھی...... یہاں پہنچ کر اس نے مدہم لہجے میں کہا۔

"یہ جگہ آپ کے قابل تو نہیں ہے سکندر جی...... پر ہم کوشش کریں گے کہ آپ کا من ہم سے لگ جائے"۔

"ایک بات بتایئے...... میں نے سہمی ہوئی آواز میں کہا"۔

"پوچھئے...... وہ اس قدر پیار سے بولی...... کہ مجھے بڑا عجیب محسوس ہوا"۔

"ہم اس طرح وہاں سے اٹھ کر آگئے ہیں...... دوسرے لوگ کیا سوچیں گے"۔

جواب میں وہ ہنسنے لگی پھر بولی...... "یہاں کوئی کسی کے بارے میں نہیں سوچتا بس جس کا من جس سے لگے بس وہ اسی کے بارے میں سوچتا ہے"۔

"کیوں؟"۔

"اس کیوں کا جواب میرے پاس نہیں ہے"۔

"نہیں میرا مطلب ہے خیر چھوڑیئے...... یہ بتایئے آپ بھی رقص کرتی ہیں؟"۔

"مورنی کو کبھی مور کے لئے ناچتے ہوئے دیکھا ہے آپ نے؟"۔

"نہیں کیوں...... میں نے تعجب سے دیکھا اور وہ ہنس پڑی"۔

"اپنے مور کے لئے ناچتی ہے وہ...... میں بھی آپ کے لئے ناچ سکتی ہوں...... آپ کہیں تو ابھی"۔

"نہیں میرا مقصد یہ نہیں تھا"۔

"ایک بات بتایئے"۔

"ہاں بولیئے"۔

"آپ واقعی پہلی بار ایسی کسی جگہ آئے ہیں؟"۔

"ہاں"۔

"راجہ جی آپ کے کون ہیں؟"۔

"دوست ہیں...... میں نے فوراً جواب دیا"۔

"کیا یہ دوستی زیادہ پرانی نہیں ہے؟"۔

"نہیں"۔

"تب ہی تو"۔

"کیا راجہ جوگیال اکثر یہاں آتے رہتے ہیں؟"۔

"ہاں...... بڑے من موجی ہیں وہ بہت بڑے آدمی ہیں جب وہ یہاں آتے ہیں تو سب بڑے خوش ہو جاتے ہیں"۔

"چلئے ٹھیک ہے...... آپ یہاں اکثر آتے رہیں گے"۔

"ہو سکتا ہے"۔

"اور پوچھوں کچھ آپ سے"۔

"ہاں ضرور"۔

"کسی کے دل تک نہیں پہنچے آپ"۔

"کیا"۔

"میرا مطلب ہے آپ کسی کے دل تک پہنچے...... کسی کے دل کی محفل میں"۔

"واہ دل میں بھی کوئی محفل ہوتی ہے"۔

"ہاں کیوں نہیں...... آپ دل کے بارے میں جانتے ہیں"۔

"ہاں کیوں نہیں"۔

"کیا ہوتا ہے"۔

"بدن کا ایک حصہ جو دھڑکتا ہے اور خون پمپ کرتا ہے"۔

"ارے واہ یہ تو بڑی اچھی بات ہے کہ آپ کو دل کا حال اس حد تک معلوم ہے؟ آپ کو اس کے علاوہ بھی کچھ معلوم ہے"۔

"ہاں"۔

"کیا؟"۔

"کسی کی سندر صورت جب دل میں چھپ جاتی ہے تو دل کہیں کا نہیں رہتا"۔

"میں نے اس بارے میں پہلے کبھی نہیں سنا"۔

"دل میں بسا کر دیکھئے کسی کو"۔

"میری سمجھ میں یہ بات ہی نہیں آ رہی کوئی دل میں کیسے جا کر رہ سکتا ہے"۔

"چلئے ٹھیک ہے...... بات اصل میں یہ ہے کہ جب تک کسی کے دل کو روگ نہیں لگتا وہ دوسروں کے روگ کو بھی نہیں سمجھتا...... اچھا ایک بات بتائیے...... میں کیسی لگی آپ کو"۔

"بہت اچھی ہو...... بڑی اچھی باتیں کرتی ہو...... تم نے اپنے بدن پر جو کچھ پہنا ہوا ہے یہ بھی بہت اچھا ہے اور یہ رنگین روشنیاں جو تمہارے چہرے پر چمک رہی ہیں یہ بھی بہت اچھی ہیں"۔

"واہ بڑی خوب صورت باتیں کرتے ہیں آپ...... یہ بتائیے کیا یہاں سے جانے کے بعد دوبارہ بھی ہمارے پاس آئیں گے"۔

"یہ تو راجہ جوگیال کی مرضی ہے...... اگر وہ مجھے یہاں لے کر آئے تو ضرور آجاؤں گا"۔

"اور اگر نہ لائے تو"۔

"نہیں آؤں گا"۔

"کیوں؟...... اس نے اپنے چہرے کو اداس بنا کر کہا"۔

"یہ تو میں نہیں کہہ سکتا...... لیکن اگر میں راجہ جوگیال سے کہوں گا کہ یہاں آنا ہے تو وہ انکار نہیں کریں گے وہ بہت اچھے انسان ہیں"۔

"اور آپ...... آپ تو سچ مچ آنکھوں کے راستے دل میں اتر جانے والوں میں سے ہیں...... ایسی بھولی باتیں کرتے ہیں آپ کہ آپ کی عمر کے کسی دوسرے نے نہ کی ہوں گی...... ایسا لگتا ہے جیسے اس سنسار کو آپ نے بہت کم دیکھا ہو"۔

"جو کچھ بھی تم سمجھو"۔

"اچھا یہ بتائیں میرے ساتھ رہیں گے یا وہاں چلیں گے جہاں رقص ہو رہا ہے"۔

"وہاں چلیں...... میں نے کہا اور لڑکی نے گہری نگاہوں سے مجھے دیکھا...... پھر بولی"۔

"آؤ پھر چلتے ہیں...... اور پھر وہ میرے ساتھ واپس اسی کمرے میں آگئی...... یہاں کا

ماحول جیسے کا تیسا تھا...... راجہ جوگیال اور کرشنا کماری نے نگاہیں اٹھا کر مجھے دیکھا
دونوں نے آنکھوں ہی آنکھوں میں ایک دوسرے کو اشارے کئے تھے جنہیں میں نے م
تو کیا تھا لیکن سمجھ نہیں سکا تھا اور پھر میں اپنی جگہ بیٹھ گیا...... چونکہ میں نے دیکھا تھا
لوگ بھی اپنی جگہ بیٹھے ہوئے ہیں، لیکن وہ لڑکی اٹھ کر اندر چلی گئی تھی...... پھر اچانک
راجہ جوگیال اپنی جگہ سے اٹھا اور میں نے گھبرا کر اسے دیکھا...... خود بھی اٹھنے کی کوشش
راجہ جوگیال نے کہا۔

"نہیں تم بیٹھو...... مجھے ذرا کرشنا جی سے کچھ کام ہے"۔

کرشنا کماری بھی اپنی جگہ سے اٹھ گئی تھی اور دونوں باہر نکل گئے تھے...... میں اپنی
خاموش بیٹھ گیا...... رقص کرنے والی لڑکی ایک بار پھر میرے نزدیک آگئی، جاتے ہو
راجہ جوگیال ایک بار پھر میرے سامنے نوٹوں کی گڈی پھینک گیا تھا...... لڑکی میرے قر
بیٹھ کر گانے لگی اور میں نے نجانے کس خیال کے تحت وہ نوٹ اس کی جانب سرکا دیئے
لڑکی گاتے گاتے ایک دم ہنس پڑی تھی شاید میرا انداز ہی کچھ ایسا تھا...... میں نے گھبرا کر
اُدھر دیکھا...... لڑکی نے میرے ہاتھ پر ہاتھ رکھ دیا اور بولی"۔

"نہیں معافی چاہتی ہوں...... بس ایسے ہی ہنسی آگئی تھی"۔

"کک...... کوئی بات نہیں ہے...... میں نے جواب دیا اور اس کے بعد میں خا
بیٹھا راجہ جوگیال کی واپسی کا انتظار کرنے لگا...... اس نے زیادہ دیر نہیں لگائی تھی اور کچھ
لمحوں کے بعد واپس آگیا تھا"۔

"بیٹھو گے یہاں؟"۔

"پتہ نہیں"۔

"میرا مطلب ہے اگر یہ جگہ اچھی لگ رہی ہے تو بیٹھو ورنہ چلتے ہیں یہاں سے"۔

"چلیئے...... میں نے کہا اور ایک دم اٹھ کر کھڑا ہو گیا...... میرے ہر انداز میں و
تھی لیکن باہر نکلنے کے بعد راجہ جوگیال نے مجھ سے کہا"۔

"تمہاری یہ وحشت فطری ہے ظاہر ہے پہلی بار کسی ایسی جگہ آئے ہو گے لیکن
کیسا لگا یہاں آکر"۔

"ابھی کوئی فیصلہ کن بات نہیں کہہ سکتا میں نے جواب دیا"۔

"چلو جب فیصلہ کر لو تو مجھے بتا دینا"۔

پھر ہم واپس اسی محل نما عمارت میں آگئے...... راجہ جوگیال نے مجھ سے کہا"۔

"لباس تبدیل کر لو...... بیٹھیں گے کچھ دیر...... باتیں کریں گے...... دیکھو میں
تمہیں ایک بات بتا دوں، مگر نہیں...... بعد میں سہی...... جاؤ لباس تبدیل کر کے بڑے
کمرے میں آجاؤ"۔

میں خاموشی سے اپنے کمرے میں چلا گیا تھا...... اپنا تجزیہ کر رہا تھا...... جائزہ لے رہا
تھا...... اپنی کیفیات کا اور یہ اندازہ ہو رہا تھا کہ اس طرح جو لمحات گزرے ہیں میرے لئے
ناپسندیدہ نہیں رہے...... میرے دل میں کوئی لگن...... کوئی خاص احساس تو تھا نہیں...... ہاں
بس اگر کبھی کوئی تردد ہوتا تھا تو صرف اتنا سا کہ مہاکال جو کچھ چاہتا ہے وہ میں نہیں کرنا چاہتا
تھا...... باقی ان لوگوں میں کوئی اور خرابی نہیں تھی...... بہر حال میں راجہ جوگیال کے پاس
پہنچا وہ بھی لباس تبدیل کر کے آگیا تھا کہنے لگا"۔

"یوں سمجھ لو کہ یہ تمہارا امتحان تھا"۔

"امتحان"۔

"ہاں"۔

"وہ کیسا؟"۔

"میں دیکھنا چاہتا تھا کہ تم عورت سے کتنا متاثر ہوتے ہو؟"۔

"کیا دیکھا؟"۔

"کچھ نہیں دیکھا"...... تم سے کچھ پوچھنا چاہتا ہوں۔

"کیا؟"۔

"وہ لڑکی جو تمہیں اپنے ساتھ لے گئی تھی تمہیں کیسی لگی؟"۔

"میں نہیں سمجھا"۔

"کیسی شکل و صورت کی تھی وہ؟"۔

"بہت خوبصورت تھی اچھی لگ رہی تھی"۔

"اس نے تمہیں اپنے ساتھ قیام کرنے کی پیشکش بھی کی تھی؟"۔

"شاید"۔

"مگر تم نے اسے انکار کر دیا"۔

"تو میں کیا کرتا"۔

"یہ عمر جس سے تم اس وقت گزر رہے ہو بڑی خوفناک عمر ہوتی ہے یہیں سے ان کی شخصیت کی تشکیل ہوتی ہے...... یہیں سے اس کی فطرت کا پتہ چلایا جا سکتا ہے...... میں نے کرشنا کماری سے کہا تھا کہ کنول کو تمہارے سامنے لائے"۔

"کیوں؟"۔

"میں یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ تم کنول کے چکر میں آتے ہو یا نہیں؟"۔

"کیا دیکھا؟" میں نے سوال کیا۔

"بہت اچھی شخصیت کے مالک ہو تم...... پر سنو عورت کائنات کی سب سے ح ہے...... لیکن سب سے خوفناک اس کا حسن بے مثال، لیکن اس کی فطرت بے حد بھیانک جب سے یہ دنیا قائم ہوئی ہے اس نے مردوں پر حکومت کی ہے اس کی دل فریبی سے ممکن نہیں ہے...... "ارسطو تک اس کے جال میں گرفتار ہوئے بغیر نہیں رہ سکا...... میں نہیں کہتا کہ عورت کا انسانی زندگی میں کوئی دخل نہ ہو لیکن حالات کو پرکھے بغیر اس کے ج میں پھنس جانا اچھی بات نہیں" جتنے بڑے بڑے لوگوں کا زوال ہوا ہے وہ اسی کے باعث ہے اور تم...... تم مہاکال کے ارادوں کی تکمیل ہو...... کیا سمجھے...... اسالیس اعظم تم مہاکال سے بھی بڑا مقام دینا چاہتا ہے اور اگر تم نے اسالیس اعظم کا دیا ہوا مقام حاصل کر لیا تم سوچ بھی نہیں سکتے کہ دنیا تمہارے سامنے کتنی چھوٹی ہو جائے گی...... ہم یہ جائزہ لینے کوشش کر رہے ہیں کہ تم کون کون سی چیزوں سے متاثر ہوتے ہو...... دیکھو ہر انسان کا ماضی ہوتا ہے، لیکن ایک نہ ایک دن اسے اپنے ماضی سے رشتہ توڑنا ہوتا ہے اور حال رشتہ جوڑنا پڑ جاتا ہے...... تم حال سے رشتہ جوڑو اور یہ نہ سمجھو کہ ماضی میں جو کچھ کھو چ اسے دوبارہ حاصل نہیں کر سکتے...... میری بات اگر عقل سے سمجھنے کی کوشش کرو تو کچھ سمجھ میں آ جائے گا...... تمہارے دماغ میں تمہارے ماں، باپ ہوں گے...... وہ گھر جہاں تم نے پرورش پائی تھی...... ان سب سے رشتے ہوں گے تمہارے بے شک...... م نہیں کہتا کہ رشتوں کے تار ٹوٹ جاتے ہیں...... رشتے تو بڑے مضبوط ہوا کرتے ہیں لیکن جتنے عرصے سے تم اپنے لوگوں سے بچھڑے ہوئے ہو اگر ان میں تھوڑا سا اضافہ اور کر لو

تو تمہیں حاصل کر لو جو تمہیں امرشکتی دے دیں تو اپنے ماتا پتا سے مل کر تمہیں جو لطف آئے گا وہ کسی دوسرے حال میں نہیں آ سکتا...... میری اس تقریر کو برا نہیں سمجھنا جو کچھ میں کہہ رہا ہوں اس پر غور کرنا...... سوچنا...... اچھی طرح سوچنا اور اچھی طرح سوچنے کے بعد فیصلہ کرنا...... چھوڑو میرا خیال ہے میری باتیں تمہیں بری لگ رہی ہوں گی۔

"میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی...... میں نے کہا"۔

"دیکھو راجہ جوگیال...... خود سوچنا اور خود فیصلے کر لینا عقل مندی کی بات نہیں ہے جو کچھ تم نے مجھے سمجھایا ہے وہ میری سمجھ میں آ رہا ہے...... میں نے بالکل یہ بات نہیں کہی کہ تمہاری باتیں مجھے بری لگ رہی ہیں یا میں ان سے منحرف ہوں"۔

"کیا مطلب؟"۔

"مجھ سے کہو کہ میں تمہیں آگے کی باتیں بتاؤں"۔

"راجہ جوگیال...... تمہارے پاس قیام کا مطلب یہی ہے کہ تم سے یہ دنیا سیکھوں جسے میں نہیں جانتا اور جسے مہاکال یا اس کے آدمیوں نے مجھ سے چھین لیا ہے...... دیکھو یہ بات میں تمہیں پورے خلوص کے ساتھ بتا رہا ہوں کہ مجھے اپنے ماں باپ سے محبت ہے اور میرے دل میں ان کو پانے کی لگن ہے، لیکن راجہ جوگیال میں تمہاری دوستی کو بھی نہیں کھونا چاہتا کیا سمجھے؟"۔

"تو پھر ٹھیک ہے میں تمہاری تربیت کا انتظام کروں گا کہ جو کچھ تمہیں سمجھانا چاہتا ہوں سمجھاؤں گا...... دیکھو اس دنیا کو اپنی مٹھی میں لینے کے لئے اسے حیران کر دینا ضروری ہے...... وہ باتیں جو اس دنیا کی سمجھ میں نہیں آتیں...... حیران کر دینے کے لئے کافی ہوتی ہیں...... تم دنیا کو حیران کر دینے کا گر سیکھو اور جب تم اس دنیا کو حیران کر دینا سیکھ جاؤ گے تو سمجھ لو کہ دنیا تمہارے قدموں میں ہوگی"۔

"مگر کیسے؟"۔

"میں تمہیں بہت سے گر سیکھاؤں گا اور اس کے لئے میں سب سے پہلے تمہیں اپنا فن سکھا رہا ہوں چنانچہ کل سے تم رات کو میرے ساتھ بیٹھا کرو"۔

"رات کو"۔

"ہاں" آسمان پر ستارے بکھرے ہوئے ہیں، ان ستاروں میں ہر ستارے کی ایک کہانی

ہے...... ان ستاروں کا انسانی زندگی سے بہت گہرا تعلق ہے...... اگر تم ان ستاروں کا حساب سیکھ جاؤ گے تو یہ سمجھ لو کہ انسانوں کو ان کے بارے میں بہت کچھ بتا سکو گے، کیا سمجھے" اور جب یہ اپنے بارے میں سنیں گے یعنی وہ جسے صرف یہ جانتے ہیں لیکن جب وہ تمہاری زبان سے ادا ہوگا تو یہ تمہارے گرد بکھر جائیں گے...... اصل میں ویسے تو تم مہاکال اور اسالیس اعظم کے افکار سے اپنے آپ کو دور ظاہر کرتے ہو لیکن میں تمہیں کھل کر یہ بات بتا دوں کہ مجھے کھل کر اس بات کی اجازت دی گئی ہے کہ تمہیں تمہاری مرضی پر چلنے دیا جائے اور انتظار کیا جائے کہ تم خود اس دنیا کو دیکھو...... اسے سمجھو...... میں پھر ایک تقریر کرنا چاہتا ہوں ذرا اسے غور سے سمجھ لینا۔

دیکھو دین دھرم کا نام لے کر اسالیس اعظم کے عمل کا پرچار کرنا بھی اسالیس اعظم کی کارروائیوں کا نتیجہ ہے...... اسالیس نے اپنے پیروکاروں کو طرح طرح سے اس دنیا میں پھیلا دیا ہے...... مختلف شکل وصورت میں وہ اسالیس کی کارروائیاں دہرا رہے ہیں...... کہیں دھرم آتما بن کر...... کہیں چور اور بے ایمان بن کر...... کام اسی کے لئے ہو رہا ہے اور جو اسالیس کے منحرف ہیں وہ حیران پریشان ہیں...... اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ من کی شانتی کے لئے وہ سب کچھ بھول کر گوشہ نشینی اختیار کر لیتے ہیں، لیکن یہ حل نہیں ہے جب کائنات میں اسالیس کی قوتوں کا بھرپور مظاہرہ ہو رہا ہے تو پھر اس سے دور کیوں رہا جائے...... اسالیس مطمئن ہے وہ جانتا ہے کہ اس کے پیروکار بڑی مہارت کے ساتھ اس کا فرض پورا کر رہے ہیں کیا سمجھے...... اسے کوئی پرواہ نہیں ہے کہ اسے اس کے لئے کیا کرنا ہوتا ہے...... چلو آج کی رات آرام کر لو...... کل سے ہمارا کام شروع ہو جائے گا اور پھر میں اس سے رخصت ہو کر اپنی آرام گاہ میں آ گیا"۔





آج میں ایک نئی زندگی سے روشناس ہوا تھا جو جگہ میں نے دیکھی تھی وہ بلاشک وشبہ دنیا میں میری دلچسپیوں کو بڑھاتی تھی، کیا حسین ماحول تھا...... کتنے مطمئن لوگ تھے...... چنے والی لڑکی اور پھر کنول جو صحیح معنوں میں دل میں اتر جانے کی صلاحیت رکھتی تھی...... میرے دل کے گوشے اگر خالی ہوتے...... زمبل کی محبت اگر ان میں نہ ہوتی تو یقینی طور پر میں آرزو کرتا کہ کنول سے ایک لمحے کے لئے جدا نہ ہوں...... لیکن زمبل میرے دل کے خالی گوشوں میں اپنی جگہ بنا چکی تھی...... بے شک وہ مجھ سے دور تھی...... بے شک میرے اور اس کے درمیان نجانے کتنے فاصلے ہو گئے تھے، لیکن اس کے باوجود میں زمبل کو یاد کر رہا تھا اس کے علاوہ راجہ جوگیال نے جو کچھ مجھ سے کہا تھا...... میں دل سے اسے تسلیم نہیں کرتا تھا...... لعنت ہو اسالیس پر...... اس نے اگر دنیا میں برائیاں پھیلانے کا کام شروع کر رکھا ہے تو کم از کم میں اس کا ساتھ نہیں دوں گا...... ہاں باقی جہاں تک رہا علم وفنون سیکھنے کا تعلق تو اس کے لئے تو پہلے ہی میں اپنے دل میں ایک فیصلہ کر چکا تھا...... میں نے یہی فیصلہ کیا تھا بلکہ اسی فیصلے کے تحت میں نے بیچاری زمبل کو بھی دھوکا دیا تھا کہ بظاہر اسالیس کا پیروکار بن جاؤں گا لیکن اس کے گر اور اس کے گن جاننے کے بعد انہیں اسی کے خلاف استعمال کروں گا، دیکھوں گا کہ وہ میرا کیا بگاڑتا ہے اور اسی لئے میں نے راجہ جوگیال سے بھی اس بات کا وعدہ کر لیا تھا، چنانچہ راجہ جوگیال نے دوسری رات سے مجھے ستاروں کا علم سکھانا شروع کر دیا...... ستاروں کی چال...... ان کا عمل...... ان کے راستے...... انسانی زندگی سے ان کا تعلق...... آسمان میں بکھرے ہوئے ستاروں کی لاتعداد، تعداد کا حساب...... ان کے گنے نہ جانے والے جال کے بارے میں اور نہ جانے کیسی کیسی باتیں...... میں ان تمام باتوں کو اپنے ذہن میں اتار رہا تھا اور جو کچھ وہ بتا رہا تھا میں نے اسے اپنے دل کے خانوں میں بٹھا لیا تھا...... میرا فیصلہ اٹل تھا کہ جو کچھ وہ مجھ سے چاہتا ہے اس میں...... میں پورا اتروں گا...... یہاں تک کہ ہر رات اس کے سبق

میں گزرتی رہی...... راجہ جوگیپال مجھے بتاتا رہا اور ہر رات میں آسمان میں نکلے ہوئے ستاروں سے دنیا کے بارے میں سوالات کرتا رہا...... راجہ جوگیپال مجھے ستاروں کی لکیریں بھی سمجھا رہا تھا اور جب اس نے میرا پہلا امتحان لیا تو اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی"۔

"میں نے اتنا ذہین لڑکا اس سے پہلے نہیں دیکھا...... دیکھ میں یہ جانتا ہوں کہ انسان کو دنیا میں رہنے کے لئے کیسے کیسے جتن کرنے پڑتے ہیں...... بے شمار لوگ صبح کو اپنا گھر بار چھوڑ کر سڑکوں پر نکل آتے ہیں...... سارا دن موت سے لڑتے رہتے ہیں اور شام کو جب گھروں میں واپس جاتے ہیں تو ان کے پاس اتنا ہوتا ہے کہ وہ اپنے بچوں کو روٹی کھلا دیں، اس کے علاوہ ان کے پاس کچھ نہیں ہوتا...... اسالیس اعظم کے افکار یہ ہیں کہ اپنی ذہانت سے اتنی دولت کماؤ کہ عیش و عشرت کی زندگی بسر کر سکو اور اس کے لئے زندگی کے اصولوں کے جھگڑوں میں پڑنے کی کوشش مت کرو...... زندگی بے اصولی کا نام ہے...... جو لوگ اصول پرستی زندگی سمجھتے ہیں وہ اپنے آپ کو دھوکا دیتے ہیں اور یہی اسالیس کے افکار ہیں...... اس کی غیر موجودگی میں میں نے دل میں سوچا کہ یہی تو شیطان کا عمل ہے اور میں اسی کے خلاف کام کر چاہتا ہوں...... راجہ جوگیپال نے کہا"۔

"دیکھو مہاکال کی ہدایت کے مطابق مجھے اپنے نجانے کتنے روپ بدلنے پڑتے ہیں...... میں ہزاروں روپ میں رہتا ہوں...... کبھی میں کسی بدلے ہوئے روپ میں نظر آؤں تو حیران نہ ہونا اور نہ ہی مجھ سے قریب ہونے کی کوشش کرنا...... تمہیں کچھ ایسے لوگوں کے قریب بھیجا جائے گا جو ہمارا شکار ہوں گے...... تم ان کے درمیان اپنے لئے جگہ بناؤ گے اور وہاں ہماری خواہشوں کے مطابق عمل کرو گے...... میں اگر کسی بدلی ہوئی شکل میں نظر آؤں تو مجھ پر توجہ نہ دینا...... یہ میں احتیاطاً کہہ رہا ہوں حالانکہ شاید اس کی ضرورت نہ پیش آئے"۔

"ٹھیک ہے جیسا تم کہہ رہے ہو میں ویسا ہی کروں گا...... میں نے جواب دیا...... ویسے اس میں کوئی شک نہیں کہ میں اس شخص سے بہت متاثر ہو گیا تھا"۔

ستاروں کا علم جاری رہا، اب مجھے بہت کچھ دیکھنا آ گیا تھا...... کسی بھی شخص کا چہرہ دیکھ کر میں اس کے بارے میں تفصیل بتا سکتا تھا...... راجہ جوگیپال نے کئی بار مجھ سے میرا امتحان بھی لیا تھا اور اس کے بعد مطمئن ہو گیا تھا...... ایک دن ہم دونوں ایک اعلیٰ درجے کے ہوٹل میں پہنچے اور وہاں میزوں پر بیٹھ گئے...... یہ ساری چیزیں چونکہ اب مجھے بہت اچھی لگنے لگی

نہیں...... اس لئے میں راجہ جوگیپال کا ساتھ ہر جگہ اس کی مرضی کے مطابق دیا کرتا تھا، اس کے بعد سے آج تک میں نے کبھی کرشنا کماری کے گھر جانے کی فرمائش نہیں کی تھی...... راجہ جوگیپال اس وقت بول ہی پڑا۔

"ایک بات پوچھوں"۔

"ہاں کیوں نہیں"۔

"کرشنا کماری کے ہاں چلو گے"۔

"کیوں؟"۔

"دل نہیں چاہتا؟"۔

"نہیں"۔

"کنول یاد نہیں آتی؟"۔

"اب بھی یہ بات پوچھو گے؟"۔

"نہیں...... خوشی سے کہہ رہا ہوں"۔

"خوشی سے؟"۔

"ہاں...... تم نے آج تک کبھی وہاں کا نام نہیں لیا...... اس سے بڑی بات اور کوئی نہیں ہوگی...... بہر حال میں بہت خوش ہوں...... دیکھو وہاں سامنے ایک آدمی بیٹھا ہوا ہے...... تم اس سے جا کر ملو...... سلام دعا کرو اس سے اور پھر اسے اس کے بارے میں بتاؤ...... مزا آئے گا"۔

"اوہو کیا واقعی؟"۔

"ہاں"۔

"اور اگر وہ بگڑ جائے تو؟"۔

"تو اٹھ جانا اپنی جگہ سے دنیا کو اسی طرح اپنے قابو میں کیا جاتا ہے...... میں نے راجہ جوگیپال کی ہدایت کے مطابق اس آدمی کی جانب رُخ کیا...... بہت اچھی شخصیت کا مالک تھا...... شاندار سوٹ میں ملبوس ہاتھوں میں انگوٹھیاں پہنے جو بلاشبہ ہیروں کی تھیں اور ان میں ہیرے چمک رہے تھے...... میں اس کے قریب پہنچ کر بولا"۔

"اگر آپ اجازت دیں تو میں چند لمحوں کے لئے یہاں بیٹھ جاؤں...... اس نے چونک کر نگاہیں اٹھائیں، اس کے سامنے شراب کے برتن سجے ہوئے تھے...... پہلے تو اس کی نگاہوں

کا انداز خشک سا تھا لیکن شاید میری شخصیت تھی جس نے اسے متاثر کیا پھر اس نے کہا"۔

"بیٹھو کیا کام ہے مجھ سے...... تمہارے لباس اور تمہاری شخصیت سے تو یہ اندازہ ہوتا ہے کہ تم ان ماڈرن بھکاریوں میں سے نہیں ہو جو طرح طرح سے بھیک مانگنے کے فن ایجاد کیا کرتے ہیں"۔

"نہیں سر...... میں بھیک مانگنے والوں میں سے نہیں...... بھیک دینے والوں میں سے ہوں...... میں نے کرسی گھسیٹ کر بیٹھتے ہوئے کہا"۔

"کیا تم مجھے بھیک دینے آئے ہو؟"۔

"نہیں بس تھوڑے فاصلے پر بیٹھا ہوا تھا...... آپ کی صورت دیکھی...... کچھ ایسے دلکش انکشافات ہوئے مجھ پر کہ میرا دل آپ سے ملنے کو چاہا سو یہاں آ گیا"۔

"کیا مطلب؟" میری صورت دیکھ کر تم پر دلکش انکشافات ہوئے"۔

"ہاں"۔

"اچھا تعجب کی بات ہے چلو تم مجھے ان انکشافات کے بارے میں بتاؤ...... کیسے انکشافات ہیں؟"۔

"آپ نے پانچ قتل کئے ہیں، اپنی زندگی میں" اس نے چونکہ گلاس ہاتھ میں اٹھایا ہوا تھا...... اس کا گلاس ہاتھ سے چھوٹ گیا، لیکن میں اس کے لئے تیار تھا...... میں نے گلاس کو میز پر نہ گرنے دیا اور اپنے ہاتھ میں سنبھال کر نیچے رکھ دیا...... مجھے یوں محسوس ہوا کہ جیسے اس شخص کو چکر آ جائے گا...... اس نے پھٹی پھٹی نگاہوں سے مجھے دیکھا...... میں نے مسکراتے ہوئے کہا"۔

"آپ کی کیفیت یہ بتاتی ہے جناب کہ آپ کو میرے الفاظ کی سچائی سے انکار نہیں ہے؟"۔

"دیکھو...... مم...... میں کوئی شریف آدمی نہیں ہوں...... تت...... ت تم مجھ سے بدتمیزی کر کے اس ہوٹل سے زندہ واپس نہیں نکل سکو گے"۔

"نہ میں آپ سے بدتمیزی کر رہا ہوں اور نہ میرے ان الفاظ کی کوئی گہرائی ہے...... کہ سمجھے...... بس میں تو اپنے علم کو آزما رہا تھا"۔

"بکواس کر رہے تھے تم...... میں نے کسی کو قتل نہیں کیا"۔

"نہ میرا تعلق پولیس سے ہے اور نہ کسی ایسی شخصیت سے جو اس بات پر آپ کو نقصان پہنچانے کی کوشش کرے...... میں تو ایک سیدھا سادہ آدمی ہوں...... بس اپنے علم کی تصدیق کر رہا تھا...... آپ اگر جھوٹ بولنا چاہیں تو دوسری بات ہے ویسے میں آپ کو بتاؤں کہ آپ نے پہلا قتل بارہ سال کی عمر میں کیا تھا...... وہ غالباً آپ کا ہم عمر ساتھی تھا...... آپ کا دوست اور جس جگہ آپ نے یہ قتل کیا آپ وہاں سے بھاگ آئے...... وہ کوئی دیہات تھا، آپ کے والدین آپ کی تلاش میں بھٹکتے رہے اور اس وقت آپ کی عمر بیس سال تھی...... جب وہ آپ سے ملے"۔

"اوہ خدا...... میرے خدا...... اس شخص نے بولتے ہوئے کہا"۔

"اس کے بعد دوسرا قتل آپ نے بائیس سال کی عمر میں کیا...... یہ قتل رقابت کا نتیجہ تھا اور کسی لڑکی کے لئے کیا گیا تھا...... اس کے بعد تیسرا قتل آپ نے ایک سال کے بعد کیا...... یہ دولت کے حصول کے لئے تھا اور اس کے بعد آپ نے مزید دو قتل کئے کیونکہ آپ کو دولت اس طرح حاصل کرنے کی عادت پڑ گئی تھی اور اس کے بعد آپ ایک مطمئن زندگی حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے"۔

"کیا تم میری گردن میں پھانسی کا پھندہ فٹ کرنا چاہتے ہو؟"۔

"نہیں...... بالکل نہیں...... بس میں یہاں سے اٹھ رہا ہوں اور اس کے بعد میں آپ کو بھول جاؤں گا"۔

"نہیں بیٹھو خدا کے لئے بیٹھو...... خدا کے لئے بیٹھو...... دیکھو میں پاگل ہو جاؤں گا...... دیوانہ ہو جاؤں گا...... تم مجھے یہ بتاؤ کہ تمہیں اس معاملے میں کیسے معلوم ہوا؟"۔

"میں نے کہا نا یہ میرا علم ہے"۔

"میرے بارے میں اور کیا جانتے ہو؟"۔

"ذرا برابر کچھ نہیں...... میں نے جواب دیا"۔

"انوکھا علم ہے...... لیکن میں تمہیں ایسے نہیں جانے دوں گا...... میرے ساتھ پینا پسند کرو گے؟"۔

"بالکل نہیں"۔

"مجھ سے تعارف حاصل کرنا پسند کرو گے؟"۔

"ضروری نہیں ہے...... میں تو بس اپنے فن کو آزما رہا تھا...... میں نے یہ فن آزمایا"۔

"میرا نام جان مائیکل ہے...... نسلاً عیسائی ہوں...... یہاں پر ریس کورس میں میرے گھوڑے دوڑتے ہیں اور مجھے گھوڑوں کے سب سے بڑے ٹرینر کے حوالے سے جانا جاتا ہے...... یہ میرا کارڈ ہے...... سنو تم مجھ سے ملو...... براہ کرم مجھ سے ضرور ملو...... تم سے مل کر مجھے خوشی ہوگی"۔

"ٹھیک ہے موقع ہوا تو تم سے ملاقات کروں گا"۔

"نہیں پلیز تم مجھے ضرور ملو گے اس نے کہا اور میں اس کے پاس سے اٹھ گیا...... مجھے خود اس کھیل سے دلچسپی محسوس ہوئی تھی...... بہر حال کھیل تو دلچسپ تھا اس طرح لوگوں کے ذہنوں میں اتر کر ان کے بارے میں معلومات حاصل کرنا عام بات نہیں تھی...... جب میں واپس راجہ جوگیال کے پاس پہنچا تو وہ مسکرا رہا تھا"۔

"میں یہاں سے اس کی کیفیات کا اندازہ لگا رہا تھا تم نے یقیناً اسے پاگل کر دیا ہے جانتے ہو وہ کون ہے؟"۔

"بس ابھی ابھی جتنا جان سکا...... جان لیا ہے میں نے...... ظاہر ہے اس کے بارے میں تفصیل نہیں جانتا"۔

"جان مائیکل ہے اس کا نام...... ریس کورس کا بادشاہ کہلاتا ہے اور بہت بڑے بڑے لوگ ریس کا شوق رکھتے ہیں...... جان مائیکل سے ہمیں بہت سے کام ہیں...... یقینی طور پر اس نے تم سے دوبارہ ملنے کی خواہش ظاہر کی ہوگی؟"۔

"ہاں"۔

"تو پھر یہ سمجھ لو کہ تمہیں اس کے قریب ہونا ہے...... ہمیں اس سے ایک اہم کام لینا ہے...... گھوڑوں کے بارے میں اس سے جس قدر معلومات حاصل کر سکتے ہو معلوم کر لو...... ہمیں بڑی زبردست معلومات کی ضرورت ہے، کیونکہ مستقبل میں ہمیں ان معلومات سے ایک اہم کام لینا ہے...... میں نے اس سلسلے میں راجہ جوگیال سے کوئی اور سوال نہیں کیا...... بہر حال میں اس بات کا خیال رکھتا تھا کہ راجہ جوگیال کو کوئی شک نہ ہونے دوں...... اپنے آپ پر...... کسی بھی مسئلے میں اس سے بہت زیادہ بحث کرنے کا مطلب یہ تھا کہ اسے ہوشیار کر دیا جائے اور وہ یہ شبہ کر بیٹھے کہ میرے دل میں کچھ اور ہے اور ظاہر کچھ

اور...... بہر حال یہ سارے سلسلے جاری رہے۔

کئی دن گزر گئے تھے اس بات کو...... ہمارے معمولات جاری تھے...... کبھی کوئی تفریحی مشغلہ کبھی کوئی اور پھر ایک دن راجہ جوگیال نے کہا۔

"جان مائیکل ریس کورس میں ہوتا ہے...... وہ یقینی طور پر اپنے بارے میں تمہارے انکشافات سے بدحواس ہو گیا ہوگا اور ویسے بھی تم اسے اپنے بارے میں تفصیلات تو نہیں بتا کر آئے تھے"۔

"نہیں کوئی تفصیل نہیں بتائی تھی...... اصل میں کچھ باتیں ہی ایسی ہو گئی تھیں جن کی وجہ سے وہ بدحواس ہو گیا تھا"۔

"ٹھیک اب ایسا کرتے ہیں کہ ریس کورس چلتے ہیں...... میں تمہیں ریس کے بارے میں تفصیل بتاتا ہوں کہ وہ کیا چیز ہوتی ہے...... گھوڑے دوڑتے ہیں...... ہارتے ہیں جیتتے ہیں...... دوڑ میں اول آنے والا بہت سی امیدوں کا مرکز ہوتا ہے...... لوگوں سے غلط فہمیاں بھی ہو جاتی ہیں...... میں تمہیں بتا سکتا ہوں کہ کون سی دوڑ میں کون سا گھوڑا اول آئے گا...... اس کا حساب تم ستاروں سے نہیں لگا سکتے...... یہ ایک بالکل الگ کام ہے...... ویسے میں تمہیں بتاؤں کہ ہر وہ کام جو انسانوں کے لئے کسی بھی شکل میں نقصان کا باعث بنتا ہو اس کے پس پردہ اسالیسی عمل ہوا کرتے ہیں اور اسالیس اعظم کے پیروکار ہر طرح سے انسانوں کو غلط راستوں پر ڈالنے کے لئے مصروف عمل رہتے ہیں...... جوا، شراب اور اس طرح کی اور دوسری بہت سی چیزیں...... تم یہ سمجھ لو کہ اسالیس کے ارادوں کی تکمیل کرتی ہیں...... لیکن یہ سب اس قدر دلکش ہیں کہ لوگ انہیں اپنانے پر مجبور ہوتے ہیں اور اسی میں اسالیس کی فتح ہے، اسی میں اس کی جیت ہے"۔

"ایک سوال کروں راجہ جوگیال؟"۔

"ہاں"۔

"کیا انسانوں کو نقصان پہنچانا کوئی اچھی بات ہے؟" راجہ جوگیال چونک کر مجھے دیکھنے لگا پھر بولا"۔

"یہ خیال تمہارے دل میں کیسے پیدا ہوا؟"۔

"یہ تو ایک عام خیال ہے جو کسی بھی دل میں پیدا ہو سکتا ہے"۔

"اوہ میں بھول گیا...... تم نے آج تک کبھی میرے سامنے جے مہاکال نہیں کہا ہے"۔

"ایک بات کہوں تم سے...... اب تک میرے اور تمہارے درمیان جو رفاقت رہی ہے اس میں تم بہت اچھے انسان ثابت ہوئے ہو میرے لئے...... لیکن راجہ جوگیال! کیا یہ نہیں ہو گا کہ تم مجھے میرے ارادوں میں تنہا چھوڑ دو" راجہ جوگیال عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا...... پھر اس نے کہا۔

"قصور تمہارا نہیں ہے...... میرا بھی نہیں ہے...... مجھے بتا دیا گیا ہے کہ تم بھٹکے ہوئے انسان ہو اور بڑی مشکل سے قابو میں آؤ گے، ورنہ سچ بات تو یہ ہے کہ اس بات کے بعد میرے اور تمہارے درمیان دوستی نہیں رہنی چاہئے بلکہ اسالیس کی توہین پر میرے اور تمہارے درمیان علیحدگی ہو جانی چاہئے...... دیکھو اس بات کا خیال رکھنا اپنے ارادے میں تبدیلی جب دل چاہے پیدا کرنا لیکن میرے سامنے اسالیسی عمل کو کبھی برا نہ کہنا...... میں برداشت نہیں کر پاؤں گا" میں خاموش ہو گیا اور میں نے دل میں کہا...... کہ راجہ جوگیال! میں نے تو چاہا تھا کہ تم سے مخلص ہو جاؤں لیکن میری اور تمہاری تقدیر میں یہ بات ہے ہی نہیں...... میں خاموش ہو گیا...... ایک دو دن تک میں نے محسوس کیا کہ راجہ جوگیال مجھ سے کچھ کھنچا سا ہے...... بہر حال میں نے اپنے رویئے میں کوئی تبدیلی نہیں پیدا کی تھی...... پھر وہ ہی معتدل ہو گیا اور اس دن اس نے کہا"۔

"ہم ریس کورس چل رہے ہیں" میں نے آمادگی کا اظہار کر دیا...... یہ بھی خوب تھی...... انسان اچھی شخصیتیں لے کر یہاں آتے تھے اور دولت کے آنے اور جانے پر شخصیتیں کھو بیٹھتے تھے...... جانوروں کی طرح چیخ چیخ کر گھوڑوں سے باتیں کرتے تھے انہیں جیتنے کے لئے کہتے تھے، کیونکہ انہوں نے ان پر شرطیں لگائی ہوئی تھیں...... جوگیال مجھے تفصیلات بتاتا رہا...... اس نے کہا۔

"اور میں تمہیں بتاؤں...... جو گھوڑا جیتنے والا ہو گا اسے تم دیکھو گے تو تمہیں اس کے پیروں کے گرد روشن دائرے نظر آئیں گے جو اس کے پیروں سے لپٹ رہے ہوں گے چنانچہ تم اس کی طرف اشارہ کر کے بتا دینا کہ یہ گھوڑا جیت رہا ہے"۔

"کیسے بتا دوں"۔

"جان مائیکل کو...... یا اس کے ساتھ اگر کوئی اور ہو تو اسے"۔

"جان مائیکل کہاں ہے"۔

"میں وہی تمہیں بتانے والا تھا...... وہ دیکھو ادھر...... وہ سامنے جو بڑی بڑی سیڑھیاں بنی ہوئی ہیں...... ان پر وہ بیٹھا ہوا ہے...... اور میں نے جان مائیکل کو دیکھ لیا...... اس کے ساتھ اور بھی بہت سے لوگ تھے...... میں نے راجہ جوگیال سے کہا"۔

"تو کیا مجھے اس کے پاس جانا ہو گا"۔

"ہاں...... تم جاؤ گے...... تمہیں بڑی عزت کا مقام ملے گا اور وہ لوگ تمہیں سر آنکھوں پر بٹھائیں گے...... دیکھو بات اصل میں یہ ہے کہ ہمیں ان سے ایک بہت ہی اہم کام لینا ہے...... وہاں جو کردار تمہیں ملیں گے اب تم یہ اچھی طرح جانتے ہو کہ کوئی بات کرنے کے لئے تمہیں ان سے کیسے مخاطب ہونا ہو گا"۔

"ٹھیک ہے راجہ جوگیال" میں نے کہا اور اس کے بعد میں نے اس سے پوچھا۔

"تم میرے ساتھ کیوں نہیں آتے؟"۔

"نہیں...... میرا ان سب سے دور رہنا ہی ضروری ہے...... ورنہ میں تمہارے ساتھ ضرور چلتا" میں نے گردن ہلا دی"۔

راجہ جوگیال سے زیادہ انحراف کرنا بھی خطرناک ہو سکتا تھا...... وہ میرے بارے میں یہ فیصلہ کرنے پر مجبور ہو جاتا کہ میں کسی بھی شکل میں اس سے تعاون نہیں کروں گا، جبکہ میں ابھی بہت سی الجھنوں میں پھنسا ہوا تھا...... ابھی تو میں اس دنیا کو ہی سمجھ رہا تھا جو مجھ سے فاصلہ اختیار کر گئی تھی اور میرے اردگرد اسالیسی قوتیں بکھری ہوئی تھیں...... میں نے انہیں اپنے اندر نہیں جھانکنے دیا تھا...... بس یہ احساس تھا میرے دل میں کہ دنیا کے بارے میں ذرا سی معلومات مکمل کر لوں...... یہ اندازہ لگا لوں کہ اپنی مرضی سے جو کچھ کرنا چاہوں گا اس کے لئے مجھے کیا طریقہ کار اختیار کرنا پڑے گا...... اس کے بعد اپنے قدم آگے بڑھاؤں گا...... ویسے یہ بات تو طے تھی کہ دل سے میں نے اسالیس کو نہ تو تسلیم کیا تھا اور نہ زندگی کی آخری سانس تک تسلیم کرنا چاہتا تھا...... بس ایک وقت تھا جو گزر رہا تھا...... میں اس انداز میں جان مائیکل کے سامنے سے گزرا جیسے میں نے اسے دیکھا ہی نہ ہو لیکن جان مائیکل مجھے دیکھ کر اتنا بدحواس ہوا کہ ایک طرح سے مجھ پر آ ہی گرا...... میں نے اپنے آپ کو بھی سنبھالا اور اسے بھی...... وہ عجیب سی کیفیت کا شکار تھا۔

"مسٹر...... مسٹر...... مسٹر...... آپ مجھے پہچان گئے...... میں جان مائیکل ہوں...... اُس دن ہوٹل میں آپ سے ملاقات ہوئی تھی"۔

"ہیلو مسٹر جان مائیکل آپ اس قدر پریشان کیوں ہو گئے؟"۔

"نہیں...... مجھے آپ کا پتہ ہی نہیں معلوم تھا...... میں نے تو درجنوں چکر اس ہوٹل کے لگائے صرف یہ سوچ کر کہ شاید آپ سے ملاقات ہو جائے...... ابھی آپ ادھر سے گزرے تو میں اپنے آپ پر قابو نہیں پا سکا...... آیئے پلیز...... ہمیں کچھ وقت دے سکیں گے میرے ساتھ کچھ اور افراد بھی ہیں"۔

"کیوں نہیں" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور جان مائیکل مجھے لے کر اپنے ساتھیوں کے پاس پہنچ گیا...... وہ سب حیرانی سے مجھے دیکھ رہے تھے...... ان میں سے ایک شخص جس کی اچھی خاصی داڑھی تھی، لیکن لباس بہت بھڑک دار پہنے ہوئے تھا...... مجھے دیکھ کر مسکراتا ہوا بولا"۔

"میاں جان لی...... کیا خوبصورت چیزوں پر قبضہ جمانے کا حق تم نے اپنے پاس ہی محفوظ رکھا ہے...... کتنا پیارا لڑکا ہے...... کیا حسن پایا ہے" میں نے اس شخص کی جانب غور سے دیکھا...... عجیب سنہری سی شکل کا آدمی تھا...... لیکن گلے میں انتہائی قیمتی موتیوں کے ہار پہنے ہوئے تھے...... شخصیت میں کوئی ایسی انوکھی بات ضرور تھی جو انسان کو اپنی جانب متوجہ کرتی تھی...... کچھ خواتین بھی تھیں جو اچھی شکل وصورت کی مالک تھیں...... جان مائیکل نے ان سے کہا"۔

"لیڈیز اینڈ جنٹلمین...... ایک ایسی حیرت ناک شخصیت اچانک ہی مجھے مل گئی ہے؟ اگر اپنے جوہر آپ لوگوں پر کھول دے تو آپ لوگ یہ سمجھ لیجئے کہ آپ کے حواس درست ہو جائیں"۔

"یعنی ان کے جوہر ہم پر کھلیں گے تو ہمارے حواس درست ہو جائیں گے...... مطلب کیا ہوا اس بات کا" ایک خاتون نے کہا۔

"یہ میری مسز فلمینا ہیں...... فلمینا اپنے آپ کو بہت ایڈوانس سمجھتی ہیں...... کیونکہ معاملہ میاں بیوی کا ہے اس لئے اس وقت میں انہیں معاف کئے دیتا ہوں...... آپ حضرات"۔

"او ہو بھئی...... کیا مداری پن لگا دیا تم نے...... جان میاں بیٹھو...... ریس شروع ہونے

والی ہے"۔

میرے ذہن میں راجہ جوگیال کا ایک جملہ آ گیا...... جیتنے والے گھوڑے کے پیروں کے گرد روشن دائرے نظر آئیں گے...... جان مائیکل نے بیٹھتے ہوئے کہا۔

"ذرا اس ریس کا خاتمہ ہو جائے، اس کے بعد مکمل تعارف کراؤں گا آپ لوگوں سے" جان مائیکل میرے بالکل برابر بیٹھ گیا...... وہ عجیب و غریب شہہ، بڑی پر جوش نظر آ رہی تھی...... اس کے ملازموں نے غالباً گھوڑوں پر اس کی طرف سے داؤ بھی لگا دیئے تھے، کیونکہ کچھ کارڈ لا کر اس نے ان کے حوالے کر کے کہا"۔

"نواب صاحب آپ کی ہدایت کے مطابق یہ داؤ لگا دیئے گئے ہیں" اور اس شخص کو نواب صاحب کہہ کر مخاطب کیا گیا تھا...... جو مجھے کافی عجیب لگا تھا...... بہر حال مائیکل نے میرے پاس بیٹھ کر کہا۔

"اور مجھے یقین ہے شہزادہ سکندر کہ آپ ان میں سے کسی کو میرے بارے میں کچھ نہیں بتائیں گے...... میں تو بس آپ سے تعارف چاہتا تھا"۔

"نہیں آپ بے فکر رہیں مسٹر جان مائیکل...... میں ان لوگوں کو آپ کے بارے میں ایک لفظ بھی نہیں بتاؤں گا"۔

"شکریہ...... ویسے ان سب سے مل کر آپ کو بڑی خوشی ہو گی، چلیئے گھوڑے اسٹارٹنگ پوائنٹ پر پہنچ گئے ہیں...... یہ ریس دیکھ لیتے ہیں، اس کے بعد باتیں ہوں گی...... ویسے یہ سب بڑے دلچسپ لوگ ہیں اور ان سے مل کر آپ کو یقیناً خوشی ہو گی...... رادھن پور میں ان لوگوں نے بڑی بڑی شاندار جگہیں بنا رکھی ہیں...... خاص طور سے نواب دلربا کا سندری محل تو آپ یہ سمجھ لیجئے کہ بس دیکھنے دکھانے کے قابل چیز ہے"۔

"نواب دلربا کون"۔

"وہی...... جو مجھے بڑے پیار سے میاں جان...... جان عالم، جان عزیز وغیرہ کہا کرتے ہیں" میں خاموش ہو گیا...... جان مائیکل نے کہا۔

"ویسے یہ بات نہیں معلوم تھی کہ ریس سے بھی آپ کو دلچسپی ہے...... کھیلتے بھی ہیں"۔

"نہیں"۔

"اچھا...... بہت سے لوگ ایسے ہوتے ہیں جو صرف ریس دیکھنے کا شوق رکھتے ہیں......

ریس کھیلتے نہیں ہیں"۔

"ہاں...... میں اس لئے نہیں کھیلتا کہ جیت جاتا ہوں...... کھیلوں گا تو بہت سوں کا نقصان ہوگا"۔

"ارے واہ...... بڑے اعتماد سے آپ یہ بات کہہ رہے ہیں کہ آپ کھیلتے ہیں تو جیت جاتے ہیں"۔

"ہاں......ایسا ہی ہوتا ہے"۔

"کیسے جیت جاتے ہیں؟"۔

"مجھے پتہ ہوتا ہے کہ کون سا گھوڑا جیتے گا"۔

"کیا واقعی" اصل میں ایسی باتیں میں نے کئی بار سنی ہیں، لیکن آپ کے ان الفاظ کو اس لئے نظر انداز نہیں کر سکتا کہ آپ ایک مافوق الفطرت ہستی ہیں اور میں آپ کو اچھی طرح جانتا ہوں"۔

"بہر حال"۔

"اچھا اس بار بتائیں گے کہ کون سا گھوڑا جیتے گا؟"۔

"ہاں......ہاں کیوں نہیں"۔

"تو بتایئے......" میں نے گھوڑوں کی طرف دیکھا...... ایک گھوڑا جو دوسرے قد آور گھوڑوں کے مقابلے میں خاصا دبلا پتلا اور کمزور نظر آرہا تھا......اس کے پیروں کے گرد روشن دائرے رقص کر رہے تھے...... میں نے اس کی طرف اشارہ کر کے کہا"۔

"وہ جو گرے کلر کا ہے اور جس کے بائیں شانے پر سیاہ دھبہ ہے...... وہ اس دوڑ میں پہلے نمبر پر آئے گا" جان مائیکل نے آنکھیں پھاڑ کر مجھے دیکھا پھر بولا۔

"آپ کی بات کو جھٹلانے کی ہمت بھی نہیں کر پا رہا...... لیکن ایک بات بتاؤں یہ گھوڑا ریس میں صرف تعداد پوری کرنے کے لئے شامل کر لیا گیا ہے...... یہ ایسی ریسوں میں دوڑنے کے معیار کا گھوڑا ہی نہیں ہے...... اور شاید اس نے زندگی میں آج تک کوئی ریس نہیں جیتی...... بس اسے ریس کے گھوڑوں کی تعداد پوری کرنے کے لئے عموماً شامل کر لیا جاتا ہے......اس کا مالک وہی جاکی ہے جو اس کی پشت پر سوار ہے"۔

"تو پھر یوں سمجھ لیجئے کہ آج اس کی تقدیر بدلنے والی ہے...... اچانک ہی جان مائیکل

نے ایک شخص کو بلایا اور جیب سے نوٹوں کی ایک گڈی نکالتا ہوا بولا"۔

"دوڑ کر جاؤ اور گولیور پر یہ رقم لگا دو...... جاؤ جلدی بکنگ بند ہونے والی ہے"۔

گھوڑے اسٹارٹنگ پوائنٹ پر پہنچ چکے ہیں" وہ شخص دوڑتا ہوا چلا گیا تو جان مائیکل نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"یوں سمجھ لیجئے شہزادہ سکندر کہ یہ رقم آپ کے قدموں پر نثار کی گئی ہے"۔

میں خاموش ہو گیا...... راجہ جوگیال اب تک جو حوالے دیتا رہا تھا وہ نکلے تو درست تھے، اب اگر کوئی گڑبڑ ہو جاتی ہے تو اس میں میرا کوئی قصور نہیں تھا...... بہر حال ان لوگوں نے دوربینیں آنکھوں سے لگا لیں...... گھوڑے اپنی جگہ ٹوئسٹ کر رہے تھے...... پھر فائر ہوا اور گھوڑوں نے دوڑ لگا دی...... میں ان تمام چیزوں سے بے پرواہ خاموشی سے انسانوں کی حرکتیں دیکھ رہا تھا...... لوگ شور مچا رہے تھے...... اپنے اپنے گھوڑے کا نام لے کر پکار رہے تھے...... جو گھوڑا پیچھے رہ گیا تھا اسے گالیاں بک رہے تھے...... گھوڑوں نے ایک موڑ کاٹا...... پھر دوسرے موڑ پر آئے اور یہاں سے اچانک گولیور نے ایک لمبی چھلانگ لگائی اور اس کے بعد وہ ہر گھوڑے کو پیچھے چھوڑتا ہوا برق رفتاری سے آگے بڑھا...... جان مائیکل جو خود بھی اپنے پہلے سے لگائے ہوئے گھوڑے کے لئے چیخ رہا تھا، اچانک ہی چپ ہو گیا......اس کے گال پھول گئے...... آنکھیں حیرت سے سکڑ گئیں...... وہ احمقوں کی طرح منہ پھاڑے گولیور کو دوڑتے دیکھ رہا تھا جس نے باقی تمام گھوڑوں کو کوئی دس گز پیچھے چھوڑ دیا تھا اور پھر گولیور ہی جیت گیا...... پبلک شور مچانے لگی، لیکن جان مائیکل دم سادھے بیٹھا ہوا تھا...... پھر اس کا لرزتا ہوا ہاتھ آگے بڑھا اور اس نے میرا شانہ پکڑ لیا...... پھر وہ سرسراتی ہوئی آواز میں بولا"۔

"مجھے یقین ہے کہ تم انسان نہیں ہو......اس زمین کے رہنے والے نہیں ہو" میں ہنس پڑا...... پھر میں نے کہا"۔

"لیجئے......اب آپ نے مجھے انسانوں سے ہی خارج کر دیا" ادھر نواب دلربا کہہ رہا تھا"۔

"لاحول ولا قوۃ...... اسے کہتے ہیں کہ مونچھیں منڈوا دینا" کمال ہے اس خچر کو تو گولی مار دینی چاہئے جس نے ہمارا بیس لاکھ کا نقصان کرا دیا" نواب دلربا نے کسی خاص گھوڑے پر رقم لگائی تھی، لیکن چند لمحوں کے بعد جب مائیکل کا ملازم نوٹوں کی گڈیاں رومال میں لپیٹ کر آیا اور اس نے مائیکل کو دیں تو سب حیرانی سے اس طرف دیکھنے لگے"۔

"ہیں...... یہ تم...... میرا مطلب ہے تم...... کیا تم نے اس ٹٹو پر رقم لگادی تھی"، نواب دلربا بولا...... اور جان مائیکل ہنس پڑا"۔

"ہاں......" اور اب میں آپ لوگوں کو یہ نہیں بتاؤں گا کہ میں نے یہ رقم کیسے جیتی"

"ویسے عزیزم برا ہوا یہ...... اگر تم اس پر رقم لگا رہے تھے اور تمہیں کہیں سے ٹپ گئی تھی تو ہمیں بھی بتانا چاہئے تھا...... نواب دلربا نے کہا"۔

"نہیں نواب صاحب یہ غلط تھا...... آپ اس پر پہلی بات تو یہ کہ کبھی رقم نا لگاتے دوسری بات یہ کہ اگر وہ ہار جاتا تو آپ بہت برے خیالات کا اظہار کرتے"۔

"مگر کمال ہے"۔

"پھر جان مائیکل نے ایک باظرف انسان ہونے کا ثبوت دیا کیونکہ دوسری اور تیسری ریس میں اس نے مجھ سے یہ نہیں پوچھا تھا کہ اب کون سا گھوڑا جیتے گا، البتہ جب ریس ہوئی تو واپسی میں اس نے کہا"۔

"اور مسٹر سکندر اب اس کا تو سوال ہی نہیں پیدا ہوتا کہ آج بھی آپ خاموشی نکل جائیں...... رات کا کھانا آپ میرے ساتھ کھائیں گے"۔

"اس تکلف کی ضرورت تو نہیں ہے"۔

"اور منع کریں گے تو آپ یقین کیجئے مجھے دلی دُکھ ہوگا اور کسی کو دُکھ دینا بہر حال اچھی بات نہیں ہے"۔

"چلئے ٹھیک ہے" میں نے ان کی یہ پیشکش منظور کر لی...... نواب دلربا کئی بار چور نگاہوں سے مجھے دیکھ چکا تھا، لیکن بہر حال اس نے کچھ کہا نہیں...... اہل خاندان اور مہمان، سب کے سب گاڑیوں میں بیٹھ کر چل پڑے...... میں بھی ان کے ساتھ تھا...... جان مائیکل کی رہائش بہت اچھی تھی...... ایک اچھا دولت مند آدمی تھا وہ، نواب دلربا کے بارے میں بعد میں معلوم ہوا کہ اسی شہر میں رہتا ہے، یعنی رادھن پور میں...... اور قالینوں کا بیوپاری ہے...... جان مائیکل سے بہت اچھی دوستی ہے...... اس نے اپنی دونوں بیٹیوں سے بھی ملوایا جو ریس میں شریک خواتین میں سے دو تھیں...... اچھی خوبصورت لڑکیاں تھیں...... بڑی پرکشش شخصیت کی حامل۔

بہر حال خاصا دلچسپ وقت گزرا، خوب ہنسی مذاق ہوا، میری ذہنی کیفیت بڑی عجیب سی تھی، لیکن چونکہ اس دوران مجھے انسانوں میں گھلنا ملنا سکھادیا گیا تھا اور یہ بات میں اچھی

طرح جانتا تھا کہ راجہ جوگیال نے مجھے خاص طور سے جان مائیکل کی طرف متوجہ کیا ہے، اس کی کوئی نہ کوئی اہم وجہ ہوگی...... پھر نواب دلربا نے واپسی کی اجازت مانگی اور اپنی دونوں بیٹیوں کے ساتھ چلا گیا، لیکن جان مائیکل نے مجھے روک لیا تھا...... وہ مجھ سے بہت زیادہ متاثر تھا...... کافی کے دوران اس نے اپنی بیوی سے کہا"۔

"اور جانتی ہو وہ ٹٹو جس پر میں نے آج اٹھائیس لاکھ جیتے ہیں...... آج تک کبھی نہیں جیتا...... لیکن مسٹر سکندر نے مجھ سے کہا تھا کہ اس ریس میں وہ جیتے گا...... میں نے صرف ان کی دوستی کی لاج رکھنے کے لئے اس پر پیسے لگادیئے تھے"۔

"یہ کوئی نجومی ہیں"۔

"ہاں...... ایسا انوکھا نجومی جسے تم نے زندگی میں کبھی نہیں دیکھا ہوگا...... اس کے علم نجوم نے ہی مجھے متاثر کیا تھا"۔

"کیا یہ مجھے میرے بارے میں کچھ بتا سکتے ہیں...... فلمینا بولی"۔

"ضرور بتا سکتے ہیں...... لیکن بہتر ہے تم میرے سامنے نا پوچھو...... کیونکہ انسان کے راز...... راز ہی رہنے چاہئیں"۔

"بڑی فراخدلی کا مظاہرہ کر رہے ہیں آپ"۔

"نہیں" بلکہ شہزادہ سکندر کے عظیم الشان فن کو تمہارے سامنے پیش کرنا چاہتا ہوں اور یہ نہیں چاہتا کہ تمہاری ذاتی بات چیت یہ مجھے بتائیں۔

"چلو ٹھیک ہے...... تم جاؤ...... میں ان سے بات کروں گی"۔

"وہ اٹھ کر کمرے سے باہر نکل گیا تو فلمینا نے مسکراتے ہوئے مجھے دیکھا اور بولی"۔

"جان کے اندر یہ بہت بڑی کمزوری ہے وہ جس سے کسی ایک بات پر متاثر ہو جائے سمجھ لو اس کی تعریفوں میں زمین آسمان ایک کر دیتا ہے...... ویسے کیا واقعی تم نے اسے گھوڑے کے بارے میں بتایا تھا؟"۔

"اس بات کو جانے دیجئے" آپ مجھ سے کچھ پوچھنا چاہتی ہیں تو پوچھیں۔

"اب میں کیا پوچھوں؟...... چلو تم خود ہی مجھے میرے بارے میں بتادو"۔

"آپ کا خاندان کوئی بہتر خاندان نہیں ہے...... آپ کے والد اسمگلر تھے اور ایک لانچ لے جاتے ہوئے مارے گئے تھے...... آپ کی والدہ بھی اسمگلنگ کا کام کرتی تھیں......

انہوں نے آپ کو بھی اس راستے پر لگایا تھا اور آپ ایک غیر ملک سونا لے جا رہی تھیں، راستے میں پکڑی گئیں...... پھر اس کے بعد آپ کو تین سال کی سزا ہوئی اور آپ یہ سزا کاٹنے کے بعد واپس آگئیں...... یہاں آنے کے بعد آپ نے اپنا کاروبار تبدیل کیا اور آپ کی ملاقات جان مائیکل ۔

اچانک ہی فلمینا نے خوفزدہ انداز میں آگے بڑھ کر میرے منہ پر ہاتھ رکھ دیا، وہ بُری طرح مجھ سے لپٹ گئی تھی، اس کا سانس تیز تیز چل رہا تھا، اس نے گھبرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"خدا کے لئے...... خدا کے لئے...... اوہ میرے خدا تم...... تم کیا شے ہو...... کیا ہو تم کیسے انسان ہو...... اوہ میرے خدا...... اوہ میرے خدا...... اوہ میرے خدا......" اس کے چہرے پر بے پناہ خوف کے تاثرات ابھر آئے اور اس نے کہا۔

"اگر تم نے جان مائیکل کو یہ ساری باتیں بتادیں تو میں تو برباد ہو جاؤں گی...... یہ تو اچھا نہیں ہوا"۔

میں نے مسکرا کر اسے دیکھا اور کہا۔

"اس مشکل سے بچنے کا ایک ہی حل ہو سکتا ہے"۔

"کیا؟"۔

"مجھے گولی مار دو...... ظاہر ہے یہ راز میرے سینے میں ہی دفن ہو جائے گا...... اس نے بے چین نگاہوں سے مجھے دیکھا پھر بولی"۔

"نہیں پلیز...... لیکن تم...... تم یہ سب کچھ کیسے جانتے ہو؟"۔

"بے وقوفی کی بات ہے...... معاف کیجئے گا...... کیا جان مائیکل نے آپ سے یہ نہیں کہا تھا کہ میں آپ کے بارے میں بتاؤں گا...... کیا آپ کے پوچھنے سے پہلے میں نے جان مائیکل کو یا آپ کو آپ کے بارے میں کچھ بتانے کی کوشش کی...... یہ تو آپ ہی کی فرمائش تھی"۔

"ایک بات بتاؤ"۔

"جی پوچھئے"۔

"کیا میرا یہ راز تم راز رکھ سکو گے" میں نے مسکرا کر اسے دیکھا اور کہا"۔

"جی ہاں رکھ سکوں گا"۔

"کیا دینا ہوگا مجھے اس کے صلے میں...... میں نے اسے دیکھا اور مجھے ہنسی آگئی...... میں

نے کہا"۔

"دعائیں"۔

"کیا مطلب؟"۔

"دعاؤں کا مطلب نہیں جانتی آپ؟"۔

"یعنی تم...... یعنی تم"۔

"محترمہ میرے پاس سب کچھ موجود ہے...... نجوم یا جوتش تو میرا شوق ہے آپ اور بھی کچھ پوچھنا چاہیں تو پوچھ سکتی ہیں"۔

"نہیں...... نہیں...... تم پلیز...... تم جاؤ...... تم جاؤ اور سنو جان مائیکل کو میرے بارے میں کبھی کچھ مت بتانا...... میں ہنستا ہوا باہر نکل آیا تھا...... جان مائیکل مسکرا کر بولا"۔

"میں تمہاری ہی طرف آ رہا تھا...... کہو کیا رہا میری مسز کا؟"۔

"کچھ نہیں انہوں نے کوئی خاص بات پوچھی ہی نہیں...... میں نے انہیں ان کا تھوڑا سا ماضی بتادیا"۔

"ارے ہاں...... یہ تو تم نے کمال کیا...... بلکہ واقعی تم کمال کے آدمی ہو، اگر تم نے اسے اس کا ماضی بتادیا ہے تو تھوڑا سا مجھے بھی اس کے بارے میں بتاؤ"۔

"نہیں جناب...... علم نجوم ہو...... یا کوئی اور علم ہو...... کچھ پابندیاں ہوا کرتی ہیں اور ان پابندیوں کو برداشت کرنا پڑتا ہے...... ہمیں یہ اجازت نہیں ہے کہ کسی کا راز کسی کو بتائیں"۔

"خیر یہ اچھی بات ہے میں تو ایسے ہی کہہ رہا تھا اصل میں مجھے فلمینا کے ماضی کے بارے میں کچھ نہیں معلوم...... بس یوں سمجھ لو میری اس سے ملاقات ہوئی...... وہ مجھے پسند آئی اور میں نے اسے زندگی کا ساتھی بنا لیا...... اب انسان اگر کسی کی گہرائیوں میں اترتا ہے تو پھر بہت سی اونچ نیچ سامنے آتی ہیں...... کیا فائدہ اگر آپ کے سامنے والا شخص آپ کو پسند ہے اور وہ اچھا ہے تو پھر یہ بھول جائیے کہ اس کے ساتھ کیا کیا کہانیاں وابستہ ہیں...... بس جو ہیں کافی ہیں"۔

"جی یہ بہت اچھی بات ہے...... پھر میری خوب خاطر مدارت کی گئی تھی اور اس خاطر مدارت میں فلمینا بھی شامل تھی...... جان مائیکل نے اس کے اڑے اڑے نقوش دیکھے تو ہنس کر بولا"۔

"یقینی طور پر مسٹر سکندر نے تمہیں تمہارے ماضی کی کچھ ایسی داستانیں سنادی ہوں گی جنہوں نے تمہارا رنگ اڑا دیا ہے، لیکن یہ ایک بااصول انسان ہیں میرے پوچھنے کے باوجود انہوں نے تمہارے بارے میں کچھ نہ بتایا اور شاید کبھی نہ بتائیں، اس لئے اگر کوئی ایسی ویسی بات ہے تو اسے ذہن میں جگہ مت دینا اور نہ میں ان سے پوچھوں گا اور نہ ہی یہ مجھے بتائیں گے"۔

"بہر حال ان لوگوں کے ساتھ خاصے دلچسپ لمحات گزرے تھے اور اس کے بعد میں اپنی رہائش گاہ کی جانب چل پڑا تھا...... راجہ جوگیال نے ایک عجیب و غریب کھیل کھیلا تھا اور مجھے یہ دیکھنا تھا کہ اب یہ کھیل کس حد تک اور کس انداز میں آگے بڑھتا ہے...... اس میں کوئی شک نہیں میرے ذہن میں صرف ایک ہی تصور تھا، وہ یہ کہ جس طرح بھی بن پڑے مجھے میرے ماں باپ کا پتہ چل جائے، باقی ساری چیزیں تو پوری زندگی سے تعلق رکھتی ہیں...... مجھے کیا حاصل ہوا ہے...... کیا کھویا ہے...... کیا پایا ہے...... یہ تو سب آنے والے وقت کے ساتھ تھا اور دیکھیں وقت کی کہانی کیا ہوتی ہے۔

❀ ❀ ❀

راجہ جوگیال نے مجھے زندگی کے سارے عیش مہیا کر دیئے تھے...... اگر ایک عام نوجوان ہوتا اور اس کی زندگی میں ایسے کوئی خاص واقعات نہ ہوتے جیسے واقعات میری زندگی میں پیش آچکے تھے تو حقیقت یہ ہے کہ وہ دنیا کا سب سے خوش قسمت انسان ہوتا اور اس کی خوش بختی کا کوئی ٹھکانہ نہ ہوتا...... شاندار کوٹھی...... بے شمار ملازم...... عیش و عشرت کی زندگی...... رادھن پور جیسا شہر...... اس کے علاوہ اور کیا چاہئے تھا...... بس آپ یہ سمجھ لیجئے کہ دنیا کی ہر خوشی میرے لئے مہیا کر دی گئی تھی...... چونکہ سوچیں اتنی پائیدار نہیں تھیں اور زندگی کچھ اس طرح گزری تھی کہ ابھی تک اپنے آپ کو سنبھال نہیں سکا تھا...... اپنے اندر چھپے ہوئے جانور کو بھی...... میں ابھی مار نہیں سکا تھا...... بیٹھے بیٹھے دل میں ایک دم وحشت اُبھر آتی تھی...... کچا گوشت کھانے کی خواہش...... بار بار دل میں ابھرتی تھی، لیکن اب تھوڑی سی سمجھ آگئی تھی اور یہ اندازہ ہو گیا تھا کہ یہ ایک غیر انسانی عمل ہے...... ہاں جب طبیعت پر وحشتوں کا عروج ہوتا اور سوچنے سمجھنے کی صلاحیتیں کچھ لمحوں کے لئے گم ہو جاتیں جو اس شیطانی قبیلے میں مجھ پر طاری کر دی گئی تھیں تو پھر الگ بات تھی اور یہ حقیقت ہے...... اگر اسی کیفیت میں ہوتا تو اب تک نجانے کتنے انسانوں کو موت کے گھاٹ اتار چکا ہوتا، لیکن بہر حال اب ایسا نہیں تھا...... میں نے کچھ وقت کے لئے تمام لوگوں سے کنارہ کشی اختیار کرلی...... راجہ جوگیال تو مجھے ہر طرح سے گائیڈ کر رہا تھا...... اس نے پوچھا"۔

"ایک بات بتاؤ سکندر؟" "کیا تمہارا دل دوبارہ ان لوگوں میں جانے کو چاہتا ہے؟"۔

"کن لوگوں میں"۔

"میری مراد کرشنا کماری سے تھی"۔

"نہیں"۔

"وہ لڑکی کنول بھی یاد نہیں آتی؟"۔

"نہیں"۔

"کوئی اور ایسی شخصیت جس نے تمہیں متاثر کیا ہو؟" ایک لمحے کے لئے میرے دل میں زمبل کا خیال آیا، لیکن نجانے کیوں میں اسے ایک پاکیزہ امانت کے طور پر اپنے دل کی گہرائیوں میں رکھنا چاہتا تھا...... زمبل کو اس طرح منظر عام پر لانا میرے لئے کچھ غیر مناسب سی بات تھی اور راجہ جوگیال جیسے آدمی تک سے میں نے زمبل کے بارے میں کچھ نہ کہا، حالانکہ راجہ جوگیال کے اس سوال نے میرے دل میں زمبل کا خیال پیدا کر دیا تھا، لیکن کچھ خیالات ایسے ہوتے ہیں جو دل کی سیپ میں سچے موتیوں کی طرح سجا کے رکھے جاتے ہیں، چنانچہ میں نے زمبل کا نام نہیں لیا اور کہا۔

"نہیں راجہ جوگیال میں نے ابھی تک اپنی زندگی کا کوئی محور تلاش نہیں کیا"۔

راجہ جوگیال گہری نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا پھر بولا۔

"دل میں خواہش ہے؟"۔

"کیسی خواہش؟"۔

"یہی کہ تمہاری زندگی کا کوئی محور ہو؟"۔

"دیکھو راجہ جوگیال میری زندگی کا صرف ایک محور ہے"۔

"وہ کیا؟"۔

"اپنے ماں باپ کی تلاش"۔

"کیا تم انہیں ابھی تک نہیں بھول سکے؟"۔

"میرا خیال ہے ماں باپ بھولنے کی چیز نہیں ہوتے...... تمہارے ماں باپ ہیں؟"۔

"میرے ماں باپ کہاں سے آئے...... ہاں کبھی تھے"۔

"دل میں کبھی خیال آتا ہے کہ تم اس دنیا میں کیسے آئے؟"۔

"کیا مطلب؟"۔

"ظاہر ہے کچھ لوگ ہمیں اس دنیا میں لانے کا باعث بنتے ہیں...... ان کی آغوش میں ہم پہلی سانس لیتے ہیں...... دنیا کو دیکھتے ہیں...... دنیا کو سمجھتے ہیں...... کیا ان سے زیادہ عزیز ہمیں کوئی اور شے ہو سکتی ہے"۔

"اپنا اپنا خیال ہے...... انسان اور جانور میں بہت زیادہ نمایاں فرق ہونا چاہئے"۔

"مطلب؟"۔

"مطلب یہ ہے کہ جانوروں کو دیکھو کیا وہ اپنے ماں باپ کو تلاش کرتے پھرتے ہیں؟"۔

"وہ جانور ہوتے ہیں...... حیوان...... اور ہم انسان ہیں"۔

"کیا وہ ہم سے زیادہ خوش نہیں ہیں؟"۔

"کون جانے؟"۔

"نہیں اندازہ تو لگا سکتے ہیں" دنیا میں انسان کی زندگی کا صرف ایک مقصد ہے بلکہ انسان کا نہیں ہر جاندار کا ایک ہی مقصد ہے...... چھوٹے سے لے کر بڑے پرندے تک صبح کے آغاز کے بعد خوراک کی تلاش میں نکلتے ہیں...... خوراک کی تلاش کرتے رہتے ہیں...... اپنا پیٹ بھرتے ہیں اور رات کو کہیں بھی بسیرا کر لیتے ہیں...... یہی ان کی زندگی کا مقصد ہے...... انسان کی زندگی کا بھی یہی مقصد ہے...... پرندوں کی مانند جیو...... دنیا کی فکروں سے بے نیاز ہو کر...... اگر تمہارے چہیتے کبھی تمہیں مل جائیں تو ٹھیک ہے ورنہ ان کے لئے اپنی زندگی کو ناکارہ نہ کرو...... کیا سمجھے؟"۔

"ایک بات بتاؤ راجہ جوگیال؟"۔

"ہاں"۔

"پرندوں کی نمود کیسے ہوتی ہے؟"۔

"کیا مطلب؟"۔

"میرا مطلب ہے پرندے وجود میں کیسے آتے ہیں؟"۔

"یہ کوئی پوچھنے کی بات ہے...... دو صنفوں کا ملاپ ہوتا ہے اور اس ملاپ سے نمود ہوتی ہے، جس طرح پیٹ بھرنا ہر ذی شعور کی ضرورت ہے، اسی طرح یہ ملاپ بھی اتنا ہی ضروری ہے"۔

"اس ملاپ سے نمود ہوتی ہے"۔

"ہاں"۔

"ننھے ننھے پرندے...... وحشی جانور...... چرندے...... درندے...... جب عالم وجود میں آتے ہیں تو کس قدر کمزور ہوتے ہیں، انہیں طاقت بخشنے کی ذمہ داری کس کے سپرد ہوتی ہے"۔

"بہت باتیں آ گئی ہیں تمہیں...... کہاں سے سیکھیں یہ باتیں؟"۔

"کیا مطلب ہے تمہارا؟"۔

"میرا مطلب ہے دنیا کو تو تم نے بہت کم دیکھا ہے...... یہ دنیاداری کی باتیں تمہیں کہاں سے آ گئی ہیں"۔

"ایک بات کہوں اس جگہ پہنچنے سے پہلے تو میں نے دنیا کو دیکھا تھا...... میں تعلیم حاصل کر رہا تھا، اپنے باپ کے ساتھ ایک سمندری جہاز میں اپنے وطن کی جانب سفر کر رہا تھا، راستے میں میرے ساتھ یہ واقعہ پیش آ گیا اور ایک طویل عرصہ مجھے جانوروں کی طرح پرورش کرنے میں گزارا گیا...... پھر تمہیں اس بات پر حیرت ہو گی راجہ جوگیال کہ خود مہاکال نے مجھے میرا ماضی یاد دلایا...... جانتے ہو مہاکال کیا چاہتا تھا۔

میں اپنی دھن میں بولے جا رہا تھا اور راجہ جوگیال کی جانب میں نے دیکھا بھی نہیں تھا...... راجہ جوگیال نے خاموشی اختیار کئے رکھی تھی، البتہ اس کی گہری نگاہیں میرا جائزہ لے رہی تھیں...... میں نے کہا۔

"مہاکال چاہتا تھا کہ میں اس دنیا کو ایک بار پھر سمجھ لوں وہ مجھ سے اس دنیا کے بارے میں کام لینا چاہتا تھا لیکن دنیا کو سمجھانے کے بعد شاید اسے میری اس وحشی فطرت کی ضرورت بھی نہیں تھی، وہ تو بس ایک تخلیق چاہتا تھا، ایک ایسی تخلیق جو اس کے لئے کام کرے...... اس نے مجھے دنیا دوبارہ یاد دلا دی...... اگر وہ مجھے دنیا دوبارہ یاد نہ دلاتا تو شاید ہو سکتا تھا میں اسی طرح اپنی زندگی گزارتا اور اس کے احکامات پر عمل کرتا، لیکن اس کے لئے بھی ضروری تھا کہ خیر یہ ایک لمبی بحث ہے۔

بات ہو رہی تھی "فطرت کی طرف انسان کا سفر" اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ سفر بہرحال ہوتا ہے کسی کو پوری زندگی جنگل میں گزارنے کے لئے چھوڑ دو، اگر وہ انسان ہے تو انسان ہی کی طرف واپس لوٹے گا۔

"خیر...... خیر...... اچھا میں اس سلسلے میں تم سے کوئی بات نہیں کرنا چاہتا، اچھا ایک بات بتاؤ؟"۔

"ہاں"۔

"کیا تم نے اب تک جو کچھ کیا ہے تم نے اس کی افادیت کا اندازہ کیا؟"۔

"مطلب؟"۔

"میرا مطلب ہے کہ تم نے یہ اندازہ لگانے کی کوشش کی کہ وہ سب کچھ تمہارے لئے کس قدر کارآمد ہے؟"۔

"ہاں کیوں نہیں مجھے اس کا اندازہ ہے"۔

"اور یہ بھی جانتے ہو کہ تمہیں اس منزل تک پہنچانے والا کون ہے؟"۔

"کیا مطلب؟"۔

"کس نے تمہیں یہ تمام طاقتیں بخشی ہیں؟"۔

"راجہ جوگیال وہ تو میرے لئے انتہائی قابل احترام ہے...... وہ جس نے مجھے زندگی کے حسین سہارے مہیا کئے ہیں یعنی راجہ جوگیال"۔

"یعنی میں؟"۔

"ہاں"

"مانتے ہو اس بات کو؟"۔

"کیوں نہیں مانوں گا؟"۔

"اس کا مطلب ہے میری کچھ باتیں تم پر واجب ہو گئی ہیں؟"۔

"تمہاری ہر بات مجھ پر واجب ہے"۔

"یعنی میں جو کچھ کہوں گا وہ مانو گے؟"۔

"کیوں نہیں راجہ جوگیال...... یہ سوال کیوں کر رہے ہو...... کیا مجھ سے کوئی گستاخی ہو گئی ہے...... میں نے سوال کیا اور راجہ جوگیال مسکرانے لگا پھر بولا"۔

"نہیں...... بالکل نہیں...... بلکہ تم نے جس طرح اب تک میرے ساتھ محبت کے جواب میں محبت کی ہے میں تمہیں خلوص دل کے ساتھ یہ بات بتا رہا ہوں کہ اس کی بڑی قدر ہے میرے دل میں...... بس کبھی کبھی میرے دل میں یہ خیال آتا ہے کہ کوئی ایسی منزل نہ آئے کہ تم بھٹک جاؤ اور بھٹک کر مجھ سے کنارہ کشی اختیار کر لو۔

"میرا خیال ہے ایسی کبھی کوئی منزل نہیں آئے گی کیونکہ تمہارا رویہ بھی میرے ساتھ برا نہیں ہے...... دیکھو انسان ہوں اور انسان سے ہمیشہ غلطی ہوتی ہے، پھر تم یہ بات کہو گے کہ میں نے یہ ساری باتیں کہاں سے سیکھ لیں...... میں تمہیں اس کے جواب میں یہی

بتاؤں گا کہ باتیں میں بہت پہلے سیکھ چکا تھا، اس وقت سے پہلے جب مجھے اس منزل تک لے جایا گیا تھا...... بات یہ ہے کہ احسان کے جواب میں احسان ہی کیا جاتا ہے، لیکن اگر کوئی ایسی بات انسان کی راہ میں رکاوٹ بن جائے جس کی وجہ سے وہ اپنے محسن کو بھی مطمئن نہ کر سکے تو بہر حال وہ انسانی فطرت کی کمزوری ہوتی ہے...... تاہم میں کوشش کروں گا کہ ایسی کوئی بات میرے اور تمہارے درمیان نہ آئے"۔

"عیش کرو...... راجہ جوگیال نے کہا اور اس کے بعد زندگی کی وہی تفریحات پھر سے جاری ہو گئیں...... رادھن پور شہروں کا شہر تھا...... یہاں ہر چیز موجود تھی...... لوگ اپنے طور پر مختلف قسم کی تفریحات کرتے تھے اور ان تفریحات کے لئے انہوں نے راستے بھی بنا رکھے تھے، چنانچہ یہ راستے جاری تھے اور یہ تفریحات اپنے طور پر میرے لئے بھی پسندیدہ تھیں...... راجہ جوگیال نے چونکہ ایک بار بھی نہیں کہا تھا اس کے بعد کہ میں ان لوگوں تک جانے کی کوشش کروں، یعنی جان مائیکل کی طرف، چنانچہ میں نے بھی اس بات پر توجہ نہیں دی تھی اور ایک طرح سے جان مائیکل کی کہانی پس منظر میں چلی گئی تھی...... ویسے مجھے وہ دلچسپ لمحات یاد تھے جب میں نے جان مائیکل اور فلمینا کو ان کے بارے میں بتایا تھا اور ان کی حالت خراب ہو گئی تھی...... وہ اپنی کمزوریوں کے منظر عام پر آنے کے بعد کس طرح موم ہو گئے تھے میرے ساتھ...... اس سے مجھے لطف آ رہا تھا، ویسے ابھی تک راجہ جوگیال نے کوئی اور کام میرے سپرد نہیں کیا تھا، لیکن طویل عرصے کے بعد ایک دن اس نے کہا۔

"سکندر"۔

"جی"۔

"ہمیں کچھ وقت کے لئے یہاں سے چلنا ہے...... میں تمہیں ایک ایسے خاندان میں بھیجنا چاہتا ہوں جہاں میرے کچھ مفادات ہیں...... دیکھو اب وہ وقت آ گیا ہے جب میں تم سے اپنے مقصد کا آغاز کروں اور تم سے کچھ ایسے کام لوں جو میرے لئے ضروری ہیں"۔

"یہ کہنے کی ضرورت نہیں ہے راجہ جوگیال...... تم جو کچھ کہو گے میں کرنے کو تیار ہوں"۔

"تو پھر سنو...... تم نے ایک چھوٹے سے اسٹیشن پر جانا ہے، اس جگہ کے بارے میں مکمل تفصیلات بعد میں بتاؤں گا...... ہاں کچھ باتیں تمہیں ضرور بتانا چاہتا ہوں جو تمہیں ذہن

نشین کرنی ہیں اور دیکھو تم یہ بات اچھی طرح کہہ چکے ہو کہ تم مجھے اپنا محسن سمجھتے ہو تو یوں سمجھ لو کہ تمہارا یہ محسن تم سے جو کام لینا چاہتا ہے وہ اس کی ایک اہم ضرورت ہے اور تمہیں یہ کام بہر حال بخیر و خوبی سر انجام دینا ہے"۔

"ٹھیک ہے راجہ جوگیال"۔

"اور اس سلسلے میں اب میں تم سے سوال کرتا ہوں کہ اگر میں کوئی ایسا کام تمہارے سپرد کروں جسے تمہاری فطرت کی نفاست یا تمہاری ذات کی شرافت قبول نہ کرے لیکن جو نظر آتا ہے وہ نہ ہو، بلکہ اس کی اصلیت کچھ اور ہی ہو اور وقت سے پہلے میں تمہیں وہ اصلیت بتانا پسند نہ کروں تو کیا تم وہ کام صرف میرے کہنے پر سر انجام دو گے"۔

"ٹیڑھا سوال تھا مجھے اپنی فطرت کا احساس بھی تھا...... یہ بات میری فطرت میں تھی کہ ہر چیز کی جستجو کرتا تھا اور جہاں تک راجہ جوگیال سے بحث کا تعلق تھا یعنی جو اس نے مجھ سے کہا تھا کہ ماں باپ کے چکر میں نہ پڑوں...... ساری باتیں اپنی جگہ، لیکن اس سلسلے میں راجہ جوگیال سے کوئی تعاون نہیں کیا جا سکتا تھا...... مجھے زندگی کے کتنے ہی عیش و عشرت مل جائیں، لیکن راجہ جوگیال نے جو کچھ کہا تھا اس سے میں اتفاق نہیں کر سکتا تھا، یعنی میں اپنے ماں باپ کی تلاش ترک نہیں کر سکتا تھا، بہر حال راجہ جوگیال کے باقی احکامات کے لئے مجھے کوئی اعتراض نہیں تھا، چنانچہ اس نے جو کچھ کہا وہ میرے لئے بڑا تعجب خیز تھا لیکن پھر بھی میں نے یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ اس کی فرمائش کے مطابق یہ کام ضرور کروں گا۔

اور راجہ جوگیال اس کی تیاریاں کرنے لگا...... اس نے ایک طریقہ کار متعین کیا تھا اور اس طریقہ کار کے مطابق آخر کار ایک دن میں ایک عجیب و غریب حلیہ اختیار کر کے وہاں سے چل پڑا...... راجہ جوگیال نے کہا تھا کہ وہ میرے ساتھ ہے...... مجھ سے زیادہ فاصلے پر نہیں ہو گا، لیکن اس وقت میرے سامنے آئے گا جب اس کی ضرورت ہو گی...... باقی سارے کام مجھے سر انجام دینے تھے اور ان کاموں کے لئے اس نے مجھے کافی تربیت دی تھی...... بظاہر کام تو دلچسپ معلوم ہوتا تھا لیکن اب یہ الگ بات ہے کہ کام کے آغاز کے بعد میری فطرت کھلے اور میں یہ فیصلہ کروں کہ یہ کام مجھے کرنا چاہئے یا نہیں۔

راجہ جوگیال نے مجھے جو ہدایات دی تھیں...... ان کے تحت اب مجھے ریلوے اسٹیشن پہنچ کر ایک خاص آبادی تک سفر طے کرنا تھا جس کا نام "حسین پور" تھا...... حسین پور کے

بارے میں راجہ جوگیال نے مجھے تمام تفصیلات بتادی تھیں اور یہ بھی بتایا تھا کہ وہاں میری کس طرح پذیرائی ہوگی...... بہرحال اس سفر میں راجہ جوگیال میرے ساتھ نہیں تھا، جبکہ اس نے یہ کہہ دیا تھا کہ وہ مجھ سے زیادہ دور نہیں رہے گا...... میں اسٹیشن پہنچ گیا...... ذہن خیالات میں الجھا ہوا تھا، اس لئے بہت سی باتوں کا احساس بھی نہ ہوسکا...... میں ٹرین کے ایک شاندار کمپارٹمنٹ میں بیٹھ گیا اور تھوڑی دیر کے بعد ٹرین آگے بڑھنے لگی...... میں نے اردگرد کے مناظر دیکھے...... رات کا وقت تھا...... کھڑکی سے باہر روشنیاں رینگ رہی تھیں اور چند مسافر آرام سے اپنی اپنی سیٹوں پر سونے کے لئے لیٹ گئے تھے...... بہرحال اسٹیشن کی روشنیاں پیچھے دوڑنے لگیں اور تھوڑی دیر کے بعد ٹرین ویرانوں میں نکل آئی اور اندھیرا روشنیوں کو کھا گیا اور کھڑکی سے باہر گہری تاریکی کے سوا کچھ نہ رہا...... میں نے اپنی سیٹ کی پشت سے ٹیک لگا کر آنکھیں بند کرلی تھیں اور میرا ذہن خیالات کی چکی میں گردش کرنے لگا تھا، اب اس وقت چونکہ گہرا سناٹا تھا...... ریل کی آواز سے پیدا ہونے والا ایک ترنم ماضی میں دھکیل رہا تھا، بہت سی باتیں یاد آرہی تھیں...... زندگی کا ایک خاص انداز تھا لیکن اب سے بالکل مختلف، ابو تو خیر جس کیفیت کے حامل تھے سوتھے ہی، ماں سے گہرے رابطے ہوتے ہیں انسان کے...... اور بیشتر بار مجھے ماں یاد آئی تھی لیکن دل میں سوچتے رہ جانے کے سوا بھلا اور کر بھی کیا سکتا تھا" نجانے کتنے عرصے سے ذہن سے یہ تمام خیالات نکل چکے تھے، لیکن تنہائی بڑی عجیب چیز ہوتی ہے اور خاص طور سے خاموشی اور سناٹے میں دماغ کے جو دروازے کھل جاتے ہیں انہیں بند کرنا انسان کے بس کی بات نہیں ہوتی...... بہت عرصے کے بعد ایک عجیب سی کیفیت کا احساس ہوا تھا اور میں باہر تاریکیوں میں اپنے ماضی کو تلاش کررہا تھا...... ٹرین پٹریاں بدلتی تو ایک اور ترنم پیدا ہوتا، وقت گزرتا رہا...... میں ماضی کی کہانیوں میں کھویا رہا اور نجانے کب نیند آگئی...... پھر یہ بھی ایک اتفاق ہی تھا کہ اس وقت میری آنکھ کھلی جب باہر اجالا پھوٹ رہا تھا...... ساتھ ہی ساتھ عمارتوں کے آثار بھی نظر آرہے تھے...... کچھ دیر کے بعد ٹرین کی رفتار سست ہونے لگی...... کوئی اسٹیشن آرہا تھا...... میں یوں ہی باہر جھانکنے لگا، لیکن جب اسٹیشن کا نام نظر آیا تو میں اچھل پڑا...... حسین پور لکھا ہوا تھا...... راجہ جوگیال کے منصوبے کے مطابق میں نے ایک مفلوک الحال شخص کا حلیہ اختیار کیا ہوا تھا...... سامان کے نام پر میرے پاس کچھ بھی نہیں تھا...... لیکن بہرحال میں نیچے اتر گیا...... ماحول سویا سویا سا

...... میرے علاوہ بھی کچھ لوگ نیچے اترے تھے، لیکن میں ابھی چند قدم ہی آگے چلا تھا کہ ...ک عقب سے کسی نے تیز تیز قدموں سے آگے بڑھ کر میری قمیض پکڑلی اور اس کے بعد ...ب سرگوشی اُبھری۔

"سہیل......" میں چونک کر پلٹا...... راجہ جوگیال کا منصوبہ مکمل طور پر کامیابی کی ...ب قدم اٹھا رہا تھا، لیکن جو شکل میرے سامنے اُبھری اسے دیکھ کر میرے دل کو ایک دھکا ...لگا...... یہ ایک پروقار نسوانی چہرہ تھا...... ایک عمر رسیدہ چہرہ...... لیکن سیاہ اور بڑی بڑی ...ھیں...... سفید رنگ...... لمبے لمبے بال...... عمر پینتالیس سال سے زیادہ ہی ہوگی...... وہ ...تون میری جانب دیکھ رہی تھیں اور ان کے ہونٹ کپکپا رہے تھے...... ناک اس طرح پھول ...ی رہی تھی جیسے اوپری اوپری سانس لے رہی ہوں اور بس رونے ہی والی ہوں...... وہ ...ب سی نگاہوں سے مجھے دیکھتی رہیں...... میں نے خاموشی اختیار کرلی تھی...... انہوں نے ...کہا۔

"سہیل......" خدا کی ذات پر یقین تھا مجھے...... یقین تھا اپنے معبود پر کہ آخر کار ایک ...نا میری امیدوں کے چراغ بھی روشن ہوجائیں گے...... بیٹے ہم مٹی کی تخلیق...... ...ٹیوں کے پتلے ہوتے ہیں...... اللہ ہمیں معاف کردیتا ہے تو کیا انسان...... انسان کو معاف ...ہیں کرتا"۔

"آپ"۔

"ہاں...... وہ دیکھو ان لوگوں کو علم بھی نہیں ہے...... لیکن تم یقین کرو نجانے کتنے ...ابوں میں تمہیں دیکھا تھا اور یہ خواب ہی مجھے اس بات کا احساس دلاتے تھے کہ ٹھیک ...ہوجائے گا...... سب کچھ ٹھیک ہوجائے گا...... کہہ بھی دیا تھا میں نے ان لوگوں سے...... ...کھو تو سہی غیب سے کیا ظہور میں آتا ہے...... سب ٹھیک ہوجائے گا...... آج بابا جان ...ہے تھے...... حالانکہ میں کبھی اسٹیشن پر کسی کو لینے نہیں آئی...... لیکن نجانے کیوں آج ...دل کہہ رہا تھا کہ...... زندگی کی بہار انتظار کررہی ہے...... وہ ہونے والا ہے، جو ہمیں ...شیوں سے ہمکنار کردے...... دیکھو وہ سارے لوگ بابا جان کو اتار رہے ہیں...... خاتون ...شارے سے ایک فرسٹ کلاس کمپارٹمنٹ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا...... پھر بولیں۔

"اور ان میں سے کوئی بھی نہیں جانتا کہ ہمیں کتنی بڑی خوشی مل گئی ہے"۔

خاتون کی آواز رندھ گئی اور نجانے کیوں میرے دل کو ایک دُکھ کا سا احساس ہونے لگا...... راجہ جوگیال نے یہ ایک کھیل کھیلا ہے اور اس کا پہلا شکار یہ دل کو بھا جانے والی عورت ہے...... نجانے ان کی کہانی کیا ہے...... بہر حال خاتون نے کہا"۔

"آؤ سہیل آؤ...... براہ کرم آجاؤ" بابا جان بہت ضعیف ہو گئے ہیں...... بہت دن کے بعد آئے ہیں وہ...... آؤ میں انہیں ایک نئی حیرانی دوں...... آجاؤ تمہیں خدا کا واسطہ...... دیکھو اب مجھ سے انحراف نہ کرو...... سہیل مانو گے میری بات" ایسی لجاجت تھی آواز میں، ایسا دکھ تھا کہ میرے قدم خود بخود ان خاتون کے ساتھ آگے اٹھ گئے...... انہوں نے اس طرح میرا بازو پکڑ لیا تھا جیسے انہیں خطرہ ہو کہ میں بھاگ جاؤں گا...... میں آہستہ آہستہ آگے بڑھتا رہا اور دل میں سوچتا رہا کہ راجہ جوگیال...... بات وہی آجاتی ہے تمہارے احسانات اپنی جگہ...... تمہارا مجھ پر اعتماد اپنی جگہ...... میں کوشش کروں گا کہ تمہارے اعتماد کو دھوکہ نا دوں...... لیکن یہ پہلا ہی تاثر غلط ہو گیا ہے...... پتہ نہیں میں تمہاری خواہشات کی تکمیل کر بھی پاؤں گا یا نہیں"۔

بہر حال میں ان خاتون کے ساتھ آگے بڑھتا ہوا اس جگہ پہنچ گیا جہاں بہت سے افراد ایک بزرگ کو گھیرے ہوئے تھے اور معمر بزرگ ایک ایک کو گلے سے لپٹا رہے تھے، پھر انہوں نے کہا۔

"شاہدہ...... شاہدہ نہیں آئی کیا؟ جواب میں میری ساتھی عمر رسیدہ خاتون آگے بڑھیں اور اس وقت وہ سب میری جانب متوجہ ہو گئے...... پھر ایک نوجوان لڑکی کی چیختی ہوئی آواز ابھری"۔

"ارے سہیل بھائی آپ...... ارے دیکھو...... کون ہے؟ دیکھو دیکھو سہیل بھائی...... سہیل بھائی" لڑکی اس بری طرح بوکھلا گئی تھی کہ سب ہی میری جانب متوجہ ہو گئے اور پھر وہ مجھ پر اس طرح حملہ آور ہوئے کہ میں خود حیران رہ گیا...... بھلا کون سننے والا تھا...... ایک عجیب ہنگامہ برپا ہو گیا...... معمر بزرگ بھی آگے بڑھے...... انہوں نے دوسروں کو ہٹاتے ہوئے کہا"۔

"ہٹو تو سہی...... ہٹو تو سہی کیا واقعی سہیل میاں ہیں؟ وہ میرے سامنے آکھڑے ہوئے اور انہوں نے بغور میرا چہرہ دیکھا...... میں نے بھی انہیں دیکھا...... لمبی سفید

داڑھی...... سفید بال...... کافی عمر تھی...... بھنوئیں تک سفید ہو گئی تھیں...... لیکن صحت بہت بری نہیں تھی...... چہرے پر ایک موٹے فریم کا چشمہ لگا ہوا تھا...... وہ مجھے غور سے دیکھتے رہے...... پھر انہوں نے دونوں ہاتھ پھیلائے اور بولے"۔

"کیا میرے بھی گلے نہیں لگو گے...... میں نے تو خیر کوئی کوشش نہیں کی تھی، حالانکہ اصولی طور پر مجھے ان کے گلے لگنا چاہئے تھا...... مجھے اس گھر میں جگہ حاصل کرنی تھی...... راجہ جوگیال کی ہدایت کے مطابق...... لیکن کچھ ایسی جھجک ذہن پر سوار ہوئی تھی کہ میں وہ بھرپور مظاہرہ نہیں کر سکا جو ان سے یگانگت کے لئے مجھے کرنا چاہئے تھا، لیکن ہر حال میں ان کے سینے سے لگ گیا تھا"۔

"بہت اچھا فیصلہ کیا تم نے بیٹے...... بہت ہی اچھا فیصلہ کیا...... زندگی میں انسان نیکیوں کو زیادہ اولیت دیتا ہے اور درگزر کا تو کوئی جواب نہیں ہے...... آؤ...... آگے آؤ اور سنو تم لوگ یہ اسٹیشن ہے...... گھر کی باتیں گھر میں ہونی چاہئیں" لوگ ہماری جانب متوجہ ہو جائیں گے...... چلو۔

"مگر یہ آئے کہاں سے...... ایک نوجوان مرد نے پوچھا"۔

"اسی ٹرین سے اترے ہیں چلو" بابا جان ٹھیک کہتے ہیں...... معمر خاتون نے جن کا نام اب مجھے معلوم ہو چکا تھا کہ شاہدہ ہے اس دوسری لڑکی کے سوال کے جواب میں کہا...... جن صاحب کو بابا جان کہا جا رہا تھا انہیں تو سب ہی بھول گئے تھے اور سارا مجمع میرے ہی گرد جمع ہو گیا تھا...... عجیب عجیب باتیں کی جا رہی تھیں میرے بارے میں...... وہ لوگ مجھے سہیل کہہ کر مخاطب کر رہے تھے...... راجہ جوگیال نے یہ بات مجھے پہلے ہی بتادی تھی، لیکن بہر حال میں نجانے کیوں ایک عجیب سی کیفیت محسوس کر رہا تھا...... شاید یہ کہ ان لوگوں کی محبت، ان کا انداز اور پھر سب سے بڑی بات یہ کہ ان سب کی شخصیتیں میرے لئے ذرا تعجب خیز تھیں...... بہر حال ہم سب باہر نکل آئے، جو لوگ یہاں موجود تھے انہوں نے یہ فیصلہ کیا کہ گھر تک کوئی ایسی بات نا کہی جائے...... ایک نوجوان لڑکا میرے قریب پہنچا اور بولا"۔

"جناب عالی میں نے بھی جوڈو کراٹے سیکھ لی ہے...... مارشل آرٹس کے ایسے داؤ پیچ ہوں گے، آپ کے ساتھ کہ آپ بھی کیا یاد کریں گے...... آپ کو اندازہ ہے کہ آپ نے

ہم سب کو زندہ قبر میں دفن کر دیا...... آپ سوچ بھی نہیں سکتے کہ ہمارے گھر کا ماحول کیا ہو چکا ہے" میں نے کوئی جواب نہیں دیا اور خاموشی سے ان کے ساتھ چند قدم آگے بڑھا...... لیکن پھر جب وہ گاڑی میں بیٹھنے لگے تو میں نے معمر خاتون کو مخاطب کیا۔

"سنیئے...... میں آپ سے کچھ کہنا چاہتا ہوں"۔

"شرافت سے ہمارے ساتھ چلو...... کچھ نہیں کہو گے تم"۔

"میری بات تو سنیئے...... بعد میں آپ لوگ میرے ساتھ برا سلوک کریں گے تو اچھا نہیں ہو گا"۔

"تمہارے ساتھ برا سلوک پہلے بھی نہیں کیا گیا اور اب بھی نہیں ہو گا"۔

"میں آپ کو ایک بات بتا دوں...... اس کے بعد آپ خود فیصلہ کر لیجئے"۔

چلئے بتائیے کیا بات بتانا چاہتے ہیں؟"۔

"میں سہیل نہیں ہوں"۔

"پھر آپ افلاطون ہوں گے" ایک لڑکی جلدی سے بولی۔

"افلاطون بھی نہیں ہوں...... میرا نام سکندر ہے"۔

"سکندر اعظم" ایک اور لڑکی نے پیار سے کہا۔

"سوچ لیجئے...... بعد میں آپ یہ کہیں گے، میں نے آپ لوگوں کو دھوکہ دیا"۔

"دیکھو...... حد ہوتی ہے بدمعاشی کی بھی...... چلو شرافت سے چلو یہ فیصلہ تو بعد میں ہو جائے گا کہ تم سہیل ہو یا نہیں"۔

"ان کی تو ایسی تیسی...... اگر یہ سہیل نہیں بھی ہیں تو انہیں سہیل بننا پڑے گا" چلئے ورنہ میں لڑکی بہت بری ہوں...... اس لڑکی نے کہا جو کافی خوبصورت تھی اور آستینیں چڑھانے لگی...... سب ہنسنے لگے تھے...... میں ٹھنڈی سانس بھر کر خاموش ہو گیا...... بہر حال مجھے نجانے کیوں ایک دکھ کا سا احساس ہو رہا تھا...... جان مائیکل کا گھرانہ تو ذرا مختلف ہی ٹائپ کا تھا، ان لوگوں کے ساتھ تو خیر میں نے جو کچھ کیا وہ ایک الگ کہانی تھی...... لیکن یہ اتنے اچھے لوگ نظر آ رہے تھے کہ ان کے ساتھ کوئی دھوکہ دہی کر کے خود مجھے دکھ ہوتا...... نجانے جوگیال ان سے کیا چاہتا تھا۔

بہر حال میں ان کے ساتھ گاڑی میں بیٹھ گیا اور گاڑیاں اسٹارٹ ہو کر آگے بڑھ

گئیں...... میرے چہرے پر ایک قدرتی الجھن پھیلی ہوئی تھی اور اس قدرتی الجھن سے یہ لوگ یہ سمجھ رہے تھے کہ میں کسی اور ہی الجھن کا شکار ہوں...... اس سے اس ڈرامے کو تقویت مل رہی تھی جو یہاں کیا جا رہا تھا...... بہر حال گاڑیاں جس عمارت میں داخل ہوئیں، اسے دیکھ کر مجھے اندازہ ہو گیا کہ بہت دولت مند لوگ ہیں...... بہر حال مجھے ان کے درمیان جھوٹ بول کر جگہ بنانی تھی...... ابتداء میں تو مجھے اس بات سے انحراف کرنا تھا کہ میرا نام سہیل ہے لیکن بعد میں مجھے یہ حیثیت قبول کر لینی تھی...... راجہ جوگیال یہ عمل کر کے نجانے کیا چاہتا تھا...... یہاں آ کر سب لوگ نیچے اتر گئے...... شاہدہ بیگم عمر رسیدہ بزرگ کے ساتھ نیچے اتری تھیں لیکن ان کی نگاہیں بار بار مجھ پر آ جاتی تھیں...... وہ ایک بار پھر میرے قریب آئیں اور انہوں نے آہستہ سے کہا۔

"سہیل دیکھو بھئی...... بڑی امیدوں اور آرزوؤں کے بعد تمہیں پایا ہے...... تمہیں اندازہ نہیں ہے کہ تمہارے حصول کے لئے مجھے کیا کیا پاپڑ بیلنے پڑے ہیں...... تمہیں خدا کا واسطہ...... اس وقت تک یہاں سے بھاگنے کی کوشش مت کرنا جب تک میرے اور تمہارے درمیان ایک مکمل گفتگو نہ ہو جائے...... تم نے اپنا جو حال بنا لیا ہے اسے دیکھ کر مجھے بس یوں سمجھ لو کہ کیا بتاؤں تمہیں" ان کی آواز بھرا گئی...... اتنی دیر میں معمر بزرگ بھی میرے قریب آ گئے تھے...... انہوں نے کہا"۔

"سہیل میاں...... تمہیں شاید اندازہ نہیں ہے کہ تم بھی اس خاندان کے سرپرست ہو...... اپنی ذمے داریوں سے یوں بھاگتے ہیں بیٹے...... خیر نجانے کہاں کہاں بھٹکتے رہے ہو...... اب نا بھٹکنا" میں نے اب بھی کوئی جواب نہیں دیا...... ہم سب لوگ اندر داخل ہو گئے...... پھر مجھے ایک عظیم الشان کمرے میں پہنچایا گیا جو انتہائی شاندار چیزوں سے آراستہ تھا...... اس وقت بھی ایک لڑکی ہی میرے ساتھ تھی...... میں ان لوگوں سے مکمل طور پر متعارف نہیں تھا، لیکن ظاہر ہے جو کردار مجھے مل گیا تھا وہ لازمی طور پر ان لوگوں کے لئے اہمیت کا حامل تھا...... لڑکی نے ناز بھرے انداز میں مجھ سے کہا"۔

"جائیے اپنا حلیہ درست کیجئے...... آپ کا لباس میں ابھی تیار کئے دیتی ہوں...... یہاں باہر اسٹینڈ پر آپ کو مل جائے گا" جاتے ہوئے میں دروازہ باہر سے بند کر دوں گی تاکہ آپ فرار ہونے کی کوشش نا کریں" وہ واپسی کے لئے مڑ گئی اور پھر واقعی اس نے باہر نکل کر

دروازہ باہر سے بند کر دیا اور میں گہری نگاہوں سے اس کا جائزہ لیتا رہا...... صورت حال بچ بچ اتنی عجیب تھی کہ کچھ لمحوں کے لئے تو اپنی اصلیت بھی بھول گیا تھا...... میں جزیرے کا وحشی اس وقت اتنے نرم ونازک لوگوں کے درمیان تھا کہ وہ لوگ اپنے بارے میں تو خیر کیا...... میرے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ میں کیا ہوں، لیکن بہر حال گزارہ کرنا تھا ان کے درمیان اور راجہ جوگیال کی خواہشات کو پورا کرنا تھا۔



دل میں اچانک یہ خیال اُبھرا کہ باتھ روم میں جا کر نہاؤں...... باتھ روم کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گیا...... سفید ٹائلوں سے بنا ہوا یہ باتھ روم جدید ترین فٹنگس کے ساتھ موجود تھا...... بہر حال میں نے غسل کیا...... شیو کا سامان بھی موجود تھا...... خوب اچھی طرح غسل کر کے باہر نکلا تو میرا لباس رکھا ہوا تھا...... یہ بھی حیرانی کی بات تھی کہ یہ لباس میرے جسم پر بالکل درست تھا اور عمارہ سلک سے بنا ہوا تھا...... بہر حال جس طرح میری پذیرائی ہوئی تھی اور جس محبت سے یہ لوگ مجھ سے پیش آئے تھے......جی چاہ رہا تھا کہ انہیں دھوکے میں نہ رکھوں، حالانکہ ابتداء مجھے اسی انداز میں کرنی تھی، لیکن یہ ابتداء بھی ایک چال تھی...... ان لوگوں سے انحراف کر کے مجھے ان کی آتش شوق کو ہوا دینی تھی...... میں باہر نکل آیا لڑکی شاید پوری طرح میری مصروفیات سے واقف تھی...... میں نہیں جانتا تھا کہ وہ کون ہے......؟ ظاہر ہے کہ اس اجنبی دنیا میں میرا کوئی تعارف نہیں تھا......حیرانی اس بات پر تھی کہ جس شخص کا انہیں مجھ پر شبہ ہو رہا تھا یا دھوکا ہو رہا تھا وہ کون ہے......؟ بہر حال اب جو ہوگا دیکھا جائے گا...... راجہ جوگیال کی ہدایت کے مطابق کام تو کرنا ہی ہے...... چاہے صورت حال کچھ بھی ہو جائے...... ناشتے کے کمرے میں مجھے پہنچا دیا گیا...... عظیم الشان میز پر ناشتے کا سامان سجا ہوا تھا...... میری خاص طور سے خاطر مدارت کی گئی...... معمر بزرگ بھی ساتھ ہی موجود تھے...... لڑکے لڑکیاں شرارت سے ایک فقرہ مجھ پر چسپاں کر دیتے اور کمرے کا ماحول خوشگوار ہو جاتا تھا...... خاتون نے کئی بار لڑکوں اور لڑکیوں کو ڈانٹ بھی پلائی کہ بہت زیادہ باتیں نہ کریں اور میرے مزاج کا خیال رکھیں...... میں دل ہی دل میں ہنس رہا تھا کہ کچھ عرصے کے بعد جب انہیں اس حقیقت کا یقین آجائے گا کہ میں وہ نہیں ہوں جسے سمجھ کر وہ مجھے یہاں لائی ہیں تو مجھے دھکے دے کر یہاں سے نکال دیا جائے گا، حالانکہ تھوڑے عرصے کے بعد مجھے یہ تسلیم کر لینا تھا کہ میں وہی ہوں...... آخر کار معمر

خاتون جن کا نام شاہدہ تھا، نے

"بابا جان مجھے اگر اجازت دیں تو میں سہیل سے تھوڑی دیر بات کر لوں"۔

"ہاں ہاں کیوں نہیں...... میں بھی اب آرام کرنا چاہتا ہوں کیونکہ سفر سے تھک گیا ہوں۔ تم اطمینان سے باتیں کر لو" خاتون مجھے لے کر کمرے میں چل پڑیں...... ان کا کمرہ بھی بہت خوبصورت تھا، اندر پہنچ کر انہوں نے دروازہ بند کر دیا...... پھر ایک کونے کی طرف اشارہ کر کے بولیں"۔

"بیٹے بیٹھ جاؤ" میں خاموشی سے بیٹھ گیا تو وہ خود بھی میرے سامنے والے صوفے پر بیٹھ گئیں...... پھر انہوں نے کہا۔

"سہیل میاں! زندگی نشیب و فراز کا نام ہے...... کبھی کبھی جو نظر آتا ہے وہ حقیقت نہیں ہوتی...... غلط فہمی انسان کو ایک دوسرے سے اتنا دور کر دیتی ہیں کہ وہ حقیقت اور اصلیت کے بارے میں سوچتا بھی نہیں ہے، لیکن اصول یہی ہے کہ پہلے حقیقتیں تلاش کی جائیں اور اس کے بعد فیصلے کئے جائیں...... شاید تمہیں اس بات کا علم نہیں اور تم نے پوچھا بھی نہیں کہ نواب احمد ہمارے ساتھ کیوں نہیں ہیں......؟ میں تمہیں بتاؤں کہ ان کا انتقال ہو چکا ہے" خاتون کی آواز لرز گئی...... میں نہیں جانتا تھا کہ نواب احمد کون ہیں، لیکن اندازہ یہ ہو رہا تھا کہ ان خاتون کے شوہر ہو سکتے ہیں...... میں نے پھر بھی کچھ نہ کہا...... چند لمحات وہ سسکیاں لیتی رہیں پھر انہوں نے کہا۔

"اور جانتے ہو کہ نواب احمد کیوں اس دنیا سے چلے گئے......؟ ان کے دل میں تمہاری جدائی کا شدید غم تھا...... وہ اپنی غلطیوں پہ نادم ہو گئے تھے اور تم نے ان کی غلطیوں کی اتنی بڑی سزا دے دی تھی کہ شاید کسی نے کسی کو اتنی بڑی سزا نہ دی ہو...... تم یقین کرو کہ ان کے دل پہ غم کی پرچھائیاں اس طرح چسپاں ہو گئی تھیں کہ وہ جی نہ سکے...... تم جانتے ہو کہ نقش انہیں کس قدر پیاری ہے...... نقش کا حال وہ نہیں دیکھ سکتے تھے...... میں تمہیں اگر نقش کے بارے میں بتاؤں گی تو تم یہی سوچو گے کہ ماں ہوں اپنی بیٹی کی وکالت کر رہی ہوں، مگر بیٹے تم نے ہمارے ساتھ زیادتی کی ہے...... کچھ انتظار کر لیتے تو صحیح فیصلہ بھی ہو سکتا تھا"۔

"میں آپ کو کیا کہہ کر مخاطب کروں خاتون......؟" میں نے کہا اور عمر رسیدہ خاتون چونک کر مجھے دیکھنے لگیں۔

"کیوں کوئی تبدیلی کرنا چاہتے ہو...... میری حیثیت میں"۔

"جی...... حالات کچھ ایسے ہی ہیں کہ میں اپنی مجبوریاں آپ کو بتانا نہیں چاہتا، لیکن یہ بتا دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ میں سہیل نہیں ہوں...... آپ یہ سمجھ لیجئے کہ میں آپ کو دھوکہ دے کر اپنے لئے کوئی مقام بنانے کا خواہشمند نہیں ہوں...... اب بھی آپ اگر مجھے سہیل کہنے پر آمادہ ہیں تو جس محبت سے آپ نے مجھے اپنے درمیان خوش آمدید کہا ہے وہ مجھے مجبور کر رہی ہے کہ میں آپ کا دل نہ توڑوں...... میرے ان الفاظ پر شاہدہ بیگم نے مجھے آنسو بھری آنکھوں سے دیکھا اور بولیں۔

"اب بھی تمہارا دل نہیں دکھا ہمارے لئے...... نواب کی موت بھی تمہارے لئے بے مقصد رہی...... خیر تمہاری سنگدلی کا تھوڑا تھوڑا اندازہ تو مجھے پہلے بھی تھا، لیکن میں سوچ رہی تھی کہ انسان تو ہو...... کسی اور رشتے سے نہ سہی...... انسانیت کے رشتے سے تو تم ہمارا ساتھ دو گے...... خیر تمہاری مرضی تو تم کہتے ہو کہ تم سہیل نہیں ہو"۔

"جی میں یہی کہتا ہوں"۔

"اور یہ بھی سمجھتے ہو کہ ہم سب اندھے ہیں؟"۔

"نہیں یہ نہیں سمجھتا"۔

"تو پھر...... اس سفید جھوٹ کے بارے میں کیا کہو گے؟"۔

"کچھ نہیں کہوں گا خاموش رہوں گا"۔

"ٹھیک ہے لیکن ایک بار نقش سے تو مل لو...... ذرا اسے بھی بتا دو کہ تم سہیل نہیں ہو...... اگر تمہارے درمیان اس بات پر سمجھوتا ہو گیا تو ہم اپنی تقدیر پر شاکر ہو جائیں گے اور جو فیصلہ تم کرو گے وہ ہمیں منظور ہو گا...... آہ...... کاش تمہیں اس بات کا اندازہ ہوتا کہ تمہارے جانے کے بعد نقش ایک نیم مردہ لڑکی بن کر رہ گئی ہے"۔

"ٹھیک ہے...... بالکل ٹھیک کہہ رہی ہیں آپ...... لیکن آخری بار میں آپ سے چند الفاظ کہنا چاہتا ہوں...... اگر بعد میں آپ کو ان حقیقتوں پر یقین آ جائے تو مجھے اس کہانی میں ایک بے گناہ انسان سمجھئے گا...... اس میں میرا قصور نہیں ہو گا" شاہدہ بیگم کے چہرے پہ ناگواری کے اثرات ابھر آئے اور انہوں نے آہستہ سے کہا۔

"تمہاری انتہا پسندی کے بارے میں سبھی جانتے ہیں...... کیا تم اتنا بھی نہیں کر سکتے

کہ صرف چند روز یہاں گزار لو...... نقش سے ملاقات کرلو...... اگر تم ایسا کرلو گے تو یہ ہم سب پر احسان ہو گا...... اسے سمجھا دو...... اس کے بعد جو تمہارا دل چاہے وہ کرو...... ٹھیک ہے بس اب جاؤ...... میں نے تم سے یہ آخری بھیک مانگی تھی...... اگر تمہارے پاس دینے کے لئے کچھ بھی نہیں ہے تو تمہاری مرضی''...... وہ اپنی جگہ سے اٹھیں اور انہوں نے دروازہ کھول دیا...... پھر میں بھی باہر نکل آیا اور باہر جب نکلا تو میں نے ان تمام لوگوں کو تھوڑے فاصلے پر کھڑے پایا...... خاص طور سے لڑکے لڑکیاں یہاں موجود تھے...... ایک لڑکی نے آگے بڑھ کر کہا۔

''کیا ہوا امی جان...... ؟ یہ بھائی صاحب شرافت سے مان گئے یا پھر ہم انہیں مارشل آرٹ کے داؤ سکھائیں''۔

''شٹ اپ...... تم میں سے کوئی ان سے بد تمیزی نہیں کرے گا...... چلو اپنے کمرے میں جاؤ''۔

''جناب عالی ایسا نہیں ہو سکتا...... ہم انہیں اٹھا کر لے جا رہے ہیں...... وہ سب میری جانب جھپٹ پڑے اور معمر خاتون کی انہوں نے ایک نہ سنی...... میں نے جلدی سے کہا''۔

''نہیں نہیں میں آپ کے ساتھ چل رہا ہوں'' اور ہنستے قہقہے لگاتے مجھے وہ لوگ ایک طرف لے چلے...... دل کی کیفیت وہی تھی اور میں راجہ جو گیال کے بتائے ہوئے منصوبے کے مطابق ہی کام کر رہا تھا...... تھوڑے عرصے کے بعد مجھے یہ بات تسلیم کر لینی تھی کہ میں سہیل ہی ہوں اور یہاں کے حالات سے مجھے بہت سے فائدے حاصل کرنے تھے، لیکن نجانے کیوں ان لوگوں سے ملاقات کے بعد دل کو دُکھ کا احساس ہو رہا تھا...... یہ بھی سوچ رہا تھا کہ کاش...... میں سچ مچ اس گھرانے کا ایک فرد ہوتا...... کتنی خوبصورت زندگی ہے یہاں کی لڑکیاں مجھے لئے ہوئے ایک دروازے پر پہنچ گئیں...... انہوں نے دروازہ کھول کر مجھے اندر دھکا دے دیا اور اس کے فوراً بعد دروازہ باہر سے بند کر دیا گیا...... عجیب سی صورت حال تھی...... میں نے گھبرائی ہوئی نظروں سے اس کمرے کا جائزہ لیا...... اعلیٰ درجے کے قالین بچھے ہوئے تھے...... دروازے، کھڑکیوں اور دیواروں پر بہترین پردے پڑے ہوئے تھے...... کمرے کے ایک جانب مسہری تھی جس پر دو تکیئے رکھے ہوئے تھے...... مسہری کے بائیں جانب پھولوں کا ایک بہت بڑا گلدستہ نظر آ رہا تھا جس میں تازہ پھول لگے ہوئے تھے جن کے

طراف میں بھینی بھینی خوشبو پھیلی ہوئی تھی...... کمرے کے انتہائی سرے پر بنی ہوئی کھڑکی کے سامنے ایک حسین لڑکی موجود تھی جس کے لمبے بال پیروں کی آخری حد تک آ رہے تھے...... بہت ہی حسین لباس میں ملبوس جو مشرقی کیفیت کا حامل تھا...... وہ کھڑکی کی طرف رخ کئے ہوئے سکتے کے عالم میں کھڑی ہوئی تھی اور میں نے اس کے بدن میں ہلکی ہلکی لرزشیں محسوس کی تھیں...... بمشکل تمام میں نے خاموشی کا یہ طلسم توڑا اور کہا۔

''سنیئے...... میری آواز سن کر لڑکی کے جسم میں ہلکی سی تھر تھراہٹ پیدا ہوئی اور پھر اس نے اپنا رخ تبدیل کر لیا...... آنسوؤں سے لبریز حسین چہرہ میری نگاہوں کے سامنے آ گیا...... وہ بے حد حسین تھی اور اس کے چہرے پر ایک عجیب سی یاسیت چھائی ہوئی تھی...... میں سکتے کے عالم میں اسے دیکھتا رہ گیا...... یہ سلگتا ہوا حسن میری آنکھوں میں اترتا جا رہا تھا...... ان حسین اور بڑی بڑی آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی لگی ہوئی تھی...... اس کے چہرے کے نقوش ان معمر خاتون سے کافی ملتے تھے...... میں چند قدم اور آگے بڑھا...... اور لرزتی ہوئی آواز میں کہا۔

''آپ کا نام شاید نقش ہے ؟''۔

''جی ہاں...... میرا نام نقش ہے'' اس کے لہجے میں ایک سنگین غصہ تھا۔

''سب لوگ اس غلط فہمی کا شکار ہیں...... نقش کہ میں سہیل ہوں...... ان لوگوں نے مجھے ریلوے سٹیشن پر دیکھا تھا، لیکن میں آپ کو یہ بتا دینا چاہتا ہوں کہ میرا نام سہیل نہیں ہے، ہو سکتا ہے کہ میرا چہرہ سہیل سے اتنا ملتا جلتا ہو کہ سب دھوکا کھا رہے ہیں...... لیکن آپ کو دھوکا نہیں کھانا چاہئے...... یہ غلط فہمی سب سے زیادہ آپ کے لئے بھیانک ہو سکتی ہے...... اس نے آنسو بھری نگاہوں سے مجھے دیکھا پھر بولی۔

''آخر آپ یہاں کیوں آ گئے ؟''۔

''بس آپ یہ نہ پوچھیں تو اچھا ہے...... آپ اچھا برا سوچ سکتی ہیں'' میں نے ابھی اتنا ہی کہا تھا کہ وہ آگے بڑھی اور اس نے میرے سینے سے سر ٹکا دیا''۔

''معاف کر دو تمہیں خدا کا واسطہ...... مجھے معاف کر دو میں اپنا تجزیہ نہیں کر پائی تھی...... مجھے اندازہ نہیں تھا کہ تم سے دور رہ کر میں زندگی سے اتنی دور ہو جاؤں گی...... خدا کے لئے مجھے معاف کر دو'' وہ سسک سسک کر رونے لگی...... میرے حواس معطل ہوئے

جا رہے تھے، کچھ کر بھی نہیں سکتا تھا...... سکتے کے سے عالم میں کھڑا تھا...... نقش کے لب
پھر اس نکل گئی تو اس نے ... ر مجھے دیکھا پھر بولی۔

"مجھے معاف نہیں کرو گے" یہ وہ لمحات تھے جہاں پہنچنے کے بعد مجھے یہ بات تسلیم
کر لینی تھی کہ میں ہی سہیل ہوں...... اس خاندان کا ایک فرد اور اس کے بعد مجھے نقش سے
قسم کا اختلاف ختم کر دینا تھا، لیکن نجانے کیوں میرے ہاتھ آگے نہ بڑھے...... یہ نرم و نازک
وجود جو اس وقت میرے سینے سے لپٹا ہوا تھا...... اس قدر حسین تھا کہ میری جگہ کوئی بھی
انسان ہوتا تو بے اختیار ہو جاتا، لیکن یہاں پر ایک انوکھا احساس میرے دل میں پیدا ہوا
تھا...... دو شکایت بھری نگاہیں...... دو آنکھیں مجھے دیکھ رہی تھیں...... مجھ پر غور کر رہی
تھیں...... یہ جاننا چاہتی تھیں وہ کہ میں اپنے وعدے سے کس حد تک منحرف ہو سکتا ہوں
یہ آنکھیں "زمبل" کی تھیں...... میں چونک پڑا، اس دوران مجھے زمبل کا کوئی وجود نہیں
تھا...... وہ گم ہو گئی تھی اور حقیقت یہ ہے کہ میں بھی ان دنوں اس سے دور ہو گیا تھا......
مجھے یاد ہی نہیں آئی تھی...... راجہ جوگیال نے اس کا مجھے موقع ہی نہیں دیا تھا اور اس طرح
مجھے اپنے جال میں پھانس دیا تھا کہ میں کچھ سوچنے سمجھنے کے قابل نہیں رہا تھا...... اچانک
نقش کی آواز ابھری۔

"مجھے معاف نہیں کرو گے؟ سہیل"۔

"کیا اس بات کے کچھ امکانات ہیں کہ آپ میں سے کوئی سمجھداری سے کام لے لے"
میں نے گہری سانس لے کر کہا۔

"تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ تم سہیل نہیں ہو؟"۔

"ہاں...... میں یہی کہنا چاہتا ہوں"۔

"تو پھر کون ہو تم؟"۔

"یہ نہیں بتانا چاہتا"۔

"سیدھی سیدھی بات کیوں نہیں کہتے کہ تم ہمارے ساتھ رہنا نہیں چاہتے"۔

"کاش...... آپ لوگ اس بات پر یقین کریں جو کچھ میں کہہ رہا ہوں......" میں نے کہا
اور وہ مجھے دیکھتی رہی...... اس کے دیکھنے سے میں نے یہ اندازہ لگا لیا تھا کہ وہ میری بات پر
یقین نہیں کر رہی...... پھر اس نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔

"ٹھیک ہے...... ایک درخواست قبول کر لیں گے آپ؟"۔

"جی فرمائیے"۔

"اگر آپ کے دل میں میرے لئے کوئی گنجائش باقی نہیں رہ گئی ہے تو ٹھیک ہے......
آپ کو مجبور نہیں کروں گی، لیکن آپ یہ محسوس کر رہے ہوں گے کہ آپ کے آنے
کے بعد یہاں زندگی لوٹ آئی ہے...... امی بھی خوش نظر آ رہی ہیں جو ابو کی موت کے بعد
بجھ کر رہ گئی تھیں...... اگر مناسب سمجھیں تو صرف انسانی ہمدردی کی بنیاد پر ان کے
کچھ وقت گزار لیں...... ہمیں تھوڑی سی خوشیاں مل جائیں گی، جہاں تک میری بات
تو میں وعدہ کرتی ہوں...... کہ کسی پر کچھ ظاہر نہیں کروں گی...... آپ اگر سزا دینا چاہتے
تو یہ سزا صرف میرے لئے مخصوص کر دیں...... صرف میرے لئے...... آخر میں پھر اس
آواز سسکی میں تبدیل ہو گئی اور میں پریشان نگاہوں سے اسے دیکھتا رہا...... پھر میں نے
سانس لے کر کہا۔

"میری دعا ہے...... محترمہ نقش کہ اس گھر کی خوشیاں واپس آ جائیں...... میں جو کچھ
ہوں آپ نہیں سوچ سکتیں کہ کس طرح میں نے اپنے اوپر جبر کیا ہے...... ورنہ آپ
لوگ بہت اچھے ہیں...... بہت ہی اچھے"۔

"گویا آپ میری بات ماننے کے لئے تیار ہیں؟"۔

"آپ اسی پر بضد ہیں تو یہی سہی، لیکن بہتر ہے کہ میرے اور اپنے درمیانی فاصلے کو
برقرار رکھیں تا کہ جب سچائی سامنے آئے تو آپ کی زندگی تباہ نہ ہو جائے...... اس کے بعد
تماشا نہیں بنے گی"۔

"جانتی ہوں...... میں جانتی ہوں...... ٹھیک ہے جیسی آپ کی مرضی، لیکن ان لوگوں
کے سامنے اس بات کا اظہار نہ ہو...... خدا کے لئے! ان لوگوں کا دل نہ توڑیئے...... میں سب
برداشت کر لوں گی"۔

"او کے...... او کے" میں نے کہا اور پھر بولا۔

"آیئے باہر چلیں آپ لوگوں کو جو خوشی بتانا چاہتی ہیں بتا دیں مجھے اعتراض نہیں
...... ہم باہر آ گئے شریر لڑکوں اور لڑکیوں کا غول جیسے منتظر ہی تھا...... انہوں نے اس
ہمارے انتظامات بھی کر لئے تھے، چنانچہ ہم دونوں کو پھولوں سے لاد دیا گیا...... سبھی

خوش ہوگئے تھے لیکن میں بڑی پریشانی کا شکار تھا...... میری سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ میں کیا کروں......؟ ویسے شاہدہ خاتون کی نگاہیں بہت تیز تھیں، کیونکہ رات کے کھانے کے بعد انہوں نے مجھ سے تنہائی میں کہا۔

"لگتا ہے سہیل...... تمہارے اور نقش کے درمیان اختلاف دور نہیں ہوا ہے"۔

"یہ بات نہیں ہے آنٹی...... ہم دونوں کے درمیان ایک سمجھوتا ہوا ہے"۔

"کیسا سمجھوتا؟"۔

"ہم اپنا تجزیہ کریں گے علیحدہ علیحدہ رہ کر...... یہ فیصلہ کریں گے کہ مستقبل میں ہمیں ایک دوسرے کے جذبات کا کتنا خیال رکھنا ہوگا"۔

"بات کچھ سمجھ میں نہیں آئی"۔

"اگر آپ اس بات کو ہم دونوں کے درمیان رہنے دیں تو بہتر ہوگا"۔

"تم دونوں ہی سر پھرے ہو...... لیکن ایک بات کا وعدہ کرو"۔

"جی فرمایئے"۔

"اب تم یہاں سے جاؤ گے نہیں"۔

"بہتر ہے"۔

"ویسے سہیل...... تم نے میری بھی لاج نہیں رکھی"۔

"کیوں آنٹی......؟"۔

"یہ معلوم ہونے کے بعد کہ نواب کس طرح ہمارے درمیان سے چلے گئے...... تمہارا دل نہ پسیجا اور تم اپنی رنجشیں نہ بھول سکے"۔

"ٹھیک ہے آنٹی...... وقت آپ کو میری الجھنوں کا حل بتائے گا"۔

"کتنی دعائیں کی ہیں میں نے تمہاری واپسی کے لئے...... تمہیں اس کا اندازہ نہیں ہو سکتا"۔

"بہرحال...... کیا کیا جا سکتا ہے؟ کھانے کے بعد رات کا مرحلہ آگیا...... مجھے نقش کے کمرے میں ہی سونا تھا میں نے نقش سے کہا"۔

"نقش...... وعدے کے مطابق ہمیں الگ الگ سونا چاہئے"۔

"لیکن تم نے یہ وعدہ بھی کیا تھا کہ مجھے دوسروں کے سامنے رسوا نہیں کرو گے"۔

"اصل بات یہی ہے"۔

"کیا مطلب......؟"۔

"میں آپ کو دوسروں کے سامنے رسوا نہیں کرنا چاہتا...... اگر میں آپ کے کمرے میں سویا تو مستقبل میں آپ کو انتہائی دکھ کا سامنا کرنا پڑے گا"۔

"جیسے آپ کی مرضی" اس نے کہا اور میرے لئے ایک اور کمرہ منتخب کر دیا گیا، لیکن کمرے میں پہنچنے کے بعد میرے دل میں پریشانیوں نے گھر کر لیا...... راجہ جوگیال نے مجھ سے جو کچھ کہا تھا میں نے اسی کے مطابق عمل کیا تھا...... لیکن اب ذرا سا راستہ بدل گیا تھا، یعنی راجہ جوگیال کی طرف سے حکم تھا کہ تھوڑی سی تردد کے بعد مجھے یہ بات تسلیم کر لینی ہے کہ میں ہی سہیل ہوں اور اس کے بعد مجھے نقش کی قربت اختیار کر لینی تھی اور اس کے لئے راجہ جوگیال نے خصوصاً کہا تھا کہ میں اپنی زندگی کی پہلی عورت سے انحراف نہ کروں اور یہ سمجھ لوں کہ یہ ایک طرح کی مجبوری ہے...... شرافت اپنی جگہ ہوتی ہے لیکن ضرورت اپنی جگہ...... میری سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ راجہ جوگیال سے انحراف کر کے مجھے کن مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا...... میں اس کی بہت عزت کرتا تھا، اس نے مجھے جو علم دیا تھا اس علم کی بدولت میرے اندر ایک بہت بڑا اعتماد پیدا ہو گیا تھا میں جس طرح بھی سوچتا...... مجھے اس بات کا اندازہ ہو جاتا کہ آخر کار میں اپنے ماں باپ کا سراغ لگا ہی لوں گا اور راجہ جوگیال اس سلسلے میں میرا بہترین مددگار ثابت ہوگا، لیکن اب یہاں اس صورت حال میں آکر میرا ضمیر مجھے اجازت نہیں دے رہا تھا کہ میں کسی اور شخصیت کے دھوکے میں ایک ایسی عورت کو داغدار کروں جو شوہر پرست ہے، جو اپنے شوہر کے لئے رو سکتی ہے...... بہرحال...... صبر کرنا تھا، صبر کرنا تھا...... یہ بھی دیکھنا تھا کہ راجہ جوگیال پر اس کا کیا ردعمل ہوتا ہے......؟ اس سے معذرت کروں گا...... اس سے کہوں گا راجہ جوگیال! مجھ سے دنیا کا ہر کام لے لو، لیکن ایسا کام نہ لو جو میرے ضمیر کو ریزہ ریزہ کر دے...... ضمیر ہی کی تو بات تھی کہ مہاکال کے منہ پر تھوک کر آگیا تھا اور اس معصوم لڑکی کو زندگی سے محروم کر دیا تھا جس نے مجھ سے محبت کا اظہار کیا تھا...... اس وقت وہ ہفت آسمان کو پہنچی ہوئی تھی، لیکن...... اب صورت حال مختلف تھی...... پھر دو تین دن گزر گئے تھے...... حالات کسی حد تک قابو میں آرہے تھے...... میں نے یہاں کے

معاملات معلوم کرنے کی کوشش کی تھی..... نواب احمد صاحب..... اس گھر کے سربراہ تھے..... ایک وسیع کاروبار کے مالک..... ان کے دو بیٹے اور چار بیٹیاں تھیں جن میں نقش سب سے بڑی تھی..... اس کی شادی سہیل نامی ایک نوجوان سے ہوئی تھی..... جو دنیا میں تنہا تھا اور اسے گھر داماد بنالیا گیا تھا..... سرکش اور خود سر نوجوان تھا..... اپنی دنیا میں رہتا تھا..... ادھر نقش بھی خود پسندی کا شکار تھی..... وہ سوچتی تھی کہ بہرحال جو کچھ بھی ہے سہیل ان کا لے پالک ہے..... ایک دن نواب احمد صاحب نے نقش کی شکایت پر سہیل کو طلب کر کے اسے برا بھلا کہا اور وہ خاموشی سے گھر چھوڑ کر چلا گیا..... پھر واپس نہیں آیا..... اس کے جانے کے بعد..... نقش کو اپنی زیادتی کا احساس ہوا..... ادھر نواب احمد صاحب بھی پشیمان تھے کہ بیٹی کا گھر بگڑ گیا اور اس پشیمانی میں وہ زندہ نہ رہ سکے..... بس..... یہ کہانی تھی سہیل کی..... لیکن میری سمجھ میں یہ بات نہیں آرہی تھی کہ ان لوگوں نے مجھے سہیل کیوں سمجھ لیا..... بعد میں اس کا حل بھی دریافت ہو گیا..... سہیل میرا ہمشکل تھا اور انتہائی ہمشکل جس کی وجہ سے یہ واقعہ پیش آیا تھا لیکن..... پتا نہیں راجہ جوگیال کو اس بارے میں کیسے معلوم تھا؟ اور راجہ جوگیال اس خاندان میں یہ گندگی پھیلا کر کیا نتیجہ حاصل کرنا چاہتا تھا؟ اس کے علاوہ یہاں پر ایک شخصیت تھی..... شاہدہ کے والد "ساجد بیگ صاحب" کی..... ساجد بیگ وہی بزرگ تھے جو ریلوے اسٹیشن پر کہیں سے آئے تھے اور ایک گوشہ نشین انسان تھے..... دیکھنے ہی سے خاصی بزرگ شخصیت کے مالک معلوم ہوتے تھے..... بہرحال..... وقت گزرتا رہا..... اس دوران نقش طرح طرح سے مجھے اپنی طرف متوجہ کرنے کی کوشش کرتی رہی تھی، مگر میں نے خود کو سنبھالے رکھا تھا..... راجہ جوگیال..... تلاش کے باوجود مجھے دستیاب نہ ہو سکا..... اس نے مجھ سے فاصلے اختیار کر لئے تھے..... ویسے اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ ایک انوکھی شخصیت کا مالک تھا..... پھر اس ڈرامے کا ڈراپ سین ہو گیا..... اس دن شام کو چھ بجے کے قریب ہم لان میں بیٹھے ہوئے چائے پی رہے تھے..... ایک پولیس جیپ اندر داخل ہو گئی..... سب چونک کر ادھر دیکھنے لگے تھے..... اس وقت سبھی باہر موجود تھے..... جیپ سے جس شخص کو ہتھکڑیاں سمیت نیچے اتارا گیا اسے دیکھ کر میں "اچھل پڑا..... اس کا حلیہ بے شک خراب تھا لیکن..... صورت خراب نہیں تھی..... وہ..... سہیل ہی تھا..... اسے دیکھ کر سب سکتے کے عالم میں رہ

...کار سے ایک صاحب نیچے اترے اور ساجد بیگ کے پاس پہنچ گئے..... ساجد بیگ نے ...ان نگاہوں سے انہیں اور اس شخص کو دیکھا، لیکن کسی کے منہ سے بھی کوئی لفظ نہیں نکلا ...اتنی دیر میں سب اپنی جگہ کھڑے ہو گئے..... اور وہاں ایک ہنگامہ سا ہو گیا۔

"یہ سہیل ہے" ساجد بیگ صاحب کیا اندازہ لگایا آپ نے اس بارے میں؟"۔

"سا..... سہیل..... سا..... سہیل..... ساجد بیگ صاحب کے منہ سے نکلا اور انہوں نے مجھے دیکھا..... تب اس شاندار شخصیت نے بھی مجھے دیکھا اور ایک دم سکتے کے عالم میں ...ہو گیا"۔

"یہ..... یہ..... وہ..... کبھی مجھے اور کبھی سہیل کو دیکھتا..... اسی وقت سہیل آگے بڑھا ...شاہدہ بیگم کے پیروں میں جھک گیا"۔

شاہدہ بیگم..... آنٹی..... خدا کے لئے میری زندگی بچائیں..... خدا کے لئے میری ...زندگی بچائیں..... میں پولیس کی تحویل میں نہیں جانا چاہتا..... نقش مجھے معاف کر دو..... ...نقش مجھے معاف کر دو" نقش خود چکرا رہی تھی..... تب اچانک ہی میں ایک قدم آگے بڑھا ...میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"آپ جو کوئی بھی ہیں میں آپ کو یہ بتا دوں کہ یہی سہیل ہے..... میں اس کا ہم شکل ...ہوں..... میں آپ لوگوں کو بتا دینا چاہتا ہوں کہ میں..... سہیل نہیں ہوں" سب کی حالت ...ی ہو گئی تھی اور پاگلوں کی طرح ہم دونوں کو دیکھ رہے تھے..... ادھر سہیل بھی حیران تھا، ...اس کے بعد جو کچھ ہوا اس نے ذرا میری طبیعت میں تکدر سا پیدا کر دیا..... ان صاحب نے آگے بڑھ کر میری کلائی پکڑ لی اور غراتے ہوئے لہجے میں بولے۔

"بدمعاش..... کمینے تو..... تو یہاں ان لوگوں کو دھوکا دے رہا تھا..... تو ان لوگوں کو ...دھوکا دے رہا تھا..... یہ سہیل ہے..... مجھے پہلے اس بات کا یقین تھا لیکن بہرحال..... سوری ...سہیل..... سوری..... تم نے مجھ سے کہا تھا کہ تم سہیل ہو، لیکن یہ بات میرے علم میں تھی ...کہ سہیل گھر آچکا ہے..... اصل مجرم یہ شخص ہے..... دیکھا آپ نے..... ساجد بیگ ...صاحب..... ساجد بیگ صاحب غصیلے لہجے میں بولے۔

"لے جاؤ اس کمبخت کو..... اس نے ہماری عزت دو کوڑی کی کر دی..... لے جاؤ اس ...کمبخت کو..... لے جاؤ..... اور پھر میری ایک نہ سنی گئی..... میں نے سنایا بھی نہیں تھا کچھ کسی

کو...... بس جو ہوا وہ بہت ہی عجیب تھا...... بہت ہی عجیب تھا اور میں یہ سوچ رہا تھا کہ ان لوگوں کو خاموش رہنے کے بجائے میری مدد کرنی چاہئے تھی...... میں تو مستقل یہ کہے جارہا تھا ان سے کہ میں سہیل نہیں ہوں...... وہ اس غلط فہمی کو دل سے نکال دیں...... کیا نہیں کرسکتا تھا میں......؟ اس خاندان میں کیا نہیں کرسکتا تھا......؟ بڑی بری کیفیت تھی میری...... بڑا پریشان تھا میں...... یہاں تک کہ وہ لوگ مجھے لے کر چل پڑے اور بہت ہی سختی کے ساتھ پیش آئے...... یہاں تک کہ مجھے تھانے میں بند کردیا گیا اور اس کے بعد کیا کیا ہنگامے ہوتے رہے......؟ مجھے اس کا کوئی پتا نہیں چل سکا...... میں جیل میں پہنچ گیا اور اس طرح مجھے زندگی کا ایک نیا تجربہ ہوا...... جیل کی کوٹھڑیاں انتہائی بوسیدہ، دیواریں ٹوٹے ہوئے پلستر سے آراستہ...... فرش پر جگہ جگہ سوراخ جن میں حشرات الارض کا بسیرا تھا اور اسی طرح یہاں موجود سپاہی سخت بدمزاج اور کبھی سیدھے منہ بات نہ کرنے والے...... بہرحال...... بڑا صبر آزما وقت گزرنے لگا...... مچھر اور دوسرے کیڑوں نے زندگی حرام کردی...... نہ رات کو سکون کی نیند نصیب ہوتی تھی...... نہ دن کو چین آتا تھا اور اس دوران کسی نے مجھ سے رابطہ بھی نہیں کیا تھا...... ایک ہفتہ گزر گیا...... پھر دوسرا ہفتہ اور زندگی مجھ پر عذاب بن کر رہ گئی...... میری طبیعت میں چڑچڑاپن پیدا ہوگیا تھا...... ہر چیز کو نفرت سے دیکھنے کی عادت سی پڑ گئی تھی...... بہت مشکل وقت گزر رہا تھا یہ...... راجہ جوگیال! نے بھی میری خبر نہیں لی تھی...... میرے اندر ایک جنون چھا رہا تھا...... پھر ایک دن میں جیل کے مغربی کونے میں کیاریاں درست کررہا تھا کہ بیرونی دروازے سے ایک بڑا ٹرک اندر داخل ہوا...... اس ٹرک کو میں بیشتر بار دیکھ چکا تھا...... اس میں قیدی لائے جاتے تھے...... ہمیں ان باتوں سے کوئی دلچسپی نہیں ہوتی تھی...... ٹرک سے قیدی اتارے جانے لگے اور میں انہیں عجیب سی نگاہوں سے دیکھتا رہا...... یہ ساری زندگی میرے لئے ایک عجیب سی شکل اختیار کرگئی تھی اور مجھے یوں لگ رہا تھا جیسے میرے اندر وہ ساری کیفیتیں دوبارہ ابھرتی آرہی ہوں...... مجھے نفرت سی محسوس ہورہی تھی...... پراسرار رات کی ڈیوٹی والا سنتری رات میں گشت کرتا ہوا اس طرف آیا تو میں تیار ہوگیا...... سنتری میرے پاس آکر رک گیا تھا...... میں سلاخوں والے دروازے کے پاس کھڑا ہوا تھا...... سنتری نے مجھ سے پوچھا۔

"کیا بات ہے......؟"۔

"دیکھو...... میرے سینے پر کسی جانور نے کاٹ لیا ہے" میں نے کہا اور سنتری آگے جھک آیا...... میں نے اسے سینہ نکال کر دکھایا...... جونہی اس نے چہرہ قریب کیا میں نے اس کی گردن دبوچ لی...... وہ گھبرا گیا مگر، بے کار تھا...... میں نے پوری قوت صرف کردی اور وہ منہ سے کوئی آواز نکالے بغیر ڈھیر ہوگیا، میں نے اسے اسی طرح اپنے ہاتھ میں جکڑے رکھا...... اس کی کمر سے لاک اپ کی چابی لٹکی ہوئی تھی...... میں نے وہ چابی اپنے قبضے میں کی، پھر سنتری کو چھوڑ دیا...... اس کے بعد میں نے تالا کھولا اور باہر نکل آیا...... سنتری کا دوسرا ساتھی اپنا چکر پورا کرکے اس طرف آرہا تھا...... میں نے کوریڈور کے موڑ پر اس کا استقبال کیا...... جونہی وہ موڑ گھوما میرا طاقتور گھونسا اس کی ناک پر پڑا اور وہ اچھل کر زمین پر جاگرا...... میں نے اس سے پورا پورا فائدہ اٹھایا اور اس کے سینے پر بیٹھ کر اس کی گردن کو توڑ دیا...... اب میرے اندر ایک عجیب سی وحشت بیدار ہوتی جارہی تھی...... چنانچہ...... میں نے آگے بڑھنا شروع کردیا...... بڑی خوفناک کیفیت ہوگئی تھی، میں جیسے ہی باہر نکلا غالباً مجھے دیکھ لیا گیا اور اس کے بعد وہ ہنگامہ ہوا کہ میں خود بھی گھبرا گیا...... چاروں طرف سائرن بج رہے تھے اور سپاہیوں کے غول کے غول چلے آرہے تھے...... میں نے دوڑنے کی کوشش کی تو مجھ پر گولیاں چلائی گئیں...... یہ گولیاں چنگاریوں کی شکل میں میرے دائیں بائیں سے نکل گئیں...... لیکن اب...... صورت حال مختلف تھی...... میں نے دونوں پیروں کے ساتھ دونوں ہاتھ بھی زمین کے ساتھ ٹکا دیئے اور اس کے بعد میں ایک بار پھر جانور بن گیا...... جب میں جانور بن جاتا تھا تو انسانوں کی مجال نہیں تھی کہ مجھے پکڑنے کی کوشش کرتے...... میں نے ایک چیتے جیسی چھلانگ لگائی اور جیل کی دیوار پر چڑھ گیا...... اس کے بعد دوسری طرف...... دوڑنے والے اب بھی دوڑ رہے تھے...... کئی گاڑیاں سٹارٹ ہونے کی آوازیں سنی تھیں...... لیکن میں بھی دوڑ رہا تھا...... رات کا وقت...... سنسان راستے میرے دوڑنے کی رفتار بہت تیز تھی اور اس عالم میں وہ لوگ مجھے نہیں پکڑ سکتے تھے...... پھر...... تھوڑی سی عقل بھی آگئی تھی...... سیدھی اور سپاٹ سڑکوں پر دوڑنے کے بجائے میں نے ناہموار راستے اختیار کئے...... ایک مکان کی دیوار نظر آئی...... ایک ہی چیتے جیسی چھلانگ میں اسے عبور کرگیا...... لیکن وہاں رکنے کے بجائے اس کی دوسری دیوار سے دوسری طرف کود گیا...... اس طرح دیواریں کودتا ہوا

میں سڑک سے بہت دور نکل آیا...... میں بھاگا چلا جا رہا تھا اور کسی سمت کا تعین نہیں کیا تھا میں نے...... اس وقت سوچنے سمجھنے کی صلاحیتیں بھی گم ہو گئی تھیں...... جنگل کے ایک جانور کی طرح میں دوڑ رہا تھا اور...... دوڑتا ہی چلا جا رہا تھا...... یہاں تک کہ آبادیوں کی روشنیاں پیچھے رہ گئیں اور میں سرسبز و شاداب کھیتوں میں دوڑنے لگا...... میرے نیچے مٹی کی نمی تھی...... لیکن...... میں ہر طرح کے حالات میں دوڑنا جانتا تھا...... دوڑتے دوڑتے نجانے کتنی دیر گزر گئی...... یہاں تک کہ مجھے ایک عمارت نظر آئی...... یہ عمارت آبادی کے قریب نہیں تھی...... بلکہ شاید...... آبادی کے دور کے کھنڈرات کی حیثیت رکھتی تھی...... میں اس عمارت میں داخل ہو گیا...... پتھروں کی بنی ہوئی یہ عمارت بڑی ٹھنڈی اور پرسکون جگہ تھی...... بالکل صاف ستھری یہاں کوئی نظر بھی نہیں آ رہا تھا، چنانچہ میں نے سوچا کہ رک کر یہاں سانس لوں اگر میرا پیچھا کرنے والے یہاں پہنچ گئے تو دیکھا جائے گا...... یہاں سے بھی بھاگ جاؤں گا، لیکن فی الحال آرام کی یہ جگہ بہت بہتر تھی...... عمارت کے فرش پر میں دونوں ہاتھوں اور پیروں کے بل بیٹھ گیا...... اور پھر...... ہاتھوں پر سر رکھ کر میں نے زبان باہر نکال دی...... بہر حال...... دوڑنے سے سانس تو پھول ہی گیا تھا...... بہت دیر تک میں اسی انداز میں بیٹھا رہا...... نجانے کتنا وقت گزر گیا...... آسمان پر روشنی کے آثار نمودار ہونے لگے تھے...... پھر مجھ پر ہلکی سی غنودگی طاری ہو گئی، لیکن قدموں کی چاپ سن کر میں نے گردن اٹھائی...... اجالا پھیل چکا تھا...... راجہ جوگیال...... ایک پیالے میں پانی لئے کھڑا تھا۔

"لو یہ پی لو......" میں راجہ جوگیال کو دیکھ کر ششدر رہ گیا تھا اور اب میری وہ کیفیت بھی ختم ہو گئی تھی...... میں نے پیالے میں پانی دیکھا اور مجھے یوں محسوس ہوا کہ جیسے میں شدید پیاس کا شکار ہوں۔

"عمارت کے بیرونی حصے میں کنواں ہے اور یہ اسی کنویں کا پانی ہے...... تمہیں پسند آئے گا" میں نے دونوں ہاتھوں سے پیالہ پکڑا اور غٹاغٹ پانی پی گیا...... اس کے بعد حواس خاصی حد تک بحال ہو گئے تھے...... راجہ جوگیال میرے پاس بیٹھ گیا...... چہرے پر کچھ روٹھے روٹھے سے آثار تھے۔

"آپ یہاں کیسے آ گئے......؟ راجہ صاحب! میں نے سوال کیا اور راجہ جوگیال مجھے

شکایت آمیز نگاہوں سے دیکھنے لگا...... پھر بولا"۔

"تمہارا کیا خیال تھا......؟ میں نے تم سے پہلے بھی کہا تھا کہ میں تم سے زیادہ دور تو نہیں جاؤں گا"۔

"لیکن اس دوران میں نے آپ کو ایک بار بھی نہیں دیکھا"۔

"میں تمہارے سامنے آیا ہی کب؟"۔

"آپ کو میرے سامنے آنا چاہئے تھا"۔

"کیوں؟"۔

"میں کش مکش کا شکار ہو گیا تھا"۔

"پھر وہی سوال کروں گا کیوں......؟"۔

"بس میرے اندر کچھ ایسی قوتیں ابھر آئی تھیں جن کی بناء پر میں صحیح فیصلے کرنے سے قاصر ہو گیا تھا"۔

"یہ بات میں نے تم سے پہلے بھی کہی تھی سکندر کہ...... حالات کیسے بھی ہوں؟ کچھ بھی ہوں...... بات بگڑ رہی ہو یا بن رہی ہو جو میں نے تمہیں سکھایا وہ ہر قیمت پر تمہیں کرنا ہے...... میں نے تم سے کہا تھا نا سکندر"۔

"ہاں لیکن راجہ جوگیال! وہاں پہنچنے کے بعد میں نے ان لوگوں کا جو رویہ دیکھا تم یقین کرو اس رویئے نے مجھے ذہنی طور پر بھٹکا دیا"۔

"یہی تو سب سے بڑی کمزوری ہے تمہاری...... تمہیں بھٹکنا نہیں چاہئے تھا...... کسی قیمت پر نہیں بھٹکنا چاہئے تھا تمہیں...... ہم ایک بار پھر...... پستیوں میں جا گرے ہیں...... میں تمہیں کامیابی کی طرف لے جانا چاہتا تھا، لیکن تم نے کامیابی کے راستے چھوڑ دیئے"۔

"مجھے کیا کرنا چاہئے تھا......؟ آخر مجھے کیا کرنا چاہئے تھا؟"۔

"سنو...... میں تمہیں ایک بات بتاؤں...... وہ شخص جس کا نام ساجد بیگ تھا...... ہمارا نشانہ تھا...... اس خاندان نے ہمارے مفادات کو بڑے نقصان پہنچائے ہیں، خاص طور سے ساجد بیگ نے...... ساجد بیگ بوڑھا ہو گیا، لیکن وہ جو کچھ کر چکا تھا اسے معاف نہیں کیا جا سکتا تھا...... اس کے لئے سزا ضروری تھی اور یہ سزا اسے تمہارے ہاتھوں سے ملنی تھی...... تفصیل نہ پوچھنا...... بے کار وقت ضائع کرو گے...... اب دیکھو نا میں نے تمہارے

لئے جو کچھ کیا ہے کیا اس کے بعد اتنا بھی حق نہیں رکھتا کہ تم سے بھی اپنے لئے تھوڑا بہت کام لے لوں، لیکن تم نے میری لاج نہیں رکھی...... تم نے اپنے طور پر سوچا...... وہ ایک خوبصورت عورت تھی اور تم زندگی کی اس صداقت سے محروم انسان...... بولو کیا اس کی تنہائیاں...... اس کی قربتیں تمہیں زندگی کے سب سے بڑے سرور سے دوچار نہ کرتیں...... ارے پاگل...... نوجوان مرد اور نوجوان عورت کی زندگی میں یہ لمحات ہی تو زندگی کے لئے دلکشی کے حامل ہوتے ہیں، جو کچھ میں نے تمہیں اپنے طور پر دیا وہ تمہیں پسند آیا...... اگر میں نے تم سے یہ کہا تھا...... کہ اس خاندان میں داخل ہو کر تم اپنے آپ کو اسی خاندان کا فرد ظاہر کرنے کی کوشش کرنے میں کامیابی حاصل کرو گے تو تم یقین کرو ہمیں اس سے بے حد کامیابیاں حاصل ہوں گی"۔

"بات میری سمجھ میں نہیں آرہی راجہ جوگیال...... فرض کرو میں اس عورت کا شوہر بن کر اس کو اپنی قربت میں لے آتا تو اس سے تمہیں کیا فائدہ پہنچ سکتا تھا؟"۔

"آ گئے نا اپنی انہی باتوں پر...... میں کہتا ہوں کہ میں نے تمہیں جو علم دیا جو کچھ میں نے سکھایا اس سے کوئی فائدہ ہوا جواب دو اس بات کا؟"۔

"نہیں میرے خیال میں نہیں"۔

"اس کے باوجود میں نے تمہیں اپنا وہ علم سکھایا اور اس کے ساتھ ساتھ میں نے تمہیں زندگی کی ان تمام لطافتوں سے آگاہ کیا جو تقریباً ہر انسان کی خواہش ہوتی ہے...... کوئی صلہ مانگا میں نے تم سے؟"۔

"نہیں...... میں نے جواب دیا"۔

"اور اس کے نتیجے میں میں نے پہلی بار ایک کام سونپا تو تم اس سے منحرف ہو گئے...... یہاں پر تمہیں اخلاقیات یاد آ گئیں ہیں اور تم نے ہمیں ناکامیوں سے دوچار کر دیا"۔

"ہمیں" سے تمہاری کیا مراد ہے؟"۔

"نہیں...... سکندر نہیں تم بہت آگے کی بات کر رہے ہو...... تمہیں ایسا نہیں کرنا چاہئے" میں نے پریشان کن نگاہوں سے راجہ جوگیال کو دیکھا اور کہا"۔

"لیکن اب میں جو کچھ کر چکا ہوں اس کے لئے کیا کروں؟"۔

"اب کچھ بھی نہیں ہو سکتا، وہ لوگ بھی ہوشیار ہو گئے...... بار بار ایسے موقع تھوڑا ہی

ملتے ہیں...... ہوں سمجھ لو کہ ہمیں ناکامی کا سامنا کرنا پڑا"۔

"تم نے دوبارہ ہمیں کا لفظ کہا ہے...... تمہارے ساتھ اور کون شریک ہے؟"۔

"سکندر کیا تمہیں یہ سوال کرنا چاہئے؟"۔

"نہ کروں؟"۔

"بالکل نہیں؟"۔

"تو پھر مجھے بتاؤ کہ اب میں کیا کروں؟"۔

"میرے ساتھ رہنا پسند کرو گے؟"۔

"کیوں نہیں...... کیوں نہیں؟"۔

"لیکن ایسے نہیں سکندر کام تو تمہیں کرنا ہو گا وہ جو میں چاہوں گا"۔

"اگر اس کے بعد بھی تم مجھے اس کا موقع دو گے تو میں تمہیں مایوس نہیں کروں گا...... میں نے کہا اور راجہ جوگیال مجھے دیکھنے لگا پھر کہا"۔

"میں خود بھی تمہیں کھو نہیں سکتا...... یہ عمارت محفوظ جگہ ہے...... اس کے کئی حصے کھنڈر ہو چکے ہیں لیکن بہت سے کمرے صاف ستھرے اور مضبوط ہیں...... کھانے پینے کی تمام اشیاء تمہیں یہاں مل جائیں گی...... کچھ دن قیام کرو...... ذرا تمہارے اوپر کے اثرات کم ہو جائیں تو پھر کوئی اور ترکیب سوچیں گے...... دیکھو...... پہلے ہی مرحلے میں ناکامی میری اور تمہاری دوستی ختم کر سکتی ہے...... آئندہ اس بات کا خیال رکھنا کہ جو کچھ کیا جائے اس کے بارے میں اپنی عقل کو داخل نہ کرنا...... بے وقوف آدمی...... میں نے خاموشی سے گردن ہلا دی اور اس کے بعد راجہ جوگیال نے مجھے ایک کمرے میں منتقل کر دیا...... یہاں ضروریات زندگی کا تمام سامان موجود تھا...... کھانے پینے کی بے شمار اشیاء...... آرام کے لئے بستر...... راجہ جوگیال نے کہا۔

"ہو سکتا ہے چھ یا سات دن تک میں تمہارے پاس نہ آؤں...... لیکن یہاں تمہیں کوئی دقت نہیں ہو گی...... دن میں یہاں سے باہر نکلنے کی کوشش مت کرنا...... اگر کوئی اس طرف سے گزرے تو اس سے ملنا بھی نہیں...... لیکن رات کو تم قرب و جوار کے علاقے میں گھوم سکتے ہو...... بس اب میں چلتا ہوں...... میں نے گردن ہلا دی تھی۔



تقریباً چھ دن تک میں یہاں اپنے آپ کو محدود کیے رہا...... دن میں کاہلوں کی طرح اپنے کمرے کے بستر پر اونگھتا رہتا تھا...... رات کو سو جاتا تھا...... کئی راتیں میں نے باہر گھوم پھر کر گزاری تھیں...... عمارت ایسے علاقے میں واقع تھی کہ یہاں کوئی نہیں آتا تھا...... ان چھ دنوں میں میں نے کسی انسانی وجود کو یہاں نہیں دیکھا تھا، لیکن تنہائی کے یہ چھ دن میرے لئے چھ سال بن چکے تھے...... اتنی شدید ذہنی کوفت کا سامنا کرنا پڑتا تھا کہ بیان سے باہر ہے...... البتہ یہ فائدہ ہوا مجھے کہ ان چھ دنوں میں میں نے اپنی زندگی کے گزرے ہوئے تمام سال گن ڈالے تھے...... ہر دن کا تجزیہ کیا تھا...... ہر کردار کا تجزیہ کیا تھا اور اس طرح مجھے ماضی کی ایک ایک بات یاد آگئی تھی...... اب میرے ذہن کے دریچے روشن ہو چکے تھے...... میں اچھی طرح جانتا تھا...... کہ محبت کرنے والے ماں باپ میری یاد میں تڑپ تڑپ کر مر چکے ہوں گے یا پھر ان کی یہ کیفیت ہو گئی ہو گی کہ لوگ سن کر افسوس کرتے ہوں گے...... آہ...... کاش میں سیدھا ان تک پہنچ سکتا...... میں نے دن اور رات کا تجزیہ بھی کیا تھا...... روشام بھی یاد آیا تھا...... زمبل بھی اور میں نے زمبل سے شکایت کی تھی کہ یہاں ان تنہائیوں میں اگر وہ میری قربت میں نہ پہنچی تو پھر اس کا طلسمی علم بالکل بیکار ہے...... میں نے اپنا بھی تجزیہ کیا تھا...... حقیقت یہ ہے کہ انسان اور جانوروں میں فرق ہوتا ہے، لیکن میری زندگی کے وہ ایام جب میں نے جانوروں کی طرح زندگی گزاری تھی...... کچا گوشت کھایا تھا...... خون پیا تھا...... غلیظ پانی پیا تھا اور ہاتھوں پیروں کے بل چلنا سیکھا تھا، دوڑنا سیکھا تھا اور میری صفت میں کچھ غیر انسانی صفات پیدا ہو گئی تھیں...... یہ صفات خاص طور پر اس وقت ابھر آتی تھیں کہ جب میرے ذہن پر جھنجلاہٹ پیدا ہوتی تھی یا میں دشمنوں کے درمیان گھر جاتا تھا...... میں نے دنیا کے بارے میں بھی سوچا تھا...... راجہ جوگیال نے میرے لئے جو کچھ کیا ہے اس کا صلہ وصول کرنا چاہتا ہے وہ...... وہ خود بھی ضرورتوں سے خالی نہیں ہے......

ان کے اپنے مسائل ہیں اور وہ میرے ہی ذریعے اپنے مسائل حل کرنا چاہتا ہے...... وہ بے شک جو کچھ بھی ہے لیکن بہت اچھا انسان نہیں ہے...... اس کے اندر بھی کچھ ایسی وحشتیں ہیں جنہیں میں ابھی سمجھ نہیں سکا تھا...... راجہ جوگیال کو سمجھنا بے حد ضروری ہے...... وہ کیا چاہتا ہے؟ مجھ سے کیا کام لینا چاہتا ہے...... ؟ ان سارے کاموں کا پس منظر کیا ہے؟ یہ معلوم کرنا ضروری تھا...... ویسے تھوڑی سی تکلیف مجھے ان لوگوں کے رویئے سے بھی ہوئی تھی...... جب تک میں ان کیلئے سہیل بنا ہوا تھا وہ سب میری دلجوئی کرتے تھے...... میں نے تو بارہا ان سے کہا تھا کہ میں سہیل نہیں ہوں...... کہیں ایسا نہ ہو حقیقت معلوم ہونے کے بعد وہ مجھ سے منحرف ہو جائیں...... میں نے شرافت سے کام لیتے ہوئے اس لڑکی کو بھی داغدار نہیں کیا تھا، جبکہ راجہ جوگیال کا مقصد یہی تھا کہ میں اسے ان لمحات تک لے جاؤں جو زندگی بھر کے لئے اس کے سینے پر داغ بن جائیں اور راجہ جوگیال نے اس کی وجہ بھی بتادی تھی...... یعنی اس کا کوئی جھگڑا اس شخص سے ہی تھا جو وہاں بوڑھا آدمی تھا اور ساجد بیگ کے نام سے مشہور تھا...... یہ جھگڑا کیا ہو سکتا ہے؟ اچانک ہی میرے دل میں خیال آیا تھا...... میں نے دنیا کا تجزیہ کیا...... راجہ جوگیال کے دیئے ہوئے علم سے میں نے جان مائیکل اور اس کی بیوی فلمینا کو بدحواس کر دیا، لیکن اس علم سے میں راجہ جوگیال کا بھی تو جائزہ لے سکتا ہوں...... اس کے بارے میں بھی معلوم کر سکتا ہوں...... کم از کم یہ تو پتا چلے...... کہ راجہ جوگیال کون ہے...... ؟ کیا ہے اور مجھ سے کیا چاہتا ہے...... ؟ کیا وہ واقعی ایک بے لوث انسان ہے اور اس نے بے مقصد مجھے ایک شاندار زندگی اور ایک شاندار علم دیا ہے یا اس کی ان کاوشوں کے پس منظر میں بھی کوئی خیال پوشیدہ ہے...... ہاں...... واقعی یہ کر سکتا تھا میں...... کرنا چاہئے تجزیہ...... وہ میرا مالک بن بیٹھا ہے...... بے شک اس نے میرے ساتھ بڑی محبت کا ثبوت دیا ہے، لیکن پھر بھی کم از کم اس کا تجزیہ کر کے اس کے بارے میں معلوم کر لینا چاہیے کہ کیا اس کے دل میں میرے لئے محبت بھی ہے...... یہ تجزیہ میں با آسانی کر سکتا تھا...... اس میں مجھے کوئی دقت نہ ہوتی...... بہرحال وہ مجھ سے چھ سات دن کے بعد آنے کا وعدہ کر گیا ہے...... جیسے ہی وہ آئے گا میں یہ کوشش کر ڈالوں گا...... میں نے دل میں آخری فیصلہ کر لیا تھا...... پھر راجہ جوگیال آ گیا...... اس نے چھ یا سات دن کے بعد آنے کا وعدہ کیا تھا اور ساتویں دن وہ پہنچ گیا تھا...... چہرے پر تشویش کے آثار تھے...... مجھ سے فی الحال اس

نے میرے بارے میں پوچھا تو میں نے کہا۔

"نہیں میں بالکل ٹھیک ہوں اور کوئی ایسی بات نہیں ہوئی جو باعث پریشانی ہو"۔

"اس دوران کسی سے ملاقات ہوئی؟"۔

"یوں لگتا ہے...... جیسے یہ عمارت آبادیوں سے اتنی دور ہے کہ لوگ اس طرف آنے کا تصور بھی نہیں کرتے...... رات کی تاریکیوں میں میں نے قرب و جوار کے ماحول کا بھی جائزہ لیا ہے...... اول تو یہاں آس پاس کوئی ایسی گزرگاہ نہیں ہے جسے دیکھ کر یہ کہا جاسکے کہ انسانوں کو اس علاقے سے کوئی دلچسپی ہو سکتی ہے...... نہ یہاں کھیت ہیں...... نہ باغات اور نہ ہی پگڈنڈیاں...... یہ جگہ کون سی ہے راجہ جوگیال۔

"اصل میں یہ عمارت کچھ لوگوں کے لئے وہم کا مرکز بنی ہوئی ہے اور اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ عموماً یہ ہمارے استعمال میں رہتی تھی اور ہم یہ نہیں چاہتے کہ عام لوگ اس طرف متوجہ ہوں...... کبھی کچھ بھولے بھٹکے لوگ ادھر آ بھی جاتے ہیں تو ہمارے لئے ضروری ہو جاتا ہے کہ ہم انہیں زندہ واپس نہ جانے دیں...... ان کی لاشیں آس پاس کے علاقوں میں پڑی مل جاتی ہیں...... یا اگر ان میں سے کوئی زندہ بچ بھی جائے تو وہ خود نہیں بچتا بلکہ ہم اسے چھوڑ دیتے ہیں، تاکہ وہ آبادیوں میں جا کر اس آسیب زدہ عمارت کی کہانی سنائے کافی عرصے تک ہمیں یہ محنت کرنا پڑی...... کوئی بارہ سے لے کر پندرہ زندگیاں لینی پڑیں...... اس کے بعد ہم اپنے مقصد میں کامیاب ہو گئے" میں نے حیران نگاہوں سے راجہ جوگیال کو دیکھا اور کہا۔

"یعنی اپنے کسی مقصد کے تحت انسانی زندگیاں لی جاسکتی تھیں؟" راجہ جوگیال نے ترچھی نگاہوں سے مجھے دیکھا اور کہا"۔

"یہ تمہاری ناتجربے کاری ہے...... یہاں پر طاقتور شخص اپنے مقصد کے لئے کمزور کی زندگی لے لیتا ہے اور اسے کوئی تردد نہیں ہوتا...... دیکھو میں تمہیں ایک بات بتا دوں...... اس دنیا میں اگر اپنے آپ کو طاقتور منوانا چاہتے ہو تو طاقت کا مظاہرہ کرنا ہوگا تمہیں...... اس سے پہلے کہ دوسرا کوئی تمہیں ہلاک کر دے...... تم اسے ہلاک کر دو...... یہی تمہاری جیت ہے اور اس ہلاکت کے بارے میں لوگوں کو علم بھی ہونا چاہئے تاکہ وہ تمہاری طاقت کو تسلیم کریں...... میں نے حیرانی سے راجہ جوگیال کو دیکھا اور کہا۔

"لیکن راجہ اس سے پہلے تو تم نے اس قسم کے خیالات کا اظہار کبھی نہیں کیا"۔

"ضروری تو نہیں ہے...... کیا اپنی زندگی کا ایک ایک واقعہ تمہیں سنا دوں...... کیا تمہیں اس بات پر حیرت نہیں ہوئی...... کہ اس علاقے میں اتنے عرصے کے بعد تم پہلی بار میرے پاس آئے ہو...... لیکن میں اسے اپنی ملکیت بتا رہا ہوں"۔

"ہاں واقعی یہ بات بھی باعث حیرت ہے"۔

"لاتعداد باتیں تمہارے لئے باعث حیرت رہی ہوں گی اور آنے والے لمحات میں بہت سی باتیں ایسی ہوں گی جو تمہاری سمجھ میں نہ آئیں، لیکن میں نے تم سے ایک درخواست کی تھی، زندگی کا ہر لطف اٹھاؤ اور اپنی پسند کی ہر چیز کو حاصل کر لو...... اپنی ضرورت کی کوئی بھی چیز تمہارے ذہن میں آئے تو مجھے بتاؤ...... میں اسے تمہارے لئے مہیا کر دوں گا، لیکن ہر بات کو سمجھنے کی کوشش مت کرو...... ہاں جو کچھ میں تمہیں بتاؤں اسے ضرور سمجھ لو اور یہ سوچ لو کہ تمہاری ہر خواہش کی تکمیل میری ذمہ داری ہے...... اور میری کسی ضرورت کی تکمیل تمہاری ذمہ داری...... اسی طرح دنیا کے کام چلتے ہیں...... صرف اپنے بارے میں سوچو گے تو سمجھ لو کہ نہ خود کچھ حاصل کر سکو گے نہ کسی کو کچھ دے سکو گے...... میں خاموشی سے راجہ جوگیال کو دیکھ رہا تھا...... اچانک ہی...... میرے ذہن میں وہ فیصلہ ابھر آیا...... راجہ جوگیال کسی سوچ میں ڈوبا ہوا تھا...... میں نے اس کے چہرے پر نگاہیں جما دیں اور چند لمحات کے بعد میں اس کی گہرائیوں میں اترنے لگا...... اس نے مجھے اس کا پورا پورا موقع دیا تھا...... آج وہ جو کچھ کہنا چاہتا تھا اس کے لئے اسے بڑی سوچ بچار کی ضرورت تھی...... اور اس سوچ بچار میں اس نے مجھے میری ضرورت پوری کرنے کے مواقع مہیا کر دیئے تھے...... میں اس کا تجزیہ کرتا رہا اور دفعتاً ہی میرے ذہن میں کچھ شیشے سے ٹوٹ گئے...... اتنا زوردار چھناکا ہوا تھا میرے ذہن میں کہ میں خود پریشان ہو کر رہ گیا...... اچانک اس نے چونک کر مجھے دیکھا، لیکن میں نے اپنا چہرہ نارمل کر لیا...... راجہ جوگیال کو یہ بات معلوم نہیں ہوئی کہ میں اس کے ذہن کی گہرائیوں کا جائزہ لے رہا ہوں اور اسی کے دیئے ہوئے علم سے اسے جاننے کی کوشش کر رہا ہوں، لیکن مجھے اس کے بارے میں جو کچھ معلوم ہوا تھا وہ بڑا سنسنی خیز تھا...... راجہ جوگیال جو اوپر سے نظر آتا تھا وہ بالکل نہیں تھا...... راجن پور میں اس نے اپنے لئے ایک مستحکم حیثیت حاصل کی تھی...... وہاں اس کے کاروبار بھی پھیلے ہوئے تھے اور اسے ایک معزز انسان سمجھا

جاتا تھا، لیکن یہ معزز انسان ڈوبتے چاند کے پجاریوں میں سے ایک تھا...... یہ اسی شیطانی قبیلے کا ایک فرد تھا...... مہاکال کا تربیت یافتہ اور ان علاقوں میں مہاکال کا سب سے بڑا نمائندہ...... وہ مہاکال کی جے جے کار کرتا تھا...... اسے ہدایت ملی تھی مہاکال کی جانب سے کہ دوسرے لوگوں کی طرح مجھے تلاش کرے اور اس نے مجھے پالیا تھا...... پھر مہاکال کی طرف سے اسے ہدایت ملی کہ میری تربیت کرے اور مجھے اس کا احساس نہ ہونے دے...... مجھ سے وہ سارے کام لے جو شیطانی قبیلے کے مفادات میں تھے، یعنی راجہ جوگیال میرے ان دشمنوں میں سے تھا جن سے جان چھڑا کر میں بھاگا تھا اور جن کے چنگل میں میں گرفتار نہیں ہونا چاہتا تھا...... راجہ جوگیال...... مجھ سے زیادہ باعلم تھا لیکن چونکہ اس وقت وہ میری جانب متوجہ نہیں تھا اس لئے اسے یہ احساس نہیں ہو سکا کہ میں اس کی گہرائیوں میں اتر کر اسے تلاش کرنے میں کامیاب ہو چکا ہوں اور اب اس کے سامنے اداکاری کر رہا ہوں...... کچھ لمحوں کے بعد راجہ جوگیال نے کہا۔

وہاں کی صورت حال ذرا بدل گئی ہے...... وہ لوگ درجنوں بار ایک ایک کر کے علاقائی تھانے اور حکام بالا تک پہنچ چکے ہیں...... وہ سب تمہاری رہائی کے لئے کوششیں کر رہے ہیں...... وہاں سے انہیں اطلاع ملی ہے کہ تم فرار ہو گئے لیکن وہ اس اطلاع کو صحیح تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں اور اعلیٰ پیمانے پر سرکاری افسران سے مل کر تمہاری بازیابی کی کوششیں کر رہے ہیں۔

"لیکن؟ میں نے کہا"۔

"انہیں اس بارے میں سوچنا پڑے گا"۔

"کیا؟"۔

"وہی میں سوچ رہا ہوں"۔

میں خاموشی سے دیکھتا رہا...... پھر اس نے کہا۔

"سکندر"۔

"ہوں"۔

"اپنے طور پر کچھ کر سکتے ہو؟"۔

"میں سمجھا نہیں؟"۔

"میں نے تمہیں دنیا کے بارے میں بہت کچھ بتایا ہے"۔

"بے شک"۔

"تم پر میں نے کتنی محنت کی ہے تمہیں اس کا اندازہ ہے؟"۔

"کیوں نہیں راجہ جوگیال"۔

"کیوں؟"۔

"کیا ہوا...... کوئی شکایت ہے تمہیں مجھ سے؟"۔

"شکایت نہیں...... افسوس ہے"۔

"افسوس؟"۔

"ہاں...... شیر اور بلی کی کہانی سنی ہے تم نے...... جو کچھ میں نے تمہیں سکھایا تم نے مجھ پر ہی آزما ڈالا۔

صورت حال وہی تھی...... اگر مجھ پر دیوانگی سوار ہو جاتی اور میں وحشی ہو جاتا تو یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ راجہ جوگیال کے ساتھ کیا سلوک کرتا، لیکن وحشت بھی خاص ہی حالات میں جنم لیتی تھی...... اسے اپنے اوپر وقت بے وقت طاری کرنا بھی میرے لئے ممکن نہیں تھا...... راجہ جوگیال کسی قدر افسردہ لہجے میں بولا"۔

"بات وہی آجاتی ہے، انسان کے دل میں انسان کے لئے محبت کا احساس پیدا ہو ہی جاتا ہے، لیکن ذمہ داریاں بھی ذمہ داریاں ہی ہوتی ہیں، کیا کر سکتا ہوں میں تمہارے لئے...... ب جبکہ میری ساری حقیقتیں تمہارے علم میں آگئی ہیں تو بھلا میں اور کیا کر سکتا ہوں...... وائے ان دعاؤں کے کہ تم مہاکال کی پناہ میں آجاؤ اور مشکلوں سے نجات حاصل کر لو...... ارے ساتھ رہتے تو دنیا کے سارے مزے چکھتے، ویسے اس وقت تمہیں جس کے سپرد کیا ا رہا ہے اسے دیکھ کر تمہیں ضرور حیرت ہوگی، لیکن ساری باتیں ایک مجبوری ہیں، راجہ وگیال مجھے لے کر ایک پراسرار عمارت کے سامنے آگیا اور کہا...... ایک بات اور بتادوں ہیں...... تم نے بہت اچھا کیا کہ مجھ سے جھگڑا مول لینے کی کوشش نہیں کی...... دوسری ورت میں تمہیں تمہاری زندگی سے ہاتھ دھونا پڑتے اور ذاتی طور پر میں تمہیں یہ بتادوں مجھے تم سے محبت ہے اور میں نہیں چاہتا کہ تم مشکلات میں گرفتار ہو...... خیر جاؤ...... مارت ہی میں رہنا ہے...... یہاں تمہارے لئے تربیتی کورس موجود ہے، میرے سامنے اندر

داخل ہو جاؤ...... جس عزم کا اظہار کرتے رہے ہو، اسی عزم کے ساتھ جا کر دیکھو کہ وہاں کیا ہوتا ہے"۔

"تو پھر میری بھی سن لو راجہ جوگیال، یہ ایک بہت بڑی سچائی ہے کہ میں بھی کوئی ایسا عمل نہیں کرنا چاہتا جس سے تمہارے احترام میں فرق آئے، کیونکہ بہر حال تم نے مجھے کچھ سکھایا ہے اور میں بھی اپنے طور پر بہت کچھ کرتا رہا ہوں...... ٹھیک ہے میں اس عمارت میں رہوں گا اور اس تربیتی کورس کو بھی دیکھوں گا، پھر میرے قدم اس عمارت کی جانب بڑھ گئے، پھر ایک بڑا سا دروازہ میں نے تھوڑا سا دھکیلا تو وہ کھل گیا اور میں اس پراسرار عمارت کے دروازے سے اندر داخل ہو گیا...... دروازے کی دوسری جانب ایک چوڑی سی راہ داری دور تک چلی گئی تھی، چونکہ اوپر چھت تھی، اس لئے دوسری طرف داخل ہوتے ہی اندھیرے کا احساس ہوا تھا...... دن کی روشنی ہر چھوٹی سے چھوٹی جگہ سے نکل کر اپنا مقام بنالیتی ہے اس لئے اس وقت بھی اس اندھیرے کے باوجود اندر کے مناظر نظر آرہے تھے، اس راہ داری کے اختتام پر بھی ایک دروازہ تھا...... مجھے حیرت ہوئی کہ یہ عمارت اس طرح کیوں بنائی گئی ہے اور کسی نے اس پراسرار عمارت کی طرف توجہ کیوں نہیں دی، جبکہ شہری آبادی سے دور اس عمارت کا کوئی مقصد نظر نہیں آتا تھا پھر یہی بات ہو سکتی تھی کہ قاتل قبیلے کے طلسم نے کسی کو اس جانب متوجہ ہونے نہیں دیا تھا...... میں آگے بڑھتا چلا گیا اور پھر میں نے دوسرے دروازے کھول کر اندر قدم رکھے تو میری بینائی نے میرا ساتھ چھوڑ دیا...... اندر اتنی ہی گہری تاریکی چھائی ہوئی تھی...... سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ میرا دوسرا قدم مجھے کہاں لے جائے گا، ہو سکتا ہے آگے زمین ہی نہ ہو اور میں کسی گڑھے میں جا پڑوں، اب ماضی کی وہ دلیری ختم ہو گئی تھی جو غیر انسانی زندگی گزارتے ہوئے میرے وجود میں سرائیت کر گئی تھی، میری پریشانی عروج کو پہنچ گئی اور میں نے آواز لگائی"۔

"اگر یہاں کوئی ہے تو مجھ سے رجوع کرے" میری آواز کی بازگشت دیر تک سنائی دیتی رہی وہ ایک انتہائی وحشت ناک ماحول تھا اور کہیں سے کوئی آواز نہیں آرہی تھی...... ایک بار پھر میں نے زور سے چیخ کر کہا۔

"اگر یہاں کوئی ہے تو مجھ سے بات کرے میں بات کرنا چاہتا ہوں...... میری آواز فضا میں گونجنے لگی اور شاید پھر جو کوئی بھی تھا وہ میری جانب متوجہ ہو گیا، کیونکہ کچھ فاصلے پر میں

نے ایک روشنی کی مدھم سی کرن اُبھرتی ہوئی دیکھی تھی شاید کسی نے شمع جلائی تھی، ویسے میں یہ دیکھ چکا تھا کہ عمارت کے پاس بجلی کے تار نہیں ہیں، اندر بجلی کی روشنی تو ہو نہیں سکتی تھی، یقینی طور پر کسی نے موم بتی جلائی ہے...... میں نے زور سے آواز دی۔

"میں ادھر ہوں میری رہنمائی کرو اور تم جو کوئی بھی ہو میں تم سے ملنا چاہتا ہوں...... یہ الفاظ کہہ کر میں نے انتظار کیا...... روشنی کی مدھم کرن کو دیکھتا رہا جو ایک مخصوص جگہ موجود تھی، لیکن کوئی آواز نہیں سنائی دے رہی تھی...... نہ ہی مجھے انسانی قدموں کی یا لباس کی کوئی سرسراہٹ سنائی دی تھی، میں چند لمحات ادھر دیکھتا رہا...... پھر میں نے خود ہی ایک ایک قدم پھونک پھونک کر آگے بڑھنا شروع کیا اور اس روشنی کی جانب چل پڑا...... میرے سامنے ایک دروازہ آگیا تھا...... میں نے اس دروازے کو ٹٹول کر دیکھا اور پھر آہستہ سے دھکا دیا تو دروازہ کھل گیا...... دوسری طرف کوئی شمع نظر نہیں آئی تھی...... دروازے کی دوسری جانب پہنچ کر میں حیران رہ گیا، کیونکہ اب مجھے کوئی شمع نظر نہیں آرہی تھی...... ادھر ایک صحن سا بنا ہوا تھا جس میں تاریکی نہیں تھی اور لمبی لمبی گھاس اگی ہوئی تھی...... ایک طرف ایک درخت بھی تھا جس میں ایک بھی پتا نہیں تھا، لیکن وہ خاصے وسیع علاقے میں پھیلا ہوا تھا...... سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ یہ کیسی جگہ ہے...... میں یہ محسوس کرنے لگا کہ شاید مجھے اس خاموش عمارت میں کسی سے ملاقات کا موقع نہیں ملے گا...... بہر حال صحن کے دوسرے حصے پر بھی ایک دروازہ نظر آرہا تھا اور یہ دیکھ کر مجھے حیرانی ہوئی تھی کہ شمع کی روشنی اب اس دروازے سے پھوٹ رہی ہے...... مجھے یہ احساس تو اچھی طرح ہو چکا تھا کہ یہ عمارت ایسی ہے جو میری سمجھ میں نہ آئے...... اب ماحول سے اچھی خاصی معلومات حاصل ہو چکی تھی، اس لئے یہ بات میں آرام سے کہہ سکتا تھا کہ اس شیطانی قبیلے نے بہت سے طلسمی انتظامات کر رکھے ہیں...... ظاہر ہے یہ سب جادو نگری تھی...... مہاکال ایک جادوگر تھا...... شیطان سے تو ہر طرح کا جادو منسوب ہوتا ہے...... یہ معلومات مجھے راجہ جوگیال نے بھی فراہم کر دی تھیں اور میری اپنی معلومات بھی تھوڑی بہت تھی...... بہر حال یہ اندازہ ہو گیا تھا کہ یہ کوئی عام عمارت نہیں ہے...... ماحول پر ایک ایسا دہشت ناک سناٹا تھا کہ دل کی دھڑکنیں چیخ اٹھی تھیں...... میں نے آہستہ آہستہ اس گھاس کو بھی عبور کیا لمبی لمبی گھاس میں ایسی سنسناہٹ اُبھر رہی تھی، جیسے سانپ اور بچھو رینگ رہے ہوں...... سوکھے پتے جو غالباً درختوں سے جھڑے ہوئے تھے میرے پیروں کے نیچے

آکر چڑچڑاتے تو ایسا محسوس ہوتا کہ جیسے میں نے کسی کے پاؤں پر پاؤں رکھ دیا ہے اور وہ تکلیف سے چیخ اٹھا ہو...... یہاں تک کے میں صحن عبور کر کے اس دروازے تک پہنچ گیا...... اصولی طور پر مجھے چاہئے تھا کہ میں یہاں سے بھاگ جاتا اور راجہ جوگیال سے کئے ہوئے وعدے پر لعنت بھیج دیتا، لیکن بہر حال میں اپنی ذہنی قوتوں کا اظہار کرنا چاہتا تھا...... میں نے اس دروازے کے بھی اندر قدم رکھ دیئے اور اس بار میں ایک وسیع وعریض کمرے میں داخل ہوا تھا جس میں چھت پر لگے فانوس پر لاتعداد شمعیں روشن تھیں اور ان کی زرد روشنی نے اس وسیع وعریض کمرے کے ماحول کو اجاگر کر دیا تھا...... بہت ہی قدیم طرز کا فرنیچر یہاں پڑا ہوا تھا جس کا رنگ مٹی سے اٹ کر اپنی اصل رنگت سے ہاتھ دھو بیٹھا تھا، اسے مٹی کے رنگ کا ہی کہا جاسکتا تھا لیکن اس کی بناوٹ سے پتہ چلتا تھا کہ لاکھوں روپے کی مالیت کا فرنیچر ہے...... فرش پر قالین بھی بچھا ہوا تھا، لیکن گرد کی دبیز ایک بدبودار تہہ اس قالین پر بچھی ہوئی تھی، اونچے لٹکے ہوئے فانوس پر بھی گرد اتنی ہی موٹی تھی، ہر طرف مکڑی کے جالے لٹکے ہوئے نظر آرہے تھے، ایک طرف آتش دان میں مدھم مدھم سی زرد روشنی ہو رہی تھی جس سے کمرے کی فضا میں ہلکی ہلکی گرمی کا احساس ہوتا تھا...... پھر اچانک ہی مجھے یوں لگا کہ اوپر لگے ہوئے فانوس کی شمعیں روشنی تیز کرنے لگی ہوں اور کمرے کا ماحول نمایاں سے نمایاں ہوتا چلا جارہا تھا...... میں اس انوکھی تبدیلی کو دیکھنے لگا اور میرے مسامات سے ہلکا ہلکا پسینہ اُبھرنے لگا...... ایک لمحے کے لئے میں نے پھر سوچا کہ میں یہاں سے نکل جاؤں...... یہ خوفناک عمارت میرے لئے کسی مشکل کا باعث نہ بن جائے، لیکن پھر اچانک ہی ایک اور احساس دل میں اُبھرا...... میں نے سوچا کہ راجہ جوگیال میرا امتحان لینا چاہتا ہے اور اس نے مجھے ایک طرح سے چیلنج کیا تھا کہ اگر میں نیکیوں کے راستوں کی طرف جانا چاہوں تو ان کا مستقبل دیکھ لوں...... میں دیکھنا چاہتا تھا کہ جو کام میں شیطانی قبیلے کی خواہش پر نہیں کرنا چاہتا تھا اس کو...... نہ کرنے سے کیا نتیجہ نکلتا ہے...... بہر حال ساری باتیں اپنی جگہ...... لیکن نجانے کیوں اب میرے دل میں یہ احساس جڑ پکڑتا جارہا تھا کہ میں ایک اچھے خاندان کا فرد ہوں...... مجھے میرے والدین یاد آگئے تھے اور اپنے وطن اور اپنے مذہب کی روایت بھی، جو کچھ بھول چکا تھا وہ آہستہ آہستہ خود میرے ذہن میں نمایاں ہوتا چلا جارہا تھا اور واقعی اگر کسی انسان کے لئے امتحان مقرر کر دیا جائے تو پھر اسے بہت سی مشکلات کے لئے تیار رہنا چاہئے اور میں ان مشکلات کے لئے دل وجان سے تیار تھا۔

کمرے کے ماحول کو پوری طرح دیکھنے کے بعد میری نگاہ اس تابوت پر پڑی جو کمرے کے ایک گوشے میں رکھا ہوا تھا اور بڑا عجیب سا نظر آرہا تھا...... یہ اتنا بڑا تابوت تھا جس میں انسانی جسم آجائے...... میں نے اپنے آپ کو غیر انسانی فطرت کا مالک کبھی نہیں کہا...... اس تابوت کو دیکھ کر میرے دل میں خوف سا بیدار ہو گیا تھا...... ایک بار پھر دل نے سوچا کہ یہاں سے نکل جاؤں، لیکن اب میں بار بار یہ بات نہیں سوچنا چاہتا تھا، چنانچہ میں ایک ایک قدم آگے بڑھاتا ہوا تابوت کے قریب پہنچ گیا...... پھر میں نے تابوت میں جھانکا تو میرے ذہن کو ایک شدید جھٹکا لگا...... آہ واقعی یہ بالکل درست تھا جو میں نے دیکھا تھا، وہ بالکل درست تھا...... تابوت میں مہاکال لیٹا ہوا تھا...... وہی مہاکال جس نے مجھے شیطان کو سجدہ کرنے کے لئے کہا تھا اور میرے لئے بہت سی باتیں کہی تھیں...... مہاکال کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں اور وہ مجھے دیکھ رہا تھا...... میرے قدم پتھرا سے گئے اور میں پھٹی پھٹی آنکھوں سے اسے دیکھنے لگا...... وہ مسکرایا اور پھر مسکراتا ہوا اٹھ کر بیٹھ گیا“۔

”خوب بہت دن کے بعد ملاقات ہوئی ہے ہماری...... بہت ہی عجیب بات ہے...... بڑی ہی عجیب بات ہے...... شاید تو یقین نہ کرے بے وقوف لڑکے کہ مہاکال کا مرتبہ بہت بڑا ہوتا ہے...... اسالیس اعظم ہمیں بہت عرصے کے بعد منتخب کرتا ہے لیکن اسالیس اعظم کے ہر طرح کے مفادات کا خیال رکھنا بھی ہمارا ہی کام ہے کیا سمجھا؟ تو نے غداری کی ہے، کیا نہیں دینا چاہتے تھے ہم تجھے...... بڑا عظیم درجہ دینا چاہتے تھے لیکن تو نے اس درجے کو قبول نہیں کیا...... تو نے اپنے آپ کو ایک احمقانہ عمل میں مصروف کر لیا...... ارے بے وقوف تو غور کرتا...... تو ہم نے تو کسی لمحے بھی تیرا ساتھ نہیں چھوڑا...... اگر تو سمجھتا تھا کہ سمندر میں تیرتا ہوا تو اس چھوٹی سی چٹان پر جا پہنچے گا...... جسے ننھا جزیرہ کہا جاتا ہے تو یہ تیری بھول تھی...... ہم نے تجھے وہاں پہنچایا ورنہ اگر ہم چاہتے تو سمندر کھولنے لگتا، اس میں پانی گرم ہو جاتا اور تو وہیں پر تڑپ تڑپ کر ہلاک ہو جاتا، لیکن نہیں...... تو ہماری آرزوؤں کا مرکز ہے...... ہم تجھے مہاکال بنانا چاہتے ہیں...... اسالیس اعظم نے یہی طے کیا تھا کہ میرے بعد بڑا مہاکال تو ہی بنے گا، کیونکہ تیرے ساتھ کچھ اور بڑائیاں ہیں جو دوسروں میں نہیں۔

”میں خاموشی سے اسے دیکھنے لگا...... میں نے اس سے ایک لفظ بھی نہیں کہا تھا...... پھر اس نے کہا“۔

"بہر حال تو نے ہمیں مجبور کر دیا کہ ہم یہاں آئیں اور سن ہمیں تیری اصل حیثیت چاہئے، ارے تجھ جیسے ہزاروں لاکھوں ہیں ہمارے پاس جو ساری دنیا میں ہمارے لئے کام کرتے ہیں، مگر تجھے تو ہم کچھ اور ہی درجہ دینا چاہتے تھے، وہ درجہ جو کسی کو نہیں ملتا...... سوچ لے...... سوچ لے اچھی طرح...... دیکھ نیکی اور بدی انسانوں کی تراش ہیں انسانوں نے اپنے لئے یہ سارے نام تراش رکھے ہیں، لیکن ان سے تجھے حاصل کچھ نہیں ہوگا...... ایک طرف ہونا چاہئے...... انسان کو ایک طرف ہونا چاہئے اور تو بیچ میں اٹکا ہوا ہے...... ارے پاگل جو کچھ کر بیٹھا ہے اسے کرنے کے بعد اگر تو یہ سمجھتا ہے کہ تجھ پر نیکیوں کے دروازے کھل جائیں گے تو یہ تیری بھول ہے...... ایسا بالکل نہیں ہو سکے گا...... تو دیوانہ ہو گیا ہے...... تو نے کچا گوشت کھایا ہے...... انسان اور جانوروں کا خون پیا ہے...... تیری رگوں میں وحشت اور درندگی ہے...... تو بھلا نیکیوں کے راستوں کا راہی کیسے بن سکتا ہے۔"

نجانے کیوں پہلی بار میرے دل میں ایک عجیب سا جذبہ اُبھرا...... اب تک مہاکال کی یہاں موجودگی نے مجھے خوفزدہ کر رکھا تھا کیونکہ یہ بہت بڑی شخصیت کا مالک تھا...... اس میں کوئی شک نہیں تھا کہ میں نے جزیرے پر اس کا احترام ہوتے دیکھا تھا...... اتنے افراد اگر کسی شخص کا احترام کریں تو ظاہر ہے وہ معمولی شخصیت کا حامل نہیں ہے، لیکن اس نے جب یہ باتیں کیں تو اس نے میرے دل میں ایک عجیب سا احساس بیدار کر دیا...... اور میں کچھ کہنے پر مجبور ہو گیا...... میں نے کہا۔"

"مہاکال جو کچھ تو مجھ سے کہہ رہا ہے یا تو تو اتنا بے علم ہے کہ اس کی اصلیت نہیں جانتا یا پھر بے غیرت ہے کہ ان باتوں کو نظر انداز کر کے فضول باتیں کئے جا رہا ہے...... تجھے اس بات کا علم ہے کہ میں اپنی مرضی سے تیرے جزیرے پر نہیں پہنچا تھا...... تیرے بدمعاش ہرکارے مجھے اغوا کر کے وہاں تک لے گئے تھے اور پھر انہوں نے مجھے جانور بنانے کی ہر ممکن کوششیں کیں...... واقعی میں آدھا جانور بن چکا تھا، بلکہ بن چکا ہوں، لیکن ان سے غلطی ہوئی ہے یا تجھ سے کہ میں نے اپنی عمر کا ایک حصہ تعلیم و تربیت میں گزارا...... مجھے نیکی بدی کی تمیز سکھائی گئی...... میرے والدین مجھے اعلیٰ تعلیم دلانے کے لئے پیروں میں چھوڑ گئے تھے، لیکن جب انسان اپنے وطن سے دور ہوتا ہے تو وطن اور مذہب اس کے دل میں زیادہ طاقتور ہو جاتا ہے اور ایسا ہی ہوا تھا میرے والدین، خاص طور سے میری والدہ مجھے مذہبی کتابیں دیا

کرتی تھیں اور کہتی تھیں کہ بیٹے تعلیم حاصل کرنے کے لئے دنیا کے کسی بھی خطے میں جاؤ، لیکن اپنے مذہب، اپنے دین اور اپنی روایات کو کسی طور نہ چھوڑو...... کیا تم یقین کرو گے مہاکال کہ میں ان کتابوں سے بڑی عقیدت رکھتا تھا اور آج میں یہ سمجھتا ہوں کہ دنیا کی کوئی بھی نیک بات بے مقصد نہیں ہوتی...... آج ان کتابوں کا علم میرے سارے وجود میں موجود ہے اور یہ بات میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ نیکی، نیکی ہوتی ہے اور بدی، بدی...... تم شیطان بدی کے سمبل ہوتے ہو اور میں بدی کو نہیں اپنانا چاہتا، سمجھ رہے ہو نا میری بات، کتنی ہی کوشش کرو...... کتنی ہی کوشش کرو تم مجھے بدی کی جانب مائل نہیں کر سکتے۔

مہاکال کے چہرے پر شدید غصے کے آثار پھیل گئے...... وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر تابوت کے کنارے پر بیٹھ گیا تھا...... پھر اس نے غرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"پاگل کے بچے سارا کیا دھرا چوپٹ کر دیا ہے تو نے...... میں نے بڑی محنت کی ہے تجھ پر...... میں کہتا ہوں کہ تیرے دل میں یہ تصور ہی کیسے آیا کہ تو نیکیاں کر کے دیکھے...... اپنے ہی گناہوں کا کفارہ ادا کرے...... پاگل کے بچے...... ہر انسان کی ایک منزل ہوتی ہے...... ایک معیار ہوتا ہے...... یہ کیا کہ آج کچھ...... کل کچھ...... ساری باتیں اپنی جگہ لیکن تجھے جو کچھ بتایا گیا ہے اب تو وہ بن چکا ہے، تو ان راستوں سے گزر چکا ہے جو تجھے نیکی کی سمت لے جائیں...... اب صرف بدی کی آغوش میں تیری پناہ ہے۔"

"سوچ لے...... سوچ لے...... مہاکال تو نے مجھے اپنے سامنے بات کہنے پر مجبور کر دیا ہے...... میں پھر تجھے بتا رہا ہوں کہ میں بدی کی طرف نہیں جا سکتا...... میں بدی کی طرف نہیں جا سکتا...... بس سمجھ لے تو۔"

"کتے کے پلے...... کتے کی موت ہی مارا جائے گا...... مہاکال نے نفرت بھرے لہجے میں کہا۔"

"ٹھیک ہے تو اس لئے مجھے گالیاں دے رہا ہے مہاکال کہ تو پراسرار قوتوں کا مالک ہے اور اسالیس یعنی (شیطان) تیری پشت پر ہے" ورنہ یہ جملے کہنے پر میں تیری گردن چبا کر پھینک دیتا۔"

"لعنت ہے تجھ پر...... لعنت ہے...... زندگی تنگ کر دوں گا تجھ پر...... تو نے ہمارا راستہ بند کرنے کی کوشش کی ہے...... تو نے اسالیس اعظم کے سامنے ہمیں شرمندہ کیا ہے...... ایسا

سلوک کروں گا تیرے ساتھ کہ تو موت مانگے گا تو تجھے موت بھی نہیں ملے گی...... سمجھ رہا ہے تو"۔

"ہاں سمجھ رہا ہوں مہاکال میں تیرے لئے ایک ایسا نمونہ بننا چاہتا ہوں جس سے تجھے احساس ہو کہ تیری قوتیں، ایمان کی قوتوں کے سامنے بالکل بے اثر ہو جاتی ہیں...... سمجھ رہا ہے تو نے تو میرے اندر ایک عزم پیدا کیا ہے...... میں نے زندگی کو بہت کم دیکھا ہے...... زندگی کے تجربات نہیں ہیں میرے پاس...... لیکن اب میں پورے اعتماد کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ میں تجھ سے جنگ کروں گا...... ایک ایسی جنگ جس کے بارے میں تو نے کبھی سوچا بھی نہیں ہوگا اور یہاں تجھے احساس ہوگا کہ نیکی بہر طور بدی سے بڑی چیز ہے اور بدی نیکی کے سامنے دم توڑ دیتی ہے"۔

"ٹھیک ہے...... دیکھوں گا تجھے کہ تو کیا کر لیتا ہے...... سمجھ لے زندگی کے سارے راستے تجھ پر بند کر دوں گا...... جا ڈوب جا کالے دلدل میں...... نکل جا اب تو یہاں سے...... تو میرے لئے کچھ نہیں رہا ہے...... میں تجھے صرف نفرت کی نگاہ سے دیکھوں گا اور...... اور اور بتادوں گا تجھے کہ اسالیس اعظم کی قوتیں کیا ہیں"۔

"جاؤں یہاں سے؟"۔

"ہاں جا...... جا دیکھ ذرا کیا ہے باہر تیرے لئے بڑے اچھے انتظامات کئے ہیں...... میں نے تو یہ سوچا تھا کہ آخری بار تجھے سمجھاؤں...... دوسرے لوگ ناکام رہے...... تجھے سمجھانے کے لئے مجھے اتنی دور سے آنا پڑا...... لیکن اب تو نے براہ راست اسالیس اعظم سے جنگ کا اعلان کر دیا ہے...... دیکھ اس جنگ کا نتیجہ کیا نکلتا ہے"۔

"کیا میں واقعی جاؤں...... میں نے پھر سوال کیا؟" لیکن مہاکال نے میری بات کا جواب دیئے بغیر دوبارہ تابوت کی طرف رخ کیا...... تابوت میں لیٹا اور اس بار اس نے تابوت کا ڈھکنا بند کر دیا تھا...... میں نے مسکراتی نگاہوں سے اس تابوت کو دیکھا اور اب میرے دل سے خوف کا ہر احساس نکل گیا تھا اور میں ہر مشکل کے لئے تیار تھا، چنانچہ میرا رخ عمارت کے باہر جانے والے حصے کی طرف ہو گیا...... یقین نہیں کہ عمارت سے باہر جا سکوں گا...... بہر حال میرے قدم آگے بڑھ رہے تھے۔



میرا اندازہ غلط نکلا...... عمارت سے باہر نکلنے میں مجھے کوئی خاص دقت نہیں ہوئی تھی راس کے بعد وہی ویران صحرا، چونکہ ابھی مہاکال اور راجہ جوگیال وغیرہ کا چکر چل چکا تھا، ھے ایک عجیب سا احساس ہو رہا تھا کیا میری زندگی میں اس کے سوا اور کچھ نہیں ہے...... یطانوں کے اس جال سے مجھے نکالنے والا اس دنیا میں کوئی بھی نہیں ہے...... میں نے دل ں سوچا اور ایک عجیب سی دُکھن میرے سینے میں ہونے لگی...... میں بہت بددل ہو گیا تھا اور برے دل میں نجانے کیسے کیسے تاثرات آرہے تھے...... بہر حال سمجھ میں آنے والی کوئی ت نہیں تھی...... میں نے بچپن کے چند سال ذرا بہتر انداز میں گزارے تھے اور اس کے ند ایسا طلسماتی سلسلہ شروع ہوا تھا کہ اب کوئی اور بات سمجھ میں نہیں آرہی تھی...... نجانے لتنے گھنٹوں تک سفر کیا...... سامنے سے کوئی چیز چمکتی ہوئی نظر آگئی تھی، میں اس کی جانب ل پڑا...... یہ چمکتی ہوئی چیز ریل کی پٹری تھی...... کافی دیر کے بعد ریل کی پٹری تک پہنچا اور ر میں نے دور سے ایک ریلوے اسٹیشن دیکھا...... وہی سب کچھ جو زندگی کا ایک حصہ بن کر ہ گیا تھا...... اصل میں میری سمجھ میں یہ بات نہیں آرہی تھی کہ اب میں کیا کروں؟ طرح رح کے کردار مل رہے تھے اور میں ان میں گم ہو کر رہ گیا تھا...... لوگوں سے تعارف حاصل رنا، ان کے درمیان زندگی بسر کرنا میرے لئے ممکن نہیں رہا تھا...... میں اسٹیشن پہنچ گیا، یک ٹرین وہاں آکر رکی اس میں بیٹھ گیا...... تقریباً خالی ہی سی ٹرین تھی...... میں بیٹھا ہی تھا کہ رین کو ایک جھٹکا لگا اور وہ چلنے لگی...... میری نظریں کھڑکی سے باہر پلیٹ فارم پر لگی ہوئی ھیں جہاں اِکا دُکا لوگ نظر آرہے تھے...... میں باہر ان لوگوں کو دیکھ رہا تھا اور اچانک ہی مجھے یک چہرہ نظر آیا جسے دیکھ کر میرے پورے وجود میں لرزش طاری ہو گئی...... میری آنکھیں قیناً دھوکا نہیں کھا رہی تھیں...... یہ...... یہ زمبل تھی...... مقامی لباس میں ملبوس...... اتھوں میں سامان کا ایک بیگ اٹھائے ہوئے، ہاں یقینی طور پر وہ زمبل ہی تھی...... ٹرین......

رفتار پکڑنے لگی تھی...... لیکن میں نے اس رفتار کی پرواہ کیے بغیر نیچے چھلانگ لگادی...... اس دوران میرا ڈبہ کافی دور نکل آیا تھا...... نیچے چھلانگ لگانے کے بعد میں برق رفتاری سے پلیٹ فارم کی جانب دوڑنے لگا...... آہ زمبل یہاں کیا کررہی ہے...... زمبل میری زندگی کا دوسرا محور...... پراسرار قوتوں کی مالک ساری باتیں اپنی جگہ...... لیکن یہ معلوم ہونے کے باوجود کہ زمبل کا تعلق بھی مہاکال سے ہے...... میرے دل میں اس کے لئے بڑی گنجائش تھی اور میں اس سے شکوہ کرنا چاہتا تھا کہ زمبل تو نے محبت کا وہ ساتھ نہ نبھایا جو میرے اور تیرے درمیان پیدا ہو چکا تھا...... میں نے تو تیرے لئے بڑے مشکل لمحات گزارے تھے......

بہر حال زمبل کو یہاں دیکھ کر میں دیوانہ ہو گیا تھا...... میں نے برق رفتاری سے فاصلہ طے کیا اور ایک بار پھر واپس پلٹ کر فارم پر پہنچ گیا...... میری آنکھیں زمبل کو تلاش کررہی تھیں اور میں دیوانہ وار پلیٹ فارم کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک دوڑ رہا تھا...... چاروں طرف سناٹا تھا، مجھے خیال آیا کہ ممکن ہے زمبل پلیٹ فارم سے باہر نکل گئی ہو...... چنانچہ میں نے چاروں طرف نگاہیں دوڑائیں...... لیکن وہ نظر نہیں آئی...... کچھ فاصلے پر تانگے کھڑے ہوئے تھے...... میں ایک تانگے والے کے قریب پہنچ گیا اور میں نے اس سے کہا"۔

"ابھی ابھی تم نے یہاں کسی لڑکی کو دیکھا؟"۔

"لڑکی...... ہاں جی دیکھا تھا"۔

"کہاں گئی کدھر گئی؟"۔

"ہمیں نہیں معلوم"۔

"مگر تم کہہ رہے تھے کہ تم نے اسے دیکھا ہے؟"۔

"دیکھا تو ہے مگر کدھر گئی ہمیں کیا معلوم؟"۔

"پیدل گئی ہے؟"۔

"نہیں تانگے میں بیٹھی تھی"۔

"چلو اس کا پیچھا کرو تمہیں کرایہ دوں گا...... میں نے کہا اور تانگے پر چڑھ گیا......

تانگے والے نے حیرانی سے مجھے دیکھا اور پھر بولا"۔

"دیکھو جی ہم بڑے شریف آدمی ہیں"۔

"شریف آدمی کے بچے...... چلتا ہے یا میں تیرا تانگا لے جاؤں...... میں نے غرائی ہوئی

آواز میں کہا"۔

"ارے بب بابو جی اچھی زبردستی ہے...... وہ بولا، مگر میں نے اس کا گریبان پکڑ لیا...... وہ ڈر گیا اور اس نے گھوڑے کی لگامیں سنبھال لیں"۔

"آگے بڑھو...... میں نے غرا کر کہا اور تانگے والا گھوڑے کو چابک مارنے لگا"۔

آگے سڑک تنگ اور ناہموار تھی...... سرخ اینٹوں سے بنی ہوئی جو جگہ جگہ سے ٹوٹی ہوئی تھی اور اس پر گھوڑوں کی غلاظت نظر آرہی تھی...... دونوں طرف چھوٹی چھوٹی عمارتیں اور دکانیں بنی ہوئی تھیں...... بھدی...... بدنما اور پلاستر سے محروم، مگر دور دور تک سناٹا چھایا ہوا تھا...... آگے جانے والا تانگا بھی ابھی تک نظر نہیں آیا تھا...... میں نے تانگے والے سے کہا۔

"دیکھو تیز چلو...... میں کوئی برا آدمی نہیں ہوں...... اور بلاوجہ اس لڑکی کا پیچھا نہیں کررہا...... وہ میری رشتہ دار ہے اور بہت عرصے کے بعد مجھے نظر آئی ہے، جلدی کرو کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ نکل جائے۔

"یہ بات ہے تو ٹھیک ہے جی...... تانگے والا کچھ مطمئن ہو گیا اور اس نے گھوڑے کو دوڑانے کے لئے دو چار چابک مارے"۔

"یہ سڑک سیدھی گئی ہے"۔

"نہیں آگے ایک چوراہا ہے جی"۔

"تو پھر تیز چلو بھائی کہیں وہ نکل نہ جائے...... تانگے والے نے پھر گھوڑے کو تیز دوڑانے کی کوشش کی اور ہم چوراہے پر پہنچ گئے"۔

"اب کدھر چلوں بابو جی"۔

"یہاں تو کوئی تانگہ نظر نہیں آرہا"۔

"وہ تو دور جا چکا ہے"۔

"کہاں؟ میں چونک پڑا"۔

"وہ آپ دیکھو جی وہ دور جارہا ہے"۔

"چلو بھائی اسی کے پیچھے چلو...... میں نے کہا اور تانگے والے نے گھوڑے کو چابک لگانا شروع کر دیئے...... بہر حال جب میں اس تانگے تک پہنچا تو تانگے میں کوئی موجود نہیں

تھا...... میں نے پھرتی سے دوسرے تانگے والے کے پاس پہنچ کر کہا"۔

"تمہارے تانگے میں ایک لڑکی آئی تھی؟"۔

"ہاں جی"۔

"کہاں گئی؟"۔

"وہ امتیاز چچا کے گھر...... تانگے والا بولا...... اور سامنے دروازے کی طرف اشارہ کر دیا...... میں نے جلدی سے اپنے تانگے والے کو پیسے دیئے اور تانگے والا کندھے ہلا کر واپس پلٹ پڑا"۔

پھر میں دھڑکتے دل کے ساتھ اس مکان کے دروازے کی طرف چل پڑا اور چند لمحوں کے بعد میں نے دروازے کی زنجیر بجائی...... دروازہ کھولنے والا ایک بوڑھا آدمی تھا...... اچھے تن و توش کا مالک...... میں نے اس سے کہا۔

"باباجی ابھی یہاں زمبل آئی ہے؟"۔

"کون؟"۔

"زمبل"۔

"بھائی یہاں کوئی کمبل نہیں آیا"۔

"کمبل نہیں زمبل"۔

"مگر تم ہو کون؟"۔

"باباجی میں یہاں بس آپ یہ سمجھ لو مہمان ہوں"۔

"اور زمبل کا پیچھا کرتے آئے ہو...... دیکھو صاحبزادے شرافت بہت بڑی چیز ہوتی ہے...... شرافت کا دامن پکڑو کیا سمجھے"۔

"جناب وہ تانگے میں یہاں آئی ہے...... آپ اس سے صرف یہ کہہ دیجئے کہ سکندر آیا ہے"۔

"میں تمہیں ایک بات بتاؤں...... وہ میری بیٹی ہے اور ہم دونوں باپ بیٹی یہاں زندگی گزار رہے ہیں"۔

"لیکن"۔

"بس کہا ہے نا تم سے...... وہ تم نے سن لیا...... اب دفعہ ہو جاؤ یہاں سے...... اس

نے کہا"۔

"سنیئے صرف ایک بات بتا دیجئے...... آپ کی بیٹی یہاں آئی ہے نا"۔

"ہاں آئی ہے...... مگر تمہیں کیا تکلیف ہے"۔

"دیکھئے...... میں اس سے ملنا چاہتا ہوں...... کیا وہ ریل سے اتری ہے"۔

"عجیب آدمی ہو...... خیر اندر آؤ...... امتیاز چچا مجھے اندر لے گئے اور ایک چارپائی پر بیٹھنے کا اشارہ کیا"۔

"اسے کب سے جانتے ہو اور کیسے جانتے ہو؟ کہاں سے جانتے ہو اور تمہیں کیسے معلوم کہ اس کا نام زمبل ہے؟"۔

"نہیں چچا آپ مان لیجئے میری بات"۔

"میں اسے سامنے لاتا ہوں تمہارے...... وہ ایک ہسپتال میں نرس کا کام کرتی ہے...... ہفتے کی رات کو آجاتی ہے...... اتوار کی رات کو چلی جاتی ہے، کیونکہ اسے اگلے دن اپنی ڈیوٹی پر پہنچنا ہوتا ہے...... بیٹے ہم غریب لوگ ہیں...... بس یوں سمجھ لو کہ زندگی مشکل ہی سے گزار رہے ہیں...... معاف کر دو ہمیں تمہاری مہربانی ہوگی...... ہمارے پاس اور کوئی ذریعہ معاش بھی نہیں ہے"۔

"دیکھئے میں آپ کو بالکل پریشان نہیں کروں گا...... بس زمبل سے دو باتیں کر کے میں چلا جاؤں گا"۔

"شازیہ یہاں آؤ بیٹے...... امتیاز چچا نے لڑکی کو آواز دی اور کچھ لمحوں کے بعد ایک خوبصورت سی لڑکی باہر آ گئی...... اس نے مجھے سلام کیا تو امتیاز چچا نے کہا"۔

"بیٹے کیا تم ہسپتال میں زمبل کے نام سے مشہور ہو؟"۔

"جی؟"۔

"جو میں نے سوال کیا اس کا جواب دو"۔

"یہ نہیں ہیں...... میں نے کہا"۔

"تانگے سے اتر کر تو یہی آئی ہے"۔

"کیا واقعی؟"۔

"اب میں جھوٹ بولوں گا تم سے اس عمر میں؟"۔

"میں معافی چاہتا ہوں...... مجھے ہی غلط فہمی ہو گئی ہو گی...... میں نے گردن جھکا کر واپس پلٹتے ہوئے کہا...... لیکن اچانک ہی امتیاز چچا نے کہا"۔

"سنو سنو میری بات سنو"۔

"جی"۔

"آؤ بیٹھو...... ہو سکتا ہے واقعی تم سے کوئی غلط فہمی ہو گئی ہو...... لیکن بہر حال اس بستی کے تو نہیں معلوم ہوتے"۔

"جی...... کہیں اور سے آ رہا ہوں"۔

"ہوں ٹھیک ہے...... میں تم سے تمہارے بارے میں معلومات حاصل کرنا چاہتا ہوں"۔

"نہیں اب بے کار ہے...... مجھے تو صرف اس بات کا افسوس ہے کہ میں نے آپ کو اس طرح تکلیف دی"۔

"کوئی بات نہیں...... شکل سے شریف زادے معلوم ہوتے ہو...... ہو جاتی ہے کبھی کبھی ایسی غلط فہمی...... بیٹھو...... تم نے بات ایسی کر دی تھی کہ میں کیا میری جگہ کوئی اور بھی ہوتا تو اسے بھی غصہ آ جاتا...... لیکن اگر کوئی غلط فہمی کی بات ہے تو وہ ہر انسان کو ہو سکتی ہے، اب ایسے آئے ہو اس لئے میں تمہیں یوں تو نہیں جانے دوں گا"۔

"مگر ابو قصہ کیا ہے؟"۔

"نہیں بیٹا کوئی خاص بات نہیں...... انہوں نے تمہیں تانگے سے اترتے ہوئے دیکھا تھا...... کسی زمبل کو تلاش کر رہے تھے یہ...... اس کی تلاش میں ادھر آ گئے"۔

"زمبل نام تو بڑا خوب صورت ہے...... کون تھی وہ آپ کی...... لڑکی نے پوچھا خیر میں نے کوئی جواب نہیں دیا...... امتیاز چچا کہنے لگے"۔

"بیٹا کچھ کھانے پینے کا بندوبست کروان کے لئے" تم ایک آدھ دن میرے پاس رہو...... تم سے تمہاری زمبل کے بارے میں معلومات بھی حاصل کریں گے اور اگر ہم سے کچھ ہو سکا تو تمہاری مدد بھی کریں گے۔

میں کچھ وقت خاموشی سے گزارتا رہا اور پھر میں نے وہاں رکنے کی حامی بھر لی...... تھوڑا سا سکون تو ملے...... پھر اس کے بعد یہاں میرے کھانے پینے کا بندوبست کیا گیا...... انسانوں کی خاص قسم سے مجھے واقفیت حاصل ہوتی جا رہی تھی...... اپنوں میں گزرنے والے

یہاں، والد صاحب کی سرپرستی میں گزرے تھے...... ملازم بھی تھے...... شناسائیاں بھی تھیں...... سکول بھی تھا...... دوست بھی تھے...... زندگی کو کبھی اس انداز میں دیکھا ہی نہیں تھا...... پھر اس کے بعد زندگی نے ایک جھٹکا کھایا اور سخت دور شروع ہو گیا مجھ پر...... وہاں سے یہاں تک کا سفر ایسے عجیب و غریب حالات کے درمیان کٹا تھا کہ عقل نے ساتھ ہی چھوڑ دیا تھا...... بہر طور یہ سارے معاملات ہوئے تھے اور اب میں یہاں تک پہنچا تھا...... رات کو امتیاز چچا نے مجھ سے میرے بارے میں پوچھا...... دل کے چھالے پھوٹ پڑے...... میں نے آنسو بھری آواز میں انہیں اپنی زندگی کے ساتھ ہونے والے کھیل کے بارے میں بتایا...... ان کی بیٹی بھی اس گفتگو میں شریک تھی...... ہسپتال میں نرس کا کام کرتی تھی، اس لئے تیز طرار بھی تھی...... میری کہانی کو حیرت سے سنتی رہی اور اس کے بعد تعجب کا اظہار بھی کرتی رہی...... ادھر امتیاز چچا بھی عالم حیرت میں تھے...... پھر انہوں نے کہا۔

"بیٹا کسی شہر میں نکل جاؤ...... اگر میری مانو...... صحیح مشورہ دے رہا ہوں...... اخبار میں اشتہار چھپواؤ اور اپنے بارے میں بتا کر لکھو کہ تمہیں اپنے ماں باپ کی تلاش ہے...... اتہ پتہ دے دو اور اگر اتہ پتہ کوئی نہ ہو تو نام لکھوا اپنے ابا کا...... ہو سکتا ہے اخبار کا یہ اشتہار ان کی نگاہوں سے گزر جائے...... یہ ایک آسان طریقہ ہے جو میں تمہیں بتا رہا ہوں"۔

میں حیرت سے امتیاز چچا کی صورت دیکھنے لگا...... پھر میں نے سوچا کہ بات تو واقعی معقول ہے...... ایسا کرنے میں کوئی ہرج نہیں ہے، چنانچہ میں نے امتیاز چچا کا شکریہ ادا کیا اور کہا کہ اب ٹرین میں بیٹھ کر کسی شہر چلا جاؤں گا اور وہاں پہنچ کر یہی کروں گا۔

امتیاز چچا نے مجھے ایک چھوٹا سا کمرہ دیا اور کہا کہ ایک دو دن میں ان کے ہاں آرام کروں...... اس کے بعد وہاں سے جاؤں...... میں نے تھوڑی سی ہچکچاہٹ کے بعد ان کی یہ پیشکش قبول کر لی تھی۔

بہر حال اس کے بعد میں نے پہلی رات امتیاز چچا کے گھر گزاری اور یہ پہلی ہی رات میرے لئے خوف کی آخری حدود کو چھو لینے والی رات ثابت ہوئی...... رات کا غالباً دوسرا پہر تھا...... چاند پوری آب و تاب کے ساتھ نکلا ہوا تھا...... اس کمرے کے اوپری حصے میں دیوار کے پاس ایک روشن دان بنا ہوا تھا اور اس روشن دان سے چاند جھانک رہا تھا...... اچانک ہی مجھے یوں محسوس ہوا جیسے روشنی کی کرنیں سفید سفید چہروں کا روپ دھارتی جا رہی ہوں......

یہ بھیانک چہرے انسانی کھوپڑیاں تھیں جن کے جبڑے ہل رہے تھے...... آنکھیں سرخ تھیں اور ان سے شعاعیں پھوٹ رہی تھیں...... ہلتے ہوئے جبڑوں کے ساتھ ساتھ ان کے منہ سے آوازیں بھی نکل رہی تھیں اور یہ آوازیں میرے کانوں سے ٹکرا رہی تھیں اور میرا رواں رواں کانپنے لگا تھا...... وہ مدھم مدھم غیر انسانی آوازیں جے مہاکال، جے مہاکال کہہ رہی تھیں...... کھوپڑیاں آہستہ آہستہ نیچے اتر رہی تھیں اور میرے ہوش و حواس گم ہوئے جا رہے تھے...... پھر ان کھوپڑیوں کے ہلتے ہوئے جبڑے بند ہو گئے اور اس کے بعد انہوں نے دیواروں کی طرف رخ کیا...... آہ وہ اب ہر چیز کھا رہی تھیں...... دیواروں پر لٹکے ہوئے پردے...... کھڑکی کی چوکٹیں...... یہاں تک کہ انہوں نے نیچے اتر کر میری مسہری کے پائے تک کھا ڈالے تھے اور اب وہ مجھے کاٹ رہی تھیں، ان کے سوکھے ہوئے دانت میرے جسم کے مختلف حصوں کو چبا رہے تھے اور ایک عجیب سی آواز ابھر رہی تھی...... میں نے دہشت سے چیخ کر ان کھوپڑیوں کو اٹھا اٹھا کر پھینکنا شروع کر دیا...... ان کے ناک کے خلاء میں انگلیاں ڈال کر میں نے انہیں اٹھا اٹھا کر دیواروں سے مارا...... مسہری سے نیچے آ گیا تھا میں اور وحشت کے عالم میں تھا...... میں ان کھوپڑیوں کو اٹھا اٹھا کر دیوار سے مار رہا تھا...... بالکل ایسی آواز پیدا ہوتی جیسے کسی خول کو دیوار سے دے مارا ہو...... لیکن کھوپڑیاں ٹوٹتی نہیں تھیں اور ان کی آوازیں مسلسل اُبھر رہی تھیں...... آہ دہشت کا یہ بھیانک منظر...... مجھ سے برداشت نہیں ہو پا رہا تھا اور پھر جب ہوش و حواس کی ساری منزلوں سے گزر گیا تو بے ہوشی نے خوف کے احساس کو فنا کر دیا...... یہ بے ہوشی اس وقت میرے لئے دنیا کی سب سے قیمتی چیز تھی"۔



جس وقت ہوش آیا تو رات کی تاریکیاں بدستور پھیلی ہوئی تھیں...... اس کا مطلب تھا بہت زیادہ دیر تک بے ہوش نہیں رہا...... میں نے دہشت بھری نگاہوں سے چاروں ں دیکھا...... کمرہ ایسے لگ رہا تھا جیسے پرانے دور کا کوئی کھنڈر ہو...... حالانکہ امتیاز چچا ویسے و کوئی دولت مند آدمی نہیں تھے اور کمرے کی سجاوٹ بس معمولی سی تھی...... لیکن اس ت کمرے کی تو وہ حالت ہو گئی تھی کہ دیکھ کر دہشت ہوتی تھی...... کچھ وقت پہلے کی ساری ی مجھے یاد آ گئی اور ایک بار پھر میرے چہرے پر خوف کے آثار اُبھر آئے...... وہ دہشت جو ان سے جانور بن کر دل میں پیدا ہو گئی تھی اب آہستہ آہستہ ختم ہو چکی تھی...... میں ہر ے متاثر ہوتا تھا اور خوف، دہشت مجھے بھی اسی طرح متاثر کرتے تھے جس طرح رے لوگوں کو پھر...... دل میں ایک اور احساس جاگ اُٹھا...... امتیاز چچا بے چارے شریف ی ہیں اور میں ان کمبخت شیطانوں کا شکار، جو انسان کو انسانیت سے بھٹکا کر شیطنیت کی ل تک لاتے ہیں...... کہیں ایسا نہ ہو کہ میری نحوست امتیاز چچا کو بھی مصیبت میں گرفتار ے...... بہتر یہ ہے کہ یہ جگہ ابھی چھوڑ دوں اور یہاں سے نکل جاؤں...... بلا وجہ ایک ا آدمی میری وجہ سے شکار ہو گا...... ہمت کر کے وہاں سے اٹھا اور پھر انتہائی خاموشی کے ھ دروازے سے باہر نکل آیا...... اس کے بعد میں دنیا و مافیہا سے بے خبر چلتا رہا...... فاصلہ نے کتنا طے ہوا اور اس کے بعد میں ایک ایسی جگہ پہنچا جہاں ویران سے علاقے میں ایک نی ہوئی تھی، اس پر ایک جھنڈا لگا ہوا تھا...... صبح کی مدھم مدھم روشنی پھوٹ رہی تھی...... ا تھک گیا تھا اور تھک کر میں اس درخت کے پیچھے جا بیٹھا جو سامنے ہی نظر آ رہا تھا اور قبر ائیں کنارے پر تھا...... لیکن اچانک ہی میرے کانوں میں ایک عجیب سی آواز گونجی...... ے کوئی رو رہا ہو...... سسک رہا ہو...... میں نے چونک کر ادھر دیکھا...... تو ایک شخص قبر سے ہوا تھا...... اس کی آواز صاف محسوس ہو رہی تھی...... میں نے غور سے ان آوازوں کو ...... وہ کہہ رہا تھا"۔

"آہ مجھ گناہ گار کو اور کتنے گناہوں سے دوچار ہونا پڑے گا...... آہ میرے اس حسرت زدہ دل کو سکون دیا جائے...... آہ میرا دل جس میں سکون کا کوئی گزر نہیں ہے، جو کچھ دل میں آتا ہے کر ڈالتا ہوں، اس لئے کہ میرا کوئی پرسان حال نہیں ہے...... کیا کروں...... میں کیا کروں...... برائیاں اس طرح مجھ پر مسلط ہوگئی ہیں کہ میں ان سے پیچھا نہیں چھڑا سکتا...... مجھے سکون چاہئے...... سکون چاہئے...... آہ مجھے سکون چاہئے...... میری مدد کرو...... آہ کوئی تو میری مدد کرو...... میں انسانوں سے ان کی زندگی چھین لیتا ہوں...... لوگوں کو فاقوں پر مجبور کر دیتا ہوں، لیکن میرا دل نہیں چاہتا...... میرا دل نہیں چاہتا کہ میں یہ سب کچھ کروں...... لیکن کیا کروں میرے ماضی نے مجھے اس پر مجبور کر دیا ہے...... اس میں میرا قصور نہیں ہے...... دیکھو جہاں بھی میرے دل میں گداز پیدا ہوتا ہے میں مدد مانگتا ہوں...... میری مدد کرو...... مجھے سہارا دو...... ایک بار پھر وہ بلک بلک کر رونے لگا اور میں حیرانی سے اسے دیکھتا رہا...... میری سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ یہ کون ہے اور کیا چاہتا ہے...... میں آہستہ آہستہ آگے بڑھا اور اس کے قریب پہنچ گیا...... وہ مجھے دیکھ کر چونک پڑا تھا...... پھر اس نے سر سے پاؤں تک مجھے دیکھتے ہوئے کہا"۔

"کیا تم میری مدد کرو گے؟"۔

"بھائی میں تو خود ایک بے سہارا انسان ہوں...... میں تمہاری کیا مدد کروں گا؟"۔

"پھٹا جارہا ہے میرا سینہ...... پھٹا جارہا ہے...... میں تمہیں کیا بتاؤں؟...... کیا کیفیت ہے میری؟"۔

"میں تمہارے لئے افسردہ ہوں کہ تم مجھے اپنے دل کی بات بتادو...... کہہ دینے سے دل کا بوجھ ہلکا ہوجاتا ہے"۔

"فقیر شاہ ہے میرا نام...... فقیر شاہ...... یہ میرا اصل نام ہے...... موجودہ زمانہ مجھے بہت سے ناموں سے پہچانتا ہے، لیکن کسی زمانے میں، میں صرف فقیر شاہ تھا...... ایک معصوم دیہاتی...... ایک ایسے گھرانے کا فرد جس کے بارے میں لوگ کچھ نہیں کہتے تھے، کیونکہ وہ گھرانہ قابل ذکر ہی نہیں تھا...... میرا باپ کسان تھا...... ماں تھی، دو بہنیں تھیں...... ایک چھوٹی، ایک بڑی بس یہ افراد تھے ہم سب، جس طرح بھی بن پڑ رہا تھا، ہنسی خوشی زندگی گزار رہے تھے، جو ملتا تھا کھا لیتے تھے، جو ملتا تھا پہن لیتے تھے...... محنت مزدوری کرتے تھے......

غریب لوگ تھے ہم کہ کوئی ہمیں اس قابل نہیں سمجھتا تھا کہ ہم سے رشتہ ناطہ رکھے...... میرا باپ اس چھوٹے سے کنبے کی پرورش کرتا تھا اور میں اس کا ہاتھ بٹاتا تھا...... پھر یوں ہوا کہ ایک دن میرے باپ کو سانپ نے کاٹ لیا...... کھیتوں پر کام کر رہا تھا کہ سانپ نے اس کی پنڈلی میں کاٹ لیا...... زہر چڑھ گیا...... میں اس کی پنڈلی کو باندھ کر قصبے کے ہسپتال لے گیا...... ہمارے پاس پیسے نہیں تھے کہ ہم اچھی جگہ باپ کا علاج کروا سکتے...... قصبے کے ہسپتال میں سرکاری طور پر علاج ہوا کرتا تھا اور سرکاری طور پر جو کام ہوتے ہیں وہ بھی سرکاری ہی ہوتے ہیں...... میرے باپ کے ساتھ اتنی لاپرواہی برتی گئی کہ میں آپ کو بتا نہیں سکتا...... اسے انسان ہی نہیں سمجھا گیا...... یہاں تک کہ ایک دن خاموشی سے اس کی ٹانگ کاٹ دی گئی اور اس طرح ہمارے ہاں ان مصائب کا آغاز ہو گیا جو انسانی زندگی کو کہیں سے کہیں لے جاتے ہیں...... فاقوں کے علاوہ اور کچھ نہیں تھا اس گھر میں...... میرا باپ کھیتوں وغیرہ میں کام کرتا تھا مگر اب وہ اس قابل نہیں تھا کہ کھیتوں پر کام کر سکے...... ہم نے زمین کے مالکوں سے درخواست کی کہ میرے باپ کی جگہ مجھے نوکری دے دی جائے، لیکن وہ بندہ جس نے میری بہن کو دیکھ لیا تھا جو نوجوان تھی اور خوبصورت تھی...... کچھ اور ہی سوچنے لگا...... اس نے فیصلہ کیا کہ میری بہن کو کس طرح قبضے میں کرے...... ایک فاقہ زدہ گھرانے کو فاقوں سے نجات دلا کر وہ میری معصوم بہن کی زندگی اپنے قبضے میں کرنا چاہتا تھا...... وہ ایک ظالم تھا جس کا نام میں نہیں لوں گا...... وہ دولت مند تھا...... زمینوں کا مالک تھا...... سب کچھ تھا اس کے پاس اور ہم فاقہ زدہ لوگ تھے...... اس بدبخت نے اپنی بیوی کو اپنے گھناؤنے مقصد کی تکمیل کے لئے تیار کیا اور اس کی بیوی ایک دن ہمارے گھر پہنچ گئی...... اس نے میری ماں سے ملاقات کی اور کہا"۔

"تمہاری پریشانی دیکھی نہیں جاتی خالہ...... ایک خیال لے کر آئی ہوں تمہارے لئے...... تمہارے شوہر ہماری زمینوں پر کام کرتے تھے...... بس یہ سمجھ لو کہ مجھے اس کا خیال ہے"۔

"آپ کی مہربانی ہے بیگم جی...... ہم تو واقعی زندگی اور موت کے درمیان لٹکے ہوئے ہیں"۔

"دیکھو جو کچھ میں کہوں گی میری بات کا برا مت ماننا"۔

"نہیں...... نہیں آپ کہئے"۔

"تمہیں پتا ہے میرے ہاں اولاد نہیں ہے؟"۔

"ہاں معلوم ہے...... اللہ کرم کرے گا بیگم جی"۔

"میں نے اپنے شوہر کو بڑی مشکل سے تیار کیا ہے...... ایک راستہ ہے میرے سامنے"

"کیسا راستہ...... ماں نے سادگی سے پوچھا؟"۔

"تمہاری بڑی بیٹی رقیہ ہے نا؟"۔

"ہاں" ماں نے کہا۔

"اس کا نکاح میرے شوہر سے کر دو...... حق مہر میں ہم تمہیں زمینیں دیں گے...... تمہارے بھی دُکھ درد دور ہو جائیں گے...... یہ کام بالکل خاموشی سے ہوگا...... کسی کو کانوں کان خبر نہیں ہوگی...... تمہاری بیٹی میرے پاس رہے گی...... بولو کیا کہتی ہو؟"۔

"نکاح؟ میری ماں نے وحشت سے کہا"۔

"ہاں...... تمہاری بیٹی سے اولاد پیدا ہو جائے گی تو میرے شوہر اسے خاموشی سے طلاق دے دیں گے...... جو اسے دیا جائے گا وہ سب تمہارا ہوگا...... بچہ میرا کہلائے گا...... ہم کسی کو اس کے بارے میں نہیں بتائیں گے، بعد میں تم اپنی بیٹی کا بیاہ کہیں اور کر دینا"۔

"کیا کہہ رہی ہو بیگم جی؟"۔

"جو کچھ کہہ رہی ہوں...... تمہارے حق میں کہہ رہی ہوں...... یہ نکاح خاموشی سے ہوگا...... تمہاری بیٹی خاموشی سے میرے گھر آ جائے گی...... خاموشی سے وہاں رہے گی اور اس کے بعد بس اتنے عرصے وہاں رہے گی کہ ایک بچہ پیدا ہو جائے...... دنیا کو تم سنبھال لینا کوئی مشکل کام نہ ہوگا"۔

یہ بات میں نے بھی سن لی تھی...... میرے وجود میں خون کا سمندر ٹھاٹھیں مارنے لگا...... میں نے آگے بڑھ کر کہا۔

"نکل جا ادھر سے...... نکل جا یہاں سے کہیں ایسا نہ ہو کہ مجھے تیری لاش تیرے گھر بھجوانی پڑے"۔

"لو ایسی کون سی بری بات کہہ دی میں نے...... میں تو تم لوگوں کے حالات ٹھیک کرنا چاہتی ہوں...... اس میں کوئی بری بات تو نہیں ہے"۔

"نکل جا میں کہتا ہوں...... نکل جا...... خاموشی سے نکل جا...... اگر میرا باپ معذور نہ ہوتا...... اگر میری بہنوں کا کوئی سہارا ہوتا...... تو تجھے میں یہاں سے زندہ واپس نہ جانے دیتا...... جا چلی جا یہاں سے...... جا بھاگ جا"۔

وہ ہم لوگوں کو برا بھلا کہتی ہوئی چلی گئی لیکن اب مجھے یہ اندازہ ہو گیا تھا کہ ہمارے گھر کے حالات اس قدر خراب ہو گئے ہیں کہ لوگ اس سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کر رہے ہیں...... میں نے نوکری کی تلاش شروع کر دی...... کوئی بھی کام مل جائے...... بس اتنا کام مل جائے کہ گھر میں ایک یا دو وقت کا کھانا پک جائے...... بڑی مشکل سے میں نے ایک نوکری تلاش کی اور ایک سبزی والے کی دکان پر کام کرنے لگا...... کھیتوں سے سبزی توڑ کر لانا...... دھونا صاف کرنا اور اس کے بعد دن بھر دکان پر بیٹھے رہنا میرا مالک بہت کمینہ آدمی تھا...... وہ دنیا کے ہر برے کام کرتا تھا اور بڑا نکما قسم کا تھا، اس کی بیوی بڑی شریف عورت تھی...... میں اکثر کام سے اس کے گھر بھی آتا جاتا تھا، چنانچہ وہ بہت پیار سے مجھے دیکھتی تھی...... وہ مجھے اپنے بھائی کی طرح سمجھتی تھی...... ایک دن میں اس کے گھر پہنچا تو میرا مالک موجود نہیں تھا، البتہ بہن کے سر پہ پٹی بندھی ہوئی تھی...... میں نے چونک کر پوچھا"۔

"کیا ہوا آپا جی؟"۔

"کچھ نہیں جا تو اپنا کام کر"۔

"ہوا کیا مجھے بتاؤ تو سہی؟"۔

"کہہ رہی ہوں...... تو اپنا کام کر...... تجھے ان باتوں سے کیا...... جا سبزیاں سڑ رہی ہیں انہیں سنبھال"۔

"مارا ہے...... تجھے...... میں نے پوچھا؟"۔

"شوہر ہے وہ میرا...... میں جانوں وہ جانے تو بلاوجہ بیچ میں آ رہا ہے"۔

"میں خاموش ہو گیا...... دکان پر آ گیا...... لیکن بڑی بے کلی رہی تھی مجھے...... دوپہر کے بعد میں پھر اس کے پاس پہنچ گیا"۔

"دیکھ بھائی کہتی ہے نا تو مجھے...... میں دو اور بہنوں کا غیرت مند بھائی ہوں...... تیسری بہن کے لئے بھی بے غیرت نہیں بننا چاہتا...... یہ بتا کیا ہوا ہے؟"۔

وہ رونے لگی...... اس نے آگے بڑھ کر مجھے اپنے سینے سے لگا لیا اور بولی"۔

"بھیا میرا تو یہ زندگی بھر کا کھیل ہے...... ان چکروں میں پڑ کر کیا کرے گا تو...... کیسے تو اس مصیبت سے نجات دلا سکتا ہے مجھے؟"۔

ابھی یہی باتیں ہو رہی تھیں کہ میرا مالک اندر آ گیا...... اس نے ہم دونوں کو دیکھا اور اس کی آنکھوں میں قہر و غضب کی بجلیاں ٹوٹ پڑیں...... اس نے کہا۔

"ہوں...... ٹھیک تو یہ ہو رہا ہے میرے گھر میں"۔

"کیا مطلب؟"۔

"یہ ہو رہا ہے میرے گھر میں"۔

"کیا ہو رہا ہے؟"۔

"بتاتا ہوں میں تجھے...... اس نے ادھر ادھر دیکھا اور پھر لوہے کی ایک راڈ اٹھالی...... یہ راڈ سنبھال کر وہ اپنی بیوی کی جانب بڑھا"۔

"بد بخت اتنا گندہ ہو گیا ہے تیرا دل...... یہ بدکاری کر رہی ہے؟"۔

"مالک وہ میری بہن ہے اسے نہ مارو...... میں نے آگے بڑھ کر کہا"۔

"ہٹ جا سالے سامنے سے...... ورنہ ابھی بہن بھائی کا کھیل ختم کر دوں گا"۔

"دیکھو اسے نہ مارو...... میں تم سے کہتا ہوں"۔

"ہٹتا ہے تو سامنے سے یا نہیں اور پھر اس نے راڈ سے اپنی بیوی پر وار کر دیا، لیکن میں نے راڈ اپنے ہاتھ سے روک لیا اور اس کے بعد بس یوں سمجھ لو کہ مجھ پر دیوانگی طاری ہو گئی...... میں نے سریہ مار مار کر اس کے بدن کی ساری ہڈیاں توڑ ڈالیں...... تھوڑی دیر تک وہ چیختا چلاتا رہا تھا...... اس کی بیوی نے اسے بچانے کی کوشش کی، لیکن مجھ پر خون سوار ہو گیا تھا اور اس کے بعد مجھ کو گرفتار کر لیا گیا...... اس شخص نے میرے خلاف گواہی دی، جو میری بہن سے شادی کرنا چاہتا تھا اور آخر کار مجھے سزا ہو گئی...... لیکن میں یہ سزا برداشت نہیں کر سکا اور جیل سے نکل بھاگا...... مجھے یقین تھا کہ اب وہ کمبخت کھیل کھیلے گا اور میرے گھر کو خطرہ پیش آ جائے گا، چنانچہ ایسا ہی ہوا...... جب میں جیل سے بھاگ کر گھر پہنچا تو وہ بد بخت زمیندار میری ماں اور بہنوں کو تنگ کر رہا تھا...... بس یہ سمجھ لو کہ میں نے اس کا خون کر دیا، لیکن اس کے بعد میرے اندر شرافت کی کوئی رمق باقی نہ رہی...... میں نے اپنی ماں اور بہنوں کو وہاں سے نکالا...... اس دولت مند آدمی کی دولت پر قبضہ جمایا اور پھر وہاں سے چل پڑا......

بدن میں بے سکون ہوں...... بالکل بے سکون ہوں میں...... سکون رخصت ہو گیا ہے مجھ سے...... آہ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں سکون کہاں سے حاصل کروں"۔

"ماں بہنیں کہاں ہیں؟"۔

"شہر میں رہتی ہیں ان لوگوں کو اچھی زندگی دے دی ہے میں نے، لیکن میں خود...... خود ایک جرائم پیشہ شخص بن گیا تھا...... بہت کچھ کیا ہے میں نے...... بہت برے برے کام کئے ہیں، مگر ضمیر میرا ضمیر ان تمام چیزوں کو برداشت نہیں کرتا...... میرا دل دکھتا ہے...... اپنے عمل کے لئے...... آہ میرا دل تڑپتا ہے، میرے سینے کے اندر...... سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کروں...... کیا نہ کروں"۔

میں خاموشی سے اسے دیکھتا رہا پھر میں نے کہا۔

"شہر میں کہاں رہتے ہو؟ اس نے اپنے محلے کا نام بتایا تو میں آہستہ سے بولا"۔

"کتنا جمع کر چکے ہو اپنے پاس؟"۔

"بہت کچھ ہے...... بہت کچھ ہے...... لیکن...... لیکن بے سکونی ہے"۔

"بہنوں کی شادی ہو گئی"۔

"ہاں دونوں کی شادی کر دی ہے"۔

"ماں...... باپ؟"۔

"باپ مر چکا ہے...... ماں موجود ہے"۔

"تو ایک بات کہوں تم سے؟"۔

"ہاں کہو"۔

"ماں کی خدمت اس کائنات میں سب سے عظیم ہے...... جاؤ اس کی خدمت کرو...... تمہیں سکون کا سمندر مل جائے گا اس نے مجھے دیکھا...... دیکھتا رہا...... سوچتا رہا پھر میرے پاؤں پکڑ لیئے اور بولا"۔

"بھائی مجھے سہارا دو...... مجھے ایک سہارے کی ضرورت ہے...... میرے ساتھ چلو...... تمہیں خدا کا واسطہ...... مجھے سہارے کی ضرورت ہے"۔

سہارے کی ضرورت تو مجھے بھی تھی...... میں نے اسے دیکھا اور اس کے بعد میں اس کے ساتھ چل پڑا...... بہر حال زندگی میں ہمیشہ انسان کو انسان کی ضرورت رہتی ہے اور اسی

طرح زندگی کی کہانی آگے بڑھتی ہے...... ہم دونوں شہر آ گئے...... وہ ایک اچھا انسان تھا اور مجھ سے بڑی محبت سے پیش آتا تھا...... ایک ماں ہمارے سامنے آئی تھی...... وہ اپنی ماں کی خدمت کرنے لگا اور میں...... میں حسرت سے اسے دیکھنے لگا...... جب اس کی ماں اسے سینے سے لگا کر اسے دعاؤں سے نوازتی تو میرا دل چاہتا کہ کوئی میرے لئے بھی اسی طرح دعائیں کرے اور میں ایک عجیب سے حسد کا شکار رہتا...... اس کی ماں مجھ سے بھی محبت کرتی تھی لیکن ظاہر ہے ایک فرق تھا...... ہم دونوں کے درمیان...... میں نے سوچا بلاوجہ ان لوگوں کے سر پر بوجھ بنے رہنے سے کیا فائدہ، چنانچہ ایک شام میں خاموشی سے وہاں سے چل پڑا...... میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ میں کیا کروں...... بس یونہی گھومتا گھامتا ریلوے اسٹیشن پر آ پہنچا...... ایک ٹرین وہاں آ کر رکی تھی...... میرا دل بے اختیار اس ٹرین پر چڑھ جانے کو چاہا...... ایک لمحے کے لئے ٹرین رکی اور اس کے بعد وہاں سے چل پڑی...... میں نے دوڑ کر کسی کمپارٹمنٹ میں داخل ہونے کی کوشش کی اور پھر ایک فرسٹ کلاس کمپارٹمنٹ میں داخل ہو گیا...... کمپارٹمنٹ بڑا پر سکون تھا...... ایئر کنڈیشنر چل رہا تھا...... میں اندر پہنچا اور ایک سیٹ پر بیٹھ گیا...... ذہن میں کوئی سوال نہیں تھا کہ کہاں جاؤں؟ کیا کروں؟ لیکن کچھ ہی لمحوں کے بعد مجھے ایک آہٹ سی سنائی دی اور میں نے چونک کر نگاہیں اٹھائیں وہ ایک عمر رسیدہ عورت تھی...... بڑا پر وقار چہرہ تھا...... آنکھوں میں بڑی کشش تھی، حالانکہ عمر پینتیس چالیس کے قریب ہو گی، لیکن شخصیت بڑی پر کشش تھی...... مجھے دیکھنے لگی اور پھر بولی۔

"پریشان ہو کچھ؟"۔

"جی؟"۔

"میں نے کہا کچھ پریشان ہو؟"۔

"اگر ہوں بھی تو آپ کیوں پوچھ رہی ہیں؟"۔

"بیٹھ جاؤں یہاں...... اس نے کہا" میں نے کمپارٹمنٹ میں چاروں طرف نگاہیں دوڑائیں، اتفاق کی بات تھی کہ اس کمپارٹمنٹ میں میرے اور اس کے علاوہ اور کوئی موجود نہیں تھا...... بہر حال وہ مجھ سے اتنا پوچھنے کے بعد بیٹھ بھی گئی، پھر کہنے لگی"۔

"جتنی چھوٹی سی تمہاری عمر ہے اتنی چھوٹی عمر میں اگر کوئی اتنا پریشان نظر آئے تو دل کو بڑے دکھ کا احساس ہوتا ہے"۔

"آپ کو کیسے اندازہ ہوا کہ میں پریشان ہوں...... میں نے سوال کیا؟" تو وہ مسکرا دی پھر کہنے لگی"۔

"بے شک میرے بال سفید نہیں ہوئے لیکن کہنے میں کیا حرج ہے کہ یہ بال دھوپ ں سفید نہیں کئے"۔

"ہاں کہنے میں کوئی حرج نہیں ہے...... میں بے اختیار مسکرا دیا...... وہ بھی ہنس ی...... پھر بولی"۔

"ویسے بتاؤ گے نہیں اپنے بارے میں کچھ؟"۔

میری سمجھ میں ایک بات نہیں آئی؟

کیا؟ اچانک آپ کو مجھ سے دلچسپی کیوں پیدا ہو گئی؟

"بالکل نہیں...... کوئی دلچسپی پیدا نہیں ہوئی...... جب دو ہمسفر ایک ساتھ ہوتے ہیں اتفاق کی بات ہوتی ہے کہ کوئی اور ساتھ نہیں ہوتا تو دل میں یہ خیال تو ابھرتا ہی ہے کہ اپنے ہمسفر سے کچھ باتیں ہی کی جائیں"۔

"ہاں یہ بات تو ہے"۔

"بس یہ ہی سمجھ لو...... کیا نام ہے تمہارا؟"۔

"سکندر"۔

"بہت اچھا نام ہے...... تمہاری پیشانی ہی سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ تم تقدیر کے ندر ہو"۔

"ہاں ہوں...... میں پھیکے سے انداز میں ہنس دیا"۔

"کیا کرتے ہو؟"۔

"صبر کرتا ہوں"۔

"کیا مطلب؟"۔

"ایک تنہا انسان صبر ہی کر سکتا ہے"۔

"تنہا ہو؟"۔

"ابھی آپ خود ہی کہہ چکی ہیں"۔

"میرا نام بھی نہیں پوچھا تم نے؟"۔

"ہمت نہیں کر رہا"۔

"کیوں؟"۔

"اس لئے کہ آپ خاتون ہیں"۔

"ارے چھوڑو...... میری تمہاری عمر میں جتنا فرق ہے اس میں ایسا کوئی تصور ذہن میں ابھر بھی نہیں سکتا ہے"۔

"تو پھر؟"۔

"نام پوچھو مجھ سے میرا"۔

"بتا دیجئے...... میں ہنس پڑا...... وہ بھی ہنسنے لگی پھر بولی"۔

"ویسے تو بہت سے نام ہیں میرے...... لیکن لوگ مجھے حمیرا کہہ کر پکارتے ہیں...... بس یوں سمجھ لو کہ ایک طرح سے سوشل ورکر ہوں...... شوہر کا انتقال ہو چکا ہے...... اتنی دولت چھوڑ گئے تھے میرے لئے کہ زندگی آسانی سے گزر جائے...... بس سمجھ لو زندگی آسانی سے گزار رہی ہوں...... سوشل ورک کرتی ہوں اور اب تمہیں اندازہ ہو گیا ہوگا کہ میں تم سے اتنی محبت سے کیوں پیش آرہی ہوں"۔

"آپ کی مہربانی ہے"۔

"اپنے بارے میں کچھ بتاؤ؟"۔

"بس اتنا ہی بتا سکتا ہوں کہ ایک بے سہارا انسان ہوں...... دنیا میں کوئی ہے نہیں اور بس یوں سمجھ لیجئے کہ اپنے طور پر زندگی کی گاڑی کو دھکیل رہا ہوں"۔

"کہیں خاص جگہ جا رہے ہو؟"۔

"نہیں بس ایک آوارہ کا سفر کیا ہوتا ہے آپ کو اندازہ ہوگا"۔

"لوگ کہتے ہیں کہ سفر صلہ ظفر ہوتا ہے...... میرا خیال ہے ایسی ہی بات ہے"۔

"کیا مطلب؟"۔

"میں تمہیں ایک ایسے آدمی کے پاس بھیج دوں گی جو تمہارا بڑا قدر دان ہوگا...... میرا تذکرہ بھی مت کرنا کسی سے...... بس چلے جانا وہاں...... وہ تم جیسے خوبصورت اور شاندار نوجوانوں کی بڑی مدد کرتا ہے بہت اچھا ثابت ہوگا تمہارے لئے"۔

"کون ہے؟"۔

"ابھی اس بارے میں کچھ نہ پوچھو، پتہ بتا دوں گی...... چلے جانا وہاں"۔

عورت اچھی طبیعت کی مالک تھی...... ہم شہر آگئے...... اس نے چلتے ہوئے مجھ سے کہا"۔

"کچھ پیسے وغیرہ ہیں تمہارے پاس؟"۔

"نہیں...... اور یہ بھی خوش بختی ہے میری کہ راستے میں ٹکٹ چیکر نے ٹکٹ چیک نہیں کیا"۔

"فرسٹ کلاس کمپارٹمنٹ میں جو تھے، ایسی جگہ معمولی لوگ نہیں آتے اور غیر معمولی لوگوں کو ٹکٹ چیکر وغیرہ نہیں پوچھتے...... تو میں تمہیں پتہ بتائے دے رہی ہوں...... جاؤ وہاں چلے جاؤ سیدھے...... اگر لطف نہ آجائے تو میری ذمہ داری"۔

بہر حال وہ چلی گئی اور میں سوچنے لگا کہ ایسی فضول حرکتیں کرنے سے کوئی فائدہ نہیں...... بلاوجہ وقت ضائع ہوتا ہے...... لوگ تو کچھ نہ کچھ کہہ دیتے ہیں، لیکن بہر حال سب کچھ اپنی پسند ہی کے مطابق تو نہیں ہوتا، البتہ بعد میں میں نے یہ فیصلہ کیا کہ مجھے اس پتہ پر پہنچ جانا چاہئے...... ایک خوبصورت سی کوٹھی تھی...... یہ شہر بھی میرے لئے اجنبی نہیں تھا...... راجہ جوگیال کے ساتھ یہاں میں بڑے شاندار پیمانے پر زندگی گزار چکا تھا...... اس کے بعد سب کچھ بگڑ گیا تھا، وہ الگ بات ہے...... اتفاقیہ طور پر ہی تقدیر مجھے دوبارہ اس شہر میں لے آئی تھی...... بہر حال اس گھر میں میری بہترین پذیرائی کی گئی...... ملازماؤں نے مجھے اندر پہنچایا اور ایک شاندار ڈرائنگ روم کا دروازہ کھول دیا"۔

"آپ تشریف رکھئے...... چند منٹ انتظار کیجئے"۔

"ٹھیک ہے...... میں نے گہری سانس لے کر کہا اور پھر میں ٹھنڈی سانس لے کر صوفے پر بیٹھ گیا...... عجیب سی طبیعت ہو رہی تھی...... ذہن سنسنا رہا تھا...... اعصاب کشیدہ تھے...... نجانے یہ سب کچھ کیا ہے اور کیوں ہے......؟ میں اتنا تو جانتا تھا کہ ابھی میں بدترین مشکلات میں گرفتار ہوں، لیکن بات سمجھ میں نہیں آتی تھی...... اچانک دروازہ کھلا...... اور کوئی اندر داخل ہو گیا...... ایک لمحے کے لئے تو وہ صورت مجھے اجنبی لگی، لیکن پھر اچانک ہی مجھے احساس ہوا کہ یہ شکل شناسا ہے...... کورے لٹھے کا اعلیٰ پاجامہ باریک کڑھا ہوا کرتا جس کے نیچے سرخ ازار بند لٹکتا ہوا نظر آرہا تھا...... منہ میں شاید پان کا ملغوبہ گردش کر رہا تھا......

نام بھی یاد آ گیا...... ''نواب دلربا'' جو جان مائیکل کے ساتھ ملا تھا...... ہر چند کہ اس سے کوئی خاص شناسائی نہیں ہوئی تھی، لیکن شخصیت اپنی مثال آپ تھی اور ایسی تھی کہ اسے یاد رکھا جاسکے...... خاص طور سے اس کا حلیہ مسکراتا ہوا اندر آیا تھا اور عجیب سے انداز میں بولا تھا۔

''خوش آمدید...... خوش آمدید...... چاند کے ٹکڑے کہاں کھو گئے تھے؟''۔

''آپ...... آپ نواب دلربا ہیں؟''۔

''لو...... قسم ایمان کی رواں رواں خوش کردیا...... چندا بڑی اچھی یادداشت ہے...... پہچان لیا تم نے؟''۔

''جی''...... میں نے جواب دیا بات کچھ سمجھ میں نہیں آرہی تھی...... نواب دلربا نے اتنے اہتمام سے مجھے کیوں بلوایا تھا...... ؟ بہر حال یہاں تو صرف واقعات ہی زندگی کا حصہ ہوتے ہیں...... مجھے اس بات پر حیران نہیں ہونا چاہئے...... میں نے دل میں سوچا...... نواب دلربا میرے سامنے بیٹھ گیا پھر کہنے لگا۔

''ہیرے کے جوہری ہیں پہچان لیا کرتے ہیں...... ویسے بڑی کہانیاں اڑی ہیں تمہارے بارے میں...... پھر تم کھو ہی گئے...... دنیا تمہیں تلاش ہی کرتی رہ گئی...... سچ مچ ہیرے کی کان سمجھ لیا تھا انہوں نے تمہیں...... بڑے کتیا کے پلے تھے سارے کے سارے...... یوں سمجھو تم گڑ تھے ان کے لئے اور وہ چیونٹے...... ایسے چپکتے چندا کہ سارے کا سارا پیٹ میں اتار لیتے...... اب تم نے کیا چکر چلایا، انہیں بے وقوف بنانے کے لئے...... یہ تم جانو اور اللہ جانے...... پر ہم ذرا دوسری قسم کے آدمی ہیں...... اپنا اپنا کام...... اپنی اپنی سوچ ہمارے گھوڑے تو بھیا ہمارے دماغ میں دوڑتے ہیں اور دماغ کے اندر ہی اندر ہم ریس جیت لیتے ہیں...... کیا سمجھے؟ پر تلاش میں تھے تمہاری...... جوہری کی نظر سے دیکھا تھا چھپ کہاں گئے تھے...... ؟ ڈوبتی رات کے چاندوں کی طرح خیریت سے تو ہو...... حلیہ اتنا بگڑ رہا ہے کہ ساری چاندنی ماند پڑ گئی ہے...... دودھ جیسے چہرے کا رنگ جھلس گیا ہے...... چندا ابھی تو جوانی بدن کو چھو رہی ہے...... انگ انگ میں مستیاں کونپلوں کی طرح پھوٹ رہی ہیں...... ابھی سے چہرہ جھلسا لو گے تو ساری زندگی کیسے گزارو گے...... ؟ کسی لونڈیا کے چکر میں پڑ گئے تھے کیا...... ؟ ہم سے کہو جان کون ہے سسری...... ؟ کوہ قاف میں بھی رہتی ہو تو اٹھا کے لے آئیں...... کچھ منہ سے تو پھوٹو'' میں تو خیر منہ سے کیا پھوٹتا...... دروازے سے ایک سڑی بسی شکل کا آدمی

ٹ پڑا تھا...... نواب چونک کر اسے دیکھنے لگا۔

''کس سے پوچھ کر آیا ہے ابے...... ؟ بھتنی کے پلے سسروں کو ساری عمر تمیز سکھاؤ ں گے...... اونٹ کی اولاد...... ابے کیوں آکے مرا ہے بولتا کیوں نہیں...... ؟ اور اندر نے کے لئے پوچھنا ضروری نہیں ہے کیا؟''۔

''معافی چاہتا ہوں...... نواب صاحب کسی چیز کی ضرورت تو نہیں ہے...... ؟'' آنے لے نے گھبرائی ہوئی آواز میں کہا''۔

''اگالدان لا پہلے...... کمینے'' نواب نے کہا اور وہ جلدی سے باہر نکل گیا...... نواب منہ لاظت اکٹھی کرنے لگا...... میں وحشت زدہ سا بیٹھا ہوا تھا...... خیر...... نواب کے یہاں آنا نی بڑی بات نہیں تھی...... ایک بہت بڑی مصیبت سے نکل گیا تھا میں...... لیکن بہر حال ن تھا...... نواب نے منہ میں پھنسا ہوا الملغوبہ منہ میں ہی گھماتے ہوئے کہا۔

''چندا بات کرو مردوں کی طرح...... نہ تم لونڈیا ہو اور میں دس نمبر کا غنڈا جو سہمے سمٹے ائے ہوئے بیٹھے ہو...... ابے کہاں مر گیا...... ''کتیا کی آخری حرکت'' نواب دروازے طرف منہ کر کے چلایا اور کتیا کی آخری حرکت اندر آ گئی...... ہاتھ میں اگالدان تھا، جسے نے نواب دلربا کے سامنے رکھ دیا اور نواب دلربا نے اس میں خون تھوکنا شروع یا...... نجانے کیا کیا الا بلا نکال ڈالی تھی اس نے منہ سے...... پھر وہ اگالدان اٹھانے کا رہ کر کے بولا۔

''جا اسے لے جا اور اس وقت تک تھوتنی ڈبوئے رکھو جب تک ہم خود آواز نہ دیں''۔

''جی'' ملازم نے کہا اور اگالدان اٹھا کر لے گیا۔

''ہاں کلیجے...... ہم کیا کہہ رہے تھے تجھ سے؟ تو ہم یہ پوچھ رہے تھے کہ اچانک کہاں گیا تھا...... ؟ ہم نے تو بڑی تلاش کی، پر ایک بات ہم جانتے تھے...... اگر اس انگریز کے تخم پوچھتے تو یہی سمجھتا کہ گھوڑوں کی وجہ سے ہم تمہیں تلاش کر رہے ہیں...... ہم نے سوچا گے تو تم سے یاری کر لیں گے...... ویسے حلیہ بڑا خراب کر لیا ہے...... ہوا کیا...... ؟ کسی بت میں پھنس گئے تھے؟''۔

''نواب صاحب بس یوں سمجھ لیجئے کہ مشکل میں ہی تھا''۔

''کیا مشکل تھی...... ؟ کچھ بتاؤ تو سہی''۔

"نہ پوچھیں تو زیادہ اچھا ہے"۔

"چلو ٹھیک ہے یاروں کی بات بھی ماننی چاہئے...... آج نہیں بتا رہے کل بول پڑو گے...... پر ایک بات سنو چندا......اب کچھ وقت ہمیں دے دو......دیکھو......کچھ ایسے معاملے ہیں جن کے لئے اس وقت بھی تمہارے بارے میں سوچا تھا...... تم چلے گئے ایک الگ بات ہے...... ملے تو دل نہ مانا...... ہم تمہیں سچ مچ کا شہزادہ بنادیں گے......پتا نہیں کس کس کے جال میں پھنسے رہے ہو......اب کچھ دیر ہمارے مہمان رہو، مگر خوشی کے ساتھ"۔

"آپ جیسا پسند کریں نواب صاحب"۔

"مجبوری نہیں چندا...... مجبوری نہیں...... دوستی...... دوستی ہوتی ہے اور...... مجبوری مجبوری...... یہ بتاؤ دوستی کا ہاتھ ملاؤ گے"۔

"آپ کے ہاں تو مجھے کوئی نقصان نہیں پہنچا...... ویسے بھی آپ ایک شریف آدمی نظر آتے ہیں...... مجھے آپ کی دوستی میں کیا اعتراض ہو سکتا ہے......؟"۔

"دیکھو چندا! یہ شریفے جو ہوتے ہیں نا...... کچھ بھی نہیں ہوتے یہ......اوپر سے شریفے اور اندر سے سسرے...... پتا نہیں کیا نکلتے ہیں؟ شرافت وغیرہ کی بات مت کرو کبھی ہوتی تھی یہ چیز...... پر اب اس کی فصل ختم ہو گئی ہے......اب شرافت نہ کسی کھیت میں اگتی ہے نہ کسی پلانٹ میں پیدا ہوتی ہے، چنانچہ اس لفظ کو تو تم چھوڑ دو...... یہ دور جو ہے نا...... سائنس کا دور ہے......اور سائنس نے جہاں بہت سی چیزوں کو ختم کیا ہے وہاں ایسی بے تکی چیزیں بھی ختم کر دی ہیں...... جیسے محبت...... مروت...... شرافت...... انسانیت اب بھیے...... انسانیت تو روٹی میں ملی ہوئی ہوتی ہے...... آٹے میں گوندھی جاتی ہے...... اگر آٹا ہی مہنگا ہو جائے، روٹی ملنا ہی مشکل ہو جائے تو پھر انسانیت کہاں سے کھود کر نکالو گے...... بھول جاؤ چندا...... ان بیکار لفظوں کو...... سب فضول باتیں ہوتی ہیں...... اچھا تو ہماری تمہاری ہو گئی ملاقات اور ایک بات سمجھ لو...... بلاوجہ نہیں لائے ہیں تمہیں یہاں...... کچھ ہمارا کام کرو گے کچھ تمہارا کام کریں گے...... ابھی اتنی تو دنیا باقی ہے کہ ایک سے دوسرے کا کام نکلتا رہے...... کیسی کہی؟" اب میں کیا بتاتا...... کہ اس نے کیسی کہی...... سچی بات تو یہ ہے کہ میں نے دنیا کو ابھی دیکھنا شروع کیا تھا، لیکن دنیا جس رنگ میں سامنے آرہی تھی، وہ میری عقل سے باہر تھی...... نواب دلربا نے پھر کسی کتیا زادے کو آواز دی...... یہی الفاظ استعمال کرتا تھا

وہ اپنے ملازموں کے بارے میں...... شاید اس نے ان کے الگ الگ نام رکھے ہوئے تھے...... اس بار جو کتیا کا پلا آیا وہ پہلا والا نہیں تھا...... وہ اگالدان والا تو شاید بھاگ ہی گیا تھا...... اس دوسرے کتیا کے پلے سے نواب دلربا نے کہا۔

"چھ نمبر میں لے جاؤ چاند کے ٹکڑے کو...... اور کوئی تکلیف ہوئی نا تو کھوپڑی تو منڈاتے ہی رہتے ہو...... یہ منہ بھی منڈ دوں گا اور یہ کبوتر کی بیٹ نواب نے شاید اس کی مونچھوں کی طرف اشارہ کر کے کہا تھا۔

"آیئے جناب......" آنے والے نے کہا اور میں اپنی جگہ سے اٹھ گیا...... مرتا کیا نہ کرتا؟ جس عذاب سے رہائی ملی تھی اس کے بعد تو یہ جگہ جنت معلوم ہو رہی تھی...... نواب دلربا کے بارے میں بھی سوچتا تو اس کے لئے ذہن میں اچھے تاثرات نہیں ابھرتے تھے، لیکن جس عذاب سے گزر چکا تھا یہ اس کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں تھا، چنانچہ خاموشی سے اس کے ساتھ چلتا رہا اور اس نے کمرے کا دروازہ کھول کر مجھے اندر جانے کا اشارہ کیا...... کمرہ انتہائی معیاری تھا...... نواب جیسے بے تکے آدمی سے اس قدر خوش ذوقی کی امید نہ تھی...... وسیع و عریض اور کشادہ کمرہ ایئر کنڈیشنر لگا ہوا تھا اور بہت ہی شاندار بیڈ پڑا ہوا تھا...... آنے والے نے دیوار کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

"وہ انٹر کام ہے...... سفید بٹن دبا کر آپ اپنے ملازم کو بلا سکتے ہیں...... بس ایک معذرت کے ساتھ عرض کرنی ہے"۔

"کیا"۔

"آپ اپنی ضرورت کی ہر شے طلب کر سکتے ہیں...... فوراً مہیا کی جائے گی، لیکن یہاں سے باہر جانے کی کوشش مت کیجئے گا...... ہم حکم کے غلام ہیں...... اگر آپ نے ایسی کوئی کوشش کی تو آپ کو روک لیا جائے گا"۔

"کیا مجھے قید کیا گیا ہے؟"۔

"اس موضوع پر کسی سوال کا جواب دینے کی اجازت نہیں ہے" اس نے کہا اور دروازے سے باہر نکل گیا...... میں نے باہر سے دروازہ بند ہونے کی آواز صاف سنی تھی...... پھر ایک ٹھنڈی سانس لے کر میں نے چاروں طرف دیکھا...... اب تک زندگی کے جس عذاب سے گزرتا رہا تھا...... کم از کم اس سے نجات مل گئی تھی...... باقی ساری باتوں کا تو اب

میں عادی ہوتا جا رہا تھا اور مجھے بخوبی یہ اندازہ ہو گیا تھا کہ زندگی میں شدید مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا...... ویسے تو اب تک جتنے واقعات پیش آئے تھے سب ہی اپنی نوعیت کے عجیب تھے...... بہت سی باتوں پر حیرت ہوئی تھی...... لیکن...... حیرت رفع کرنے کا کوئی موقع نہیں ملا تھا...... مگر یہ نواب دلربا ایک ایسا انوکھا کردار تھا جس سے اس طرح ملنے کا کوئی تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا...... میں نے باہر نکلنے کے لئے کوئی جدوجہد نہیں کی...... نہ ہی ملازم کو طلب کر کے اس سے کوئی شے مانگی...... یہاں تک کہ رات ہو گئی...... دیوار پر لگی ہوئی خوبصورت گھڑی میں گھنٹے بجتے رہے تھے...... ساڑھے آٹھ بجے کے قریب ایک شخص اندر داخل ہوا...... یہ تیسرا ملازم تھا...... اس نے اندر داخل ہو کر کہا۔

"کھانا لگا دیا ہے جناب...... برائے کرم آیئے" میں حیران نگاہوں سے اسے دیکھنے لگا، لیکن بہرحال اپنی جگہ سے اٹھ گیا...... وہ مجھے اپنے ساتھ لئے ہوئے غالباً کھانے کے کمرے میں آیا تھا...... بیڈ روم جس انداز کا دیکھا تھا اس کے بعد کھانے کا یہ کمرہ اگر شاندار نہ ہوتا تو حیرت ہوتی...... میرے سلسلے میں ایک دلچسپ بات یہ تھی کہ میں کسی بھی شے سے اجنبی نہیں تھا...... اگر سڑک پر پڑی ہوئی کسی گٹر لائن میں میرے لئے کوئی جگہ منتخب کی جاتی تو مجھے وہاں بھی حیرت نہ ہوتی اور اعلیٰ سے اعلیٰ درجے کے کسی شاندار مکان میں بھی میرے لئے اجنبیت نہ تھی، البتہ بہت سی حیرتیں مختلف انداز میں دامن گیر تھیں...... کھانے کے اس عظیم الشان کمرے میں میز کے گرد میرے علاوہ کوئی نہیں تھا...... لیکن ملازموں نے اتنا کھانا لگایا تھا کہ اگر پندرہ آدمی ہوتے تو ان کے لئے بھی یہ کھانا کچھ زیادہ ہی ہوتا...... میں نے اس سلسلے میں سوال کر ہی لیا۔

"کیا نواب صاحب موجود نہیں ہیں......؟"۔

"وہ اس وقت یہاں نہیں ہوتے"۔

"کہاں ہوتے ہیں؟"۔

"پتا نہیں صاحب...... ہو سکتا ہے کہ گھر میں ہوں"۔

"کیا یہ ان کا گھر نہیں ہے؟"۔

"نہیں یہ تو گیسٹ ہاؤس ہے"۔

گیسٹ ہاؤس...... یہاں آپ لوگ اپنے مہمانوں کو قید کرتے ہیں...... "خوب" میں

ے مسکراتے ہوئے کہا اور کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گیا۔

"معاف کیجئے گا...... کھانے کے بارے میں آپ سے کچھ پوچھا نہیں گیا، جبکہ نواب احب نے ہدایت کر دی تھی کہ آپ کو آپ کی پسند کی چیزیں مہیا کی جائیں...... اگر کسی اور ے کی ضرورت ہے تو بتایئے"۔

"نہیں شکریہ" میں نے میز پر نگاہیں دوڑاتے ہوئے کہا...... میرے سامنے نیپکن رکھا ...... پلیٹ رکھی گئی اور پھر وہ دونوں آدمی جو کھانا سرو کر رہے تھے بڑے ادب سے مجھے انے پینے کی چیزیں پیش کرتے رہے...... یہ بات تو میرے علم میں آ چکی تھی...... کہ نواب ربا اس وقت موجود نہیں ہے...... تھوڑا سا فائدہ ان لوگوں کی ناواقفیت سے اٹھایا جا سکتا ہ...... میں نے کہا۔

"میں کھانا کھانے کے بعد چہل قدمی کرتا ہوں...... کیا مجھے اس کی اجازت ہے؟"۔

"سر...... اس سلسلے میں ہمارا علم محدود ہے...... ہمیں نہیں معلوم"۔

"کیا طریقہ ہو گا معلومات کرنے کا......؟"۔

"اس وقت کچھ نہیں...... سر"۔

"تو پھر اب میں کیا کروں؟"۔

"اپنے کمرے میں تشریف لے چلئے...... اس نے کہا میں نے ایک لمحے کے لئے سوچا پھر موشی سے اپنے کمرے کی جانب چل پڑا...... جب میں دروازے سے اندر داخل ہونے لگا تو انے کہا"۔

"صبح کا ناشتہ کمرے میں لے آنا"۔

"بہت بہتر سر" پھر میں دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گیا، لیکن اندر داخل ہوتے ہی ے ایک دم سنبھلنا پڑا...... سامنے ہی صوفے پر ایک خاتون نیم دراز تھیں...... تراشے ہوئے ہرے بال...... گہری سیاہ آنکھیں...... گول پرکشش چہرہ...... سامنے سنٹر ٹیبل پر شراب ے برتن سجے ہوئے تھے...... مجھے دیکھ کر سنبھل گئیں...... مسکراہٹ کو اور پرکشش بنایا اور لکش آواز میں بولیں۔

"آیئے"۔

"کیا میں غلطی سے ادھر آ گیا ہوں......؟ میں نے کڑی نگاہوں سے اسے گھورتے

ہوئے کہا"۔

"جی نہیں...... وہ حیرت سے بولی"۔

"تو کیا یہ کمرہ آپ کو دے دیا گیا ہے...... ؟"۔

"بالکل نہیں" وہ کسی قدر نروس سی ہو گئی"۔

"پھر آپ یہاں کیا کر رہی ہیں؟"۔

"آپ کا انتظار"۔

"خیریت؟"۔

"مجھے آپ کی خدمت کی ہدایت دی گئی ہے"۔

"کیا خدمت کریں گی آپ میری؟"۔

"آپ جو حکم دیں گے...... اس نے اپنے آپ کو سنبھالنے کی کوشش کی...... مسکرائی بالوں کو جھٹکا دیا...... بدن کو لہرایا، تاکہ میں اس پر غور کروں...... میں نے اس پر غور کیا اور کہا"۔

"یہ کیا ہے؟"۔

"یہ جی اگر آپ من...... مناسب سمجھیں ت...... تو...... اس کا لہجہ گھبرایا ہوا تھا"۔

"میں خود باہر نکل جاؤں...... میں نے دروازے کی طرف رخ کر کے کہا؟"۔

"نہیں سر...... اگر آپ پسند نہیں کرتے تو میں چلی جاتی ہوں"۔

"یہ اٹھایئے یہاں سے" میں نے کرخت لہجے میں کہا۔

"ابھی ملازم کو بھیجتی ہوں"...... وہ اپنی جگہ سے کھڑی ہو گئی...... اب اس کے چہرے کے نقوش بدلنے لگے تھے، ایسا بے تکا آدمی شاید اس نے پہلی بار دیکھا تھا...... وہ دروازے کی طرف بڑھی تو میں نے گرج کر کہا۔

"سنو...... وہ ٹھٹھک کر رک گئی...... میں ترش لہجے میں بولا"۔

"یہ سب اٹھاؤ...... ملازم کا انتظار نہیں کیا جا سکتا...... چلو...... میں ایک قدم آگے بڑھا تو وہ میز پر جھپٹ پڑی...... پھر اس نے پھرتی سے بوتل بغل میں دبائی...... گلاس ہاتھوں میں پکڑے جو اس کے ہاتھوں کی لرزش سے بجنے لگے تھے...... آئس بکس، غیرہ بھی اٹھایا اور سہمی ہوئی سی دروازے کی جانب بڑھی...... میں نے دروازہ کھولا اور اس کے باہر نکلتے ہی دروازے کو آواز کے ساتھ بند کر دیا...... بہرحال لطف بھی آرہا تھا، حیرت بھی تھی...... میں نے سوچا کہ

ں کو الجھانے کے بجائے پیش آنے والے ہر واقع سے دلچسپی لی جائے...... اس طرح وقت پر سکون ہو جائے گا اور صورت حال کو سمجھنے کا موقع بھی ملے گا...... اگر خود ہی اپنے آپ یا الجھتا رہا تو ہر بات الجھاتی رہے گی...... الجھنوں سے بچنے کا طریقہ ایک ہی تھا کہ اپنے آپ کو لمحے کے لئے مطمئن کر لوں...... وقت کی ہر جنبش کو دلچسپی کی آنکھوں سے دیکھوں اور ظار کروں کہ مشکل کے یہ لمحات کب پیچھا چھوڑتے ہیں...... یہ سب کچھ نہیں چاہئے تھا مجھے میرے سامنے آگیا تھا، لیکن جو آگیا تھا اس سے گریز کرنا بھی ممکن نہیں تھا...... سوائے اس ے کہ اسے استعمال کروں...... پھر میں آرام سے مسہری کی جانب بڑھ گیا اور سوچنے لگا کہ ہیں کب تک یہ مسہری میری تقدیر میں لکھی ہوئی ہے...... ہو سکتا ہے اس کے بعد پھر سے ل کی سلاخیں ہوں اور میرے ہاتھوں میں شکنجے...... کیا کہا جا سکتا ہے؟ جس شیطانی جال میں فتار ہوا تھا اس کے چلتے ہوئے چرخے کو میں نہیں روک سکتا تھا، چنانچہ میں لیٹا اور انتہائی شش کر کے نیند کو آخر آنکھوں میں بسا ہی لیا...... دوسری صبح پر سکون تھی، چونکہ وقت اور لات سے سمجھوتہ کرنے کا فیصلہ کر چکا تھا...... اس لئے سوچنے سمجھنے کی صلاحیتیں بھی ساتھ ے رہی تھیں اور آنے والے وقت کے بارے میں کوئی مناسب فیصلہ کر سکتا تھا...... اس میں ئی شک نہیں کہ والد صاحب کی سرپرستی میں پیرو میں تعلیم حاصل کرتے ہوئے میری عمر ہت زیادہ نہیں تھی، لیکن چونکہ تنہا رہ رہا تھا...... ہر طرح کے حالات کو فیس کر رہا تھا، اس لئے نیا کے بارے میں عمر سے کچھ زیادہ ہی واقفیت حاصل ہو گئی تھی، چنانچہ اب وہ واقفیت کام رہی تھی...... بلاشبہ مجھ سے بچپن کے کچھ سال چھین لئے گئے تھے، لیکن اب تجربات بہت یزی سے ہو رہے تھے اور چھینے ہوئے سالوں کی کسر پوری ہو رہی تھی...... دنیا کو سمجھ رہا تھا اور وں جوں دنیا میری سمجھ میں آرہی تھی، میرے تجربات میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا...... جس ورت حال سے گزرا تھا اس کے بعد اب اس نئی صورت حال کا سامنا تھا اور یہ دیکھنا تھا کہ لب دلربا...... مجھ سے کیا چاہتے ہیں؟ ویسے جس جدید ماحول سے واسطہ پڑا تھا وہ راجہ جوگیال یاد دلاتا تھا...... اس وقت کی یاد...... جب راجہ جوگیال نے میری زندگی کے صبح و شام بدل یئے تھے...... بہرحال...... دوسری صبح میں بے حد پر سکون تھا اور اب ہر قسم کے تردد سے پنے آپ کو تو آزاد کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا میں نے...... وقت مقررہ پر ناشتہ میرے کمرے میں ا پہنچ گیا اور میں نے یہ تک نہیں دیکھا کہ ناشتہ لانے والا کون ہے؟ اب ان تمام چیزوں سے

کوئی غرض ہی نہیں رہی تھی...... ناشتہ پر سکون انداز میں کیا...... وہی ملازم برتن بھی اٹھا کر لے گیا...... مجھے اس بات کی بالکل پرواہ نہیں تھی کہ کمرے کا دروازہ باہر سے بند رکھا جاتا ہے...... دن کے کوئی دس بجے ہوں گے کہ کوئی انتہائی مناسب بدن کی ملکیت تقریباً اٹھائیس انتیس سالہ خاتون تشریف لائیں...... چہرے پر مسکراہٹ...... آنکھوں میں خلوص بڑی بے تکلفی سے بولیں۔

"ہیلو...... سکندر صاحب کیسے ہیں آپ......؟ میں نے سپاٹ آنکھوں سے اسے دیکھا اور کوئی جواب نہیں دیا تو وہ بولی"۔

"آپ کو یہاں کوئی تکلیف تو نہیں ہوئی؟"۔

"میرا خیال ہے مجھے کوئی تکلیف نہیں ہوئی ہے...... آپ کا کیا خیال ہے؟"۔

"ہونی بھی نہیں چاہئے، ویسے میرا نام صوفیہ ہے......اور مجھے آپ کے بارے میں مکمل طور پر بتا دیا گیا ہے...... آپ نواب دلربا کے ایک معزز مہمان ہیں اور نواب دلربا نے ہم لوگوں سے کہا ہے کہ ہم آپ کا پورا پورا خیال رکھیں"۔

"تو آپ میرا پورا پورا خیال رکھئے گا" میں نے مسکرائے بغیر کہا۔

"کوئی ضرورت ہو تو بتائیے؟"۔

"اخبار چاہئے"۔

"اخبار اور ٹیلی فون کے لئے منع کر دیا گیا ہے"۔

"خوب ایک اور خواہش ہے پوری کریں گی آپ؟"۔

"جی......جی فرمائیے......ہم آپ کی ہر خدمت کے لئے تیار ہیں"۔

"اگر آپ جیسی بے وقوف عورتیں میرے پاس نہ آیا کریں تو بہتر ہے...... کل ایک صاحبہ غلاظت کا ڈھیر اٹھائے میرے کمرے میں گھس آئی تھیں...... انہیں نکالا تو آپ آمریں...... آپ کو شرم نہیں آتی فضول باتیں کرتے ہوئے...... خاتون کا چہرہ دھواں دھواں ہو گیا تھا......انہوں نے حیرت سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

"آپ کیا کہہ رہے ہیں......؟ میری سمجھ میں نہیں آ رہا"۔

"آپ جو بکواس کر رہی ہیں کہ آپ کو میری خدمت پر معمور کیا گیا ہے اور ہر سہولت مہیا کرنے کی ہدایت کی گئی ہے آپ کو، لیکن آپ مجھے اخبار دے سکتی ہیں نہ میں ٹیلی فون

استعمال کر سکتا ہوں...... کیا آپ کو خود شرم نہیں آتی فضول باتیں کرتے ہوئے"۔

"دیکھئے ہم"

"شٹ اپ...... گیٹ آؤٹ...... میں نے دروازے کی جانب انگلی اٹھا کر کہا اور اپنی جگہ سے ایسے اٹھا جیسے اس خاتون پر جھپٹا مارنا چاہتا ہوں...... دیکھنے کے قابل منظر تھا...... انہوں نے دروازے کی طرف دوڑ لگائی، لیکن دروازہ کھولنا بھول گئیں اور زوردار ٹکر دروازے کو ماری...... واپس گرتے گرتے بچیں...... لیکن دوسری بار انہوں نے دروازہ کھول لیا اور برق رفتاری سے باہر نکل گئیں...... میں دانت پیس کر دروازے کو دیکھتا رہ گیا...... جاتے ہوئے ن کمبخت نے دروازہ بند کرنا نہیں بھولا تھا...... بہر حال میں اپنے اس رویئے سے خوش تھا ور تھوڑا سا لطف بھی آیا تھا...... پھر کافی دیر یہاں وقت گزارا...... دوپہر کو کھانا کھانے سے پہلے نواب دلربا دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا...... پان کا ملغوبہ منہ میں بھرا ہوا تھا بلکہ اوور ہو جانے کی وجہ سے دہانے کے دونوں سروں سے بہہ گیا تھا...... بدن سے خوشبو کی لپیٹیں ٹھ رہی تھیں...... پیچھے اگالدان اٹھائے ہوئے ایک شخص ان کے ساتھ تھا...... نواب دلربا کے اشارے پر اس نے وہ اگالدان ایک جگہ رکھ دیا اور نواب نے کچھ لمحے جگالی کرنے کے بعد وہ اگالدان گندا کرنا شروع کر دیا...... مجھے سخت کراہیت ہو رہی تھی...... پھر اپنا کیا دھرا ملازم کے حوالے کر کے خود میرے سامنے بیٹھ گیا اور بولا۔

"کہو...... جان کے ٹکڑے کیسی گزر رہی ہے؟"۔

"آپ نے مجھے کھلونا بنا رکھا ہے نواب صاحب...... بہر حال ایسا ہوتا ہے...... اچھے اچھے لوگ مشکلوں میں پھنس جاتے ہیں"۔

"چندا میری محبت کو مشکل کیوں سمجھ رہے ہو؟"۔

"خوب مذاق کر رہے ہیں آپ نواب صاحب...... کسی کو قید کر کے اسے محبت کا نام دے رہے ہیں"۔

"وجہ ہے اس کی آنکھوں کے نور...... وجہ ہے اس کی...... ویسے اٹھتی عمر ہے جو جی چاہے کہہ لو...... گھٹن نکال لو......اصل میں یہ زمانہ لین دین پر چلتا ہے...... جانو...... کسی کے لئے کچھ کرو گے تو کسی سے کچھ کراؤ گے...... کیا سمجھے؟ اب دیکھو نا یہ حسن و جوانی ہے، بیٹھے ہوئے زمانے کو کوس رہے ہو...... ارے ہم کیا کوئی بھی دیکھے گا تو قید کر لے گا دل میں یا

آنکھوں میں...... ہم نے تو تمہیں اس کمرے میں ہی رکھا ہے اور ایسا قید خانہ ہمیں دے دو...... قسم ایمان کی ساری زندگی گزار دیں گے...... دروازے پر دستک ہوئی تو نواب نے گفتگو کا سلسلہ منقطع کر دیا اور غرا کر بولا۔

"آؤ مرو...... کون ہو؟ چین تو نام کو نہیں ہے...... حرام کے جنوں کو...... ارے او کتے کی نسل باہر کیوں کھڑا ہے...... اندر آ جا...... لیکن آنے والی کتیا کی نسل سے تھی، یعنی وہ خاتون جواب سے کچھ دیر پہلے میرے ساتھ مذاق فرما کر گئی تھیں"۔

"تم ہو شکر ہے...... اندر آنے کی آواز سن لی تم نے...... یار کو دیکھنے آئی ہو کیا......؟ پتہ نہیں ہوتا تمہیں جب کہیں میں کسی سے بات کرنے جا رہا ہوتا ہوں تو تم کالی بلیوں کو راستہ نہیں کاٹنا چاہئے...... چلو اب مرونا...... منہ سے پھوٹو...... کیا بھونکنے آئی ہو؟"۔

"وہ نواب صاحب...... ٹیلر ماسٹر آ گیا ہے...... صوفیہ خاتون نے خود کو سنبھالتے ہوئے کہا"۔

"تو کہاں رکھ آئی ہو اسے اپنے کمرے کے غسل خانے میں" نواب دلربا نے کہا۔

"ڈرائنگ روم میں بٹھا دیا ہے جناب"۔

"بالی عمر کا ہے کیا......؟ نواب کمینے پن سے بولا۔

"جی...... میں سمجھی نہیں...... صوفیہ نے تھوک نگلتے ہوئے کہا"۔

"چھوٹی عمر کی ہو نا ابھی...... چھوٹی چھوٹی باتیں کہاں سمجھو گی......؟ اری چمار جنی...... کہاں ہے وہ؟ اسے لے کر آ...... یا پھر کل صبح نکالے گی کمرے سے...... صوفیہ جلدی سے باہر نکل گئی...... میں حیرانی سے اس شے کو دیکھ رہا تھا جس کا نام نواب دلربا تھا...... کمبخت کسی کے ساتھ شرافت سے پیش ہی نہیں آتا تھا...... بہر حال اس وقت مجھے اس اچھی خاتون عورت کی توہین کا افسوس ہوا تھا...... بہر حال...... تھوڑی دیر کے بعد وہ واپس آئی، اس کے ساتھ ایک ادھیڑ عمر کا شخص تھا۔

"آداب بجا لاتا ہوں دلربا صاحب...... آنے والے نے جھک کر کہا"۔

"درزی کا کام چھوڑ کے گانے بجانے کا کام شروع کر دیا ہے کیا؟ کام کرو کام...... ناپ لو ہمارے شہزادے کا...... ایسے سوٹ سیو کہ لوگ لندن کے ہی اینڈ شی کو بھول جائیں...... کو دوسرا کام نہ ہو اس وقت تک جب تک دکان میں یہ سارے جوڑے نہ سل جائیں، د

تمہاری دوکنیا کا تو انشورنس بھی نہ ہو گا"۔

"حضور کا حکم کافی ہے...... میری مجال کہ انکار کروں"۔

"لکھنئو کے ہیں اپنے شہزادے" نواب دلربا نے میری طرف رخ کر کے آنکھ مارتے ہوئے کہا...... ادھیڑ عمر شخص نے ایک نوٹ بک اور لباس ناپنے کا فیتہ لیا اور میرے قریب آ گیا"۔

"یہ سب کیا ہے...... نواب دلربا؟"۔

"کچھ تحفے دیں گے تمہیں...... جان کے ٹکڑے"۔

"لیکن کیوں...... آخر کیوں؟"۔

"ہمیں اپنا کام کرنے دو...... ایک وقت میں ایک کام زیادہ اچھا لگتا ہے...... کیا سمجھے؟ نواب نے کہا اور اچانک ہی اس کے چہرے کے نقوش بدل گئے...... جب درزی اپنا کام کر کے چلا گیا تو نواب نے مجھے گھورتے ہوئے کہا"۔

"خود پر کبھی غور کیا ہے...... ہم تو کتنے پیار سے پیش آ رہے ہیں اور تم سب کے سامنے ہم سے سوالات کرتے ہو...... دیکھو ہر انسان کا ایک طریقہ کار ہوتا ہے زندگی گزارنے کا...... ہم نے طاقت حاصل کی ہے...... طاقت کے بل پہ یہ سؤر کی اولادیں ہمارے پاؤں چھوتے ہیں...... ان کے سامنے ہی اگر تم نے ہم سے ٹیڑھی میڑھی باتیں شروع کر دیں تو کیا عزت رہ جائے گی ان کے سامنے ہماری...... ہم جیسا تم سے پیش آ رہے ہیں اس کے جواب میں ہم سے پیار سے ہی باتیں کرو...... ان لوگوں کی مجال نہیں ہے کہ ہمارے سامنے زبان کھولیں...... تم بھی تھوڑی سی تو عزت کر لیا کرو ہماری"۔

"میں آپ کا غلام نہیں ہوں...... مجھے یہ تک نہیں بتایا گیا کہ مجھے یہاں قید کیوں کیا گیا ہے؟"۔

"غلام بننا چاہتے ہو کلیجے نہ بنو تو اچھا ہے...... دوستی سے آغاز کیا ہے ہم نے...... مگر تم چاہو تو غلام بھی بنا لیں گے تمہیں...... ان سارے حرام کے پلوں کی طرح ہمارے جوتے چاٹو گے...... ایسا نہ کرو تو اچھا ہے"۔

"تو گویا آپ مجھے دھمکی دے رہے ہیں" میں نے کہا۔

"دینی پڑ رہی ہے کیا کریں...... نہ ہماری سن رہے ہو نہ اپنی سنا رہے ہو...... ہم الو کے

پٹھے نہیں ہیں کہ ہر بات میں تمہاری للو چپو کرتے رہیں...... ہم سے تعاون کرو گے تو بہتوں کا بھلا ہو گا اور اگر نہیں کرو گے تو نواب دلربا کے چہرے پر بھیڑیوں جیسی کیفیت نظر آنے لگی...... بہر حال اندازہ ہو تا جارہا تھا کہ کمینہ بھی ہے اور خطرناک بھی...... لیکن بہر حال وقت تو گزارنا ہی ہو گا...... یہ دیکھنے کے لئے کہ آگے کے حالات کیا ہوتے ہیں...... ؟ اسے بھی کوئی جلدی نہیں تھی...... آرام آرام سے اپنے کام کر رہا تھا...... میرے لئے اس نے جو ماحول یہاں مہیا کیا تھا، وہ راجہ جو گیال سے بھی کہیں زیادہ شاندار ماحول تھا، البتہ ایک بات سے کچھ سکون حاصل ہو تا تھا...... راجہ جو گیال کا تو کوئی دین دھرم نہیں تھا...... وہ ایک پر اسرار آدمی تھا...... شیطانی قبیلے کا ایک فرد اور اس نے مجھے جیوتش کے علم سے واقف کیا تھا، جبکہ نواب دلربا...... جان مائیکل کے ساتھیوں میں سے تھا...... جان مائیکل بہر حال ایک دنیادار آدمی تھا...... راجہ جو گیال نے مجھے تربیت کے لئے جان مائیکل کے پاس پہنچایا تھا...... بہر حال جو کوشش اس نے کی تھی اور بعد میں جس طرح میری اس سے ٹھن گئی تھی، اس کے بعد عارضی طور پر تو میں راجہ جو گیال کے چنگل سے نکل آیا تھا، لیکن ابھی نواب دلربا اور کون جانے اس کمبخت کا تعلق بھی کہاں سے نکل آئے...... ؟ کیا چاہتا ہے مجھ سے ؟ ابھی یہ بتانے پر آمادہ نہیں تھا، لیکن مجھ سے ملتا رہتا تھا...... اب میرے سر محترمہ صوفیہ پڑی ہوئی تھیں...... مجھے اس سے ہمدردی کا احساس بھی ہو تا تھا...... دکھ بھی ہو تا تھا...... زمبل میرے دل میں تھی لیکن وہ اس طرح میرے سے دور ہو گئی تھی کہ اب مجھے یقین ہو گیا تھا کہ وہ کبھی مجھ تک نہیں آئے گی...... ہاں اس میں کوئی شک نہیں کہ دل میں کبھی کبھی جب اس کا احساس جاگتا تو یوں محسوس ہو تا جیسے دل کا کوئی گوشہ خالی ہو...... پتا نہیں کس چکر میں ہو گی بیچاری...... ؟ اب یہ اندازہ تو مجھے بخوبی ہو گیا تھا کہ مہاکال اسالیس کا پیرو کار تھا اور اسالیس شیطان تھا...... جسے دنیا میں برائیاں پھیلانے کا کام کرنا ہو تا تھا اور وہ اپنے تمام حربے آزما کے رہتا تھا...... میں اب یہ سوچ رہا تھا کہ جیسے ہی مجھے موقع ملے گا میں اپنی جان بچانے کی کوشش کروں گا...... تھوڑا تھوڑا سا تجربہ تو اس دنیا کا ہو تا جارہا تھا...... مکمل تجربہ بھی حاصل ہو ہی جائے گا...... کئی دن گزر گئے اور ایک دن پھر نواب دلربا میرے پاس آ گیا۔

"ہاں شہزادے...... کیسی گزر رہی ہے ؟"۔

"ٹھیک ہوں"۔

"تمہارے اپنے دل میں بھی کوئی خیال ہو گا...... کچھ تفصیل نہیں بتاؤ گے اپنے بارے میں...... کہاں پیدا ہوئے تھے...... کہاں چکر چلا تھا؟"۔

"اوہو...... بس اتنا ہی کہہ دینا کافی ہے کہ زندگی ایک بے کار سی چیز ہے"۔

"وہ راجہ جو گیال جو تھا اس کا تو اب کچھ اتا پتا نہیں ہے...... بڑی معلومات کی تھیں ہم نے اس کے بارے میں...... آدمی کچھ عجیب سا لگا تھا مگر ہماری لائن کا نہیں تھا...... اصل میں کئی طرح کے جواری ہوتے ہیں...... کچھ وہ ہوتے ہیں جو جادو ٹونوں کا سہارا لے کر یا گھوڑوں پر ریس لگا کر دولت مند بننے کے خواب دیکھتے ہیں...... کچھ ہم جیسے ہوتے ہیں جو عقل کا جوا کھیلتے ہیں...... چاند کے ٹکڑے...... تمہیں دیکھ کر ہمارے دل میں یہی خیال آیا تھا...... دیکھو زندگی بنانے کی کوشش کرنی چاہئے...... تمہارا رنگ و روپ...... تمہارا بدن یہ سمجھ لو مردانہ وجاہت کا شاہکار ہے...... یہ ہمارے ہاں جتنی حرام زادیاں ہیں ساری کی ساری للچائی ہوئی نظروں سے تمہاری طرف دیکھتی ہیں...... پر ایک بات کہہ دی ہے ہم نے ان سے...... اگر کسی نے تمہاری قربت حاصل کرنے کی کوشش کی تو تیزاب میں نہلا دیں گے...... بات سب کی سمجھ میں آ گئی ہے...... یہی وجہ ہے کہ کوئی تم تک نہیں پہنچتی...... ایک اور کو بھیج رہے ہیں تمہارے پاس تھوڑے دنوں کے بعد...... تم بھی خیال رکھنا...... دیکھو بگاڑنے والیاں تو بہت مل جاتی ہیں...... اپنے آپ کو بنانا بڑی بات ہے...... کئی مثالیں ہیں ایسی چاند کے ٹکڑے...... کھلتے چمکتے آئے اور چوسے ہوئے آم بن کر کسی گوشے میں جا پڑے...... دنیا اپنی زندگی بناتی ہے...... جو کام ہم تم سے لینا چاہتے ہیں سمجھ لو وہ تمہاری بھی زندگی بنادے گا اور ہماری بھی...... بہت سوں سے ٹھنی ہوئی ہے ہماری اور ہم...... شطرنج کی بساط بچھائے ہوئے اپنے مہرے بڑھاتے رہتے ہیں...... پر چہروں کے بغیر تو کام نہیں چلتا نا...... چھوڑو...... ان باتوں کو دیکھو دنیا کا انداز بدل گیا ہے...... ہر شخص اصلیت کے نقوش مٹانے پر تل گیا ہے...... بہت سے ایسے واقعات سامنے آتے ہیں کہ باپ سسرا جامتیں بناتے بناتے مر گیا...... بیٹا امپورٹر ایکسپورٹر...... بہت سی ٹریڈ یونینوں کا چیئرمین...... باپ کمہار کا کام کرتا رہا اور بیٹا چیمبر آف کامرس کا ممبر...... رہی سہی کسر...... دوبئی، شارجہ اور کویت کے پیسے نے پوری کر دی ہے...... کیا پوچھو گے...... ؟ خاندان کے خاندان بدل گئے...... پیسوں سے خاندان بنتے ہیں پیچھے سے ذات کچھ بھی ہو...... تو مطلب یہ ہے کہ تم خود بھی میدان میں آؤ...... اپنی

اس شخصیت سے فائدہ اٹھاؤ...... ہم تمہارے مددگار ہیں کیا سمجھے؟"۔

"مگر مجھے یہ تو پتا چل جائے نواب دلربا...... مجھے کام کیا کرنا ہوگا؟"۔

"نہیں اتنی جلدی اچھا نہیں رہے گا...... بس یہ سمجھ لو کہ ہم جو کچھ کریں گے اچھا ہی کریں گے...... ہم ٹھہرے ٹیکنیکل آدمی...... مار مارتے ہیں مگر فن کی مار مارتے ہیں...... کیا سمجھے؟ بولو کیا کہتے ہو؟"۔

"نہیں نواب دلربا...... آپ نے پہلے ہی میرے اوپر بے شمار پہرے بٹھا رکھے ہیں، لیکن بہر حال یہ سمجھ لیجئے کہ میں آپ سے کبھی انحراف نہیں کرونگا"۔

"پکی بات ہے پھر ہاتھ ملاؤ" میں نے بہر حال مجبوراً اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا تھا...... میں نے ایک بار پھر کہا۔

"زیادتی کر رہے ہیں آپ...... ہاتھ ملانے کے بعد تو ایک دوسرے پر اعتبار قائم ہو جاتا ہے...... تھوڑا بہت تو پتا چلنا چاہئے مجھے"۔

"ارے کیا پتا چلاؤ گے؟ تم یہ سمجھ لو کہ اپنی شخصیت سے کام لینا ہے تمہیں...... شہزادہ بنا کر دنیا کے سامنے لائیں گے اور خراج وصول کریں گے...... بس یہ سمجھ لو میں ٹھنڈی سانس لے کر خاموش ہو گیا تھا...... رات کی تنہائیوں میں میں نے کئی بار زمبل کو پکارا تھا...... اپنے ماں باپ کو پکارا تھا...... آرزو کی تھی فریاد کی تھی...... کہا تھا میں نے ان سے کہ قصور میرا نہیں ہے...... آپ لوگ خود میری حفاظت نہ کر سکے اور اب اس طرح دنیا کی ٹھوکروں میں آکر پڑا ہوں کہ سنبھلنے کا موقع ہی نہیں مل رہا...... کیا کروں؟ کیسے زندگی گزاروں...... پتا نہیں یہ کمبخت مجھے اور کس طرح جال میں پھنسانا چاہتا ہے...... بہر حال...... اس نے جس شخصیت کے بارے میں مجھ سے کہا تھا وہ آ گئی...... یہ بھی ایک نوجوان اور حسین لڑکی تھی نام رخسانہ تھا...... صوفیہ کی ڈیوٹی اس کے آنے کے بعد ختم ہو گئی...... صوفیہ سے بھی زیادہ اچھی تھی...... عمر تقریباً چوبیس سال، چہرہ کتابی...... رنگ گلابی...... قد کوئی پانچ فٹ آٹھ انچ، وزن 70 پونڈ...... بہر حال خوبصورت فریم کا چشمہ لگائے ہوئے تھی...... مجھے سر سے پاؤں تک دیکھا اور اپنے گلابی ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے بولی۔

"میں نے لپ اسٹک نہیں لگائی...... کیسی لگ رہی ہوں؟ میں نے اسے گھور کر دیکھا تو وہ آہستہ سے بولی"۔

"پوچھنے میں کیا حرج ہے...... ؟دل چاہے تو کہہ دو"۔

"کیا کہلوانا چاہتی ہیں آپ اپنے بارے میں" میرے اندر کا تیکھا پن ابھر آیا۔

"مطلب؟"۔

"میرا جواب برداشت نہیں کر سکیں گی"۔

"ویری گڈ...... کوشش کروں گی"۔

"تو پھر سنئے آپ کے اندر کوئی قابل تعریف بات نہیں ہے، کیونکہ آپ ایک ایسے ں کی نمائندگی کر رہی ہیں جو غلاظت کا ایک انبار رکھتا ہے...... رخسانہ میرے الفاظ سے ی طرح چونک پڑی پھر بولی۔

"ارے...... ارے...... ارے...... کیا باتیں کرنے بیٹھ گئے آپ؟ بہر حال سنیئے میں پ کی استاد ہوں...... کیا خیال ہے؟ مجھے اپنے استاد کے طور پر تسلیم کریں گے"۔

"رخسانہ ہے نا آپ کا نام؟"۔

"جی"۔

"دیکھئے...... میں آپ سے ایک بات کہوں جو کام آپ کو کرنا ہے آپ اسے کیجئے...... بڑے دماغ کا آدمی ہوں...... آپ کو میرے ہاتھوں سے کوئی نقصان نہ پہنچ جائے...... لڑکی ہر حال لڑکی ہوتی ہے...... میرے ان الفاظ سے وہ کچھ سہم سی گئی، لیکن بہر حال...... اس کے بعد اس نے میری تربیت شروع کر دی...... اٹھنا بیٹھنا...... کھانا پینا ایسے انداز اختیار کئے اس نے کہ شروع میں تو مجھے برا لگا لیکن پھر آہستہ آہستہ مجھے اپنا ماحول اپنی زندگی یاد آتی چلی ئی...... ایسے ہی تو گزر بسر کرتا تھا میں ویسے حقیقت یہ ہے کہ دماغ چیخ رہا تھا...... میں نے اچھی طرح جائزہ لے لیا تھا...... ہر طرح سے جائزہ لے لیا تھا...... بہر حال میں رخسانہ کے ساتھ ابھی نکلا تھا، لیکن یہ بات میں نے اچھی طرح معلوم کر لی تھی کہ نواب دلربا کے آدمی یرے ارد گرد پھیلے ہوئے ہیں اور یہ سب کے سب مسلح ہوتے ہیں...... گویا اگر میں اپنے طور ہ کوشش کرتا تو زندگی خطرے میں پڑ سکتی تھی اور نواب دلربا...... جیسا آدمی مجھے اچھی طرح ندازہ ہو گیا تھا کہ اپنا کوئی کام خراب ہوتے دیکھ کر وہ کسی کی بھی زندگی لینے سے کبھی کوئی ریز نہیں کرے گا، لیکن کام کیا ہے؟ یہ اللہ ہی جانتا ہے اور اس کے بعد ایک دن نواب دلربا نے مجھ سے مل کر کہا۔

"اب تمہیں کرائے کے ماں باپ مہیا کر رہا ہوں میں"۔

"کیا؟ میں...... حیرت...... سے منہ کھول کر رہ گیا"۔

"ہاں...... میں تمہیں کرائے کے ماں باپ مہیا کر رہا ہوں...... بڑے میاں اور بڑی بی...... بڑی اچھی شخصیت کے مالک ہیں اور تم آسانی سے ان کی اولاد لگو گے...... کیا سمجھے......؟ رخسانہ تمہارے ساتھ رہے گی...... یہ تمہاری بہن کا درجہ رکھتی ہے...... کیا سمجھے؟

"لیکن"۔

"بس...... بس بس...... یوں سمجھ لو کہ کام پورا ہو گیا ہے جو کچھ نظر آنے لگے ہو وہ کافی ہے"۔

"ٹھیک ہے" پھر وہاں سے منتقل ہو گیا...... کرائے کے ماں باپ کو دیکھا اور غم کی گہری سانس لے کر رہ گیا...... فرشتوں جیسی صورت والی ماں اور اچھی خاصی شخصیت کا یہ باپ دونوں کے دونوں اچھی شخصیت کے مالک تھے...... انہوں نے مجھے ہاتھوں ہاتھ لیا، لیکن بات وہی تھی...... بہر حال میں ان کی عزت کیسے کر سکتا تھا...... البتہ ان لوگوں نے میرے ذہن پر اچھے اثرات چھوڑے تھے...... اور پھر ایک دن...... میں نے اپنی جعلی ماں کی زبان کھولی۔

"کسی نہ کسی کی ماں تو ہو گی اور اگر قدرت نے تمہیں اس نعمت سے محروم رکھا ہے تو کم از کم مصنوعی ماں کے طور پر ہی ممتا کا اظہار کر دو" خاتون جن کا نام رقیہ بیگم اور ان کے شوہر کا نام فیض علی تھا...... مجھے دیکھتی رہ گئیں...... آنکھوں میں ایک لمحے کے لئے آنسو آئے لیکن پھر آنسو پی گئیں...... مجھ سے بولی۔

"کیا چاہتے ہو مجھ سے؟"۔

"سب کچھ تو جانتی ہو تم یہ بھی پتا ہے تمہیں کہ میں ایک قیدی ہوں...... ایک ایسا قیدی جس کی قید لامحدود ہے...... صرف یہ جاننا چاہتا ہوں کہ نواب دلربا کیا کرنا چاہتا ہے؟"۔

"سنو...... وہ تمہاری شادی ایک ایسے امیر گھرانے کی بیٹی سے کرنا چاہتا ہے جس کی دولت کی کوئی انتہا نہیں ہے...... اس لڑکی سے تمہاری شادی کر کے وہ ان لوگوں کی دولت پر قبضہ کروانا چاہتا ہے...... تمہارا رشتہ دیا جا چکا ہے...... تمہیں یہ ظاہر کرنا ہو گا کہ تم باہر سے آئے ہو...... رخسانہ جو فلمیں تمہیں دنیا کے بارے میں دکھا رہی ہے...... اس کا مقصد یہی ہے کہ ان جگہوں کے بارے میں جان لو...... رخسانہ ہی ہو گی جو تمہاری تربیت کے آخری لمحات

ے کرے گی، جس لڑکی سے تمہاری شادی کی جا رہی ہے اس کا نام فیروزہ ہے...... فیروزہ بان...... تم حیات علی کے داماد بنو گے اور حیات علی ایک ایسا نام ہے جس کے بارے میں بد تم نہیں جانتے، لیکن دنیا جانتی ہے...... بہر حال اس سلسلے میں ساری کارروائیاں ہوتی ہیں...... پھر ایک دن مجھے رخسانہ نے بتایا۔

"اب تمہارے اعزاز میں ایک تقریب ہونے والی ہے اور اس تقریب میں تمہیں اپنی ہیت کا اظہار کرنا ہے...... تقریب میں شریک ہونے والے حیات علی اور اس کے سب اندان والے ہوں گے...... نواب دلربا بھی ہو گا اور چند اور گھرانے بھی...... لیکن سب کے ب اعلیٰ شخصیتوں کے مالک...... تم اپنا کام کرنے کے لئے تیار ہونا۔

"ہاں تیار ہوں"۔

"ہو سکتا ہے...... نواب دلربا بھی آج رات ہی کو آ جائیں...... وہ تمہارا آخری امتحان ہا چاہتے ہیں...... پھر رات کے بجائے تین بجے کے وقت جب کھانا کھانے کے بعد اپنے رے میں آرام کر رہا تھا...... نواب دلربا اونٹ کی طرح منہ اٹھائے اندر آیا...... میں نے اس احترام کیا تھا...... مجھے دیکھ کر اس کے منہ سے پان کے ٹکڑے نیچے گرنے لگے...... وہ پھٹی ہی آنکھوں سے مجھے دیکھنے لگا پھر بولا۔

"قسم ایمان کی...... بہت دنوں کے بعد تمہیں دیکھا ہے، مگر لگ رہا ہے کہ...... کہ دکشی کر لی جائے...... بہر حال تم نے میدان مار لیا...... ہزار جان سے لٹو ہو جائے گی وہ حرام ادی جس کا نام فیروزہ ہے...... شوقین ہے خود بھی اچھی طرح جائزہ لے چکے ہیں ہم...... دپرست اور اپنی دھن کی پکی وہ بکواس کرتا رہا لیکن میں بس سوچتا ہی رہا کیا زندگی ہے......؟ اکرنا ہے مجھے......؟ کچھ پتا نہیں تھا بس ایک مشین چل رہی تھی...... ایک ایسی مشین جو انے کب رکے گی......؟ اب مجھے انتظار تھا اس بات کا کہ تقریب کب ہوتی ہے؟ ہو سکتا ہے کہ کوئی اللہ کا ایسا بندہ مل جائے جو مجھے اس عذاب سے نجات دلا دے۔





بہر حال تقریب ہوئی بہت سے مہمان شریک ہوئے...... مجھے شہزادہ گلفام بنا کر پیش کیا گیا اور بہر حال...... نواب دلربا سے فرار حاصل کرنا فی الحال ممکن نہیں تھا اور میں اس کے احکامات کی تعمیل کرنے پر مجبور تھا...... چنانچہ مجھے اپنے مزاج کے خلاف مہمانوں سے گھلنا ملنا پڑا...... رضیہ بیگم کو بھی دیکھا...... حیات علی کو بھی اور ان کی صاحبزادی فیروزہ کو بھی...... بڑی صاف ستھرے چہرے والی...... ذہین آنکھوں کی مالک لڑکی تھی...... لیکن مجھے اس سے کوئی دلچسپی نہیں تھی...... اس تقریب میں کچھ نہیں ہو سکا...... البتہ ان لوگوں نے مجھے بے حد پسند کیا تھا اور جب وہ چلے گئے تو نواب دلربا میری تعریفیں کرنے لگا...... اس نے اپنے مخصوص انداز میں میری بڑی تعریفیں کیں اور کہا کہ میں نے اس کی لاج رکھ لی ہے...... کہنے لگا۔

"چندا تم نے صحیح معنوں میں میری محنت کا پھل مجھے دے دیا ہے، لیکن ایک بات سمجھ لینا کہ اس محنت کا پھل تم بھی کھاؤ گے...... کیا سمجھے......؟"۔

"جی نواب صاحب" میں نے مدھم لہجے میں کہا اور رخسانہ میرے چہرے کو دیکھ رہی تھی اور خود اس کے چہرے پر عجیب سے تاثرات تھے...... جب یہ سارے مرحلے طے ہو گئے اور نواب دلربا اس عمارت سے چلا گیا تو رخسانہ میرے پاس آئی اور مجھے دیکھ کر پھیکے سے انداز میں مسکرا دی...... میں نے گہری نگاہوں سے اسے دیکھا اور نے اس سے کہا۔

"کیا بات ہے رخسانہ...... کیا سوچ رہی ہو؟"۔

"نہیں...... کچھ نہیں...... آپ لباس تبدیل کر لیجئے...... اگر آپ چاہیں تو میں تھوڑی دیر کے بعد آپ کے پاس آسکتی ہوں...... اس نے کہا اور اپنے کمرے کی طرف چل دی...... میں نے لباس تبدیل کیا اور اس کا انتظار کرنے لگا...... پتا نہیں...... کیوں یہ لڑکی مجھے کھوئی کھوئی سی محسوس ہوتی تھی...... اس وقت بھی اس کے چہرے پر عجیب سے آثار نظر آرہے تھے۔

"رخسانہ...... ایک بات پوچھوں تم سے؟" میرے سوال کا جواب دیئے بغیر اس نے بھی نگاہیں اٹھا کر دیکھا تو میں نے کہا۔

"میں تمہارے چہرے پر جو کچھ محسوس کرتا ہوں رخسانہ...... میرا دل چاہتا ہے کہ میں تم سے تمہارے بارے میں معلومات حاصل کروں"۔

"زندگی کی شام ہو جائے گی وقت سے بہت پہلے" اس نے مدھم لہجے میں کہا۔

"کیوں؟"۔

"دیکھ لینا پہلے سے بتا رہی ہوں...... میں تو سوچ چکی ہوں بالکل سوچ چکی ہوں...... زندگی کے رنگ ڈھنگ ہی بدل لئے ہیں میں نے...... احساس کا مسکن بنا لیا ہے...... بس...... کیا کہا جا سکتا ہے......؟ کیا کہوں؟ مشکلیں تو سب کے ساتھ ہوتی ہیں...... "شناسائیاں تو سب کے ساتھ ہوتی ہیں...... میری بھی ہیں...... بہر حال...... تم مجھ سے میرے بارے میں نہ پوچھو تو زیادہ اچھا ہے"۔

"تمہاری مرضی ہے رخسانہ...... میں تمہیں مجبور نہیں کروں گا، لیکن دل چاہتا ہے کہ تم سے تمہارے بارے میں معلومات حاصل کروں"۔

"بس یوں سمجھ لو کہ عورت کے نام پہ داغ ہوں...... کچھ بھی نہیں ہوں میں...... یہاں تک ان حالات تک کیسے پہنچی......؟ وہ ایک الگ بات ہے، لیکن تم یہ سمجھ لو کہ اب جہاں تک نکل چکی ہوں وہاں سے واپسی کا کوئی امکان نہیں ہے...... خیر چھوڑو...... مجھے تو تم بھی بہت زیادہ الجھے ہوئے معلوم ہوتے ہو...... مجھے بتاؤ کہ زندگی کی قیمت پر تمہاری کوئی مدد کر سکتی ہوں" میں گہری نگاہوں سے رخسانہ کو دیکھنے لگا پھر میں نے کہا۔

"رخسانہ...... یہ بات تمہارے علم میں ہے کہ نواب دلربا مجھے قربانی کا بکرا بنا رہا ہے...... اس بیچاری معصوم لڑکی سے میری شادی کرائے گا اور اس کے بعد اس کی دولت پر قبضہ کر کے مجھے دودھ کی مکھی کی طرح نکال کر پھینک دے گا...... میں غلط کہہ رہا ہوں کیا؟"۔

"بہت صحیح کہہ رہے ہو اور وقت سے پہلے سب کچھ سمجھ چکے ہو"۔

"رخسانہ میں یہ نہیں کرنا چاہتا...... تم خود سوچو کتنے اچھے لوگ ہیں وہ اور میں انہیں دکھ نہیں دینا چاہتا...... رخسانہ کچھ سوچنے لگی پھر بولی"۔

"خودکشی کرنے کے خواہش مند ہو؟"۔

"اس حالت میں تو ضرور خودکشی کرلوں گا"۔

"چلو ٹھیک ہے...... تمہارے ساتھ میں بھی مرنے کے لئے تیار ہوں"۔

"کیا مطلب؟"۔

"اس لڑکی کو بچالیتے ہیں...... اور اس کے لئے صحیح طریقہ کار یہ ہے کہ ہم اس سے ملاقات کرلیتے ہیں"۔

"مناسب رہے گا؟"۔

"طریقہ کار اچھا ہونا چاہئے" سب مناسب رہے گا پھر میں اور رخسانہ دیر تک اس موضوع پر بات کرتے رہے تھے اور رخسانہ اور میں تیار ہو گئے...... پھر دو یا تین دن کے بعد نواب دلربا...... سے ملاقات ہوئی...... تو اس نے اپنے مخصوص انداز میں کہا۔

"جانِ چمن...... کیسی گزر رہی ہے......؟ تم تو بالکل ہی محدود ہو کر رہ گئے...... ملاقات نہیں کی تم نے دوبارہ اپنی ہونے والی جورو سے"۔

"کیا مجھے فیروزہ سے ملاقات کرنی چاہئے تھی......؟ نواب صاحب"۔

"چندا...... لڑکی کو جیب میں رکھنے کے لئے اس کا دل ہاتھ میں رکھنا ضروری ہے...... دیکھ تو لیا ہو گا تم نے کتنے بڑے لوگ ہیں...... کس شان کے ساتھ رہتے ہیں...... اکیلی لڑکی ہے نازوں کی پلی...... یہ بات تو مجھے اچھی طرح معلوم ہو گئی کہ تمہاری دیوانی ہو گئی ہے...... چندا...... شادی تو نہیں کی مگر باراتیں تو دیکھی ہیں...... ہم ذرا دوسری قسم کے آدمی ہیں، لیکن کم از کم لونڈیا کی آنکھوں کو تو پہچان سکتے تھے...... جاؤ آج تیار ہو کر جاؤ"۔

"میں تنہا؟"۔

"ابے...... تو کیا بارات لے کر جاؤ گے؟"۔

"کسی کو میرے ساتھ بھیج دیجئے"۔

"وہ تمہاری سیکرٹری کس کام آئے گی......؟ حرام کی پلی اسے لے جاؤ ساتھ میں اسے سمجھائے دیتا ہوں" پھر نواب دلربا نے شاید رخسانہ کو بریف کیا تھا اور رخسانہ نے مجھے تیار کیا...... نواب دلربا یہیں موجود تھا، مجھے دیکھ کر میری بلائیں لیتے ہوئے بولا۔

"کون سسری تمہارے چنگل سے نکل سکے گی...... ہیں...... فکر ہی مت کرو، سمجھ لو کہ جال میں آئی سو آئی اور اس کے بعد نواب دلربا...... بے تکے انداز میں ہنسنے لگا...... بہر حال......

میں اور رخسانہ تیار ہو کر چل پڑے...... ہمارے دل لرز رہے تھے...... راستے میں ہم نے آپس میں کوئی بات بھی نہیں کی...... پیدل ہی حیات صاحب کے گھر پہنچ گئے...... اچانک ہی پہنچے تھے، انہوں نے بڑا شاندار استقبال کیا...... فیروزہ بھی موجود تھی اور مجھ سے خاصی بے تکلف نظر آرہی تھی...... رخسانہ منصوبے کے مطابق تھوڑی سی پیچھے ہٹ گئی...... حیات علی صاحب نے مجھے اور فیروزہ کو تنہائی میں بیٹھنے کا موقع دیا تھا...... میں نے فیروزہ سے کہا۔

"مس فیروزہ...... آپ سے کچھ بات کرنا چاہتا ہوں"۔

"میں بھی آپ سے کچھ بات کرنا چاہتی تھی...... لیکن ہمت نہیں پڑ رہی تھی...... چلئے اچھا ہے ان لوگوں نے ہمیں تنہا چھوڑ دیا...... آپ بتایئے آپ ہمیں کیا کہنا چاہتے تھے؟

"مس فیروزہ...... میرے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے......؟"۔

"آپ بس ایک نوجوان ہیں...... کیسے ہیں کیا ہیں......؟ میں نہیں جانتی...... اچھی شکل وصورت کے مالک ہیں...... آپ کے چہرے پر ایک عجیب سی کرختگی ہے جسے میں نے خاص طور سے محسوس کیا ہے، لیکن بہر حال میں آپ کی مزاج شناسی چاہتی بھی نہیں تھی...... آپ بتایئے...... آپ کیا کہنا چاہتے تھے؟"۔

"مس فیروزہ...... اگر کسی طرح ہم دونوں کی شادی سے انکار کر دیا جائے...... کوئی ایسا رخنہ بیچ میں آجائے، جس کی وجہ سے ہماری شادی نہ ہو سکے تو آپ کی ذہنیت کیا ہو گی......؟ ذہنی کیفیت کیا ہو گی؟"۔

"مجھے انتہائی خوشی ہو گی......" فیروزہ نے غیر متوقع جواب دیا اور میں حیرت سے آنکھیں پھاڑے اسے دیکھنے لگا، وہ بھی مجھے دیکھ رہی تھی...... پھر میں نے کہا۔

"میں سمجھا نہیں...... آپ یقین کریں میں سمجھا نہیں"۔

"وہی بات آپ نے کی جو میں آپ سے کرنا چاہتی تھی"۔

"یعنی آپ مجھ سے پوچھنا چاہتی تھیں کہ مجھ پر اس کے کیا اثرات ہوں گے؟"۔

"فرض کیجئے میں ایسے پوچھ لوں تو؟"۔

"تو آپ یقین کیجئے میں انتہائی خوشی محسوس کروں گا" فیروزہ نے چور نگاہوں سے مجھے دیکھا اور بولی۔

"آپ مذاق کر رہے ہیں؟"۔

"نہیں"۔

"مگر ایسا کیوں ہے؟"۔

"اس لئے فیروزہ...... کہ میں آپ کو دھوکا نہیں دینا چاہتا"۔

"کیسا دھوکا؟"۔

"میں صرف ایک ڈمی ہوں...... نواب دلربا نے مجھے بلیک میل کر کے چنگل میں پھانسا ہوا ہے...... ایک طرح سے یوں سمجھ لیجئے کہ میں اس کا قیدی ہوں...... یہ جو لوگ میرے والدین کی حیثیت سے آپ سے روشناس ہوئے ہیں...... ان سے میرا کوئی رشتہ نہیں ہے...... یہ صرف کرائے کے ماں باپ ہیں اور ان کے پاس جو کچھ ہے وہ نواب دلربا ہی کا دیا ہوا ہے...... ان کی مالی حیثیت کچھ بھی نہیں ہے...... نواب دلربا مجھے اس لئے آپ سے شادی پر آمادہ کرنا چاہتا ہے کہ آپ کی دولت پر قبضہ کر لے...... وہ ایک فراڈ آدمی ہے اور آپ یقین کیجئے کہ اگر چھان بین کی جائے گی تو اس کی اصلیت سامنے آجائے گی...... میں آپ کو دھوکا نہیں دینا چاہتا...... میرے ذریعے وہ آپ پر قابو پائے گا...... ظاہر ہے آپ کے والدین اپنی دولت آپ کے نام کریں گے اور اس کے بعد میرے ذریعے وہ دولت نواب دلربا کے پاس پہنچ جائے گی...... اس کے بعد ہمارا کیا ہوگا...... یہ ہم نہیں جانتے...... فیروزہ کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئی تھیں...... چند لمحات کے بعد اس نے کہا۔

"یقین کیجئے...... میں خود بھی یہی سوچ رہی تھی کہ آپ سے بات کروں...... میں آپ سے شادی نہیں کرنا چاہتی...... اس لئے کہ میری زندگی کا محور کوئی اور ہے...... میں ایک نوجوان سے محبت کرتی ہوں اور ہم دونوں نے یہ طے کر لیا تھا کہ اگر ہم دونوں یکجا نہ ہوئے تو زندگی کو ختم کر لیں گے...... میں بہت بڑی قسم کھا کر کہتی ہوں کہ میں ایسا ہی کروں گی...... اگر مجھے مجبور کر دیا گیا تو" ہم لوگ باتیں کر ہی رہے تھے کہ اچانک دروازہ کھلا...... حیات علی اور رضیہ بیگم اندر داخل ہوئے...... ان کے پیچھے پیچھے رخسانہ بھی تھی...... دونوں کے چہرے دھواں دھواں ہو رہے تھے...... دونوں چند لمحات کھڑے مجھے دیکھتے رہے...... پھر حیات علی بولے۔

"نوجوان تم نے جو کچھ کہا ہے اس میں کوئی غلط بات تو نہیں ہے؟"۔

"میں نے جو کچھ کہا ہے کیا وہ آپ نے سن لیا؟"۔

"ہاں...... اس بچی نے مجھے ساری باتیں بتا دی ہیں"۔

"تو سمجھ لیجئے کہ یہ سب کچھ سچ ہے" نواب دلربا ایک جرائم پیشہ آدمی ہے اور یہ کام کر کے وہ آپ کی دولت پر قبضہ کرنا چاہتا ہے، جبکہ مجھے آپ کی دولت سے کوئی دلچسپی نہیں ہے"۔

"کیا یہ بیان تم ایک ایسے ذمہ دار افسر کے سامنے دو گے جو میرا دوست ہے؟"۔

"سو فیصدی"۔

"تو پھر...... تمہیں کچھ وقت میرے ساتھ گزارنا ہوگا...... اس دوران اگر نواب دلربا آجائے تو میں اس سے یہ کہہ دوں گا کہ میں نے تمہیں ڈنر کے لئے روک لیا ہے اور ڈنر کئے بغیر نہیں جانے دوں گا، بلکہ ڈنر پر میں نواب دلربا کو بھی بلا لوں گا...... تاکہ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جائے...... میرا دل زور سے دھڑک اٹھا تھا...... پھر حیات علی صاحب نے اپنی کارروائی شروع کی...... صاحب حیثیت آدمی تھے...... کوئی معمولی شخصیت نہیں تھی...... آئی جی صاحب کو انہوں نے طلب کر لیا تھا...... بعد میں یہ بات مجھے معلوم ہوئی کہ انسپکٹر جنرل حیات علی صاحب کے ہم زلف تھے...... ان کی بیگم کی بہن آئی جی صاحب کی بیگم تھیں...... دونوں سگی بہنیں تھیں...... ایک بڑے کمرے میں میرا بیان آئی جی صاحب کو دلوایا گیا اور آئی جی صاحب حیران رہ گئے...... پھر انہوں نے کہا۔

"یہ بیان تم مجھے لکھ کر دے دو گے؟"۔

"مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے جناب" اور بہر حال ساری کارروائیاں ہوتی رہیں...... پھر آئی جی صاحب نے کہا۔

"میں سمجھتا ہوں کہ سارے کام با آسانی ہو جائیں گے...... تم میری بات پر عمل کرو" یہ بات انہوں نے حیات علی صاحب سے کہی تھی اور ان کے منصوبے کے مطابق حیات علی صاحب نے نواب دلربا کو فون کر کے ڈنر اپنے ساتھ کرنے کی پیش کی...... نواب دلربا رات کو ساڑھے آٹھ بجے پہنچ گیا تھا...... کہنے لگا۔

"بھئی...... یہاں یہ عیاشیاں ہو رہی ہیں...... ہمیں تو بس یہ خوشی ہے کہ ایک گھر بس رہا ہے...... ہم بھی اس میں شریک ہوئے جاتے ہیں...... وہ جو کہتے ہیں نا کہ...... بیٹیوں کے گھر بسانا بڑا نیک کام ہے...... ہم بھی اس نیک کام میں لگے ہوئے ہیں...... میں نے یہاں موجود لوگوں کے چہرے دیکھے، سب کے چہروں پر ایک عجیب سی سنسنی پھیلی ہوئی تھی......

کھانا خاموشی سے کھایا گیا...... کھانے میں نواب دلربا...... میں اور گھر کے بقیہ افراد شریک تھے...... آئی جی صاحب کے بارے میں مجھے یہ بات معلوم تھی کہ وہ پوشیدہ ہیں...... نواب دلربا شاید انہیں پہچانتا تھا اور پہچاننا بھی چاہئے تھا...... ڈائننگ روم کے تمام دروازے بند ہوگئے تھے...... البتہ ایک اندرونی دروازہ جس پر موٹا سا پردہ پڑا ہوا تھا کھلا ہوا تھا...... کھانے سے فراغت حاصل کرنے کے بعد نواب دلربا نے کہا۔

"تو بھئی...... اب ہمیں اجازت"۔

"نواب صاحب...... ایک صاحب آپ سے ملنا چاہتے ہیں" حیات علی صاحب نے کہا۔

"کون...... کون صاحب ہیں وہ...... اور کیوں ملنا چاہتے ہیں...... پھر چند لمحوں کے بعد آئی جی صاحب نمودار ہوئے اور نواب دلربا انہیں دیکھ کر ذرا سا چونکا"۔

"ارے انسپکٹر جنرل صاحب...... قسم ایمان کی آپ یہاں اندر کے دروازے سے...... کھانے میں شریک نہیں ہوئے آپ ہمارے ساتھ؟"۔

"نواب دلربا...... بہت عرصے سے میرے اور تمہارے درمیان ایک سرد جنگ چل رہی ہے...... میں نے ہمیشہ یہ کوشش کی کہ تم پر ہاتھ ڈالوں، لیکن تم ہمیشہ ہی بچ نکلے...... کیا خیال ہے نواب......؟ کیا بکرے کی ماں ہمیشہ بکرے کی خیر مناتی رہتی ہے"۔

"اماں کیسی باتیں کر رہے ہو آئی جی صاحب...... ایک معزز آدمی سے گفتگو کرنے کا طریقہ ذرا مختلف ہوتا ہے"۔

"ہاں...... اور اگر سامنے والا معزز نہ ہو تو؟"۔

"ہمارے بارے میں کہہ رہے ہیں؟"۔

"جی آپ کے بارے میں کہہ رہا ہوں"۔

"خیر یہ فیصلہ کرنے کا حق آپ کو تو نہیں ہے کہ ہم معزز ہیں یا نہیں...... لیکن اس وقت کیا معاملہ ہے یہ بتائیے"۔

"آپ کو گرفتار کرنا ہے نواب دلربا صاحب...... یہ لڑکا کون ہے؟"۔

"سوچ لیں آئی جی صاحب کیا کہہ رہے ہیں آپ......؟"۔

"میں کہتا ہوں کہ یہ لڑکا کون ہے......؟ اور کیا یہ لوگ واقعی اس کے ماں باپ ہیں؟ جن کے پاس یہ اس حیثیت سے رہتا ہے"۔

"بھائی...... یہ اس سے پوچھیں...... ہم بیچ میں ٹانگ اڑانے والے کون؟"۔

"یہ کہتا ہے ایسی کوئی بات نہیں، بلکہ نواب دلربا نے اسے بلیک میل کر کے اسے یہ کام کرنے پر مجبور کیا ہے"۔

"ہیں"...... نواب دلربا کا منہ ایک بار پھر حیرت سے کھلا...... اس نے مجھے دیکھا اس وقت اس کے چہرے سے وہ نقاب ہٹ گیا تھا...... میں نے کہا۔

ہاں نواب دلربا میں پتا نہیں اتنا برا انسان ہوں کہ نہیں لیکن تم نے میرے لئے بڑا غلط طریقہ کار اختیار کیا...... ابے کیا بک رہا ہے بھوتنی والے...... نواب دلربا نے کہا...... آگئے نا اپنی اوقات پر نواب دلربا۔

"میں کہتا ہوں کہ تجھے کیا ہو گیا......؟ ارے شریف آدمیوں سے...... شریف آدمیوں کی طرح بات کرنا سیکھ...... جواب میں آئی جی صاحب ہنسنے لگے...... انہوں نے کہا۔

"اور تم جس انداز میں گفتگو کر رہے ہو نواب دلربا...... چلو خیر میں تمہیں گرفتار کر رہا ہوں...... اس ساری کارروائی کے نتیجے میں تحقیقات ہوگی پتا چلایا جائے گا ان لوگوں کے بارے میں جنہیں تم نے اس کے ماں باپ بنا کر پیش کیا ہے...... ان کے بھی بیان ہوں گے...... فی الحال تم اپنے آپ کو پولیس کی تحویل میں سمجھو...... نواب دلربا کو گرفتار کر لیا گیا اور آئی جی صاحب اسے لے کر چلے گئے...... تو حیات علی نے مجھ سے کہا۔

"بیٹے...... اچھے ماں باپ کی اولاد معلوم ہوتے ہو...... ہم تو صحیح معنوں میں کتے کی موت مر جاتے...... خدا کی ذات کے علاوہ ہمارا اس دنیا میں اور کوئی نہیں ہے...... تم نے ہم پر جو احسان کیا ہے اس کے صلے میں ہم سے جو مانگو دینے کے لئے تیار ہیں...... میں ہنسنے لگا...... میں نے کہا۔

"فی الحال...... مجھے یہاں سے جانے کی اجازت دے دیجئے"۔

"تمہیں جس طرح کی مدد کی ضرورت ہو ہم حاضر ہیں...... بہر حال میں رخسانہ کے ساتھ ہی وہاں سے باہر نکلا تھا...... میں نے رخسانہ سے کہا"۔

"اب کیا ارادے ہیں؟"۔

"میں سیدھی ریلوے سٹیشن جا رہی ہوں...... یہاں سے نکل جاؤں گی اور اس کے بعد نئی دنیا تلاش کروں گی"۔

"ٹھیک ہے" میں نے جواب دیا...... بہر حال میں وہاں سے نکل آیا...... ایک طرح سے آزادی کا احساس ہو رہا تھا، لیکن ایک بہت بڑی کمزوری میرے اندر پیدا ہو گئی تھی...... اپنے طور پر کوئی فیصلہ کرنے سے قاصر تھا...... سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ کہاں جاؤں......؟ کیا کروں......؟ بہر حال عارضی طور پر ایک ہوٹل میں رہائش اختیار کی...... کچھ رقم پاس تھی...... میں سوچنے لگا آخر مجھے کیا کرنا چاہئے......؟ کس طرح اپنے ماں باپ کا ٹھکانہ پاؤں...... کیسے ان کے بارے میں معلومات حاصل کروں...... آہ...... کاش کسی طرح میں ان کے پاس پہنچ جاؤں...... ذہن میں بہت سے خیالات...... بہت سے وسوسے تھے اور پھر اس واقعے کے تقریباً پانچویں دن ہوٹل سے باہر نکلا ہی تھا کہ صوفیہ نظر آگئی...... صوفیہ نے مجھے دیکھا اور میرے پاس پہنچ گئی...... میں نے اس وقت اسے نہیں دیکھا تھا، لیکن اس نے میرے شانے پر ہاتھ رکھا تو میں نے چونک کر اسے دیکھا اور ایک لمحے کے لئے میرا دل دھک سے ہو گیا...... کہاں پھر رہے ہو تم......؟ کیا تمہیں زندگی سے کوئی دلچسپی نہیں ہے سکندر؟"۔

"ہے...... مگر زندگی کو مجھ سے کوئی دلچسپی نہیں ہے"۔

"جانتے ہو نواب دلربا شکاری کتوں کی طرح تمہاری بو سونگھتا پھر رہا ہے...... اس کے سارے آدمی تمہیں تلاش کر رہے ہیں"۔

"ما...... مگر...... نواب دلربا تو جیل میں پہنچ چکا تھا" جواب میں صوفیہ زہریلے انداز میں ہنسنے لگی...... پھر بولی۔

"جیل بھلا اسے کیا روک سکتی تھی......؟ چند گھنٹوں کے اندر باہر نکل آیا...... بہت سوں کے لئے مصیبت بن گیا ہے...... تمہیں اور رخسانہ کو تلاش کر رہا ہے...... رخسانہ کہاں ہے؟"۔

"وہ میرے ساتھ نہیں ہے"۔

"خدا کے واسطے...... جتنی جلدی ممکن ہو سکے یہ شہر چھوڑ دو...... چلے جاؤ یہاں سے جیسے بھی بن پڑے یہاں سے نکل جاؤ" پھر اس شریف عورت نے ہی میری مدد کی تھی...... مجھے ریلوے کا ٹکٹ دلایا تھا اور ایک ٹرین میں بٹھا کر روانہ کر دیا تھا...... ٹرین کے ایک کمپارٹمنٹ میں بیٹھا میں یہ سوچ رہا تھا کہ کیا کروں...... کہاں جاؤں......؟ کیسے اپنی زندگی بچاؤں؟ کوئی بات سمجھ میں ہی نہیں آرہی تھی...... کیا کرتا کیا نہ کرتا......؟ پریشان آگے بڑھ رہا تھا اور یہ سوچ رہا تھا کہ دیکھو زندگی کا اونٹ اب کس کروٹ بیٹھتا ہے...... کوئی پرسان

حال نہیں تھا...... کوئی سہارا نہیں تھا کوئی ایسی شخصیت نہیں تھی جو مجھے میری منزل کا نشان بتا دے...... طبیعت پر ایک مانوس اداسی سوار تھی...... یہ اداسی تو میری زندگی کا حصہ بن کر رہ گئی تھی...... کیا کرتا کیا نہ کرتا......؟ پھر یہ اداسی کچھ اس طرح ذہن پر مسلط ہوئی کہ جب ایک چھوٹے سے ملگجی روشنیوں والے سٹیشن پر ٹرین کسی خاص وجہ سے رکی تو میں وہیں اُتر گیا...... ٹرین تو صرف ایک سیکنڈ کے بعد چل پڑی تھی، لیکن میں نے یہ سوچ کر اس سٹیشن پر قدم اتارے تھے کہ میں ایسی ہی کسی مانوس اور پرسکون جگہ رہنا چاہتا تھا...... تھوڑا سا وقت گزارنے کے بعد پھر اپنی کارروائیوں کا آغاز کروں گا اور دیکھوں گا کہ ماں باپ کی تلاش کے سلسلے میں کیا کر سکتا ہوں......؟ بہر حال سٹیشن پر اترنے کے بعد میں نے اِدھر اُدھر دیکھا...... سرسوں کی سوندھی سوندھی خوشبو چاروں طرف بکھری ہوئی تھی...... بہت ہی چھوٹا سا سٹیشن تھا، جس پر عملہ نہ ہونے کے برابر تھا...... بس ایک دو مرکری بلب روشنی کا سہارا تھے...... میں آگے بڑھ کر باہر نکل آیا...... سٹیشن کے سامنے والے گیٹ کے پاس سے ایک چوڑی لیکن کچی پگڈنڈی دور تک چلی گئی تھی اور تھوڑے فاصلے پر بستی کے نشانات نظر آرہے تھے...... پگڈنڈی کے دونوں طرف کھیت اور جنگل پھیلے ہوئے تھے...... جنگل نہیں تو باغ ہوں گے، کیونکہ درختوں کا انداز کچھ بے ترتیب سا تھا! اس لئے نہ جنگل کہا جا سکتا تھا نہ باغ میں تھوڑی دور ہی گیا تھا کہ اچانک ہی کچھ شور شرابے کی آوازیں سنائی دیں اور کچھ لوگ لالٹین لئے دوڑتے نظر آئے...... میں رک گیا...... کہیں ایسا نہ ہو کہ میں کسی نئی مصیبت کا شکار ہو جاؤں...... وہ لوگ چیختے چلاتے آگے آئے اور پھر میرے پاس آکر رک گئے...... لیکن ان کی نگاہیں چاروں طرف بھٹک رہی تھیں۔

"ارے بھیا...... اکیلے یہاں کیا کر رہے ہو......؟ موت آئی ہے کیا تمہاری......؟ ارے بھائی...... یہاں تو ہم مصیبتوں میں پھنسے ہوئے ہیں اور تم"۔

"کیا بات ہے......؟ بھئی کیا بات ہے؟"۔

"ارے بھیا...... کوئی بات سمجھ میں آئے تو بتائیں...... جان مصیبت میں پڑ گئی ہے...... ارے یہ پانچویں موت ہے ہماری بستی کی...... پانچویں موت ہے...... بھیا...... بلا پیچھے لگ گئی ہے...... بہت بڑی بلا ہے...... چیر پھاڑ کے پھینک دیتی ہے...... پتا ہی نہیں چل سکا کہ ہے کیا؟"۔

"کیابات ہے؟"۔

"آؤ بھیا آؤ بے کار ہے...... ارے چلو...... مگر تم ہو کون؟"۔

"مسافر ہوں بھئی...... ابھی جو تھوڑی دیر پہلے ریل گزری ہے اس سے اترا ہوں"۔

"پھر یہاں کیا کر رہے ہو......؟ ہمارا مطلب ہے کس کے گھر آئے ہو؟"۔

"نہیں...... جانا کہیں اور تھا...... غلطی سے یہاں اتر گیا ہوں...... سامان وغیرہ بھی پیچھے ہی رہ گیا ہے...... بس یہ سمجھ لو کہ مصیبت کا مارا ہوں"۔

"آؤ بھیا آؤ...... مصیبت کے مارے تو ہم بھی ہیں...... پھر مہمان تو مہمان ہی ہوتا ہے...... آؤ...... آؤ جو بھی خدمت ہو سکے گی ہم کریں گے"۔

"نہیں بھائی...... میں آپ لوگوں کو تکلیف نہیں دینا چاہتا مگر جس مشکل میں آپ پڑے ہوئے ہیں وہ کیا ہے؟"۔

"ارے بھیا...... کچھ سمجھ میں آئے تو ہم بتائیں...... بس عذاب ہے...... اللہ کا عذاب ہے...... کچھ کر نہیں سکتے کوششیں کر رہے ہیں...... آؤ چلو تو سہی" پھر ہم وہاں سے چل پڑے...... انسانوں کو انسانوں ہی کا سہارا ہوتا ہے...... میں اپنی وحشت زدیوں کے دور سے بہت آگے نکل آیا تھا...... ان لوگوں نے جو کچھ میرے ساتھ کیا تھا اور جو کچھ مجھے بخشا تھا...... وہ بے شک آج بھی میری حیرت کا حصہ تھا، لیکن بہر حال اس کے بعد صورت حال خاصی بہتر ہو گئی تھی اور میں ان تمام وحشت انگیزیوں سے بچ گیا تھا اور اب اپنی مشکل میں ڈوبا ہوا تھا...... کبھی کبھی تو دل چاہتا تھا کہ جنگلوں میں نکل جاؤں...... کسی ویران علاقے میں رہوں...... شکار کروں اور جانوروں کی طرح زندگی گزار دوں...... کیا فائدہ انسانوں کی ان بستیوں میں......؟ جہاں مشکلات کے سوا کچھ نہیں ملتا...... غرضیکہ...... وقت اس انداز میں گزرتا رہا...... بستی میں داخل ہوا تو بستی کے ایک مکان کے باہر بہت سے لوگ جمع تھے...... اندر سے رونے پیٹنے کی آوازیں بلند ہو رہی تھیں...... ان آوازوں میں عورتوں کا شور بھی تھا اور مردوں کی آوازیں بھی تھیں...... ایک شخص جس نے اپنا نام غلام خاں بتایا تھا...... مجھے اپنے گھر لے گیا اور گھر کے سامنے بڑے سے گھنے درخت کے نیچے چارپائی ڈال کر اس نے کہا۔

"اصل میں پوری بستی مشکلوں میں پھنسی ہوئی ہے...... میں ابھی تمہارے لئے کھانے پینے کا بندوبست کرتا ہوں...... بھیا...... نام کیا ہے تمہارا؟"۔

سکندر"۔

"ابھی تھوڑا سا کچھ کھانے کو لاتا ہوں اور کھانے کے لئے وہ شخص جو چیزیں لایا وہ بہر حال...... ایک چھوٹی سی بستی کی ثقافت کا اظہار کرتی تھیں، لیکن مجھے بھوک بھی لگ رہی تھی...... میں نے وہ سب کچھ کھا لیا...... غلام خان میرے پاس آ بیٹھا...... میں نے کہا۔

"غلام خان...... مجھے صورت حال نہیں بتائی کسی نے...... بات کیا ہے؟"۔

"بھیا...... کیا کہیں کوئی ڈھائی مہینہ ہو گیا...... ایک بلا آتی ہے کسی نہ کسی کو چیر پھاڑ دیتی ہے...... ابھی جس گھر کے سامنے رونا پیٹنا ہو رہا تھا...... وہ بستی ہی کے ایک آدمی کا ہے...... جوان بیٹا تھا اس کا...... اٹھارہ انیس سال کا بھیا...... حلق دبایا...... چیرا پھاڑا، کھا گئی...... کچھ سمجھ میں نہیں آتا"۔

"ہوں...... کوئی جانور ہے؟"۔

"یہی تو سب سے بڑی بات ہے...... جانور نہیں ہے...... وہ جانور ہوتا تو ہم سوچتے کہ کوئی درندہ خونی ہو گیا ہے...... مار دیتے اسے بھیا لیکن جنگلوں میں درندے کم ہی آتے ہیں...... وہ کوئی ایسا آدمی ہے جو جادو وادو کر رہا ہے اور انسانوں کا خون پی رہا ہے...... ہم اس وقت بھی اس کے پیچھے بھاگے تھے...... بس کیا بتائیں تمہیں...... میں نے ایک ٹھنڈی سانس لی اور پریشانی سے گردن ہلانے لگا، جہاں جاؤں گا وہاں پر کوئی نہ کوئی ایسا کام ہی ہو گا...... بہر حال...... وقت گزرتا رہا...... صبح ہو گئی اور میں نے صبح کی روشنی میں اس بستی کو دیکھا...... چھوٹی سی بے نام بستی تھی...... انسانوں کے رہنے سہنے کا وہی انداز تھا جو ہوا کرتا ہے...... میں خاموشی سے بستی کا جائزہ لیتا رہا اور سوچتا رہا کہ صورت حال خاصی گھمبیر ہے...... بستی والے بری طرح خوف و دہشت کا شکار ہیں...... بہر حال غلام خان نے میری خوب خاطر مدارت کی تھی اور میں سوچ رہا تھا کہ اب یہاں سے آگے بڑھا جائے...... یا یہیں اس سادہ سی بستی میں کچھ دن گزارے جائیں...... اچانک ہی میرے ذہن میں ایک خیال آیا کہ...... بستی والوں کے لئے اگر کوئی نیک کام کیا جا سکتا ہے تو کرنا چاہئے...... وہ کون سی بلا ہے......؟ یا کون سا جانور ہے......؟ جو اس طرح بستی والوں کی زندگیاں لے رہا ہے...... میرے ذہن میں بہت سی باتیں آتی رہیں...... اور پھر شام کا وقت تھا کہ غلام خان میرے پاس آ گیا۔

"چودھری امتیاز علی...... تم سے ملنا چاہتے ہیں بھیا"۔

"یہ کون ہیں......؟"۔

"بستی کے بزرگ بھی ہیں اور اچھے آدمی ہیں...... چلو گے ہمارے ساتھ"۔

"چلو...... میں نے کہا اور میں اس کے ساتھ چل پڑا...... چھوٹے چھوٹے گھروں کے درمیان سے گزرتا ہوا میں غلام خان کے ساتھ ایک بڑے گھر کے سامنے رکا جو سرخ رنگ کی اینٹوں سے بنا ہوا تھا اور اچھا خاصا بڑا نظر آرہا تھا...... اس بڑے سے گھر کے سامنے بستی کے کئی آدمی جمع تھے...... ہر ایک اپنی اپنی کہہ رہا تھا...... میں غلام خان کے ساتھ آگے بڑھا اور گھر کے سامنے پہنچ گیا...... بڑی سی چوکی پڑی ہوئی تھی جس پر ایک بزرگ شخصیت بیٹھی ہوئی تھی...... یہی شاید امتیاز خان تھے...... لیکن امتیاز خان کے گھر کے سامنے بائیں سمت ایک بڑی عجیب کیفیت نظر آرہی تھی...... ایک دبلے پتلے بدن کے نوجوان کو رسیوں سے باندھ کر بٹھادیا گیا تھا...... اس کا رخسار نیلا پڑا ہوا تھا...... ایک آنکھ بھی نیلی ہورہی تھی...... ہونٹ سوجھے ہوئے تھے اور پیشانی پر خون جما ہوا تھا...... کپڑے پھٹے ہوئے تھے...... صاف لگتا تھا کہ جیسے اسے بہت مارا گیا ہے...... میری سمجھ میں کچھ نہیں آیا...... میں آگے بڑھا اور امتیاز خان صاحب کو سلام کیا...... تو چودھری امتیاز خان نے سلام کا جواب دیئے بغیر نگاہیں اٹھا کر مجھے دیکھا...... مغرور آدمی معلوم ہوتا تھا اور پھر وہ میری جانب متوجہ ہوگیا۔

"کہاں سے آئے ہو......؟" اس نے سخت لہجے میں پوچھا۔

"بہت دور سے" میں نے جواب دیا۔

"جگہ کا نام تو کوئی نہ کوئی ہوگا"۔

"ہاں ہے...... مگر بتانا ضروری نہیں سمجھتا...... میں نے اس کے رویئے سے کس قدر دلبرداشت ہو کر کہا"۔

"ارے...... ارے...... چودھری صاحب پوچھ رہے ہیں بتاؤ" غلام خان نے سرگوشی کے انداز میں کہا اور میں غلام خان کو گھورنے لگا۔

"دو وقت کی روٹی کھلا کر حکم چلا رہے ہو...... غلام خان" میں نے کہا اور غلام خان بغلیں جھانکنے لگا۔

"اور اگر تم اپنے بارے میں سب کچھ نہیں بتاؤ گے تو جانتے ہو...... کیا ہوگا؟"۔

"بستی کے چودھری ہو...... ختم کردو گے مجھے یا اور بھی کچھ ہوگا"۔

"تمہارا دماغ کچھ خراب معلوم ہوتا ہے"۔

"خوب...... چھوٹی سی بستی ہے سنا ہے کہ ایسی بستیوں کے لوگ بڑے اچھے مزاج کے مالک اور بڑے شریف لوگ ہوا کرتے ہیں، لیکن یہاں میرے ساتھ بڑا اچھا سلوک ہورہا ہے...... چودھری صاحب"۔

"دیکھو...... بات کچھ اور ہے...... اس وقت ہم جن پریشانیوں کا شکار ہیں...... اس کے بعد بستی میں آنے والے ہر اجنبی کو شک کی نگاہ سے ہی دیکھا جاسکتا ہے"۔

"تمہیں اپنے بارے میں ساری تفصیلات بتانا ہوں گی...... کہاں سے آئے ہو اس بستی میں......؟ کون ہو؟"۔

"بس...... آوارہ گرد ہوں...... گھومتا پھرتا ادھر نکل آیا ہوں...... ویسے تم نے اسے کیوں باندھ رکھا ہے؟ میں نے دبلے پتلے نوجوان لڑکے کو دیکھتے ہوئے کہا"۔

"ہمیں اس پر شبہ ہے...... کہ یہ بستی میں وارداتیں کرتا ہے"۔

"یعنی وہ وارداتیں جن کا تم تذکرہ کررہے ہو؟"۔

"ہاں......"۔

"اس پر بھی شبہ ہے مجھ پر بھی شبہ ہے...... میں تو ابھی بیچ میں آیا ہوں"

"تمہیں اپنے بارے میں سب کچھ بتانا ہوگا"۔

"مشکل ہے...... میں تمہاری بات نہیں مان سکتا...... زیادہ سے زیادہ یہ کہ اپنی بستی سے نکال دو...... میں نے بھی غصیلے لہجے میں کہا"۔

"کہاں ٹھہرا ہوا ہے یہ......؟" چودھری صاحب نے لوگوں سے پوچھا...... کسی نے لوئی جواب نہیں دیا تو چودھری صاحب پھر دھاڑے۔

"کہاں ٹھہرا ہوا ہے......؟" غلام خان خوفزدہ انداز میں آگے بڑھا اور بولا۔

"جب ہم کھیتوں میں اس جانور کا پیچھا کررہے تھے تو یہ ہمیں ملا تھا...... میرے پاس ٹھہرا ہوا ہے"۔

"ہاں...... غلام خان...... مہمان ہے بستی کا یہ...... خوب خاطر مدارت کرنا...... ہماری رف سے اس کی جاؤ...... مسافر عیش کرو...... چودھری صاحب کی کھوپڑی نچانے کیسے پلٹ نا...... غلام خان...... نے بھی حیرت سے چودھری صاحب کو دیکھا پھر بولا"۔

"جو حکم...... چودھری صاحب...... جب میں غلام خان کے ساتھ واپس گھر آیا تو میں نے کہا"۔

"کیا تمہارے اِس چودھری کا دماغ خراب ہے غلام خان"...... غلام خان نے اِدھر اُدھر دیکھا اور پھر آہستہ سے بولا۔

"بھیا جب انسان کے پاس پیسہ ہوتا ہے تو اس کا دماغ ایسے ہی خراب ہو جاتا ہے، مگر تم پرواہ مت کرنا...... سکندر بھیا...... بس ایسا ہی ہے چودھری...... اپنے آپ کو نجانے کیا بتانا چاہتا ہے......؟ بہر حال میں واپس غلام خان کی رہائش گاہ پر آگیا...... درخت کے نیچے پڑی ہوئی چارپائی پر آرام کرنے لگا...... مجھے وہ مظلوم نوجوان بار بار یاد آرہا تھا...... وہ بیچارا...... بھلا کیا کسی کا خون کر سکتا تھا یا اس طرح سے کیسے دوسروں کو نقصان پہنچا سکتا تھا...... پھر رات ہو گئی...... چاروں طرف سناٹا پھیل گیا...... باہر مٹی کے تیل کا سپرٹ لیمپ روشن تھا جس کی روشنی احاطے کی دیوار کے اوپر چھن چھن کے آرہی تھی...... میں بستر پر لیٹا سوچ رہا تھا کہ اب مجھے کیا کرنا چاہئے......؟ ویسے جگہ بڑی خطرناک تھی جو واقعہ میں نے سنا تھا وہ بھی بڑا سنسنی خیز اور حیران کن تھا...... آج تو بہت زیادہ معلومات حاصل نہیں ہو سکیں تھیں، اس کے بارے میں...... لیکن میں سوچ رہا تھا...... کہ معلومات حاصل کرنی چاہئیں اس کے بارے میں...... پھر...... رات زیادہ نہیں گزری تھی کہ اچانک ہی میں اچھل پڑا...... باہر سے شور کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں...... شور کافی بھیانک تھا...... میں بے اختیار باہر لپکا اور دروازہ کھول کر باہر نکل آیا...... دس پندرہ افراد پتھراؤ کر رہے تھے اور کوئی بھاگ رہا تھا، لیکن بھاگنے والا اس برق رفتاری سے بھاگ رہا تھا کہ واقعی یقین نہیں آتا تھا...... میں اس کے پیچھے دوڑنے لگا...... دوسرے لوگ بھی دوڑ رہے تھے کہ بھاگنے والا دونوں پیروں سے بھاگ رہا تھا اور سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ وہ کون ہے......؟ بہر حال میں نے اس کا پیچھا جاری رکھا...... وہ کھیتوں کی طرف دوڑ رہا تھا اور دوڑنے کی رفتار اتنی تیز تھی کہ دیکھتے ہی دیکھتے وہ مجھ سے بہت آگے نکل گیا...... تب اچانک میرے ذہن میں گرمی سی بھر گئی اور اس کے بعد میں نے دونوں ہاتھ زمین پر رکھ دیئے اور دوڑنے لگا...... میری لمبی لمبی چھلانگیں مجھے اس کے قریب کرتی جار ہی تھیں، لیکن وہ بھی چھلاوا ہی تھا...... میں اس کا پیچھا کرتا رہا اور چاند کی روشنی میں اسے بھاگتے ہوئے دیکھتا رہا...... پھر میں اس کے قریب سے قریب تر ہوتا چلا گیا اور اچانک ہی

میرے سامنے ایک کھنڈر نما عمارت آگئی...... یہ عمارت...... بستی سے کافی فاصلے پر تھی...... بستی والوں کا یہاں دور دور تک نام و نشان نہیں تھا...... دوڑنے والا عمارت میں داخل ہو گیا اور دیکھتے ہی دیکھتے میں بھی عمارت پر پہنچ گیا...... جگہ ذرا اجنبی تھی...... اس لئے شاید دوڑنے میں بھی کچھ دقت پیش آئی تھی، لیکن چند ہی لمحوں کے بعد میں اس کے پاس پہنچ گیا...... کالا رنگ چہرہ...... انتہائی بھیانک صورت...... میں اس کے قریب پہنچا اور وہ سہمے ہوئے انداز میں دیوار کے ساتھ چپک گیا...... تبھی مجھے ایک آواز سنائی دی۔

"نہ...... نہ...... یہ تمہارا شکار نہیں ہے سکندر...... اسے نقصان مت پہنچانا......" اس کے ساتھ ہی لگاتار کئی فائر ہوئے اور گولیاں زمین پر لگ کر چھٹیں یہ گولیاں میرا نشانہ لے کر نہیں ماری گئی تھیں، لیکن جو آواز میں نے سنی تھی اس نے مجھے ساکت کر دیا تھا...... میں سیدھا اٹھ کر کھڑا ہو گیا اور میں نے پلٹ کر دیکھا...... وہ راجہ جوگیال ہی تھا، لیکن اس کے ساتھ ہی مہاکال بھی موجود تھا...... دونوں خونخوار نگاہوں سے مجھے دیکھ رہے تھے اور راجہ جوگیال کے چہرے پر انتہائی وحشت کے آثار تھے...... ایک لمحے کے لئے میں ساکت رہ گیا تھا...... مجھے گمان بھی نہیں تھا کہ میری ملاقات اس طرح ان دونوں سے ہو جائے گی...... میں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھتا رہا...... یہ تعین کرنے کی کوشش کر رہا تھا کہ جو کچھ دیکھ رہا ہوں...... کیا واقعی حقیقت ہے"۔





راجہ جوگیال اور مہاکال دونوں مجھے گھورتے رہے...... وہ پراسرار وجود اب بھی دیوار کے ساتھ چپک کر کھڑا ہوا مجھے دیکھ رہا تھا...... ایک نیم وحشی سا آدمی تھا...... جس کے پورے چہرے پر بال ہی بال تھے...... اچانک راجہ جوگیال نے دونوں ہاتھ اٹھائے...... انہیں لہرایا تو دیواروں میں لگی بے شمار مشعلیں روشن ہو گئیں...... راجہ جوگیال نے مجھے گھورتے ہوئے کہا۔

"اور تم یہ سمجھتے تھے کہ شاید...... اب تم ہماری نگاہوں میں نہیں آسکتے تھے...... بے وقوف لڑکے...... مہاکال نے جو وقت تجھ پر صرف کیا تھا...... کیا تو سمجھتا ہے......؟ کہ وہ بے مقصد تھا اور کیا تو یہ سمجھتا ہے......؟ کہ تو مہاکال کے چنگل سے اتنی آسانی سے نکل سکتا تھا...... بھول تھی تیری...... بھول تھی تیری...... کسی کا کوئی قصور نہیں ہے...... میں نے بھی اپنے آپ کو سنبھالا اور کہا۔

"راجہ جوگیال...... مہاکال...... دو بڑے آدمی ایک جگہ ہو گئے ہیں...... چلو اچھا ہوا میں تم سے اب تمہارے بارے میں معلوم کروں گا"۔

"شرافت سے بیٹھ جا...... ویسے تو تجھے بہت سے نقصانات پہنچائے جاسکتے ہیں، لیکن اسالیس اعظم اپنے پیروکاروں کو نقصان پہنچانے کی اجازت نہیں دیتا...... ہاں جب وہ حد سے آگے بڑھ جاتے ہیں تو اسالیس اعظم خود ان کا انتظام کر دیتا ہے...... تیرے ساتھ تو وہ سلوک ہو سکتا ہے کہ تو زندگی بھر یاد کرے، لیکن ہم ایسا کرنا نہیں چاہتے...... آرام سے بیٹھ جا...... باتیں کریں گے تجھ سے"۔

"یہ کون ہے......؟" میں نے اس کالی بلا کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"چل تو جا" راجہ جوگیال نے اسے اشارہ کیا اور وہ اپنی پشت پر بنے ہوئے دروازے سے دوسری طرف چلا گیا...... میں نے قدم آگے بڑھائے تو راجہ جوگیال نے پستول سیدھا کرتے ہوئے کہا۔

"نہیں...... اور کچھ نہیں کریں گے ہم...... لیکن تیری ٹانگیں زخمی کر دیں گے...... اتنی زخمی کریں گے کہ تو چل پھر بھی نہیں سکے گا...... اس لئے اپنے آپ کو قابو میں رکھ...... میں نے سوچا کہ وہ ایسا کر سکتا ہے...... میں نے پھر سوال کیا۔

"یہ کون ہے......؟ اور بستی والوں کو کیوں نقصان پہنچا رہا ہے"۔

"اس بستی میں ہم اسالیس اعظم کی حکومت چاہتے ہیں اور پہلے لوگوں کی حالت خراب کر رہے ہیں تاکہ جب اسالیس اعظم ان کے سامنے نمودار ہو تو وہ آسانی سے اس کی قوتوں کو تسلیم کر لیں...... کیا سمجھا؟

اور تم اس کے لئے انسانی زندگیاں دھڑا دھڑ لے رہے ہو"۔

"ارے بہت زیادہ نصیحتیں کرنے والا نہ بن...... اپنی اوقات نہ بھول...... بیٹھ جا...... تجھے انسان سے جانور بنایا گیا اور پھر یہ بھی مہاکال کی مہربانی تھی...... کہ تجھے جانور سے پھر ایک بار انسان بنا دیا گیا ہے"۔

"میں تم سے کچھ باتیں کرنا چاہتا ہوں"۔

"آج فیصلہ کن بات ہو جانی چاہئے...... راجہ جوگیال بولا...... مہاکال بالکل خاموش رہا تھا...... میں یہ محسوس کر رہا تھا کہ مہاکال کو کافی مصیبت آ گئی ہے...... شاید میری وجہ سے...... پتا نہیں...... ان کا اندرونی چکر کیا ہو......؟ کوئی بات تو سمجھ میں آتی نہیں تھی...... بہر حال...... اس وقت میں خود بھی تفصیل سے بات کرنا چاہتا تھا...... راجہ جوگیال نے کہا۔

"دیکھ...... اب چونکہ تمام باتیں تیرے ذہن میں ہیں...... سب کچھ جانتا ہے تو...... اس لئے ہم تجھ سے کچھ چھپانے کی ضرورت محسوس نہیں کرتے...... تجھے اس بات کا اچھی طرح پتا ہے کہ...... تو ایک مسلمان کا بیٹا ہے"۔

"ہاں...... اللہ کے فضل سے"۔

"اور اسالیس اعظم کی یہ ساری قوتیں تم لوگوں پر ہی صرف ہوتی ہیں، کیونکہ باقی تو ان سے منحرف نہیں ہیں...... پوری طرح سے نہ سہی...... آدھے لوگ کم از کم اسالیس اعظم کے پیروکار ہیں...... خود تیری نسل میں بھی بہت سے لوگ غیر محسوس طریقے سے اسالیس اعظم کے لئے کام کرتے ہیں...... کیا سمجھا......؟ اور کہنے کا مطلب یہ ہے کہ تجھے خاص طور سے اس کام کے لئے منتخب کیا گیا، حالانکہ ہمارے آدمی صرف تیرے باپ کی نافرمانی پر تجھے

اٹھا کر یہاں لے آئے تھے، مگر انہوں نے ایک انوکھا کارنامہ سرانجام دیا جس کے نتیجے میں تو ایک ایسے شخص کا پیچھا کرتا ہوا یہاں آیا جسے کوئی کبھی نہیں پکڑ سکتا...... یہ بھی ہماری قوتوں کا اثر تھا...... لڑکے ہم تجھ سے یہ چاہتے ہیں کہ تو اپنی قوم میں جا اسالیس اعظم اور مہاکال تجھے ایک بہت بڑا درویش بنادیں گے تو ایک ایسے شخص کی حیثیت سے اپنی قوم کے سامنے آئے گا جو بڑی قوتوں والا ہو، جس کے ایک ہاتھ میں موت اور دوسرے ہاتھ میں زندگی ہو، تو کسی بیمار کو ٹھیک کرنا چاہے گا تو پانی کا ایک چھینٹا اس کے منہ پر مارے گا اور وہ ٹھیک ہو جائے گا تو کسی مجرم کو سزا دینا چاہے گا...... دوسرے ہاتھ سے پانی کا چھینٹا مارے گا اور وہ زندگی کھو بیٹھے گا...... یہ قوتیں دینا چاہتا ہے تجھے اسالیس اعظم اور اس کے بعد تجھے مہاکال کا درجہ ملے گا...... وجہ اس کی یہ ہے کہ تو ان لوگوں کو نقصان پہنچائے گا...... جو مہاکال کے سب سے بڑے دشمن ہیں...... یعنی مسلمان کیا سمجھا......؟ ہم اب بھی تجھ سے مایوس نہیں ہوئے ہیں...... تجھے پہلے بھی بتادیا گیا ہے کہ مہاکال تجھے بہت بڑا درجہ دینا چاہتا تھا...... تجھ سے کام لینا چاہتا ہے...... ہماری سمجھ میں یہ بات نہیں آتی جب تیرے سامنے کوئی منزل نہیں ہے تو تو ہم سے کیوں بھاگ رہا ہے......؟ کیا کرے گا تو......؟ آگے چل کر"۔

"مجھے اپنے ماں باپ کی تلاش ہے"۔

"کہانا...... مل جائیں گے تجھے...... وہ بھی مل جائیں گے...... مہاکال کے نام پر...... اسالیس اعظم کے نام پر درویش بن جا...... لوگوں کی آرزوئیں پوری کر...... لوگ تجھے دیوتاؤں کی طرح پوجنا شروع کردیں گے اور جب تجھے اسالیسی قوتیں مل جائیں گی تو اپنے ماں باپ کو بھی تو آسانی سے تلاش کرلے گا...... میں نے تجھے ستاروں کا علم دیا...... ایک چھوٹا سا نمونہ تھا وہ، لیکن تو دیکھ لے کہ تجھے کیا مقام ملا......؟ ارے یہ تو وہ چیز تھی جو مجھ جیسے معمولی آدمی نے تجھے دے دی...... آنے والے وقت میں اسالیس اعظم تجھے جو کچھ دے گا...... اس کے بارے میں تو سوچ بھی نہیں سکتا...... پر جب انسان کی عقل خراب ہوتی ہے تو وہ اسی طرح کی حرکتیں کرتا ہے...... بڑی سے بڑی چیز ٹھکرا دیتا ہے...... پاگل دیوانے اسالیس اعظم تیرے لئے وہ کرنا چاہتا ہے جو تیرے تصور سے بھی باہر ہو...... اور تو...... اس کی دی ہوئی قوتوں کو ٹھکرا رہا ہے...... تو پھر...... اس جگہ اسالیس اعظم کو نقصان پہنچا دیا ہے جہاں وہ اپنا کام کر رہا ہے؟ تو خود سوچ...... تجھ جیسا حقیر کیڑا کیا اسالیس اعظم کو نقصان پہنچا سکتا ہے......؟ نہیں ہرگز

نہیں...... بالکل نہیں...... باز آجا اپنی ان حرکتوں سے"۔

"پہلے مجھے میرے ماں باپ سے ملادو...... اس کے بعد میں دیکھوں گا کہ اسالیس اعظم کے لئے میں کیا کرسکتا ہوں"۔

"کوئی شرط نہیں...... کوئی شرط نہیں...... اسالیس اعظم کے پیروکار تو بے وقوف لڑکے اس کی قربت حاصل کرنے کے لئے دنیا کی ہر چیز ترک کردیتے ہیں، تو اپنے آپ کو کیا سمجھتا ہے......؟ شرطیں عائد کر رہا ہے تو...... ناممکن ہے تو آنکھیں بند کر کے اسالیس اعظم کے احکامات کی پیروی کر...... مہاکال اسالیس اعظم کے اس قبیلے میں رہتا ہے جہاں سے اسالیس اعظم کے پیروکاروں کو تربیت دے کر ساری دنیا میں بھیجا جاتا ہے...... وہ صرف تیری وجہ سے پریشان ہو کر اسالیس اعظم کے حکم پر نکل آیا ہے...... اور اب تجھے ہر طرح سے اپنے کام کے لئے آمادہ کرنا چاہتا ہے...... بول کیا کہتا ہے......؟ اپنے مقصد سے اقرار کر کے تو اسالیس اعظم کے وفاداروں میں شامل ہونا چاہتا ہے تاکہ تجھے مشکلوں سے نجات ملے۔

"اور اگر میں اقرار نہ کروں تو؟"۔

"کرے گا...... کرے گا...... ایسے اقرار کرے گا تو کہ دیکھنے والے دیکھیں گے...... جوگیال اسے لے چلو...... زنجیریں ڈال دو...... اس کے پیروں میں ایسے باز نہیں آئے گا یہ...... یہ وہ نہیں ہے جس کی سمجھ میں شرافت کی بات آجاتی ہے...... یہ لاتوں کا بھوت ہے...... مہاکال نے دونوں ہاتھ فضا میں بلند کئے اور اچانک ہی میرے بدن کے گرد لاتعداد زنجیریں آکر لپٹ گئیں...... میں بے بس ہوگیا...... میں نے ان زنجیروں کو کھولنے کی کوشش نہیں کی تھی، کیونکہ میں جانتا تھا کہ یہ اتنی آسانی سے نہیں کھل سکتیں...... میں خاموشی سے انہیں دیکھتا رہا...... مہاکال کے چہرے پر غصے کے آثار تھے...... بہرحال میں ایک بار پھر ان کا قیدی بن گیا تھا...... بستی والوں کی مشکل کے بارے میں مجھے معلوم ہوگیا تھا، لیکن میں ان کی کوئی مدد نہیں کرسکتا تھا...... مہاکال اور راجہ جوگیال مجھے لے کر چل پڑے...... میں بس اتنی سکت رکھتا تھا کہ اپنے پیروں سے چل سکوں...... راجہ جوگیال کے ہاتھ میں چمڑے کا ایک ہنٹر آگیا تھا اور اس نے یہ ہنٹر اس طرح پکڑ لیا تھا کہ میں اس سے ذرا بھی انحراف کرنے کی کوشش کروں تو ہنٹر کی زبان مجھے چاٹنے کے لئے تیار ہو جائے اور اس کے بعد وہ لوگ مجھے کسی جانور کی طرح ہنکاتے ہوئے باہر لے آئے اور میں

بیچارگی کے عالم میں ان کے ساتھ چلنے لگا...... ویسے اس دوران مجھے کسی انسان سے جانور بننے پر مجبور ہونا پڑا تھا، لیکن جوں جوں وقت گزرتا جارہا تھا میرے دل میں گداز پیدا ہوتا جارہا تھا اور میں دنیا میں زندگی گزارنے کے طریقہ کار اختیار کرتا چلا جارہا تھا...... انسان تھا...... انسان ہی رہنا چاہتا تھا...... ساری صورت حال بڑی عجیب و غریب تھی...... حقیقت یہ تھی کہ مجھے جو مشورہ دیا گیا تھا وہ بہترین تھا اور اس بات کے امکانات تھے کہ اس کی وجہ سے میں اپنی منزل کو پالیتا، لیکن کیا کرتا......؟ ساری صورت حال ہی بدل کر رہ گئی تھی...... وہ کچھ کر ہی نہیں پارہا تھا، جو میرے حق میں بہتری پیدا کرتا...... اب دیکھنا یہ تھا کہ...... دونوں شیطان مجھے کہاں لے جاتے ہیں......؟ وہ مجھے لئے ہوئے بڑے اطمینان سے چلے جارہے تھے...... لازمی بات ہے...... کہ ان کی منزل کوئی نہ کوئی ضرور ہوگی اور وہ مجھے اس منزل تک لے جانا چاہتے ہوں گے...... ابھی میرے سفر کو زیادہ سے زیادہ تیس پینتیس منٹ گزرے ہوں گے...... میں زنجیروں میں جکڑا ہوا پیدل چل رہا تھا...... وہ دونوں میرے ساتھ تھے اور بالکل خاموش تھے کہ اچانک تیز ہوائیں چلنے لگیں اور پھر ہوا نے طوفانی جھکڑوں کا انداز اختیار کرلیا...... چاروں طرف سے گردوغبار کا طوفان امڈ آیا تھا...... میں نے محسوس کیا کہ میرے ساتھ وہ بھی پریشان ہورہے ہیں...... پتا نہیں ان کی قوتوں کا کہاں سے آغاز ہوتا تھا اور کہاں انجام ہوجاتا تھا...... کبھی کبھی تو وہ انتہائی پراسرار قوتوں کے مالک محسوس ہوتے کہ لگتا جیسے کہ دنیا کا ہر اختیار ان کے پاس ہے...... اور کبھی کبھی بے بسی کا شکار نظر آنے لگتے تھے...... میں آنکھوں میں بھر جانے والی مٹی صاف کرنے لگا اور پھر میں نے جوگیال کی آواز سنی۔

"جے مہاکال"۔

"بڑی بری آندھی ہے...... کچھ نظر بھی نہیں آرہا اور ہم سفر کرنے پر مجبور ہیں"۔

"مجھے ادھر روشنی نظر آرہی ہے...... ادھر چلیں مہاراج"۔

"کدھر"۔

"ہمارے بائیں سمت"۔

"راستہ تو سیدھا ہی چلنا ہے ہمیں"۔

"آندھی جو آگئی ہے مہاراج...... اندھا کردے گی یہ تو...... کہیں کوئی نقصان نہ پہنچ

جائے"۔

"اسے پکڑ لو دونوں بازوؤں سے"۔

"پھر ادھر ہی چلیں مہاراج"۔

"ہاں...... بڑا ضروری ہے مہاکال نے کہا...... پھر اس کے بعد دونوں نے بازوؤں سے مجھے پکڑ لیا...... میری آنکھیں تو بالکل مٹی میں اٹ گئی تھیں اور مجھے دو قدم کے فاصلے کی چیز نظر نہیں آرہی تھی...... میں نے غرائے ہوئے لہجے میں کہا"۔

"مجھے آنکھیں تو صاف کرلینے دو...... کتو...... اندھا ہوجاؤں گا میں" جواب میں مہاکال ہنس پڑا...... پھر بولا"۔

"اندھا تو ہو ہی گیا ہے تو اور اندھے پن کی سزا میں ہمیں بھی شریک کرلیا ہے تونے...... کون سا سماں تھا جب ہم نے تجھے قبول کیا...... اور اس کے بعد تو ہمارے لئے مصیبت بن گیا تھا...... میں نے کوئی جواب نہیں دیا...... وہ لوگ مجھے گھسیٹتے رہے...... جوگیال کو جو روشنی نظر آئی تھی وہ نجانے کیسی ہوگی......؟ لیکن وہاں تک پہنچتے پہنچتے بہت سا وقت گزر گیا...... آندھی تھی کہ رکنے کا نام نہیں لے رہی تھی...... پھر اچانک ہی مہاکال کی آواز سنائی دی"۔

"غضب ہوگیا جوگیال...... یہ تو غضب ہوگیا"۔

"کیا ہوا...... مہاکال"۔

"بری جگہ آگئے ہم...... چھوڑو بھاگو...... دیکھ لیں گے...... اسے بعد میں دیکھ لیں گے...... ارے بھاگو...... میں کہتا ہوں ارے بھاگو" اور انہوں نے میرے بازو چھوڑ دیئے...... میں ہکا بکا رہ گیا تھا...... کون سی ایسی بری جگہ آگئی تھی، جہاں سے انہیں بھاگنا پڑا تھا...... میری سمجھ میں کوئی بات نہیں آرہی تھی اور میں ان سے بازو چھڑانے کے بعد بمشکل تمام اپنی قمیص کے دامن سے اپنی آنکھوں میں پڑی ہوئی گرد صاف کرنے کی کوشش کررہا تھا، لیکن پانی کے بغیر یہ گرد نقصان دہ ہوسکتی تھی...... کپڑے خود مٹی سے اٹے ہوئے تھے اور میں ایک عجیب سے عذاب کا شکار تھا...... بہت ہی عجیب سے دباؤ کا شکار تھا میں...... اندھوں کی طرح زمین پر بیٹھ گیا...... وزنی اور موٹی زنجیروں نے بیٹھنے میں خاصی مشکل پیدا کی تھی، لیکن بہرحال...... میں کسی نہ کسی طرح بیٹھ ہی گیا...... ایک عجیب و غریب سی تھکن سوار تھی

میرے دل پر...... وقت گزرتا رہا...... مہاکال اور راجہ جوگیال کے الفاظ میرے کانوں میں گونجتے رہے لیکن آنکھیں ساتھ نہیں دے رہی تھیں...... اس لئے یہ نہیں دیکھ سکا کہ وہ کون سی جگہ ہے جہاں پہنچ کر یہ دونوں فرار ہونے پر مجبور ہوئے...... پھر کچھ دیر کے بعد اچانک ہی میرے کانوں میں اللہ اکبر...... اللہ اکبر کی آواز اُبھری...... غالباً فجر کی اذان ہو رہی تھی، لیکن قربان جاؤں اس نام مقدس کے یہ ایک ایسا معجزہ تھا جسے جھٹلانے کا تصور بھی نہ کیا جا سکے...... اللہ اکبر کی پہلی آواز کے ساتھ میرے بدن کی ساری زنجیریں ٹوٹ گئیں...... ایسا لگا تھا جیسے اس آواز نے اس ناپاک عمل کا ایک لمحے میں خاتمہ کر دیا ہو...... میں نے حیرت سے قرب و جوار میں ان زنجیروں کو ٹٹول کر دیکھا...... لیکن زنجیریں موجود تک نہیں تھیں...... اس کے علاوہ سب سے بڑی بات جو ہوئی وہ یہ تھی کہ میری آنکھیں بھی صاف ہو گئی تھیں اور صبح کا ملگجا اندھیرا اقرب وجوار میں بکھرا نظر آ رہا تھا...... میرا دل خوشی سے معمور ہو گیا...... میں نے چاروں طرف نگاہیں دوڑائیں...... تھوڑے فاصلے پر مسجد نظر آ رہی تھی...... میں مسجد کی دیواروں کے احاطے میں تھا...... اپنی جگہ سے اٹھا اور مسجد کے قریب پہنچ گیا...... چھوٹی چھوٹی دیواریں چاروں طرف بنی ہوئی تھیں...... احاطہ بہت وسیع تھا لیکن مسجد کی اصل عمارت بہت چھوٹی تھی...... اس احاطے میں چند سیڑھیاں عبور کرنے کے بعد تھوڑی سی اونچی جگہ تھی اور وہاں اینٹوں سے چنا ہوا ایک کنواں بنا ہوا تھا، جس پر ڈول موجود تھا...... اذان مکمل ہو گئی تھی...... میں کنویں کے پاس پہنچا اور چمڑے کے ڈول کو پانی میں ڈال دیا...... چرخی چلی اور میں نے رسی پکڑ لی...... پھر میں نے پانی نکال کر پہلے تھوڑا سا پانی پیا پھر باقی پانی اپنے سر پر ڈال لیا...... سر اور پورا بدن بھیگ گیا تھا...... اور میں ہوا کے فرحت بخش جھونکوں سے لطف اندوز ہو رہا تھا کہ اذان دینے والے موذن صاحب میرے قریب آ گئے...... اچھی عمر کے آدمی تھے...... مجھے دیکھا تو بولے۔

"میاں مسافر ہو؟"۔

"جی جناب"۔

"بستی کب پہنچے"۔

"کچھ دیر ہو گئی"۔

"بڑی خوشی ہوئی...... نام بتانا پسند کریں گے آپ؟"۔

"سکندر ہے میرا نام"۔

"او...... مجھے سالک حسین کہتے ہیں...... آپ اگر نماز کی تیاریاں کر رہے ہیں تو تیاریاں کیجئے...... تھوڑی دیر کے بعد نمازی آنے والے ہیں...... میں ذرا انتظامات کر لوں"۔

"بہت بہتر"...... میں نے جواب دیا اور تھوڑا سا ہٹ کر ایک گوشے میں جا بیٹھا...... نمازیوں کا داخلہ شروع ہو گیا تھا...... وضو کیا جا رہا تھا، کوئی بیس بائیس افراد جمع ہو گئے...... پھر میں نے سالک حسین صاحب کو دیکھا...... تیار ہو کر واپس آ گئے تھے...... پھر شرمندگی کا احساس ہوا کہ میں مسلمان ہونے کے باوجود نماز سے مکمل طور پر ناواقف ہوں...... ایک لمحے کے لئے دل میں خیال آیا کہ کم از کم...... ساری باتیں ایک طرف عجیب و غریب قسم کے حالات سے گزرتا رہا ہوں...... دل یہ نہیں چاہا کہ اپنے آپ کو سکندر کے علاوہ کچھ اور کہہ پاؤں...... گویا اپنے دین سے رغبت تھی مجھے...... لیکن دینی کام کرنے کا کبھی موقع نہیں ملا تھا...... دل میں سوچا کہ نماز سیکھنے کی کوشش کروں گا...... ممکن ہے مجھے اس سے فائدے حاصل ہوں...... دین کی باتیں آج تک کسی نے بتائی ہی نہیں تھیں...... بہر حال...... میں ان لوگوں کو دیکھتا رہا...... نماز ختم ہو گئی اور نمازی نماز سے فراغت کر کے چلے گئے...... تو سالک حسین صاحب میرے پاس آ گئے...... اور بولے۔

"آیئے سکندر میاں...... ناشتا تیار ہو چکا ہو گا...... ناشتا کرتے ہیں"۔

"جی جناب"۔

"سنئے فرمایئے"۔

"میرا مطلب ہے کہ آپ کو"۔

"عزیزم مسلمان ہو...... یقینی طور پر یہ بات تو جانتے ہو گے کہ مسلمان کے لئے کسی مہمان کی آمد اللہ تعالیٰ کی طرف سے رحمت کا اشارہ ہوتی ہے...... میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ اللہ نے مجھے آج کی صبح بہت بڑی نعمت سے نوازا ہے...... آیئے میاں...... آیئے...... مجھے شرمندہ نہ کیجئے...... میں سالک حسین صاحب کے ساتھ چل پڑا...... مسجد کا وہ حصہ ایک سرے سے دوسرے سرے تک سالک حسین کی ملکیت میں تھا...... غالباً ان کے اہل خانہ بھی یہیں رہتے تھے...... تھوڑا سا برآمدہ تھا...... اس کے بعد وسیع و عریض صحن جس میں آم کے درخت جھوم رہے تھے اور ان کی گھنی چھاؤں دور تک پھیلی ہوئی تھی...... سورج ابھی بلند

نہیں ہوا تھا...... اجالا تیزی سے پھیل رہا تھا...... سالک حسین صاحب نے کچھ لمحوں کے بعد مٹی کے پیالے میں چائے پیش کی...... اس کے ساتھ ہی گرم پراٹھے بھی تھے، جن کے پکنے کی خوشبو اندر سے آرہی تھی...... وہ میرے سامنے بیٹھ گئے اور مجھے بغور دیکھتے رہے...... پھر بولے۔

"میاں...... بے تکلفی کی درخواست کرتے ہیں آپ سے...... اور دل میں جو کچھ آتا ہے وہ کہنے کی اجازت بھی چاہتے ہیں...... آپ ہمارے کسی سوال کا برا تو نہیں مانیں گے...... یہ تو نہیں سوچیں گے کہ ذرا سی خاطر مدارت کی اور اس کے بعد اپنا حق وصول کرنے بیٹھ گئے"۔

"نہیں جناب...... بالکل نہیں"۔

"ہم یہ کہنا چاہتے ہیں کہ...... کوئی ایسا عمل ہے آپ کے ساتھ جو ذرا اجنبی سا ہو...... اب اس کی وجہ کیا ہے......؟ یہ تو اللہ ہی بہتر جانتا ہے، لیکن اگر کوئی خاص بات ہو تو بتائیے"۔

"بس...... کیا عرض کروں آپ سے......؟ کوئی خاص بات نہیں ہے...... میں نے الجھے ہوئے انداز میں کہا...... فوراً ہی تو ہر ایک کو اپنی کہانی سنانے کے لئے نہیں بیٹھ سکتا تھا" سالک حسین نے بھی شاید اس بات کو محسوس کیا اور کہنے لگے۔

"اور ایک بات اور سنیئے...... اب آپ اس نئی صبح کے مہمان کی حیثیت سے ہمیں عزت بخشنے کے لئے آئے ہیں تو کچھ وقت قیام بھی کرنا ہوگا آپ کو"۔

"آپ کا حکم ہوگا...... تو جیسا آپ مناسب سمجھیں بہر حال انہوں نے میرے لئے قیام کا بندوبست کیا اور کہنے لگے"۔

"میرا خیال ہے...... رات میں آپ یہاں پہنچے ہیں تو سفر بھی کیا ہوگا...... آرام کریں تو زیادہ بہتر ہے...... جگہ میں بتائے دیتا ہوں" غرضیکہ میں آم کے درخت کے نیچے بچھی ہوئی چارپائی پر لیٹ گیا اور اس کے بعد سو گیا...... دوپہر کو ڈیڑھ بجے کے قریب آنکھ کھلی تھی...... نماز غالباً ہو چکی تھی...... سالک حسین صاحب سامنے ہی نظر آئے...... مجھے جاگتے دیکھ کر میرے قریب آگئے اور بولے۔

"غسل کر لیجئے...... کھانا تیار ہے" میں شرمندہ شرمندہ سا اٹھا تھا اور اس کے بعد غسل

وغیرہ سے فراغت کی گئی اور بہت ہی اچھی ترکاری...... دال وغیرہ روٹیوں کے ساتھ آگئی...... سالک حسین صاحب نے بھی میرے ساتھ کھانا کھایا تھا...... میں جس جگہ بیٹھا ہوا تھا وہاں سے کافی فاصلے پر کچھ لوگوں کا مجمع جمع تھا...... طرح طرح کی آوازیں آرہی تھیں...... میں نے سالک حسین صاحب کی طرف دیکھا تو کہنے لگے۔

"کچھ واقعہ ہو گیا ہے وہاں...... بڑی عجیب سی جگہ ہے وہ...... آپ یوں سمجھ لیجئے کہ وہاں ایک شمشان گھاٹ تھا...... زمانہ قدیم کی بات ہے لیکن بری روحوں کی عمر کا تو کوئی تعین نہیں ہوتا...... ایک گندی روح ہے وہاں...... بڑے عرصے سے قبضہ جما رکھا تھا...... آپ یہ سمجھ لیجئے کہ اس کی کہانی یوں تھی کہ اس نے کسی واقعے پر اپنے اہل خاندان سے ناراض ہو کر پورے خاندان کو موت کی آغوش میں پہنچا دیا تھا...... تنہا رہ گیا تھا...... بات اس وقت کی ہے جب ایسی چھوٹی موٹی بستیوں میں پولیس کا کوئی وجود نہیں ہوتا تھا، لیکن اس کی اس مذموم حرکت سے مشتعل ہو کر بستی والوں نے اسے بستی سے نکال دیا تھا...... اس وقت یہ بستی یہاں تک نہیں پھیلی ہوئی تھی اور شمشان گھاٹ کافی فاصلے پر تھا...... وہ یہاں آکر رہنے لگا...... پھر کچھ دن کے بعد اسے یہاں کسی جانور نے ہلاک کر دیا...... اس کے بدن کے کئی ٹکڑے دستیاب ہوئے تھے...... غالباً کسی درندے کا شکار ہوا تھا، جس نے اس کی گردن چبالی تھی اور اس کے بعد اس بدبخت کی روح یہیں رہنے لگی...... اس کا سر کبھی اس کے شانوں پر نظر نہیں آیا اور جب بستی پھیلی اور ادھر سے گزرگاہ ہو گئی تو اسے اکثر دیکھا جانے لگا، لیکن پچھلے کچھ دنوں سے وہ یہاں موجود نہیں ہے اور یہاں بڑی خوشیاں منائی جا رہی ہیں...... یہ لوگ اس سلسلے میں اکثر یہاں جمع ہو جاتے ہیں۔

"خوب...... ویسے سالک حسین صاحب یہ ساری چیزیں عالم وجود میں ہوتی ہیں"۔

"دیکھئے سکندر میاں...... شیطان کے وجود کو تو تسلیم کرنا ہی ہوگا آپ کو! اور بہر حال...... ضروریات شیطان انہی تمام چیزوں سے تعبیر ہوتی ہے...... ویسے میں آپ کو ایک بات بتاؤں...... پچھلے کچھ عرصے سے اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے کچھ ایسے عجیب و غریب حالات ہو گئے ہیں جو خود میری سمجھ میں نہیں آتے اور میں سوچتا ہوں کہ پتا نہیں کیا سلسلہ ہے......؟ ویسے کہا جاتا ہے کہ ایسی باتیں کسی کو نہ بتائی جائیں تو بہتر ہوتا ہے"۔

"میں سمجھا نہیں"۔

"اصل میں میں اہل خاندان کے ساتھ یہاں رہتا ہوں...... میری بیگم بھی ایک اچھے انسان کی بیٹی ہیں اور وہ روزہ نماز کی پابند ہیں...... پچھلے کچھ دنوں سے وہ کہہ رہی ہیں کہ شمشان گھاٹ کے سامنے والے چوک میں ایک عجیب سی روشنی ہوتی ہے اور اس روشنی میں بے شمار سائے نظر آتے ہیں...... ایسا لگتا ہے جیسے وہاں کوئی ذکر ہو رہا ہے...... مدھم مدھم آوازیں بھی ہوتی ہیں...... کچھ سمجھ میں نہیں آرہا...... ویسے اس چوک کے اس طرف ایک پرانی حویلی بھی ہے...... صورت حال کچھ ایسی ہے کہ دل چاہتا ہے وہاں جانے کے لئے...... لیکن ہمت نہیں پڑتی...... اصل میں ویسے بھی ایسی باتیں کسی سے کہیں تو وہ برا مانے گا...... ہم ایک ساتھی کی تلاش میں تھے...... نجانے کیوں آپ کو دیکھ کر دل چاہتا ہے کہ کچھ جائزہ لیا جائے"۔

"مجھے اعتراض نہیں ہے...... سالک حسین صاحب"۔

"چلیں گے آپ ہمارے ساتھ؟"۔

"ہاں...... ضرور چلوں گا"۔

"ہمت ہے؟"۔

"آپ ساتھ ہوں گے نا......؟ کوشش کروں گا"۔

"تو ٹھیک ہے...... چلتے ہیں" بہر حال اس رات میں تیار ہو گیا...... بس ایسے ہی دل چاہا تھا کہ ادھر جاؤں اور پھر میں وہاں سے چل پڑا...... ساری بستی شہر خموشاں بنی ہوئی تھی...... کتے تک نہیں بھونک رہے تھے...... اکادکا گھروں سے روشنی جھلک رہی تھی...... ورنہ زیادہ تر گھر تاریکی میں ڈوبے ہوئے تھے...... کبھی کسی گھر سے کسی بچے کے رونے کی آواز سنائی دے جاتی اور پھر خاموشی پھیل جاتی...... پھر میں بستی کے میدان میں نکل آیا...... سالک حسین صاحب خاموشی سے میرے ساتھ چل رہے تھے...... میدان کے بیچوں بیچ مجھے ایک چبوترہ نظر آرہا تھا جس کے درمیان ایک بڑا سا درخت پھیلا ہوا تھا...... درخت کے نیچے ایک دیا روشن تھا اور اس کی لرزتی روشنی میں کچھ لوگ بیٹھے نظر آرہے تھے...... سالک حسین صاحب نے اسی درخت کے بارے میں بتایا تھا اور سیدھے چلنا تھا مجھے...... میدان کے اختتام پر مجھے مڑ جانا تھا مگر میں نے سوچا کہ ان بیٹھے ہوئے لوگوں سے کچھ اور تصدیق کر لوں، چنانچہ ان کی جانب بڑھ گیا...... قریب پہنچ کر اندازہ ہوا کہ وہ سب ایک خاص قسم کے لباس میں ملبوس کچھ

افراد تھے اور آپس میں کچھ گفتگو کر رہے تھے...... ہم پہنچے تو انہوں نے ہماری جانب دیکھا...... اس کے بعد سب نے اپنے اپنے ہاتھ فضا میں بلند کئے اور چند لمحوں کے بعد وہاں کچھ نہ رہا...... سالک حسین صاحب زور زور سے کچھ پڑھ رہے تھے...... میں حیرانی سے ادھر ادھر دیکھنے لگا...... بات اصل میں وہی تھی کہ ناواقفیت انسان کو بہت سے معاملات سے بچائے رکھتی ہے...... پس خاموشی سے ادھر دیکھتا رہا...... سالک حسین صاحب میرے قریب آکر کھڑے ہو گئے تھے...... انہوں نے چند لمحات کے بعد میرے قریب پہنچ کر میرے بازو پر ہاتھ رکھا اور بولے۔

"کیا خیال ہے حویلی کی جانب چلیں؟"۔

"آپ بتائیے! مجھے چلنا چاہئے؟"۔

"آپ جیسا پسند کریں"۔

"مناسب ہے...... آئیے آگے چلتے ہیں" میں آہستہ آہستہ حویلی کی جانب بڑھ گیا اور تھوڑی دیر کے بعد حویلی کے قریب پہنچ گیا...... بہت دیر تک ہم لوگ حویلی کا جائزہ لیتے رہے اور پھر اچانک ہی حویلی میں روشنی ہونے لگی...... مجھے یوں لگا...... جیسے بہت سی آوازیں آرہی ہوں...... سالک حسین صاحب بھی شاید اب ہمت توڑ بیٹھے تھے...... گھٹی گھٹی آواز میں مجھ سے بولے۔

"واپس چلیں"۔

"نہیں...... کیوں؟"۔

"میرا مطلب ہے...... اگر"۔

"نہیں...... آئیے آگے بڑھتے ہیں" ہم تھوڑے سے اور آگے بڑھے تو ہمیں بہت سے افراد نظر آئے جو ہمارے اردگرد احاطہ ڈال رہے تھے...... پھر وہ ہمارے قریب پہنچ گئے...... ان میں سے چار افراد نے آگے بڑھ کر میرے ہاتھ پکڑ لئے...... میری کلائیوں پر رسیاں ڈال دی گئیں اور میں حیرانی سے ان رسیوں کو دیکھنے لگا...... پھر کسی نے کہا۔

"سالک حسین صاحب...... آپ اس کے ساتھ کیوں آئے ہیں؟"۔

"جی یہ میرے مہمان ہیں"۔

"نہیں...... یہ غلط مہمان تھا"۔

"کیوں...... غلط مہمان کیوں؟"۔

"اس نے بڑی عجیب و غریب حرکات کی ہیں...... ہماری طرف خود بخود آگیا ہے، جبکہ اسے نہیں آنا چاہئے تھا...... جب کوئی کسی کے دروازے سے اندر داخل ہو جاتا ہے...... تو پھر اسے یہ پوچھنے کا حق تو ہے کہ میاں...... کس سے پوچھ کر اس دروازے سے اندر داخل ہوئے...... اس نے ایسا ہی کیا ہے"۔

"لیکن محترم عالی...... میں تو خود انہیں یہاں تک لے کر آیا ہوں...... مجھے علم نہیں تھا کہ ایسی کوئی بات ہے...... یہ تو بڑی نیک طبیعت کے انسان معلوم ہوتے ہیں"۔

"آیئے پھر...... آپ بھی عدالت میں آجایئے...... ان کا محاسبہ ہوگا اور اس کے بعد فیصلہ کیا جائے گا کہ کام کیا ہے......؟"۔

"جیسا آپ پسند فرمائیں" سالک حسین صاحب پریشان کن لہجے میں بولے...... میں خاموش تھا...... حیران بھی تھا، لیکن جب میں اس حویلی کے عقبی حصے میں پتھروں کے بنے ہوئے ایک بہت بڑے ہال میں پہنچا تو وہاں تیز روشنیوں میں میں نے ایک ایسا منظر دیکھا...... جس نے میری روح تک کو خوش کر دیا...... دو افراد وہاں زنجیروں سے جکڑے ہوئے تھے...... ان میں سے ایک راجہ جوگیال تھا اور دوسرا مہاکال...... دونوں کو حویلی کے عقبی حصے کے ایک ستون سے باندھ دیا گیا تھا اور دونوں ہی خاصی بری حالت میں نظر آرہے تھے...... ان دونوں کو اس حال میں دیکھ کر میری روح تک خوش ہو گئی تھی...... اب میرے ساتھ جو سلوک ہو سو ہو، لیکن اب یہ دونوں جس سزا میں گرفتار ہو گئے تھے...... وہ احساس میرے دل کو ٹھنڈا کر رہا تھا۔





مجھے بھی ایک ایسے ہی ستون کے پاس لے جا کر انہی کے انداز میں باندھ دیا گیا جو ان دونوں سے زیادہ دور نہیں تھا...... دونوں مجھے گھور رہے تھے...... میں نے ہنستے ہوئے ان دونوں کو دیکھا اور کہا۔

"راجہ جوگیال...... اب کہو جے مہاکال"۔

"کتے...... تو چپ رہ...... تیری وجہ سے جس طرح ہمیں نقصان اٹھانے پڑے ہیں...... اس کا کوئی حساب نہیں ہے...... اسالیس اعظم تجھ سے بدلہ لے گا...... تو دیکھنا"۔

"اے لعنت کے مارے شیطان اسالیس کا نام تو اس مقدس جگہ میں لے رہا ہے...... خیر...... سزا پانے والے کو زبان بندی پہ کون روک سکتا ہے......؟ تیرا فیصلہ تو اس طرح ہوگا کہ دیکھنے والے تجھے عبرت کا نشان بنالیں گے" ایک سفید لباس میں ملبوس بزرگ نے کہا...... سالک حسین صاحب بالکل خاموش کھڑے ہوئے تھے...... وہ بار بار میری طرف دیکھ رہے تھے...... تب ایک باقاعدہ چوکی وہاں بچھائی گئی...... اس چوکی پر بہت ہی بزرگ ہستی آکر بیٹھ گئی...... چار افراد دو...... دو کر کے چوکی کے اِدھر اُدھر کھڑے ہو گئے...... بقیہ مہذب انداز میں وہیں کھڑے رہے تھے...... پھر ان کھڑے ہوئے دو دو افراد میں سے دو افراد نے کہا۔

"معزز بزرگ...... اس بدبخت کا مقدمہ ہم آپ کے سامنے پیش کرنا چاہتے ہیں"۔

"ہاں...... میں جاننا چاہتا ہوں کہ اس کا قصور کیا ہے......؟"۔

"اس نے شیطان مردود کے احکامات کی پابندی کرنے کی کوشش کی اور جانور بن کر نہ صرف جانوروں کا بلکہ انسانوں کا بھی خون پیا...... یہ خون اس کے وجود میں شامل ہے اور یہ مردود بڑی غلاظتوں میں ڈوبا ہوا ہے...... اس نے بہت برے برے عمل کئے ہیں...... یہاں تک کہ یہ اس نیک نفس انسان کے گھر پہنچا جس کا نام سالک حسین ہے اور اپنے بارے میں بتائے بغیر ان کا مہمان بن گیا...... ہم کسی نیک مسلمان کے پاس کسی بدکار شخص کو نہیں دیکھنا

چاہتے......اس کے لئے سزا تجویز کی جائے"۔

"اس کی صفائی میں کوئی کچھ کہنے والا ہے"۔

"بزرگ مقدس......اس کی صفائی میں کچھ کہنے والا میں ہوں......ایک شخص نے آگے بڑھ کر کہا......یہ میرے لئے اجنبی تھا......چوکی پر بیٹھے ہوئے شخص نے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

"ہاں کہو......اجازت دی جاتی ہے"۔

"تو کہانی کا آغاز ایسی جگہ سے کیا جا سکتا ہے جہاں یہ اغواء کر کے قید کر لیا گیا تھا...... قصور اس کا نہیں......اس کے والدین کا ہے......یہ لوگ اپنی اولادوں کو اپنے وطن سے دور دیار غیر میں تعلیم حاصل کرنے کے لیے بھیج دیا کرتے ہیں......ان کے اپنے خیال میں تعلیم صرف ان فرنگیوں اور بے دینوں کے پاس ملتی ہے، جو دنیا کے ہر علم سے ناواقف ہیں......بنیادی تعلیم کو گھٹیا سمجھنے والے ایسے ہی حادثات کا شکار ہوتے ہیں......یہ والدین اصل میں روز قیامت کو اللہ کی خوشنودی کو......عاقبت سب کو بھول کر یہ سوچتے ہیں کہ دنیا کی چار روزہ زندگی ہی اصل زندگی ہے اور اس میں ہی راہ نجات ہے......یہ خیال باطل لوگوں کے ذہنوں پر اس قدر مسلط ہو گیا ہے کہ یہ اپنے دین کے لئے مذاق بن گئے ہیں......قصور اس بچے کا نہیں......اسے ایک غیر ملک میں تعلیم حاصل کرنے کے لئے بھیجا گیا اور دینی تعلیم سے یہ بالکل ناواقف رہا...... والدین یہ سمجھتے رہے کہ ایک اعلیٰ مستقبل اسے حاصل ہو رہا ہے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ اعلیٰ مستقبل اگر عاقبت کے لئے ہو تو سب سے اعلیٰ ہوتا ہے......والدین نے ایسا نہ کیا اور اسے وہاں تعلیم دلاتے رہے......پھر وہ اسے اپنے وطن لا رہے تھے کہ راستے میں ڈوبتے چاند کے پجاری قبیلے نے اسے اغواء کر لیا......یہ ڈوبتے چاند کے پجاری اصل میں وہ لوگ ہیں جو شیطان کی ہدایت پر دین اسلام دنیا میں پھیلنے سے روک رہے ہیں......ان کے طریقہ کار مختلف ہیں اور یہ بھی ایک شیطانی چال ہے......انہوں نے فرقہ واریت کو ہوا دے کر کلمہ گو کو......کلمہ گو سے لڑایا ہے......انسانوں کے ہاتھوں انسانوں کا قتل عام کرنے میں ان کا سب سے بڑا ہاتھ ہے...... دنیا کے بڑے بڑے عالموں کو قتل کر کے یہ شیطان کی کارروائیوں کو فروغ دے رہے ہیں اور انہوں نے اپنا ایک مرکز بنا رکھا ہے......یہاں شیطان کے مجسمے کو جسے یہ لوگ اسالیس کہتے ہیں اولیت کا روپ دے کر اسے ایک دیوتا کی حیثیت دے دی گئی ہے......ناپاک علوم حاصل کر کے یہ سارے کے سارے اپنی کاوشوں کو بڑھا رہے ہیں......ان کے طریقہ کار دنیا کے ہر حصے میں

انسانوں پر عرصہ حیات تنگ کئے ہوئے ہیں اور یہ لوگ بڑی کامیابی کے ساتھ اس مقصد کو پورا کر رہے ہیں......بزرگ محترم......یہ نوجوان لڑکا اپنی مرضی سے ان کے درمیان نہیں گیا......وہاں ان شیطانوں نے اسے اغوا کرنے کے بعد اسے انسان سے جانور بنانے کی کوشش کی اور اس کے بعد جب اس کے کام کی تکمیل ہو گئی تو انہوں نے اسے طلب کر کے اس ناپاک وجود کو سجدہ کرنے کا حکم دیا......تاکہ اس کے اندر شیطانی قوتیں حلول کر جائیں اور یہ شیطان کا پیروکار بن جائے......معزز بزرگ......اس بات سے کوئی بھی انکار نہیں کر سکتا کہ اس معصوم لڑکے نے اندر سے ان کی اطاعت قبول نہیں کی......اس نے ان کے احکامات کی پیروی کرنے کے لئے سارے عمل کئے، لیکن جب اسے خدائے بزرگ و برتر کے بجائے ایک پتھر کے شیطان کو سجدہ کرنے کے لئے حکم دیا گیا تو اس کے اندر سے بغاوت ابھر آئی اور اس نے زندگی کی پرواہ کئے بغیر سمندر میں چھلانگ لگا دی......پھر یہ مختلف راستوں سے گزرتا ہوا آخر کار علم کی منزل تک پہنچا......اور مقدس بزرگ......شیطان قبیلہ اس کے پیچھے لگا رہا......وہ لوگ مختلف راستوں سے اسے گناہ کی ترغیب دیتے رہے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس نے کہیں بھی ان گناہوں کو قبول نہیں کیا......یہ شخص جو ادھر بندھا ہوا ہے......اسے خوبصورت عورتوں کے درمیان لے گیا تاکہ یہ اس غلاظت کو اپنے وجود سے لپیٹ لے، لیکن اس کی فطرت میں یہ بات شامل نہیں تھی......اس پر ہی......بس......نہ ہوا تو اس نے مختلف طریقوں سے اسے استعمال کیا......بے شک یہ مشکلات کا شکار بنا رہا، کیونکہ اس نے زمانہ بہت کم دیکھا تھا اور ہر چیز کو سمجھنے سے قاصر تھا، لیکن بنیادی چیز وہی رہی یعنی جہاں برائیوں کا عمل آیا وہاں اس نے برائیوں کو قبول نہیں کیا......یہ شخص جو اپنے آپ کو......مہاکال......کہتا ہے اس نے اس کے لئے مشکل سے مشکل لمحات پیدا کئے، لیکن ان مشکل لمحات میں بھی اس نے اپنے آپ کو ثابت قدم رکھا اور برائی نہ اپنائی......میں سمجھتا ہوں بزرگ مقدس......کہ اسے "قابل سزا نہ قرار دیا جائے......ہاں یہ الگ بات ہے کہ ہم اسے زندگی کا انعام بھی نہیں دے سکتے......کیونکہ ہر انسان کو اپنے مقصد کے حصول کے لئے جدوجہد کرنی چاہئے......البتہ جو شیطان ہمارے درمیان موجود ہیں......ان کی سزا ضروری ہے کہ نجانے وہ کتنے بے گناہوں کو کس طرح بہکا کر گناہ کی لائن پر لائیں گے......ذکر حق......ذکر حق ہے اور ذکر حق......حق کی ترغیب دیتا ہے......تو بزرگ محترم......آپ سے انصاف کی توقع ہے......اس شخص نے کہا اور خاموش

ہو گیا...... مجھ پر ایک عجیب سی کیفیت طاری تھی...... اس شخص نے میری ماضی کی کہانی دہرائی تھی اور میرے ماضی کی اس کہانی میں سب کچھ تھا...... نجانے دل کے اندر ایک نئی کیفیت کا احساس کیوں بیدار ہو رہا تھا......؟ اس وقت دل چاہ رہا تھا کہ آنکھیں بھیگ جائیں اور دل کا غبار آنکھوں کے راستے نکل جائے...... کوئی تو تھا جس نے میری وکالت کی تھی...... آج تک تو میں بے زبان ہی رہا تھا...... کسی سے کیا کہتا......؟ کچھ نہیں کہہ پایا تھا...... تب بزرگ مقدس نے غیض و غضب کی نگاہ سے مہاکال اور راجہ جو گیال کی طرف دیکھا اور کہا۔

"اور تم کہتے ہو کہ یہ بے گناہ ہے تو اس کے گناہ کو اس سے نچوڑ دیا جائے اور پھر اس کو یہاں سے روانہ کر دیا جائے...... بے شک شیطان کا عمل شیطانی ہی ہوتا ہے، لیکن اس کے لئے کچھ ادا کرنا پڑتا ہے...... اسے کچھ امتحانات سونپے جائیں گے، لیکن ایسی طاقتیں بخشنے کے بعد جو ان امتحانوں کو بہر حال کامیابی کی منزل تک پہنچادیں...... پھر ہم اسے اس کا حق دینے کی سفارش کریں گے...... اس کے جسم سے اس کے گناہوں کو نچوڑ دو...... میری سمجھ میں کوئی بات نہیں آئی تھی، لیکن اس وقت میری حیرت کی انتہا نہ رہی جب چند افراد چھوٹے چھوٹے چاقو لے کر میرے قریب پہنچے...... میرے ہاتھ پاؤں تو بندھے ہوئے تھے...... میں سکون سے بندھا ہوا تھا...... میرے قریب پہنچ کر انہوں نے میرے جسم پر چرکے لگانا شروع کر دیئے...... چھوٹے چھوٹے نشان جن سے میرے جسم میں سوراخ ہو گئے اور ان سے خون ابلنے لگا...... حقیقت یہ ہے کہ اس وقت میری تمام طاقتیں ختم ہو گئی تھیں اور میں کچھ کرنے کے قابل نہیں تھا، لیکن ان زخموں سے مجھے جو تکلیف ہو رہی تھی وہ ناقابل برداشت تھی...... یوں لگتا تھا...... جیسے تیزاب میں بجھے ہوئے خنجر ہوں...... میرے حلق سے کراہیں اور پھر چیخیں نکلنے لگیں اور میرے بدن سے خون کی دھاریں پھوٹنے لگیں...... سالک حسین صاحب نے دونوں ہاتھوں سے آنکھیں بند کر لی تھیں اور بری طرح ہانپ رہے تھے، لیکن وہ میری کوئی مدد نہیں کر سکے...... جب میرے جسم میں لاتعداد زخم بن گئے...... تو ان لوگوں نے میرے جسم کو دبانا شروع کر دیا اور میرے جسم سے خون کی فواریں ابلنے لگیں...... بس...... پانچ یا سات منٹ میں عالم ہوش میں رہا تھا...... پھر یوں لگا کہ جیسے میری روح میرے جسم سے نکل کر پرواز کر رہی ہو اور اس کے بعد پھر میں بے ہوش ہو گیا۔





ہوش آیا تو ایک مسہری پر لیٹا ہوا تھا...... بدن کے نیچے نرم گدا تھا...... بڑے آرام و ون کا احساس ہو رہا تھا...... یوں لگتا تھا جیسے جسم بے حد ہلکا ہو گیا ہو...... نگاہیں گھما کر ادھر ھر دیکھا تو تھوڑے فاصلے پر سالک حسین صاحب کو قریب بیٹھے ہوئے پایا...... میں چونک تھا...... میں نے اِدھر اُدھر نگاہیں دوڑائیں سالک حسین صاحب کو میری جنبشوں کا ساس ہوا تو جلدی سے اٹھ کر میرے پاس آ گئے...... میرے پاؤں کو چھوتے ہوئے بولے۔

"کیسے حال ہیں......؟ سکندر میاں"۔

"سالک حسین صاحب...... پاؤں تو نہ چھوئیں آپ میرا...... مجھے شرمندہ کر رہے ں" جواب میں سالک حسین صاحب دھیمے سے مسکرا دیئے اور بولے۔

"حضور...... آپ مجھے شرمندہ کر رہے ہیں...... اللہ نے جتنا بڑا مرتبہ آپ کو عطا کر دیا ،...... میں تو آپ کے قدموں کی خاک بھی نہیں ہوں"۔

"ارے...... ارے...... ارے...... کیا کہہ رہے ہیں آپ......؟ میں نے جلدی سے ل پیچھے کھسکائے اور اٹھ کر بیٹھ گیا، لیکن اچانک ہی میرے ذہن کو جھٹکا سا لگا تھا...... رے ہوئے واقعات مجھے یاد آئے تو میں نے پھٹی پھٹی نگاہوں سے اپنے جسم کو دیکھا...... ئی نشان نہیں تھا...... کوئی داغ نہیں تھا...... میں پھٹی پھٹی نگاہوں سے سالک حسین حب کو دیکھنے لگا...... تو وہ مسکرا کر بولے۔

"جو کچھ آپ تلاش کر رہے ہیں...... وہ تو ناممکن ہے...... میں بھلا کیا بتاؤں گا آپ کو؟"۔

"لیکن سالک حسین صاحب"۔

"عزیزم...... خدا کے دین کا موسیٰ سے پوچھیے احوال...... اب آپ کے بارے میں اتنا معلوم ہو چکا ہے مجھے کہ میں تو دیوانہ ہو گیا ہوں...... یہ آرزو ہے دل میں کہ آپ کی کچھ مت کروں...... کچھ ایسی خدمت جس سے مجھے بھی فیض حاصل ہو"۔

"یہ جگہ کون سی ہے...... ؟ سالک حسین صاحب"۔

"مسجد کے قریب ہی ایک چھوٹا سا گھر ہے...... جو میری تحویل میں ہے...... میری اہلیہ اور دو بیٹیاں ہیں میرے ساتھ...... میں انہیں ان کے میکے روانہ کر چکا ہوں، کیونکہ مجھے آپ کے ساتھ کچھ وقت گزارنے کا حکم دیا گیا ہے"۔

"کیا مطلب؟"۔

"عزیزم...... سنا ہے کہ ایسی باتیں دہرائی نہیں جاتیں، لیکن پھر بھی چونکہ آپ ذرا کم ناواقفیت رکھتے ہیں...... اس لئے ایک بار آپ کے سامنے یہ الفاظ دہرا دینا ضروری ہے...... ہوا یوں ہے کہ جن دو شیطانوں کو سزا دی گئی ہے...... ان کی ضروریات ایک جگہ مصروف عمل ہیں اور خاص برائیاں پھیلا رہی ہیں...... ہدایت کی گئی ہے کہ آپ کو پہلے امتحان کے لئے وہاں روانہ کر دیا جائے اور انہیں کچھ کام دیا جائے سمجھ رہے ہیں نا آپ...... چنانچہ میری خدمات بھی حاصل کی گئی ہیں اور کہا گیا ہے کہ آپ کو بھی آگاہ کر دوں...... بات شیطانیت کی ہے جسے آپ یوں کہہ سکتے ہیں کہ ایک غلیظ عمل یعنی ارواح ناپاک کے خلاف ایک کام ہے، جو کرنا ہے...... ایک بستی ہے جسے عذاب سے بچانا ہے اور اس کے لئے کچھ عالموں نے مدد مانگی تھی...... سو کہا یہ گیا کہ آپ کو شاید یہاں اسی لئے بھیجا گیا ہے کہ وہاں جا کر ان غیر مسلموں کی دادرسی کریں، جو بہر حال...... مصیبت زدہ ہیں اور کسی مسلمان کے علم کے بغیر وہ نہیں کر سکتے، جو کرنا چاہتے ہیں...... میری بات آپ کو الجھی الجھی محسوس ہو رہی ہوگی، لیکن یوں سمجھ لیجئے کہ آپ کے ماضی کی داستان میں نے بھی اپنے کانوں سے سنی...... آپ کے والدین موجود ہیں اور یقیناً آپ ان کی قربت چاہتے ہوں گے...... عزیزم...... اللہ تعالیٰ بڑا مسبب الاسباب ہے...... اس نے لازمی طور پر ان کی وہ دعائیں قبول کی ہوں گی اور آپ کی خواہش کا احترام بھی ہوگا، لیکن ہر منزل کو پہنچنے کے لئے سفر ضروری ہوتا ہے اور ابھی آپ کو عالم سفر میں رکھا گیا ہے، تاکہ منزل کا تعین ہو سکے اور آپ منزل کو صحیح انداز میں تلاش کر سکیں کیا سمجھے"؟

"جی...... میں سمجھ رہا ہوں"۔

"آپ کے جسم سے سارا خون نچوڑ دیا گیا اور اس کے بعد نیا خون آپ کی رگوں میں شامل کیا گیا، جو پاک صاف ہے اور اس میں انسانی خون کی غلاظت نہیں ہے، نہ ہی کچے گوشت

اور جانوروں کے خون کا پلندہ اس میں شامل ہے...... بات وہی ہے نا...... کہ آپ پر اللہ نے رحم کیا اور اللہ ہی کے بندوں نے آپ کے ساتھ بہتر سلوک کیا، تو آپ خود محسوس کریں گے کہ اب نہ تو آپ کو کسی غلیظ خون کی حاجت ہوگی اور نہ کچے گوشت کی، کیونکہ نیک اور دینداروں کی مانند آپ بہتر غذا کے طالب رہیں گے اور یہ بہتر غذا آپ کو ہر جگہ مہیا ہوتی رہے گی"۔

"تو پھر مجھے کیا کرنا ہے؟"۔

"بس...... کچھ وقت صبر کیجئے گا...... آپ کی خدمت کے لئے میں موجود ہوں...... آپ اپنی صحت کو مکمل طور پر بہتر محسوس کریں تو پھر ہمیں آگے کا سفر کرنا ہوگا" سالک حسین صاحب کی باتیں سن کر میرے اندر خوشی کی لہر نمودار ہوئی تھیں...... میں نے کہا۔

"سالک حسین صاحب...... مجھے صرف ایک بات بتا دیجئے"۔

"ہاں...... پوچھئے...... کیا"۔

"زندگی میں...... میں کبھی اپنے ماں باپ کی صورت دیکھ سکوں گا"۔

"انشاء اللہ...... اللہ تعالیٰ آپ کی خواہش ضرور پوری کرے گا" سالک حسین نے بڑے خلوص سے کہا اور میرے رگ و پے میں مسرت کی لہریں دوڑنے لگیں...... جہاں تک صحت کا تعلق تھا تو میں اپنے آپ کو انتہائی بہتر محسوس کر رہا تھا...... بہت دیر ہو گئی اور اس کے بعد سالک حسین صاحب نے کہا۔

"تو پھر ہم روانہ ہو رہے ہیں"۔

"جی...... بے شک اب میں ہر کام بڑے خلوص کے ساتھ کروں گا" میں نے کہا اور اس کے بعد ہم لوگ وہاں سے چل پڑے...... درمیان میں کچھ انتظامات بھی کئے تھے...... وقت گزرتا رہا اور کچھ وقت کے بعد ہم ایک اور بستی میں داخل ہو گئے...... یہاں ایک چھوٹی سی مسجد بنی ہوئی تھی، لیکن اس طرح کہ وہاں مکمل طور پر گندگی پھیلی ہوئی تھی...... درختوں کے پتے...... مٹی کا انبار...... درختوں کے پتوں کی جھاڑو بنا کر میں نے اور سالک حسین صاحب نے مسجد کا صحن صاف کیا اور اس کے بعد سالک حسین صاحب نے کئی بار مسجد کے چبوترے پر کھڑے ہو کر اذان دی...... اس دوران میں خاموشی سے دروازے پر بیٹھا رہا تھا، لیکن اذان کے جواب میں کوئی اس طرف نہیں آیا...... سالک حسین صاحب نے اذان کے

بعد خود نماز پڑھی۔ نماز سے فراغت حاصل کر کے وہ بولے۔

"میاں...... ایک بات کہیں اب تک تو جو زندگی گزرتی رہی ہے وہ گزر گئی ہے...... اب یوں کریں آپ کہ نماز سیکھ لیں...... بہت بہتر رہے گا آپ کے حق میں"۔

"جی...... سالک حسین صاحب...... میں ضرور نماز سیکھوں گا...... لیکن بہر حال یہ الگ بات ہے کہ میرے دل میں ایک آگ روشن ہے...... وہ آگ سرد ہو جائے"۔

"دیکھو عزیزم...... اللہ سے کوئی شرط نہیں لگا سکتے ہم...... وہ تو رحمت والا ہے...... اپنی رحمت سے جو کچھ ہمیں بخش دیتا ہے...... وہ ہمارے لئے بہت بڑی حیثیت کا حامل ہے...... کوئی بات اس سے مشروط نہ کرو...... اس کی عبادت کرو گے تو تمہارے حق میں بہتر ہے...... بہر حال میں صرف اتنا ہی عرض کر سکتا ہوں...... آگے آپ کی مرضی"۔

"معاف کرنا کوئی آیا نہیں یہاں"۔

"لگتا ہے بستی پر برائیوں کا غلبہ ہے...... خیر اللہ بہتر کرے گا" رات کو ہم اسی مسجد میں سو گئے...... سالک حسین صاحب اپنے ساتھ کھانے پینے کی اشیاء اور پانی کے برتن بھی لائے تھے...... ایک باقاعدہ سفر کیا گیا تھا...... ہم تمام چیزیں کھانے پینے کے بعد وہاں لیٹ گئے...... سالک حسین صاحب نے عشاء کی اذان دی اور نماز پڑھی اور اس کے بعد رات سکون سے گزر گئی...... ٹھنڈی ٹھنڈی ہواؤں نے گویا تھپکیاں دی تھیں اور گہری نیند سلا دیا تھا...... صبح کو سالک حسین صاحب نے پھر اذان دی اور نماز پڑھی...... اس وقت میں نے تھوڑے فاصلے پر آباد بستی کو دیکھا جو کسی قدر ڈھلان میں تھی...... اور پھر ذرا سا سورج بلند ہوا تھا کہ بستی کی طرف سے پندرہ بیس افراد ادھر آتے ہوئے نظر آئے...... ان کے جسموں پر عام طور سے ہندو طرز کے لباس تھے...... صرف چند ایسے تھے جو اپنے لباس سے مسلمان نظر آ رہے تھے...... سہمے سہمے چہروں اور ٹھٹھکتے ہوئے قدموں سے مسجد کی طرف آ رہے تھے...... سالک حسین صاحب نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"آخر کار وہ اس طرف رجوع ہو ہی گئے...... آیئے باہر چل کر ان کا استقبال کریں"۔

میں سالک حسین صاحب کے ساتھ مسجد کے دروازے سے باہر چل پڑا...... ہم نے مسجد کے دروازے سے باہر قدم رکھا ہی تھا کہ اچانک ہی سامنے سے آنے والے مڑ کر واپس بھاگ گئے...... وہ اس طرح ہمارے اچانک نکل آنے سے خوفزدہ ہو گئے تھے...... ویسے بھی ایک

ویران مسجد سے دو اجنبی آدمیوں کا اچانک نکل آنا ان لوگوں کے لئے حیرت بن گیا ہو گا...... سالک حسین صاحب کو ہنسی آ گئی...... انہوں نے کہا۔

"اب اگر میں ان بھاگنے والوں کا تعاقب کروں تو یہ بیچارے گر پڑیں گے...... زخمی ہو جائیں گے...... ڈر کر بھاگ گئے ہیں...... ہو سکتا ہے اس مسجد کے ساتھ کچھ ایسے واقعات منسلک ہوں جو انہیں خوف دلاتے ہوں...... انسان بھی عجیب چیز ہے...... خدا سے عقیدہ رکھتا ہے لیکن بس...... ہر حالت میں اس کے وجود میں خوف قائم ہے"۔

"اب کیا ہو گا؟"۔

"کچھ نہیں بھئی...... ہو گا کیا......؟ دیکھیں گے جو بھی صورت حال ہوئی...... بہر حال ب ساری باتیں بیکار ہیں...... دیکھیں آئندہ کیا ہوتا ہے......؟ پھر کوئی ڈیڑھ گھنٹہ گزر یا...... ڈیڑھ گھنٹے کے بعد پھر کچھ افراد ادھر آتے ہوئے نظر آئے...... ان کی قیادت ایک لمبا نگا آدمی کر رہا تھا...... وہ خاصا تندومند نظر آتا تھا...... شلوار قمیض پہنے ہوئے تھا...... رے سے بھی اچھی خاصی شخصیت کا مالک معلوم ہوتا تھا...... ہم دونوں نے پھر باہر نکل کر ن کا استقبال کیا...... وہ آگے آیا...... اس کے چہرے پر خوف نہیں تھا...... البتہ اس کے پیچھے لوگ تھے وہ ذرا سہمے ہوئے نظر آ رہے تھے...... اس نے پلٹ کر کہا۔

"بے وقوفو...... انسان بنو...... اللہ کے نیک بندوں کو سمجھنے کی کوشش کرو...... جاہل ے، جاہل ہی رہو گے کیا...... اس نے ہمیں سلام کیا اور بولا۔

"بابا صاحب...... میرا نام رحمٰن شاہ ہے، اسی بستی کا رہنے والا ہوں اور تھوڑی دیر پہلے گ یہاں سے بھاگے ہوئے گئے تھے...... اصل میں انہوں نے اس پرانی مسجد سے اذان کی ز سنی تو حیران رہ گئے، کیونکہ اس مسجد میں اب اذان نہیں دی جاتی...... نئی مسجد بن گئی...... سارے نمازی اس طرف جاتے ہیں...... لوگوں نے عجیب و غریب کہانیاں بنا رکھی اس مسجد کے بارے میں...... کہتے ہیں کہ یہاں جن...... نماز پڑھتے ہیں...... اذان کی آواز کبھی نہیں سنی...... اس لئے آج انہیں حیرت ہوئی اور جب آپ دونوں کو دیکھا انہوں تو یہاں سے بھاگ گئے، لیکن یہ بھی صرف اتفاق ہے جناب...... کہ میں نے خواب میں اتھا کہ کچھ بزرگ شخصیتیں اس مسجد میں آ کر ٹھہری ہیں...... آپ یقین کریں کہ میں ٹ نہیں بول رہا"۔

"ہاں...... ہم انسان ہی ہیں بھائی...... اور کوئی ایسی ویسی بات نہیں ہے" سالک حسین صاحب بولے"۔

"دیکھ لیا ہے تم لوگوں نے...... اب دفع ہو جاؤ یہاں سے...... بزرگوں کی شان میں گستاخی کرتے ہو بے وقوف کہیں کے۔ چلے جاؤ یہاں سے...... وہ لوگ اس طرح چلے گئے جیسے اس شخص کا حکم مانتے ہوں، البتہ وہ ہمارے سامنے دوزانو بیٹھ گیا تھا...... پھر اس نے کہا۔

"بابا صاحب...... آپ اللہ کے نیک بندے ہو جی...... انسان کی فطرت میں لالچ کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے...... آپ یقین کرو بڑی دعائیں اور وظیفے پڑھ رہا ہوں، ان دنوں بڑی مشکلوں کا شکار ہو چکا ہوں...... مجھے خواب میں بشارت ہوئی تھی کہ ٹوٹی مسجد میں دو اللہ کے نیک بندے آئے ہوئے ہیں...... وہ تمہاری مدد کریں گے...... دیکھیں صاحب اللہ کے نام پر جھوٹ بولنا تو خیر بہت بری بات ہے...... میں آپ سے جھوٹ نہیں بول رہا...... آپ یوں سمجھ لیجئے کہ آپ...... میرا آخری سہارا ہیں...... آپ بھی سوچ رہے ہوں گے کہ نہ کھانے کو پوچھا نہ پینے کو...... اپنی بپتا لے کر بیٹھ گیا"۔

"نہیں...... رحمٰن شاہ کوئی بات نہیں ہے...... کھانا پینا بھی ہو جائے گا...... آؤ اندر آؤ...... سالک حسین صاحب نے کہا اور مجھے دیکھتے ہوئے بولے"۔

"اگر آپ کی اجازت ہو...... سکندر صاحب"۔

"جی...... جی...... کیا ہرج ہے...... ہم تینوں اندر آ گئے اور وہ اسی انداز میں بیٹھ گیا...... اس نے کہا"۔

"اگر آپ حکم دیں تو میں آپ کو اپنے بارے میں بتاؤں؟"۔

"ہاں ضرور...... کیوں نہیں"۔

جیسا کہ میں نے آپ سے عرض کیا...... میرا نام رحمٰن شاہ ہے...... یہ آبادی ہندو مسلمان کی ملی جلی آبادی ہے...... میرا خاندان بڑا نہیں ہے جناب...... بہت بڑی زمینوں کا مالک ہوں...... شہروں میں کئی جائیدادیں ہیں...... بہر حال...... آپ یوں سمجھ لیجئے کہ ہمارا خاندان صدیوں سے باعزت چلا آ رہا ہے...... دولت ہمارے گھر کی غلام رہی ہے، لیکن آج یہ بات کھل کر کہتا ہوں...... کہ وہ عزت جو خود ساختہ ہو...... عزت تو نہیں ہوتی...... وہ بس آپ یوں سمجھ لیجئے...... ایک طرح کی ذلت ہوتی ہے...... دولت مند لوگ دوسروں

غریب اور نیچ سمجھتے چلے آئے ہیں...... ایسا ہی میرے بزرگوں نے بھی کیا اور انہوں نے مجھے یہ نصیحت بھی کی کہ اپنے علاوہ سب کو نیچ سمجھو...... دولت اس کائنات کی سب سے بڑی چیز ہے اور جو دولت مند ہے وہ بڑا ہے...... باقی سب اس سے چھوٹے"۔

"یہ نصیحت کی تھی تمہارے بزرگوں نے"۔

"جی جناب"۔

"کیسی ہے تمہارے خیال میں یہ نصیحت؟"۔

"میرا خیال تو یہ ہے کہ ناعاقبت اندیش لوگ اپنی زندگی کو تو جہنم بنا ہی گئے اور خود اپنے اعمال کا عذاب بھگت رہے ہوں گے، لیکن دنیا میں بھی اس کا صلہ ملتا ہے...... میں نے ان کی ہدایت پر عمل کیا اور آج اس دنیا میں بالکل تنہا ہوں"۔

"کیا مطلب"۔

"بے پناہ گناہ گار ہوں جناب...... اور کسی مدد کرنے والے کو آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر تلاش کر رہا ہوں میری دولت...... میری جائیداد...... میرے بزرگوں کی نصیحت میرا کوئی ساتھ نہیں دے رہی...... زندگی کے ایسے عذاب میں گرفتار ہوں کہ زندگی سے نفرت ہوتی جا رہی ہے"۔

"کیا بات ہے......؟ اگر اس قابل سمجھتے ہو ہمیں تو اپنا دکھ ہمیں بتاؤ...... اگر تم نے گناہ کیا ہے تو اس کی سزا بھی صرف ذات باری ہی دے سکتی ہے...... یہ معاملہ تمہارے اور اس کے درمیان ہے...... ہمیں بتاؤ اگر ہماری ذات سے تمہیں کوئی فائدہ ہو سکتا ہے...... جو کچھ بھی ہم کر سکتے ہیں...... ہم ضرور کریں گے"۔

"جیسا کہ میں نے آپ سے عرض کیا...... محترم کہ دولت اور یہ سوچ انسان کو انسان سے کتنا دور کر دیتی ہے...... مجھ سے زیادہ تجربہ اس کا کسی اور کو نہیں ہوا...... میں نے اپنے بزرگوں کی نصیحتوں پر عمل کیا اور رحمٰن شاہ ہر ایک کے لئے شیطان بن گیا...... دولت کے غرور میں ڈوب کر میں نے ہر شخص کو نیچ سمجھا...... کسی کو اگر اپنے خلاف کچھ کہتے ہوئے پایا تو اس کی زندگی عذاب کرا دی...... بیچ چوپال میں جوتے پڑوائے اسے، کوئی زیادہ سرکش ہوا تو اس کے ہاتھ پاؤں تڑوا دیئے...... بڑے بڑے عزت داروں کی پگڑیاں اچھال دیں میں نے...... میرے پانچ بیٹے تھے دو بیٹیاں...... اور یہ سب اپنے آپ کو دنیا کے دوسرے لوگوں

سے بہت بلند و بالا سمجھتے تھے، کیونکہ میں نے انہیں یہی سکھایا تھا...... والدین نے ایک بہن بھی چھوڑی تھی میری جس کا نام زلیخا تھا...... میری بیٹیوں سے دو چار سال ہی بڑی تھی...... کہانی تو بہت طویل ہے، میری جناب...... لیکن آپ کے سامنے زندگی کے وہ انکشافات کر رہا ہوں جو ایک غیرت مند شاید کسی کے سامنے نہ کر سکے...... پہلی بات تو یہ کہ میں اپنے آپ کو غیرت مند سمجھتا ہی نہیں، کیونکہ جو شخص اپنے آپ سے اس قدر بھٹک گیا ہو اس میں غیرت کہاں ہو سکتی ہے...... میری بہن اپنی نوجوانی کی لغزش کا شکار ہو گئی...... وہ بھول گئی کہ اس کا مقام کیا ہے......؟ اور وہ ایک ایسے کسان لڑکے سے محبت کرنے لگی جو ہم سے کہیں پسماندہ تھا، جس کا نام...... پیار علی تھا اور وہ ایک معمولی سے کسان کا بیٹا تھا...... بہت معمولی سے گھر میں رہتا تھا اور ہماری زمینوں پر کام کرتا تھا...... باپ بیٹے ہمارا دیا کھاتے تھے...... پھر میں بھلا یہ کیسے برداشت کرتا کہ...... میری بہن اور وہ یعنی پیار علی ایک دوسرے سے محبت کریں...... وہ دونوں ایک دوسرے سے چھپ کر ملا کرتے تھے...... کھیتوں میں...... کھلیانوں میں...... کئی بار بستی کے لوگوں نے انہیں دیکھا، لیکن پہلی بات تو یہ کہ...... بستی والے مجھ سے خوش بھی نہیں تھے...... بھلا انہیں کیا پڑی تھی کہ میری عزت یوں جوتیوں میں پڑ رہی ہو اور وہ آکر مجھے اس بارے میں بتائیں...... کسی کی مجال نہیں ہوئی کہ اس بات کو منظر عام پر لائے، لیکن سرگوشیاں گونج رہی تھیں...... کچھ وہ تھے جو میرے نمک خوار تھے اور کچھ ایسے جو صرف کسی کا کھاتے تھے...... مجھ سے تو خیر...... کسی کی ہمت نہیں ہوئی، لیکن میری بیوی رشیدہ نے ایک دن میری بہن کو چوری چھپے گھر سے نکلتے ہوئے دیکھا...... اس کا پیچھا کیا کیونکہ لوگوں نے اسے ہی اس بارے میں بتایا تھا...... اور پھر اس نے اپنی آنکھوں سے پیار علی اور زلیخا کو ملتے ہوئے دیکھا...... پہلے تو اس کی ہمت نہ پڑی کہ مجھے اس بارے میں بتائے، لیکن اس رات اس نے مجھ سے کہا۔

"میں کچھ کہنا چاہتی ہوں آپ سے"۔

"ہاں...... ہاں کہو کیا بات ہے؟"۔

"بات ایسی ہے...... کہ اگر آپ نے اسے صحیح نہ سمجھا تو میری گردن کاٹ دیں گے"۔

"رشیدہ...... تم مجھے پریشان کر رہی ہو"۔

"میں خود بھی تو پریشان ہوں"۔

"اگر تم بتانا چاہتی ہو اپنی پریشانی کی وجہ...... تو بتاؤ...... ورنہ کیوں میرے دماغ میں نہیں ڈال رہی ہو"۔

"نہ بتانا بھی تو مشکل ہوگا میرے لئے"۔

"دیکھو...... انسان بنو میں تم سے کچھ کہنا نہیں چاہتا...... بات بتاؤ" اور پھر اس نے رک کے
ک الفاظ میں یہ داستان سنائی اور میرا پورا وجود سلگ اٹھا...... ایک ملازم کا بیٹا میری عزت کی
ب نگاہ اٹھائے...... میں نے دوسری رات پوری طرح تیاریاں کیں اور اس کے بعد میں نے
ت کے دوسرے پہر زلیخا کو باہر نکلتے ہوئے دیکھا...... وہ میرے ایک باغ کی جانب جا رہی
...... آسمان پر چاند کھلا ہوا تھا...... چاندنی رات میں میں نے باغ کے آخری سرے پر پیار
کو دیکھا...... دونوں ایک دوسرے سے ملے اور پھر ایک جگہ بیٹھ گئے...... میری آنکھوں میں
ن اتر آیا تھا...... کچھ لمحے تو میں سوچتا رہا کہ کیا کروں......؟ لیکن قوت برداشت ساتھ نہ
ے سکی تو میں آہستہ آہستہ بڑھ کر ان کے قریب پہنچ گیا اور میں نے غرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"پیار علی...... تو کون ہے؟ تجھے اندازہ ہے" پیار علی آہستہ آہستہ گھٹنوں کے بل بیٹھا اور
میرے قدموں میں گر گیا...... میں نے بوٹ کی زوردار ٹھوکر اس کے سر پر ماری اور اس کا
پھٹ گیا...... وہ اٹھ کر بیٹھا...... اس کا چہرہ خون سے رنگین ہو رہا تھا اور اس وقت زلیخا نے
چھ کیا وہ میری توقع کے بالکل برخلاف تھا...... اس نے اپنی قمیض کا دامن پھاڑ کر میرے
سامنے پیار علی کے پٹی کسی اور پھر غرا کر کھڑی ہو گئی۔

"بھیا جی...... دنیا کا ہر انسان...... انسان ہوتا ہے...... کوئی غریب کوئی امیر آپ کو یہ
کس نے دیا ہے کہ آپ اسے زخمی کر دیں؟"۔

"کون ہے یہ تیرا؟"۔

"شوہر...... اس نے جواب دیا اور میرے وجود کے شعلے آسمان سے باتیں کرنے
، میں نے خونخوار نگاہوں سے اسے دیکھا اور کہا"۔

"شوہر"۔

"ہاں"۔

"کیا بکواس کر رہی ہے؟"۔

"سچ کہہ رہی ہوں بھیا جی...... غلطی ہو گئی ہے مجھ سے، لیکن ایسی غلطی جو ماں باپ بھی

کرتے ہیں بھائی بھی کرتے ہیں...... آپ کو ایک نہ ایک دن میرے ہاتھ پیلے کرنے ہی تھے...... بس اتنی سی غلطی ہوئی ہے...... میں نے اپنی پسند سے شادی کرلی ہے...... بھیاجی...... میں ثبوت دوں گی اس بات کا"۔

"کیا ثبوت ہے؟"۔

"ہے...... نکاح ہوا ہے ہمارا...... نکاح کا کاغذ بھی ہے میرے پاس"۔

"کس نے پڑھایا ہے یہ نکاح"۔

"نہیں بھیاجی...... آپ کو یہ حق نہیں ہے...... کہ میری زندگی کے معاملے میں اس طرح ٹانگ اڑائیں...... ماں باپ نہیں ہیں میرے...... اگر وہ ہوتے تو آپ کو پوچھنے کی ضرورت بھی نہ ہوتی...... بے شک آپ نے مجھے اپنی اولاد ہی کی طرح پالا ہے...... میں نے جو چیز آپ سے مانگی آپ نے مجھے دی ہے...... یہ زندگی بھی میرے حق میں شامل ہوتی ہے...... بہت پہلے سے محبت کرتی ہوں مین پیار علی سے...... ہم دونوں ہمیشہ پاک صاف رہے اور جب مجھے یہ احساس ہوا کہ عام حالات میں پیار علی میری زندگی میں شامل نہیں ہو سکتا تو پھر ہم نے نکاح کرلیا...... آپ قاضی ابراہیم کو جانتے ہوں گے...... قاضی صاحب نے ہمارا نکاح پڑھایا تھا...... میری جو کیفیت ہو رہی تھی...... میرا دل ہی جانتا ہے...... وہ کہنے لگی۔

"ہم دونوں میاں بیوی ہیں...... لیکن نا تو میں پیار علی کے گھر جا سکتی ہوں...... نہ آپ سے یہ کہہ سکتی ہوں کہ بھیاجی...... ایسا ہو گیا ہے...... ہم یہاں خاموشی سے ملاقاتیں کرتے رہتے ہیں اور وقت کے منتظر ہیں کہ آپ کے سامنے بات لائیں اور اجازت طلب کریں کہ آپ دو زندگیوں کو یکجا کر دیں...... اپنے سخت اصولوں کو توڑ کر...... دماغ میں آندھیاں چل رہی تھیں...... وحشت اس قدر عروج پر تھی کہ دل چاہتا تھا کہ دونوں کو فنا کر دوں، لیکن گھر میں کچھ اور لوگ بھی تھے...... بیٹیاں بھی تھیں بیٹے بھی تھے...... ان کی عزت بھی رکھنی تھی...... ٹھیک ہے...... بستی میں کوئی ایسا نہیں تھا جس سے خوفزدہ ہوتا، لیکن دوسری بستی ہی سے سہی...... آنے والے وقت میں مجھے بیٹیوں کے بھی رشتوں کی ضرورت ہوگی...... بیٹے بھی معزز گھرانوں سے بیویاں لائیں گے...... بڑی مشکل سے میں نے اپنے جذبات پر قابو پایا اور سوچا کہ اس کام کو ہوشیاری سے کرنا چاہئے، چنانچہ میں نے اپنے آپ کو سنبھال کر کہا۔

"کیا واقعی یہ حقیقت ہے؟"۔

"آپ کی قسم...... بھیاجی بالکل سچ"۔

"جاؤ گھر جاؤ...... خاموشی سے میں بات کروں گا تم سے" ویسے بھی میں نے بہن کو
ی کی طرح پالا تھا...... ماں باپ تو پہلے ہی مر چکے تھے، مجھے اس سے بہت محبت تھی، لیکن
بی انا...... اپنا مان سب سے پیارا تھا...... یہ سوچ کر ہی کلیجہ منہ کو آنے لگتا تھا کہ کل کا دن اگر
تی والوں کو یہ بات پتا چلی تو میری کیا عزت رہ جائے گی؟ اس راز کو جس طرح بھی راز
کھنا ہے اس کیلئے مجھے چاہے خون کی ندیاں ہی کیوں نا بہانی پڑیں...... میں نے پیار علی کو دیکھا
رکھا۔

"جاؤ...... میں اطلاع دوں گا تمہیں کہ آگے کیا کرنا ہے ہمیں؟"۔

"پیار علی نے ممنون نگاہوں سے مجھے دیکھا اور پلٹ کر واپس چل پڑا...... میں کافی دیر
ی طرح کھڑا رہا تھا اور اس کے بعد میں نے واپسی کے لئے قدم بڑھا دیئے...... رشیدہ میرا
ظار کر رہی تھی اور اس کا چہرہ دھواں دھواں ہو رہا تھا...... اس نے مجھے خوفزدہ نگاہوں سے
یکھا تو میں اس کے پاس جا بیٹھا۔

"کیا ہوا؟"۔

"کیا وہ گھر آ گئی؟"۔

"ہاں"۔

"تمہیں اس کے جانے کا علم تھا؟"۔

"ہر رات جاتی ہے"۔

"اور میرے بارے میں بھی تمہیں پتا تھا؟"۔

"کیسے نہ پتا ہوتا؟"۔

"وہ واپس آ گئی ہے نا"۔

"ہاں"۔

"مگر وہاں"۔

"نہیں...... کچھ نہیں...... پتا ہے کیا ہوا ہے؟"۔

"کیا؟ وہ بولی"۔

"دونوں نے شادی کرلی ہے"۔

"ہیں"۔

"ہاں ....رشیدہ...... کچھ سوچو کیا ہوگا؟ کیا یہ بات زیادہ عرصے تک راز رہ سکے گی...... کیاان دونوں کو زندہ چھوڑا جاسکتا ہے؟"۔

"خدانہ کرے...... خدانہ کرے"۔

"خدا تو بے شک ایسے کام نہیں کرتا...... شیطان انسان پر ہی سوار ہوتا ہے......اس لڑکے نے ہماری عزت داؤ پر لگادی ہے...... کچھ کرنا پڑے گا مجھے...... کچھ کرنا پڑے گا"۔

"دیکھئے...... اپنی بھی دو بیٹیاں ہیں جو کیجئے گا سوچ سمجھ کر کیجئے گا"۔

"مجھے افسوس ہے...... رشیدہ دیکھوں گا اپنے آپ کو کس قدر قابو میں رکھ سکتا ہوں...... امداد خان میرا خاص آدمی تھا...... جنگل کے جانور اس قدر وحشی نہیں ہوتے ہوں گے جتنا امداد خان تھا...... میرا رازدار بھی تھا اور یہ بات میں جانتا تھا کہ وہ کتے سے زیادہ وفادار ہے...... زبان کٹوا دے گا لیکن زبان کھولے گا نہیں میرے خلاف...... میں نے اسے سامنے بٹھایا اور کہا۔

"امداد خان...... تو جانتا ہے کہ زلیخا نے کیا کیا ہے؟ امداد خان نے سہمی ہوئی نگاہوں سے مجھے دیکھا پھر بولا"۔

"کیا کیا ہے مالک؟"۔

"اس نے ایک کسان کے بیٹے سے شادی کرلی ہے" اور کسان کا وہ بیٹا پیار علی ہے۔

"مالک...... ہمیں معلوم ہے"۔

"کیا"...... میں غصے سے ابل پڑا اور پھر میں نے غرا کر کہا۔

"کمینے...... نمک حرام اگر تجھے یہ بات معلوم تھی تو تو نے مجھ سے کیوں نہ کہا؟"۔

"مالک...... چھوٹا منہ بڑی بات ہوتی...... آپ یقین نہ کرتے تو ہماری کیا عزت رہ جاتی؟......وہ بہن ہیں اور ہم غلام"۔

"غلام کے بچے...... اب یہ بتا کیا کریں؟"۔

"مالک...... سب سے بڑی بات یہ ہے کہ یہ بات زلیخا بی بی کسی سے چھپانا نہیں چاہتیں...... ذرا بھی آپ نے ان کے ساتھ سختی کی تو بھری چوپال میں آکر کہہ دیں گی......

اتنی ہمت رکھتی ہیں کہ دنیا کے سامنے آنے کو تیار ہیں...... کل آپ اگر چوپال کی بات کردیں تو آپ سمجھ لیں کہ وہ بھری چوپال کے سامنے آجائیں گی"۔

"میں اسے گھر سے نکال دوں گا...... ٹکڑے ٹکڑے کا محتاج کردوں گا اسے"۔

"اور اگر آپ یہ بات زلیخا بی بی سے کہیں تو وہ خوشی سے گھر سے جانے کو تیار ہو جائے گی...... دیکھئے آپ نے ہم سے کہا ہے کہ یہ بات ہمیں پہلے سے آپ کو بتانی چاہئے تھی...... چلئے وہ تو غلطی ہوگئی ہماری...... اب یہ بات ہم آپ کو بتارہے ہیں کہ اگر آپ نے اس کو ہوا دی تو نقصان اٹھائیں گے"۔

"تو کیا کروں میں......؟ مجھے بتا کیا کروں"۔

"آپ ہم سے کہیں بڑا دماغ رکھتے ہیں مالک...... کہیں بڑا دماغ رکھتے ہیں...... مالک ہم تو آپ کے ہاتھ پاؤں ہیں...... آپ ہمیں حکم دیجئے"۔

"اس کسان کتے نے...... اس غربت کے مارے نے میرے ساتھ جو کچھ کیا ہے...... اس کے لئے اس کے خاندان کے ایک ایک فرد کو سزا ملنی چاہئے اور وہ مولوی جس نے یہ نکاح پڑھایا ہے کیا وہ یہ نہیں جانتا تھا؟ کہ وہ میری بہن ہے اور پیار علی ایک کمینہ...... گھٹیا درجے کا لڑکا...... کیا سمجھا......؟ اس مولوی کی جرات کیسے ہوئی کہ اس نے یہ کام کردیا...... وہ بھی اتنا ہی سزا کا مستحق ہے...... مجھے تعجب ہے کہ اتنی بڑی بات ہو رہی تھی...... بہت سے لوگ جانتے تھے تو جانتا تھا...... مگر میں کچھ نہیں جانتا تھا"۔

"مالک...... آپ جانتے ہیں کہ غریب لوگ دولت مندوں سے کبھی خوش نہیں ہوتے"۔

"کیا مطلب؟"۔

"کوئی کسی کو کچھ نہیں بتاتا...... آپ سمجھ لیجئے اگر آپ نے قاضی صاحب کو ختم کرانے کی کوشش کی تو بستی کے لوگ کھل کر آپ کے سامنے آجائیں گے"۔

"قتل عام کردوں گا میں ان کا...... گولی سے اڑادوں گا میں ان لوگوں کو...... توپ کے گولے سے اڑادوں گا...... کیا سمجھتے ہیں وہ؟"۔

"سب کو نہیں مار سکتے آپ...... مالک آپ کو سمجھداری سے کچھ سوچنا ہوگا...... آپ نے اتنا منہ لگایا ہے ہمیں تو آپ سے یہ بات کہہ رہے ہیں" میں دانت بھینچ کر خاموش

ہو گیا...... غصہ اپنی جگہ لیکن بہر حال...... امداد خان کی بات غلط نہیں تھی...... مجھے خود بھی اندازہ تھا کہ بستی کے لوگ مجھے نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور میں اس کی وجہ بھی جانتا تھا...... میں نے اپنے اور ان کے درمیان کافی فاصلہ رکھا تھا...... ان غربت کے ماروں کو میں نے کبھی اپنے پاس نہیں آنے دیا تھا...... میں جانتا تھا کہ بزرگوں نے جس طرح حکومت کی ہے، اسی طرح حکومت کر کے میں اور میرا خاندان افضل رہ سکتا ہے...... بہر حال...... میں سوچتا رہا اور ایک بار پھر میں نے امداد خان کو طلب کر لیا...... رازدار بھی تھا...... ہوشیار بھی...... بے رحم بھی تھا...... اور ہر طرح کے کام بھی کر لیا کرتا تھا...... بہر حال میں نے منہ اس طرف کر کے کہا۔

"میں نے فیصلہ کر لیا ہے امداد خان...... لیکن اس کے لئے مجھے تیری ضرورت پیش آئے گی اور تجھے میرا ساتھ دینا پڑے گا"۔

"مالک...... میں نے کبھی آپ کا ساتھ دینے سے منہ موڑا ہے؟"۔

"جاگیر دار بنا دوں گا تجھے...... جاگیر دار بن کر زندگی گزارے گا...... میری عزت بچانا اس وقت تیرا ابھی کام ہے"۔

"مالک...... آپ یہ الفاظ نہ کہیں تو اچھا ہے...... بس منہ سے کہہ کر دیکھیں" تب میں نے اسے اپنا منصوبہ بتایا...... ایک ایسا منصوبہ جس سے سانپ بھی مر جائے اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹے...... بہر حال امداد خان بلا چوں چرا میری مدد کرنے کے لئے تیار ہو گیا تھا...... میرا شیطانی ذہن اس سلسلے میں بڑی گہرائی سے کام کر رہا تھا اور میں نے جو منصوبہ بنایا تھا...... اس کی تکمیل کے بعد میرا یہ راز با آسانی راز رہ سکتا تھا، چنانچہ منصوبے کے مطابق ہم نے سب سے پہلے ان قاضی صاحب کو اپنا نشانہ بنایا، جو اس سلسلے میں برابر کے مجرم تھے...... یعنی جنہوں نے پیار علی اور زلیخا کا نکاح پڑھایا تھا...... میں خود امداد خان کے ساتھ قاضی صاحب کے مکان پر پہنچا تھا اور قاضی صاحب پوری طرح مصیبت میں گرفتار ہو چکے تھے...... وہ تنہا ہی رہتے تھے...... نیک اور دین دار آدمی تھے...... بیوی بچوں میں سے کوئی نہیں تھا...... رات کے اس حصے میں جب آسمان بادلوں سے ڈھکا ہوا تھا...... میں نے قاضی صاحب کے مکان کا دروازہ بجایا تو وہ باہر نکل آئے...... ہم دونوں کو دیکھ کر حیران رہ گئے اور ایک دم دروازے سے ہٹتے ہوئے بولے۔

"ارے...... ارے...... آپ لوگ...... اندر آئیے...... آپ نے کیوں تکلیف کی؟ جاگیر دار صاحب کوئی کام تھا تو ہمیں بلا لیتے...... آئیے جب غریب کے دروازے پر قدم رکھ ہی دیا ہے آپ نے تو اندر آ کر ہمیں عزت بخشئے...... میں اور امداد خان خاموشی سے اندر داخل ہو گئے تھے...... میں نے کہا"۔

"قاضی صاحب...... تھوڑی سی معلومات چاہتا ہوں آپ سے"۔

"جی...... حکم کیجئے صاحب عالم"۔

"قاضی صاحب...... زلیخا کو تو آپ جانتے ہیں اچھی طرح"۔

"ہمارے لئے ہماری بیٹیوں کی مانند ہے...... بچپن سے دیکھا ہے اسے"۔

"قاضی صاحب...... کیا آپ نے اس کا نکاح اس کسان کے بیٹے سے پڑھایا ہے"۔

"ہاں...... اللہ کے حکم کے مطابق ہم نے یہ فریضہ انجام دیا ہے"۔

"قاضی صاحب...... کچھ اصول بھی ہوا کرتے ہیں...... خاص طور سے لڑکی کے سلسلے میں...... کم از کم اس کے ورثا یا اس کے سرپرستوں کی ضرورت پیش آتی ہے...... ان کی گواہی بھی ہوتی ہے...... اس سلسلے میں"۔

"بے شک...... لیکن اگر لڑکی عاقل و بالغ ہو اور احکام خداوندی کے تحت اس بات کا حق رکھتی ہے کہ اس کی پسند کے مطابق اس کی شادی کر دی جائے اور اگر اسے یہ خدشہ ہو کہ کچھ ایسے لوگ اس کی راہ کی رکاوٹ بنیں گے جو اپنی جھوٹی انا کے لئے اس کی شادی اس کی پسند کے مطابق نہیں کرنا چاہتے تو پھر جاگیر دار صاحب کچھ ایسے مذہبی فرائض عائد ہو جاتے ہیں انہیں پورا کرنا ضروری ہوتا ہے"۔

"لیکن اگر کچھ لوگ یہ پسند نہ کرتے ہوں قاضی صاحب...... تو؟"۔

"ہم کچھ لوگوں کی بات نہیں کرتے جاگیر دار صاحب...... احکامات خداوندی کی بات ہوتی ہے"۔

"مگر...... آپ کو یہ بات معلوم تھی کہ وہ میری بہن ہے اور یہ بھی جانتے تھے آپ کہ اس کے لئے میں آپ کو معاف نہیں کروں گا"۔

"ہمیں افسوس ہے کہ ہم نے آپ سے زیادہ ان مذہبی اصولوں کو مدنگاہ رکھا جن کے تحت ہمارے لئے یہ کام ضروری ہو جاتا تھا"۔

"تو پھر کچھ کام ہمارے لئے بھی ضروری ہوتے ہیں...... قاضی صاحب...... یعنی فرض کیجئے اگر ہم اس مسئلے کو چھپانا چاہیں اور یہ نہ چاہیں کہ آپ ان حقیقتوں کو منظر عام پر لائیں تو پھر ہمیں بھی یہ راز راز رکھنا ہوتا ہے اور اس راز کو راز رکھنے کے لئے ہم پر جو فرض عائد ہوتا ہے...... ہم وہ بھی پورا کرنا چاہتے ہیں"۔

"آپ ضرور کیجئے کہ آپ یہ بات پسند کرتے ہیں...... تو ایسا ضرور کیجئے گا...... قاضی صاحب نے کہا اور امداد علی نے ہاتھ میں پکڑا ہوا خنجر قاضی صاحب کے سینے میں گھونپ دیا...... قاضی صاحب نے صرف کلمہ پڑھا تھا...... امداد خان نے کئی وار ان کے سینے پر دل کے مقام پر کئے اور قاضی صاحب ڈھیر ہوگئے...... بہر حال...... اس کے بعد میں واپس آ گیا...... قاضی صاحب کی موت کی اطلاع بستی میں پھیل گئی، لیکن کسی کو اس بات کا علم نہیں ہوا کہ ایسا کیوں ہوا؟ میں نے خود ان کی آخری رسومات میں حصہ لیا تھا اور وقت گزر رہا تھا...... اس دوران کئی راتوں کو میں نے زلیخا کو وہیں اسی جگہ جاتے ہوئے دیکھا تھا...... اور کچھ نہیں کہا تھا...... پھر میں نے اپنی بیوی رشیدہ سے کہا کہ وہ زلیخا کے ساتھ ایک برابر کے قصبے میں چلی جائے...... وہاں ایک تقریب تھی...... اور میں اس کا انتظار کر رہا تھا...... رشیدہ زلیخا کو لے کر چلی گئی...... اب ہمیں اپنا آخری کام سرانجام دینا تھا، چنانچہ امداد خان نے اپنے آدمیوں کو تیار کیا اور اس گھر پر پہنچ گیا جہاں پیار علی رہتا تھا...... دروازہ بجانے پر پیار علی نے دروازہ کھولا تھا...... گھانس پھونس کا جھونپڑا تھا اس کا...... جہاں وہ اپنے خاندان والوں کے ہمراہ رہتا تھا، کیونکہ زلیخا نے اسے بتادیا تھا کہ وہ ایک تقریب میں جارہی ہے...... اس لئے پیار علی گھر میں ہی موجود تھا...... اس نے دروازہ کھولا اور مجھے دیکھ کر ششدر رہ گیا، لیکن اسی وقت امداد خان نے اس کے سر پر ایک زوردار لاٹھی ماری اور اس کا سر درمیان سے پھٹ گیا...... میں نے اس کے سینے پر لات ماری تو وہ نیچے گر گیا...... پھر اس کے بعد میرے آدمیوں نے اس گھر میں موجود ایک ایک فرد کے ہاتھ پاؤں باندھے...... پیار علی بے شک زخمی ہو گیا تھا، لیکن ہوش میں تھا...... وہ میرے آگے ہاتھ جوڑنے لگا...... اس نے رو رو کر کہا کہ قصور اس کا ہے...... اس کے ماں باپ اور بہن بھائی کو سزا نہ دی جائے، لیکن مجھ پر جنون سوار تھا...... میں نے ان سب کو کس کر باندھا...... ان سب کے منہ میں کپڑے ٹھونس دیئے گئے اور پھر میرے آدمیوں نے اس جھونپڑے کو آگ لگادی...... آگ اتنی شدید لگائی گئی تھی کہ وہ کسی طور

بجھائی نہ جاسکے...... وہ سب بندھے ہوئے پڑے تھے...... یہاں تک کہ اپنا کام کرنے کے بعد ہم لوگ وہاں سے بہت دور نکل آئے اور وہ سب اسی جھونپڑے میں جل کر خاکستر ہوگئے...... قرب وجوار کے کچھ اور مکان بھی ساتھ ہی ساتھ جل گئے تھے...... بہر حال ہم پر کوئی آنچ نہ آئی، چونکہ لاشیں کوئلہ ہوچکی تھیں، اس لئے یہ بھی پتا نہیں چل سکا تھا کہ ان کے منہ میں کپڑے ٹھنسے ہوئے تھے اور ان کے ہاتھ پاؤں بندھے ہوئے تھے، کیونکہ رسی تک جل گئی تھی...... غرضیکہ بات برابر ہوگئی اور میرے دل کو سکون ملا...... زلیخا بھی تقریب سے واپس آگئی...... ساری بستی کو یہ خبر تھی...... زلیخا کو بھی پتا چل گیا لیکن اس نے کسی ردعمل کا اظہار نہیں کیا تھا...... البتہ وہ بالکل خاموش ہوگئی تھی...... ایک رات وہ میرے پاس آگئی۔

"بھیاجی...... دل خوش ہوگیا ہے آپ کا؟"۔

"کیا مطلب؟"۔

"ایک خاندان کی زندگی لے کر آپ نے میرے ایک چھوٹے سے گناہ کی سزادے ڈالی...... بھیاجی...... وہ گناہ تو نہیں تھا...... میں نے تو سب کچھ اللہ کے قانون کے مطابق کیا تھا...... آپ نے قاضی صاحب کو بھی مروادیا بھیاجی"۔

"پاگل ہوگئی ہے تو کیا......؟ تیرا دماغ خراب ہوگیا ہے"۔

"بھیاجی...... سب کچھ میرے علم میں آچکا ہے...... امداد خان اور اس کے ساتھیوں کے نام بھی معلوم ہوگئے ہیں مجھے...... لیکن بھیاجی آپ نے اچھا نہیں کیا ہے...... آپ کو پتا ہے کہ خدا کی لاٹھی بے آواز ہوتی ہے...... ہم سب اس کے احکامات کے پابند ہیں"۔

"تیرا دماغ خراب ہوگیا ہے...... الزام لگا رہی ہے مجھ پر"۔

"ٹھیک ہے بھیاجی...... بالکل ٹھیک کہتے ہیں...... لیکن ایک بات کہیں آپ سے...... آپ دیکھ لیجئے جو ہوگا اس کے ذمہ دار ہم دونوں نہیں ہیں...... آپ ہیں بھیاجی...... آپ صرف آپ؟"۔

"کیا ہوگا...... کیا کرے گی تو میرا؟" "پولیس کو اطلاع دے دے گی نا...... میں نے غصیلے لہجے میں کہا"۔

"نہیں بھیاجی...... ہم پولیس کو کیا خبر کریں گے...... بس ہم تو انصاف کے لئے جارہے

ہیں...... دیکھیں گے کہ انصاف کیسے ہوتا ہے؟ پھر وہ واپس چلی گئی اور اس کے بعد رات کا غالباً آخری پہر تھا...... جب میرے ملازم چیختے چلاتے اس طرف بھاگے جس طرف زلیخا کا کمرہ تھا...... کمرے میں آگ لگی ہوئی تھی اور شعلے بلند ہو رہے تھے...... دروازہ اندر سے بند تھا...... ہم لوگوں نے بہت کوشش کی لیکن دروازہ نہ کھل سکا اور زلیخا کمرے کے اندر جل کر خاکستر ہو گئی...... مجھے اندازہ تھا کہ اس نے خودکشی کی ہے...... آگ خود لگائی ہے اس نے...... بہت افسوس ہوا تھا مجھے...... لیکن ایک طرح سے تھوڑا سا سکون بھی ملا تھا کہ وہ کام جو میں خود نہیں کر سکتا تھا...... اس نے کر ڈالا...... میں بدنامی کی اس پوٹ کو زندہ رکھ کر خوف کا شکار ہی رہتا...... یہ پتا نہیں کب راز کھل جائے......؟ اس نے اپنی جان دے دی تھی، لیکن اس کے بعد ایک عجیب و غریب کھیل شروع ہوا...... میرے وہ آٹھ ساتھی اس کے علاوہ امداد خان جو اس سلسلے میں راز دار تھے...... ایک دن امداد خان بڑا دہشت زدہ سا میرے پاس آیا...... اس کا چہرہ سفید پڑا ہوا تھا...... میں نے حیرت سے اسے دیکھا کیونکہ وہ بہت بہادر اور طاقتور آدمی تھا...... میں نے اس سے کہا۔

"کیا ہو گیا امداد خاں؟"۔

"ایک ایسی عجیب و غریب چیز دیکھی ہے مالک...... کہ آپ سنیں گے تو یقین نہیں کریں گے"۔

"کیا دیکھا ہے؟"۔

"وہ جگہ تو یاد ہے نا آپ کو...... جہاں زلیخا بی بی اور وہ کمین ملا کرتے تھے"۔

"ہاں...... پھر"۔

"رات کو چاند نکلے پھر ذرا وہاں جا کر دیکھئے...... ہم اتفاق سے ادھر چلے گئے تھے اور ہم نے ان دونوں کو دیکھا"۔

"کیا؟"۔

"ہاں...... مالک...... بہت خوبصورت لباس پہنے بیٹھے ہنسی مذاق کر رہے تھے"۔

"تیرا دماغ خراب ہو گیا ہے...... پیار علی کے بارے میں تو خود جانتا ہے اور زلیخا کا بھی تجھے پتا ہے"۔

"یہی تو حیرت ہے مالک...... آپ کل رات و ہمارے ساتھ چل کر دیکھئے اور پھر ہم

یعنی میں اور امداد خان دوسری رات اس جگہ پہنچ گئے...... درختوں کے ایک جھنڈ کے پاس پہنچ کر ہم نے دوسری طرف دیکھا اور میں پورے ہوش و حواس کے عالم میں یہ بات کہہ رہا ہوں...... جناب...... کہ میں نے دونوں کو ہنسی خوشی بیٹھے باتیں کرتے دیکھا، لیکن پھر اچانک ہی وہ دونوں خاموش ہو گئے...... پیار علی اپنی جگہ سے اٹھا اور ہماری طرف چل پڑا...... سچی بات یہ ہے کہ میرا بھی خوف سے برا حال ہو گیا تھا...... میں وہاں سے دوڑ پڑا...... لیکن چند ہی قدم چلا ہوں گا کہ میں نے امداد خان کی ہولناک چیخیں سنیں...... پلٹ کر دیکھا تو امداد خان کی طرف ایک مشعل دوڑتی چلی آ رہی تھی...... وہ دہشت سے چیخ رہا تھا اور اس کے جسم پر آگ لگی ہوئی تھی...... میں کوشش کے باوجود اپنے آپ کو نہ روک سکا اور بھاگتا چلا گیا...... دوسری صبح امداد خان کی لاش بڑے چوک کے پاس جل کر کوئلہ ہوئی ملی تھی...... بس کچھ چیزیں ایسی رہ گئی تھیں جس سے اسے پہچان لیا گیا کہ یہ امداد خان ہے...... میں نے بڑی مشکل سے اپنے آپ کو سنبھالا تھا...... اور اس کے بعد یکے بعد دیگرے حادثے ہونے لگے...... ان آٹھ آدمیوں سے دو آدمی ایک دن میرے کھیت پر کام کر رہے تھے کہ اچانک ہی ان کے جسموں میں آگ لگ گئی اور اس طرح یہ آگ پھیلی کہ کھیت کا بہت بڑا حصہ جل گیا...... کھیت تیار کھڑا تھا...... اس کا بھی نقصان ہوا اور دو افراد بھی جل گئے...... پھر ایک دن ایسا ہی حادثہ دوبارہ ہوا...... آٹھ میں سے دو تو مر چکے تھے ایک کے گھر میں اس کی مسہری پر حقے کی وجہ سے آگ لگ گئی اور وہ بھی جل کر راکھ ہو گیا...... ادھر میری بیوی رشیدہ بڑی سخت پریشان تھی...... کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ ہم لوگ کیا کریں......؟ بڑے پریشان ہو گئے...... رشیدہ نے ایک دن سہمے ہوئے لہجے میں مجھ سے کہا۔

"ایک بات بتانا چاہتی ہوں آپ کو"۔

"کیا" میری بھی حالت خراب ہو رہی تھی...... میں نے سہمی ہوئی نگاہوں سے رشیدہ کو دیکھا"۔

"وہ ہر رات میرے پاس آتی ہے"۔

"کون؟"۔

"زلیخا...... اور اس کے ساتھ پیار علی بھی ہوتا ہے"۔

"تمہارے پاس آتی ہے؟"۔

"ہاں"۔

"تمہارا وہم ہو گا یہ"۔

"بالکل نہیں"۔

"میں پورے ہوش و حواس کے عالم میں یہ بات کہتی ہوں...... وہ یہاں آتی ہے...... دروازہ بجاتی ہے...... پہلے تو ایک دن میں نے دروازہ کھول دیا تھا تو وہ اندر چلی آئی تھی اور پیار علی باہر کھڑا رہا تھا...... اب میں دروازہ نہیں کھولتی تو وہ خود دروازہ کھول کر اندر آ جاتی ہے...... چاہے دروازہ کتنی ہی مضبوطی سے کیوں نہ بند کر لیا جائے"۔

"کیا کہتی ہے"۔

"کہتی ہے...... کہ سارے رشتے ختم ہو چکے ہیں...... تمہاری بھی بیٹیاں ہیں اور بیٹے بھی ہیں...... ہم اس گھر کے چراغ بھی بجھا دیں گے...... ہم اس گھر کے چراغ بجھا دیں گے...... تم نے ہم سے ہماری زندگی کی روشنی چھینی ہے...... ہم بھی تمہارے سارے چراغ بجھا دیں گے اور جناب میں اس بات کو سن کر دیوانہ ہو گیا...... اولاد انسان کو اپنی جان سے زیادہ عزیز ہوتی ہے...... بے شک زلیخا بھی مجھے عزیز تھی، لیکن جو واقعہ ہوا تھا وہ میری انا کا مسئلہ بن گیا تھا اور اس کے بعد احتشام جو میرا سب سے بڑا بیٹا تھا...... بیمار ہو گیا...... وہ بستر پر لگ گیا اور اس کا بدن سوکھنے لگا...... بڑی پریشانی ہوئی تھی...... میں نے اپنے بیٹے سے کہا کہ اسے کیا بیماری ہے تو وہ کہنے لگا۔

"بس...... میں ایک عجیب و غریب خوف کا شکار ہوں...... میں نے راتوں کو اپنے آپ کو آگ میں سلگتے ہوئے دیکھا ہے...... بس یوں لگتا ہے جیسے میری گردن کے گرد آگ لگ رہی ہے...... میرا بدن جھلسنے لگتا ہے اور میں نہیں سمجھتا کہ میری کیا کیفیت ہو جاتی ہے؟ بڑا مسئلہ بن گیا تھا ہمارے لئے اور ہمارے بیٹے کا...... اس کی آواز بھرا گئی اور اس نے غمناک لہجے میں کہا اور ایک دن وہ اپنی چارپائی پر جھلسا ہوا پایا گیا...... مسہری پر فوم کا گدا بچھا ہوا تھا...... اس کی جسامت کے لحاظ سے فوم کا گدا بھی جل گیا تھا...... باقی سب کچھ خیریت سے تھا...... لیکن وہ جل کر کوئلہ ہو گیا تھا...... کچھ نہیں کہہ سکتا میں...... کیا بتاؤں...... کیا بتاؤ...... کیسے بتاؤں؟ اس کے بعد دوسرے اور تیسرے بیٹے کے ساتھ بھی یہی ہوا...... تین بیٹے کھو چکا ہوں میں...... میں آپ کو بتاؤں ایسی بری موت مل رہی ہے انہیں...... کہیں بھی چلے جائیں......

کہیں بھی چھپ جائیں...... میرا تیسرا بیٹا اپنی نانی کے گھر چلا گیا تھا...... جو شہر میں تھا...... وہاں جو اطلاع ملی مجھے...... اس نے میرے حواس چھین لئے ہیں...... وہ کمرے میں سو رہا تھا...... دروازہ اندر سے بند تھا کہ کمرے سے دھواں ابلنے لگا...... بہت سے لوگوں نے مل کر دروازہ کھولا تو کمرے میں گہرا کالا دھواں بھرا ہوا تھا اور اس کی چیخیں دم توڑ چکی تھیں...... نوکروں نے روشنیاں جلائیں لیکن گہرے دھوئیں کی وجہ سے کچھ نظر نہیں آیا...... بڑی مشکل سے دھواں باہر نکالا گیا اور میرے بیٹے کی جھلسی ہوئی لاش زمین پر پڑی ملی...... جب میں وہاں پہنچا اور اس کے بعد سارے معاملات کی چھان بین کی...... بیٹے کی لاش کو دفن کر کے جب قبرستان سے واپس پلٹ رہا تھا...... تو...... تو مجھے کسی کی ہنسی کی آواز سنائی دی...... پلٹ کر دیکھا تو آہ...... وہی دونوں تھے...... زلیخا اور پیار علی...... باقی لوگ آگے بڑھ گئے تھے...... میں وہاں رہ گیا تھا...... میں نے اسے کہا کہ زلیخا تو کیا کر رہی ہے؟ خاندان ختم کر رہی ہے میرا...... تو وہ بولی کہ بھیا جی بیٹیوں کا خاندان ان کا سسرال ہوتا ہے...... آپ نے میرا سسرال ختم کر دیا...... مجھ پر بھی کوئی فرض ہوتا ہے...... مجھ پر بھی کوئی فرض ہوتا ہے...... دو بیٹے ہیں میرے...... دو بیٹیاں ہیں...... کیا کروں...... آہ کیا کروں......؟ اور رحمٰن شاہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا...... میرے دل میں ایک عجیب سی ویرانی ابھر آئی تھی اور ان پراسرار اور سنسنی خیز واقعات کو سن کر میں سکتے میں رہ گیا تھا۔



❦

کافی دیر تک ہم دونوں خاموشی سے رحمٰن شاہ کو دیکھتے رہے...... پھر سالک حسین صاحب نے مجھ سے کہا۔

"سیدھا سادھا معاملہ ہے...... مکافات عمل ہے یہ تو...... ہم کیا کر سکتے ہیں......؟ ہم کیا کوئی بھی کچھ نہیں کر سکتا...... روحوں کے وجود سے کسے انکار ہو سکتا ہے اور مظلوم روحیں جب انتقام لینے پر آتی ہیں تو ایسی ہی کہانیاں جنم لیتی ہیں...... کیا کر سکتے ہیں...... ہم اس شخص کے لئے...... ذرا غور کرو...... شادی شدہ بچی تھی...... چلو اس نے گناہ کیا...... ایک شخص نے احکامات خداوندی کی پیروی کرتے ہوئے نکاح پڑھایا...... اس ظالم شخص نے اسے بھی راستے سے ہٹادیا...... اپنی جھوٹی عزت اور جھوٹی انا کی تسکین کے لئے ارے بھائی...... یہ تو اللہ تعالیٰ کا حکم بھی ہے کہ بیٹیوں سے ان کی مرضی کے بغیر کوئی ظلم نہ کرو...... اس نے شادی کر لی...... ٹھیک ہے...... کوئی اور حل نکال لیتے اور پھر سب سے بڑی بات یہ کہ...... اگر قصوروار ہی سمجھتے تھے تو پیار علی قصوروار تھا...... اس کے اہل خاندان کو کیوں جلا دیا تم نے...... بھائی...... دیکھو ایک بات تو بڑی مشہور ہے کہ اللہ کی لاٹھی بڑی بے آواز ہوتی ہے...... تم جیسے لوگ اس وقت کا انتظار کرتے ہیں جب اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی فریاد سنے اور خود سزا کا فیصلہ کرے...... کیا یہ نہیں ہو سکتا کہ وقت سے پہلے اپنے آپ کو سنبھال لو...... اب ہم کیا کر سکتے ہیں؟ بتاؤ...... ہم تو خود۔

"نہیں...... آپ سب کچھ کر سکتے ہیں...... میں نے خواب دیکھا ہے"۔

اور جب میں نے خواب میں یہ تک دیکھ لیا ہے کہ آپ اس طرح آ کر اس ٹوٹی مسجد میں ٹھہرے اور آپ نے یہاں اذان دی اور عبادت کی تو میرا باقی خواب بھی غلط نہیں ہو سکتا...... آپ کو خدا کا واسطہ مجھ سے تو غلطی ہوئی ہے، لیکن آپ میری مدد کیجئے...... کسی کے صدقے میں...... کسی کے طفیل...... رحمان شاہ کی روتے روتے ہچکی بندھ گئی تھی......

میں تو خیر ناتجربے کار آدمی تھا لیکن خود سالک حسین سوچ رہے تھے کہ وہ کیا کریں اور ہم خاصی الجھن کا شکار ہو گئے تھے...... اس میں کوئی شک نہیں کہ رحمان شاہ نے ظلم کی انتہا کر دی تھی، لیکن اب اس بات کو کیا کیا جائے کہ وہ مظلوم بن گیا تھا...... اس کی آنکھوں سے آنسوؤں کا سیلاب بہہ رہا تھا...... چہرہ حسرت ویاس کی تصویر بنا ہوا تھا اور وہ ہمیں امید بھری نگاہوں سے دیکھ رہا تھا...... اس نے کہا۔

"دو بیٹے اور دو بیٹیاں رہ گئی ہیں میری...... بیٹیوں کی شادی کر دی ہے ان کے بچے بھی ہو گئے ہیں...... وہ میرے سارے خاندان کو ختم کر دیں گے...... بیٹوں کے بعد بیٹیوں کا نمبر آئے گا اور اس کے بعد...... اس کے بعد"۔

"دیکھئے رحمان شاہ صاحب یہ مکافات عمل ہے برائیوں کا نتیجہ برائیوں کی شکل میں ملتا تو ہے، لیکن ہمیں سوچنے کا موقع تو دیجئے...... کل آپ کو بتائیں گے ہم کہ اس سلسلے میں کیا کر سکتے ہیں"۔

"بڑی امید لے کر جا رہا ہوں...... خدا کے لئے مجھے راستہ دکھائے بغیر یہاں سے چلے نہ جائیے گا"۔

پھر وہ چلا گیا اور ہم دونوں پریشانی سے ایک دوسرے کی صورت دیکھتے رہے...... بہت دیر کے بعد سالک حسین نے کہا۔

"اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ اس نے ظلم کی انتہا کر دی تھی لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اب ہم کیا کریں؟ وہ کمبخت کئے کا پھل کھا رہا ہے اور اپنے تین بیٹے کھو چکا ہے...... بہت بری بات ہے...... کیا کرنا چاہئے اب اس کے لئے"۔

"میرے ذہن میں ایک بات آئی ہے؟" ہماری رہنمائی یہاں تک کی گئی ہے اس کا کوئی نہ کوئی مقصد تو ہوگا...... ہم اپنے طور پر مدد مانگنے کے لئے کام کریں گے، ہو سکتا ہے ہماری کچھ مدد ہو جائے...... ویسے بھی سکندر یہ بات ظاہر ہے کہ تمہارے جسم سے وہ سب کچھ واپس لے لیا گیا ہے جو شیطان کی دین تھی...... خود اپنے آپ کو بھی تو آزماؤ"۔

"سالک حسین صاحب...... مجھے یہ سب کچھ نہیں آتا"۔

"خیر" میں کوشش کرتا ہوں۔

دوسری صبح سالک حسین صاحب نے کہا۔

"ہم رات کو رحمان شاہ کی حویلی میں جائیں گے"۔

"ٹھیک ہے جیسا آپ پسند کریں"۔

پھر اس شام ہم وہاں سے نکل کر جنگل کے ایک حصے میں روپوش ہوگئے...... ہمیں اندازہ تھا کہ رحمان شاہ ہمارے پاس آئے گا ہم اس سے ملنا نہیں چاہتے تھے...... ہمارا اندازہ درست نکلا...... جو جگہ ہم نے منتخب کی تھی وہاں سے ٹوٹی مسجد کے راستے کو دیکھ سکتے تھے...... رحمان شاہ آیا...... بہت سی چیزیں ساتھ لے کر آیا تھا لیکن ہمیں مکمل طور پر تلاش کر کے وہ مایوس ہو گیا اور پھر مایوسی سے واپس چلا گیا...... رات کو ہم بستی کی جانب چل پڑے تھے...... پوری بستی شہر خموشاں بنی ہوئی تھی...... کتے تک نہیں بھونک رہے تھے...... اکادکا گھروں میں روشنی جھلک رہی تھی، ورنہ زیادہ تر گھر تاریکی میں ڈوبے ہوئے تھے...... کبھی کسی گھر سے بچے کے رونے کی آواز سنائی دیتی اور پھر خاموشی پھیل جاتی...... بستی کے آخری حصے میں ایک کھلا میدان نظر آرہا تھا جس کے درمیان ایک عظیم الشان تنے والا درخت پھیلا ہوا تھا...... نجانے کیوں ہم اس درخت کے قریب پہنچ گئے اور پھر ہمیں جو کچھ نظر آیا وہ ہمارے لئے ناقابل یقین تھا...... سات ہوائی جسم تھے، سفید چمکدار لباسوں میں ملبوس...... فضاؤں میں تیرتے ہوئے اور انہیں دیکھ کر کوئی بڑے سے بڑے دل والا ہوتا اس کا کلیجہ پانی بن جاتا...... وہ فضا میں موجود تھے...... چند لمحات تو ہم پر خوف و دہشت کا غلبہ رہا اور اس کے بعد سالک حسین صاحب نے مجھ سے کہا"۔

"آؤ" میں سالک حسین صاحب کے ساتھ آگے بڑھ گیا...... فضا میں تیرتے ہوئے جسم ٹھہر گئے تھے...... تب سالک حسین نے کہا"۔

"دیکھو دنیا سے کنارہ کشی اختیار کرنے کے بعد صرف انتقام کے راستوں پر چل کر عادت خراب نہیں کرنی چاہئے...... جو ہوا ہے وہ مشعیت ایزدی تھی، تمہیں اسی طرح اس دنیا سے واپس جانا تھا...... بے شک برا کیا گیا تمہارے ساتھ، لیکن اب اپنی عاقبت کیوں خراب کر رہے ہو...... اگر تمہیں یہ قوت حاصل ہے کہ اپنا انتقام لو تو یوں سمجھ لو کہ حکم خداوندی ہے...... کہ درگزر کرنا اور معاف کر دینا بہت بڑی بات ہے...... اگر تم نے یہ سلسلہ جاری رکھا تو روز قیامت کو بھی ذہن میں رکھو بات یہیں برابر کئے لے رہے ہو، ایسا نہ کرو تو زیادہ اچھا ہے...... تمہیں اس کا صلہ ملے گا...... شہیدوں میں نام درج ہوگا تمہارا" اگر بات عقل میں

آتی ہے تو سوچ لو اور سوچ کر ہمیں جواب دو۔

اور دوسرے لمحے میں نے دوسرا عجیب و غریب منظر دیکھا...... اچانک ہی فضا میں نظر آتے ہوئے سفید بدن چراغ کی لو کی طرح بجھ گئے...... مدھم مدھم دھواں پھیلا ہوا تھا...... بہر حال سالک حسین صاحب نے جو کچھ کیا وہ میری سمجھ میں نہیں آیا تھا اور میں بڑا حیران تھا لیکن سالک حسین صاحب کے ہونٹوں پر ایک آسودہ سی مسکراہٹ تھی...... میں نے کہا"۔

"یہ سب کیا تھا سالک صاحب؟"۔

"آؤ...... سالک حسین صاحب نے کہا اور میں ان کے ساتھ چل پڑا...... بہر حال ہم واپس پلٹے اور تھوڑی دیر کے بعد یہ لمبا سفر طے کر کے واپس اپنی اسی جگہ آگئے، خاموشی سے ہم لوگ زمین پر لیٹ کر سو گئے تھے...... بہر حال یہ ساری بات اپنی جگہ...... سالک حسین صاحب میرے بہترین مددگار ثابت ہوئے تھے"۔

دوسری صبح ہم وہاں سے چل پڑے تھے...... میری سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ سالک حسین صاحب کیا چاہتے ہیں...... میں نے ان سے پوچھا لیکن انہوں نے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر مجھے خاموش کر دیا...... میں نہیں جانتا تھا کہ سالک حسین صاحب کہاں جا رہے ہیں، لیکن بہر حال میں ان کے ساتھ چلتا رہا...... سورج طلوع ہوا اور پھر ڈوبنے لگا...... سارا دن چلتے چلتے گزر گیا تھا...... پھر جب سورج کی نارنجی کرنیں زمین پر اداسی بکھیر رہی تھیں تو مجھے ایک ٹوٹا پھوٹا کھنڈر نظر آیا...... قرب و جوار میں کوئی آبادی نہیں تھی...... سالک حسین صاحب اسی کھنڈر کی جانب جا رہے تھے...... نجانے کیا مقصد تھا ان کا...... لیکن بہر حال مجھ سے زیادہ دین دار تھے اور حقیقتوں کو سمجھتے تھے، میں نے تو ابھی اس زندگی میں کوئی خاص تجربہ حاصل نہیں کیا تھا...... آہستہ آہستہ ہم کھنڈر کے قریب پہنچ گئے...... سرخ رنگ کی اینٹوں کے ڈھیر بکھرے ہوئے تھے...... کچھ جگہیں صاف ستھری نظر آرہی تھیں...... قریب پہنچ کر اندازہ ہوا کہ مسجد جیسی کوئی جگہ ہے اور یہاں ایسے آثار بھی مل رہے تھے جیسے انسان یہاں آتے رہے ہوں...... مسجد کے صحن میں درخت اگے ہوئے تھے اور وسیع و عریض چبوترے پر درختوں کے بے شمار سوکھے پتے اڑتے پھر رہے تھے جن کی سرسراہٹیں فضا میں عجیب سے رنگ بکھیر رہی تھیں...... سامنے ہی ایک ٹوٹا پھوٹا منبر بنا ہوا تھا جس سے یہ احساس ہوتا تھا کہ واقعی یہ مسجد ہے...... پھر ایک کنواں بھی نظر آیا جس کے کنارے چرخی

لگی ہوئی تھی اور چرخی پر رسی لٹکی ہوئی نظر آ رہی تھی...... قریب ہی چمڑے کا ایک ڈول رکھا ہوا تھا...... میں حیران تھا کہ سالک حسین صاحب کو اچانک ادھر آنے کے بارے میں کیا سوجھی ہے...... بہرحال دل میں بہت سے خیالات آ رہے تھے...... کنوئیں کے نزدیک سے گزرتے ہوئے میں نے کنوئیں میں جھانک کر دیکھا...... اندھیرے کے سوا کچھ نہ نظر آیا...... سالک حسین صاحب کی آواز ابھری''۔

''ہاں بھئی پانی کھینچو...... ذرا سا جوان آدمی ہو...... میں نے ان کی ہدایت پر عمل کیا اور ڈول ڈال کر پانی نکال لیا...... سامنے ہی ایک ایسی جگہ بنی ہوئی تھی، جہاں نمازیوں کو پانی کی ضرورت ہوتی ہے...... مٹی کے لوٹے قطار سے رکھے ہوئے تھے، بس اس جگہ کو پانی سے بھر دیا...... لوٹے دھو کر قرینے سے رکھے اور اس کے بعد میں مسجد کے صحن کی جانب متوجہ ہو گیا...... میں نے سالک حسین صاحب سے کہا''۔

''اجازت ہو تو پتوں کی صفائی کر دوں''۔

''اچھی بات ہے...... بہرحال میں نے تنکے جمع کئے، انہیں اپنی قمیض کے دامن سے دھجی پھاڑ کر باندھا...... پھر مسجد کے صحن سے سوکھے ہوئے پتے صاف کرنے میں مصروف ہو گیا...... اب اندھیرے نے مسجد کو اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا، لیکن اس وقت میری حیرت کی انتہا نہ رہی جب مسجد کی چھت کی بلندیوں پر سے ''اللہ اکبر'' کی صدا ابھری اور پہلی آواز پر میں حیرت سے ششدر رہ گیا، اس دوران میں نے کسی کو بھی نہیں دیکھا تھا، لیکن اب یہ آواز یوں لگ رہا تھا جیسے فضا میں پھیل رہی ہو...... پھر اذان ختم ہو گئی اور میں موذن صاحب کے نیچے اترنے کا انتظار کرتا رہا، لیکن کوئی قدموں کی چاپ سنائی نہیں دی...... میں سالک حسین صاحب کے ساتھ بیٹھ گیا...... سالک حسین صاحب نے چند لمحات کے بعد کہا''۔

''میں نماز پڑھ لوں؟''۔

''جی...... اور اس کے بعد ایک عجیب سی فضا پیدا ہو گئی...... بالکل یوں لگ رہا تھا کہ جیسے بہت سے لوگ مسجد کے صحن میں جمع ہو گئے ہوں اور نماز ادا کی جا رہی ہو، لیکن بس سرسراہٹیں اور اس کے علاوہ اور کچھ نہیں...... سرسراہٹیں ہی سرسراہٹیں ہو رہی تھیں، پھر نماز ختم ہو گئی اور سالک حسین صاحب بھی اٹھ کر میرے پاس آ گئے...... مسکرائے اور بولے۔

''آؤ...... ہمارے میزبانوں نے ہمارے کھانے کا بندوبست کر دیا ہے''۔

میری سمجھ میں تو کچھ نہیں آیا تھا لیکن سالک حسین صاحب ان سارے معاملات سے بخوبی واقف تھے...... جس جگہ وہ مجھے لے گئے وہاں ایک دسترخوان بچھا ہوا تھا اور اس پر کھانا چنا ہوا تھا...... مٹی کی صراحی اور کٹورا بھی رکھا ہوا تھا...... میں نے حیرت سے آنکھیں پھاڑ دیں تو سالک حسین صاحب بولے''۔

''نہیں...... حیرت کی ضرورت نہیں ہے...... ہمارے معزز میزبان ہمیں خوش آمدید کہہ چکے ہیں اور یہ ایک خوش گوار تجربہ ہے...... میرے لئے تو نہیں لیکن تمہارے لئے ضرور ہے کیونکہ تمہیں ان کثافتوں سے پاک قرار دے دیا گیا ہے جو تمہارے لئے بہتر نہیں تھیں''۔

میں خاموشی سے دسترخوان پر بیٹھ گیا...... میں نے سالک حسین صاحب کی ہدایت پر کھانا شروع کر دیا اور ہم شکم سیر ہو گئے...... سالک حسین صاحب کا غالباً ان نادیدہ ہستیوں سے بدستور رابطہ قائم تھا...... انہوں نے کافی دیر کے بعد مجھ سے کہا''۔

''طلبی ہو رہی ہے آ جاؤ''۔

میں زندگی کے سب سے انوکھے تجربات سے دوچار ہو رہا تھا...... ماضی میں میری شخصیت کو خراب کرنے کی جو کوششیں کی گئی تھیں...... انہوں نے مجھے بالکل ایک غیر انسانی شخصیت بنا دیا تھا...... لیکن اب میری جو پذیرائی ہو رہی تھی وہ میرے لئے باعث سکون تھی...... سالک حسین صاحب مجھے لئے ہوئے ایک بڑے سے ہال میں آ گئے اور پھر وہ اس طرح مجھے راستے بتاتے رہے جیسے اجسام کے درمیان سے گزر رہے ہوں...... پھر ایک جگہ مجھے بھی بٹھا دیا گیا...... مجھے بالکل ایسے لگ رہا تھا جیسے کوئی ''لائٹ اینڈ ساؤنڈ شو'' دیکھ رہا ہوں...... پرچھائیاں دھیرے دھیرے ادھر آ جا رہی تھیں...... ہلکی ہلکی سفیدی نظر آتی اور بس اس کے سوا کچھ نہ ہوتا...... پھر مجھے مدھم مدھم بھنبھناہٹیں سنائی دیں اور اس کے بعد ایک آواز میرے کانوں میں ابھری''۔

''پیار علی...... کیا کر رہے ہو یہ...... انتقام میں جھلس کر اللہ کے انتقام کو بھول گئے...... وہ کام کرنے بیٹھ گئے جو دوسرے کے کرنے کا ہے...... تم سب کو دنیا سے واپس جانا تھا ایک ملعون نے یہ، گناہ اپنے سر لے لیا...... بے مقصد اور بے کار جو اس نے کیا وہ جائز نہ تھا لیکن اب جو کچھ تم کر رہے ہو وہ بھی جائز نہیں ہے''۔

"ہمارا کیا قصور تھا شاہ جی...... بتایئے ہمارا کیا قصور تھا...... ارے ذاتیں تو سب اسی دنیا میں آ کر بنائی گئی ہیں...... کیا انسانیت کی کوئی ذات ہوتی ہے؟ صرف دولت کے غرور نے انسان کو اتنا برا کر دیا ہے...... شاہ جی؟ آپ خود بتاؤ کتنا ظلم کیا ہے انہوں نے ہمارے ساتھ کیا بگاڑا تھا ہم نے ان کا چلو ٹھیک ہے، ہم پر غصہ تھا...... پر ہماری ماں...... ہمارا باپ...... ہماری بہنیں...... یہ سب...... یہ تو بے گناہ تھے"۔

"انتظار کر لیتے پیار علی...... دیکھ لیتے کہ اللہ کی بے آواز لاٹھی کب گھومتی ہے...... اب ایسا کرو پر سکون ہو جاؤ، جو کر چکے ہو کافی ہے اس سے آگے کی نہ سوچو...... سب کچھ ذات باری کے لئے چھوڑ دو" وہ سب کی پرسان حال ہے...... سب کو انصاف بخشتی ہے، اس کا انصاف سب سے اہم ہوتا ہے...... اس کے معاملات میں مداخلت کرو گے تو بزوں میں شامل ہو گے...... ہمارا تو یہی مشورہ ہے کہ "باقی تم جیسا مناسب سمجھو"۔

"ہمارے ظلم کی کوئی دادرسی نہیں ہو گی"۔

"جو دادرسی کرنے والا ہے اگر اس پر اعتماد نہیں تو جو دل چاہے کرتے رہو...... ہم کون ہیں مداخلت کرنے والے؟ بس سمجھا رہے ہیں تمہیں...... سمجھ میں آ جائے تو سمجھ لو؟ ورنہ پھر یہ سمجھ لو کہ نا سمجھو میں ہو اور نا سمجھو کے لئے کوئی راستہ نہیں ہے؟ مرضی ہے تمہاری...... اس کے بعد کچھ نہ کہیں گے ہم"۔

"قبر دی جائے ہمیں...... ہمارے سارے گھر والوں کو" اور انصاف دیا جائے انہیں جو اس کے ہاتھوں پس رہے ہیں...... چھین لیا جائے اس سے سب کچھ جس نے اسے غرور کی اس حد تک پہنچا دیا ہے...... ورنہ پھر گناہ تو ہم کر ہی چکے ہیں...... ہمارے گناہوں میں اضافہ اس کی وجہ سے ہو گا"۔

"شرط عائد کر رہے ہو؟"۔

"نہیں شاہ جی انصاف مانگ رہے ہیں"۔

"دیکھو انصاف کرنے والی ذات صرف ذات باری ہی ہے...... باقی جیسا تم مناسب سمجھو...... ہم کیا کہہ سکتے ہیں"۔

"نہیں پھر ٹھیک ہے...... جیسا آپ کہیں گے ہم مان لیں گے...... آپ بزرگ ہیں...... ہم سے بڑے ہیں"۔

"شکریہ" ویسے تمہاری خواہش کے مطابق کوشش کی جا سکتی ہے...... جاؤ وقت کا انتظار کرو"۔

"ٹھیک ہے شاہ جی"۔

پھر ایسا محسوس ہوا جیسے کچھ لوگ واپسی کے لئے پلٹ پڑے ہوں...... میں اور سالک حسین صاحب خاموش نگاہوں سے یہ سب کچھ دیکھ رہے تھے...... کچھ لمحے خاموش رہنے کے بعد کہا گیا۔

"اور تم سب کچھ سن چکے ہو...... جاؤ بات کرو اس سے جس نے واقعی برا کیا ہے...... اللہ کے بندوں کے ساتھ...... بہت سے دوسرے فیصلے ہو سکتے تھے جو اس نے نہیں کئے، لیکن بہر حال خطا انسان ہی سے ہوتی ہے...... بشرطیکہ کے وہ مزید گناہوں کا مرتکب نہ ہو۔

اس کے بعد یوں لگا جیسے مکمل خاموشی طاری ہو گئی ہو...... سب لوگ اٹھ گئے ہوں...... سالک حسین صاحب نے میرا ہاتھ پکڑا اور اس کے بعد آدھی رات سے زیادہ تک ہم لوگ واپسی کا سفر طے کرتے ہوئے اسی کھنڈر نما جگہ آ گئے، جہاں رحمٰن شاہ کی بستی پھیلی ہوئی تھی...... میری کیفیت بڑی عجیب سی تھی...... میں خاموشی سے اپنی جگہ جا کر لیٹ گیا۔

پھر دوسری صبح رحمان شاہ منہ اندھیرے آ گیا تھا...... ہم لوگوں کو دیکھ کر وہ زار و قطار رونے لگا اور کہنے لگا۔

"ایک بار...... بس ایک بار مجھے میری غلطی کی معافی دلوا دیجئے...... بچا لیجئے میرے بچوں کو...... بچا لیجئے اب برداشت نہیں ہوتا...... خودکشی کر لوں گا...... بے موت مر جاؤں گا...... اگر میری مدد نہ کی گئی"۔

"تم عجیب انسان ہو، جو کچھ کر چکے ہو اس پر نادم ہو...... دھمکیاں دے رہے ہو الٹی"۔

"نادم ہوں...... بہت نادم ہوں...... بڑا شرم سار ہوں...... اپنے بچوں کی موت کا باعث میں بنا...... اس سے زیادہ ندامت اور کیا ہو سکتی ہے"۔

"تو پھر سنو...... جو کہا جا رہا ہے اگر وہ کر سکتے ہو تو بتا کر جاؤ اور فوری طور پر اس پر عمل شروع کر دو، ورنہ تم جانو اور تمہارا کام"۔

"دنیا کا ہر کام کر سکتا ہوں میں اپنے بچوں کے لئے"۔

"دیکھو جو کچھ تمہیں دیا گیا تم اس کی قدر نہ کر سکے اور اس کے ذریعے تم نے انسانوں پر

مظالم کا آغاز کیا، اپنا سب کچھ قربان کردو...... جس سے جو لیا ہے اسے واپس کردو...... اس کے بعد ایک اجتماعی قبرستان بناؤ...... اتنی ہی قبریں بناؤ جتنی قبریں تم نے انسانوں سے چھین لی ہیں...... ان کے تعویذ کھلے رکھو اور انتظار کرو وقت کا کہ کیا کر سکتے ہو، سمجھ رہے ہو نا میری بات اور پھر ہم اسے سمجھاتے رہے تھے...... وہ ہماری ہر ہدایت پر عمل کرنے کا وعدہ کر کے چلا گیا اور ہم یہ سوچنے لگے کہ دیکھیں اب پردہ غیب سے کیا ظہور میں آتا ہے"۔

بستی کی ہنگامہ آرائیاں دیکھنے کے قابل تھیں...... اب ہمیں یہ تو معلوم نہیں ہو سکا تھا کہ رحمٰن شاہ نے بستی میں کیا اعلان کروایا ہے...... دیکھنے کا سلسلہ بھی دور دور سے جاری تھا، لیکن اتنا اندازہ ہو رہا تھا کہ بستی کے لوگوں کو کوئی ایسی حیران کن بات سننے کو ملی ہے جو ان کے لئے ناقابل یقین ہے...... چند روز یہاں صرف ہو گئے تھے...... اس کے بعد ایک رات رحمٰن شاہ ہی نے کہا تھا۔

"وہ سب کچھ کر لیا ہے میں نے جس کا مجھے حکم دیا گیا تھا...... اپنے گناہوں کا اعتراف کر رہا ہوں پوری بستی میں"۔

"کیا مطلب؟"۔

"بستی والوں کو بتا دیا ہے میں نے کہ...... بھائیو! مجھ سے کچھ گناہ سرزد ہو گئے ہیں اور میں ان گناہوں کا کفارہ ادا کرنا چاہتا ہوں...... میں نے بہت سے لوگوں کی زمینوں پر بھی قبضہ کیا تھا...... طاقت سے کام لے کر پہلے ان کی زمینوں کو خریدنے کی پیشکش کی تھی اور جس نے زمین میرے ہاتھ فروخت کر دی اسے میں نے تھوڑے بہت پیسے ادا کر دیئے، لیکن جس نے سرکشی کی...... اس سے میں نے زمین چھین لی اور اسے نقصان پہنچایا...... میں نے ان ساری زمینوں کے کاغذات دستخط کر کے ان کے گھروں کو پہنچا دیئے ہیں...... قبرستان کے لئے میں نے وہ جگہ مخصوص کر لی ہے جہاں پیار علی کا گھر تھا...... بڑا سا احاطہ بنوا دیا ہے...... اور آپ کی ہدایت کے مطابق دو قبریں بھی تیار کروا دی ہیں میں نے...... اگر میری مشکل حل ہو جائے تو میں یہ بستی چھوڑ دینا چاہتا ہوں...... اپنے کچھ ایسے اثاثے میں نے اپنے ساتھ لے لئے ہیں، جن سے کسی دوسری جگہ جا کر نئی زندگی کا آغاز کر سکوں، جان ہے تو جہان ہے...... بچوں کی زندگی چاہتا ہوں...... آپ کی دعاؤں سے اگر یہ مسئلہ حل ہو جائے تو سمجھ لیجئے کہ مجھے اس دنیا میں ہی سب کچھ مل جائے گا...... گناہ تو ایسا ہے میرا کہ جس کا کفارہ ممکن نہیں،

لیکن غلطی انسان سے ہو ہی جاتی ہے...... آپ چل کر اس جگہ کا معائنہ کر لیجئے" میرے بجائے سالک حسین صاحب نے کہا۔

"بستی والوں کو تم نے وہ کاغذات بھجوا دیئے ہیں؟"۔

"جی"۔

"بستی کب چھوڑ رہے ہو"۔

"آپ کے حکم کا انتظار ہے...... سارا سامان لپیٹ لیا ہے...... حویلی کو تالا لگا دیا ہے میں نے"۔

"ٹھیک ہے...... بہتر یہی ہوگا کیونکہ بستی کے لوگ تمہارا ماضی نہیں بھول سکیں گے...... رحمٰن شاہ تمہیں بستی کے لوگوں کے ساتھ وقت گزارتے ہوئے بڑی مشکل پیش آئے گی...... ہاں گزرنے والے وقت کے ساتھ ساتھ لوگوں کے زخم مندمل ہوتے جائیں گے اور وہ پھر تمہارا ماضی بھول جائیں گے...... جب تم ان کے درمیان ہی نہ ہو گے"۔

"جی...... میں نے یہی سوچا ہے"۔

"بس تو پھر ٹھیک ہے...... تم سے جو کہا گیا تھا تم نے وہ کر دیا ہے...... اتنا کافی ہے...... میرے خیال میں اور کوئی ضرورت باقی نہیں رہ جاتی" پھر میں نے وہ دیکھا جس کے بارے میں میں نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا...... ہم بستی میں لوگوں کو خوشیوں اور مسرتوں کا جھولا جھولتے دیکھ رہے تھے...... درحقیقت رحمٰن شاہ نے اپنا سب کچھ لٹا دیا تھا اور بستی والے حیران تھے...... بعض جگہ یہ بھی سنا گیا کہ رحمٰن شاہ ان سے مذاق کر رہا ہے اور کوئی ایسی بات نہیں ہے...... جو دیا ہے وہ منٹوں میں چھین لیا جائے گا، لیکن رحمٰن شاہ مخلص تھا اور اس بات کو ہم اچھی طرح جانتے تھے...... غرضیکہ وقت اس انداز میں گزرتا رہا اور پھر وہ منظر بھی دیکھ لیا گیا...... اس قبرستان کے احاطے میں جمعرات کی رات میں اور سالک حسین صاحب بھی موجود تھے اور رحمٰن شاہ بھی...... رحمٰن شاہ نے بڑے ٹیکنیکل طریقے سے وہ قبریں بنائی تھیں جن کے منہ کھلے ہوئے تھے، باقی قبریں بالکل مکمل تھیں...... جمعرات کو مغرب سے پہلے ہم نے ویسے ہی روشن سائے دیکھے جیسے اس مسجد میں دیکھ چکے تھے اور پھر ان روشن سایوں کو ہم نے ان قبروں میں اترتے ہوئے دیکھا اور اس کے بعد وہ تعویذ صندوق کے ڈھکنوں کی مانند بند ہو گئے...... یہ ایک ایسا عمل تھا جو ناقابل یقین تھا، لیکن آنکھوں کے سامنے کی بات

ہے..... بھلا کون اس سے انکار کر سکتا تھا.....؟ رحمٰن شاہ کی آنکھیں آنسوؤں سے تر تھیں..... اس نے کہا۔

"اور میں آج ہی رات حویلی سے نکل جاؤں گا..... رات کو بارہ بجے کے قریب ہم نے ایک قافلہ حویلی سے نکل کر اس پگڈنڈی کی جانب جاتے ہوئے دیکھا تھا..... جو گہرائیوں میں چلی جاتی تھی..... اس کا اختتام کہاں ہوتا تھا.....؟ یہ معلوم نہیں تھا، لیکن شکستہ دل رحمٰن شاہ نے بہرحال اپنے قول کی پابندی کی تھی اور اپنی بستی چھوڑ دی تھی..... سالک حسین صاحب خاموشی سے ان کا جائزہ لے رہے تھے..... رفتہ رفتہ یہ قافلہ نگاہوں سے اوجھل ہو گیا تھا تو میرے ذہن پر بھی ایک عجیب سا بوجھ آ پڑا..... میں نے سالک حسین صاحب سے کہا۔

"کیا کہتے ہیں آپ اس بارے میں؟"۔

"کیا کہوں گا میاں.....؟ بس برائی کا انجام برائی ہی ہوتا ہے..... بہت نقصان اٹھانے کے بعد اس شخص کو عقل آ ہی گئی..... خیر جو کچھ بھی ہوا بہتر ہو گیا..... پھر انہوں نے چونک کر مجھے دیکھا اور بولے"۔

"اور تمہیں اس بات کا اندازہ ہے کہ اس عمل کے روح رواں تم ہو" میں نے گہری سانس لی اور کہا"۔

"لیکن..... میرے دل کا زخم اسی طرح قائم و دائم ہے"۔

"نہیں ایسی کوئی بات نہیں..... تمہیں تو واضح اشارے دیئے گئے ہیں کہ اس شیطان کے دونوں پیروکاروں کو تمہارے سامنے سزا ملی جنہوں نے تمہیں تمہاری منزل سے بھٹکایا اور بہرحال..... یہ ایک راستہ ہے..... آؤ اب ہمارا بھی یہاں اس بستی میں رہنا نامناسب ہے..... دیکھتے ہیں آگے کا عمل کیا ہے.....؟ آگے کی زندگی کیا ہے.....؟" تو پھر دوسری صبح ہم نے وہاں سے واپسی کا فیصلہ کیا..... سالک حسین صاحب ہی میری رہنمائی کر سکتے تھے کہ مجھے کہاں جانا ہے..... ایک دو بار جھلائے ہوئے انداز میں سوچا تھا کہ کیوں ناسب کچھ بھول کر اپنی زندگی کا آغاز کروں، لیکن اب ان لوگوں کے درمیان رہ کر اتنا اندازہ ضرور ہو گیا تھا کہ ایک اچھی زندگی حاصل کرنے کے لئے فریب کاری کا سہارا لینا ضروری تھا..... جوتش کا جو علم مجھ ملا تھا..... میں اسے استعمال کر کے بھی اپنی نئی زندگی کا راستہ کھول سکتا تھا، لیکن بات وہی تھی کہ اس علم کو ہمیشہ کے لئے ختم کر دینا پڑے گا..... کیونکہ

بہرحال..... یہ علم اپنی جگہ ایک علم تھا لیکن مجھے یہ علم شیطانی ذریعے سے ملا تھا..... سالک حسین صاحب چونکہ خود بھی اس سلسلے میں میری رہنمائی نہیں کر سکے تھے..... اس لئے خاموش تھے اور میرے ساتھ سفر کر رہے تھے..... پھر ہم طویل راستے طے کر کے اسی جگہ پہنچ گئے جہاں ہم نے ایک رات گزاری تھی اور یہاں ہمیں کسی کا نام و نشان نہ ملا..... البتہ ایک سفید لفافہ ضرور ملا جس میں ایک کارڈ رکھا ہوا تھا..... کارڈ پر لکھا تھا۔

"تم نے اپنے امتحان پاس کئے..... اب اپنی منزل کا آخری سفر طے کرو..... شاید تمہیں منزل مل جائے..... دینے والی ذات..... باری تعالیٰ کی ہے..... رہنمائی جس کے ذریعے بھی کرا دی جائے"۔

"سبحان اللہ..... سبحان اللہ..... میرا دل تو منور ہو رہا ہے سکندر میاں..... کتنے بڑے مرتبے بخشے جا رہے ہیں تمہیں..... دیکھا تم نے یہ جو دنیا ہمارے سامنے پھیلی ہوئی ہے..... اونچی اونچی کوٹھیاں، اعلیٰ ترین محلات جس میں رہنے والے بلندی سے پستی میں جھانکتے ہیں تو سوچتے ہیں کہ یہ بلندیاں ان کا مقدر ہیں اور پستی کے لوگ ان کے غلام..... انہیں رہنا ہی پستیوں میں چاہئے تھا، لیکن وہ نہیں جانتے کہ..... بلندیاں کیا ہوتی ہیں.....؟ مٹی اور چونے کے ڈھیر کھڑے کر کے اگر ان پر چڑھ جاؤ اور اپنے آپ کو بلندیوں پر محسوس کرو تو یہ تمہاری غلطی ہے..... یہ رہنمائی تمہارے لئے بڑی اہمیت کی حامل ہے..... سفر جاری رکھنا ہو گا اور ں کے بعد فیصلہ کرنے والی ذات فیصلہ کرے گی اور یقینی طور پر وہ تمہارے حق میں ہو گا..... ں نے آنکھیں بند کر کے گردن ہلا دی تھی..... بہرحال اس میں کوئی شک نہیں کہ سالک سین میرے رہبر تھے..... کام تو جو کچھ مجھ سے لیا تھا وہ تو اپنی نوعیت الگ رکھتا تھا..... قیقت یہ ہے کہ میں نے کیا ہی کیا تھا..... بس ایک اعزاز بخشا گیا تھا مجھے..... بہر طور یرے لئے عطیہ تھا اور یہ بھی میں سمجھتا تھا کہ سارے معاملات میں قصور میرا نہیں ہے، بلکہ ن مشکلات کا شکار ہو گیا تھا..... ہم دونوں چلتے رہے..... ذہن آزاد چھوڑ دیا تھا..... رفتار ی تیز رکھی تھی..... کسی منزل کے بارے میں سوچا بھی نہیں تھا..... چلتے چلتے دوپہر و گئی..... دھوپ چلچلا رہی تھی..... گرمی کے مارے بدن جلا جا رہا تھا..... ایسی شدید پیاس لگی ی کہ چکر آنے لگے تھے..... اچانک ہی سالک حسین صاحب نے کہا۔

"وہ دیکھو سکندر" میں نے سالک حسین کے اشارے پر نظر دوڑائی..... بہت دور

گہرائیوں میں کچھ درخت نظر آرہے تھے۔

"کیا خیال ہے ادھر چلیں"۔

"ہاں...... آؤ" سالک حسین صاحب نے کہا اور ہم آگے بڑھنے لگے لیکن فاصلہ کافی طے کرنا پڑا تھا...... یہاں خدا کی قدرت کا تماشا نظر آیا...... درحقیقت اسے چشمہ حیات ہی کہا جاسکتا تھا...... بے آب و گیاہ چٹانوں میں انسان سے اللہ کی محبت کا جیتا جاگتا ثبوت موجود تھا...... ایک چٹان سے چشمہ پھوٹ رہا تھا اور پتھریلی گہرائیوں میں شفاف ننھی سی جھیل ہلکورے لے رہی تھی...... پانی اتنا شفاف تھا کہ تہہ کے پتھر تک نظر آرہے تھے...... ساتھ میں درخت اگے ہوئے تھے اور ان درختوں کے ناریل زمین پر دور دور تک پھیلے ہوئے تھے...... سالک حسین نے کہا۔

"اللہ تعالیٰ نے انسان کے لئے بہت کچھ اس زمین پر اتار دیا ہے...... ہمارے لئے اس وقت یہ ایک بہترین غذا ہے" بہرحال...... ناریل کھایا...... پانی پیا اور اس کے بعد زمین پر لیٹ گئے...... چشمے کے پانی سے چلنے والی ہواؤں نے ایسا نشہ طاری کیا کہ سورج ڈھلے تک سوتے رہے اور پھر اس کے بعد اس نخلستان سے چل پڑے...... سالک حسین بے غرض اور بے لوث میرا ساتھ دے رہے تھے...... میں سوچ رہا تھا کہ اس شخص کو اللہ نے میری مدد کے لئے ساتھ کیا ہے...... ورنہ میرا اس سے کیا رشتہ؟ وہ نہ صرف میرا ساتھی تھا...... ہمسفر تھا...... بلکہ صحیح معنوں میں میری ہر جگہ رہنمائی کر رہا تھا...... ہم لوگ سفر کرتے رہے ایک دن...... دو دن...... اور پھر تیسرا دن بھی گزر گیا...... تیسرے دن جس جگہ ہم موجود تھے...... وہاں سے کوئی میل بھر کے فاصلے پر روشنی نظر آئی اور میں نے سالک حسین صاحب کو اس طرف متوجہ کیا...... وہ بھی بلندیوں سے اس طرف دیکھنے لگے...... پھر آہستہ سے بولے۔

"یہ بھی آبادی ہے...... اچھا خاصا شہر نظر آرہا ہے"۔

"ہاں"۔

"اب کیا کریں؟"۔

"میرا خیال ہے آگے بڑھ کر ہمیں دیکھنا چاہئے کہ وہ جگہ کون سی ہے......؟ جو بلندی پر نظر آرہی ہے...... سالک حسین نے ایک طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا اور ہم چل پڑے" ایک خانقاہ تھی...... پہاڑی پتھروں کو چن کر ایک بلند کمرہ جیسا بنادیا گیا تھا، جس کا دروازہ بند

تھا...... انہی پتھروں پہ ایک قد قامت دروازہ دیواروں کے ساتھ بنایا گیا تھا، لیکن یہاں کسی انسان کا وجود نہیں مل رہا تھا...... البتہ یہ اندازہ ہو رہا تھا کہ یہ جگہ بہر طور...... کسی نہ کسی کے استعمال میں ضرور رہتی ہے...... ایک طرف چبوترہ سا بنا ہوا تھا، جس پر پانی کے چند مٹکے رکھے ہوئے تھے...... پینے کے پانی کے ساتھ ساتھ گلاس اور پانی نکالنے والا برتن بھی موجود تھا...... احاطے کی وسعت بھی اچھی خاصی تھی اور چند درخت بھی لگے ہوئے تھے، جو زمین پر یقینی طور پر چھاؤں پھیلاتے ہوں گے...... اس کے ساتھ ہی کمرے نما جگہ پر کچھ جھنڈے بھی لگے ہوئے تھے، جن سے اظہار ہوتا تھا کہ یہ خانقاہ کسی کا مزار بھی ہے، لیکن یہاں مکمل ویرانی چھائی ہوئی تھی...... کوئی بھی یہاں موجود نہیں تھا، یا اگر موجود بھی ہوگا تو اس وسیع و عریض کمرے کے اندر ہوگا...... ہمیں اس سے کوئی غرض نہیں تھی...... ہم تو بس عمارت دیکھ کر اس طرف چلے آئے تھے...... جس کے دوسری جانب ایک عظیم الشان آبادی پھیلی ہوئی تھی...... اب اس آبادی کو یہاں سے خاص طور سے دیکھا جاسکتا تھا...... اونچی اونچی عمارتیں...... نیچے نیچے مکانات یعنی کوئی باقاعدہ شہر ہے، لیکن کون سا شہر؟۔

"کیا خیال ہے......؟ سکندر...... یہاں قیام کرنا مناسب ہوگا"۔

"کیا حرج ہے...... ہم تو تھوڑی بہت جگہ بنا ہی لیتے ہیں کہیں نہ کہیں" بہر طور...... یہ ساری باتیں اپنی جگہ...... تھوڑے تھوڑے وقفے کے بعد ہم سامنے دیکھ لیا کرتے تھے...... اچانک ہی خانقاہ کے عقبی حصے میں ایک عجیب سی سوں سوں کی آواز سنائی دی اور ہم حیران رہ گئے۔

"میں نے کہا تھا نا کہ یہاں کوئی موجود ہے"۔

"یہ آواز کیسی ہے؟"۔

"صاف لگتا ہے کہ کوئی جھاڑو دے رہا ہے"۔

"دیکھیں"۔

"کہیں خلل اندازی نہ ہو"۔

"پھر بھی دیکھنا تو چاہئے...... میں نے کہا اور سالک حسین صاحب میرے ساتھ چل پڑے...... ہم دونوں اس بڑے سے کمرے کو دوسری طرف سے دیکھنے کے لئے ایک لمبا راستہ عبور کر کے عقبی حصے کی طرف پہنچ گئے جو کوئی بھی وہاں موجود تھا وہ ہماری طرف

پشت کئے ہوئے ایک بڑی سی جھاڑو سے جھاڑو دے رہا تھا...... اس کی پشت ہمیں نظر آ رہی تھی...... اس سے یہ اندازہ ہو رہا تھا کہ کوئی عورت ہے...... ہم چند قدم آگے بڑھے اس خانقاہ کے بارے میں معلوم کرنا چاہتے تھے...... ہمارے قدموں کی چاپ سن کر اس عورت نے گردن گھمائی اور ہم ایک دم سے اپنی جگہ ساکت ہو گئے...... عورت نوجوان تھی لیکن اس کا چہرہ کسی ایسی چیز سے جھلسا ہوا تھا جس نے اس کے سارے نقوش مسخ کر دیئے تھے...... آنکھیں بے حد حسین تھیں اور ان آنکھوں میں ایک عجیب سی ویرانی بسی ہوئی تھی، لیکن چہرے کی جو حالت تھی اسے دیکھا نہیں جاتا تھا...... البتہ...... عورت پر کچھ عجیب سی کیفیت طاری ہو گئی...... جھاڑو اس کے ہاتھ سے گر گئی اور وہ اپنی جگہ سے کھڑی ہو گئی...... دو قدم آگے بڑھی اور پھر اس طرح رک گئی جیسے پتھرا گئی ہو...... پھر اس کے منہ سے آہستہ سے نکلا۔

سکندر......



میرے ہوش و حواس جواب دے گئے تھے...... ایک ایسی بد صورت لڑکی جسے دیکھ کر دل خوف کھا جائے...... مجھے میرے نام سے مخاطب کر رہی ہے...... یہ بد نما شناسا کون ہو سکتی ہے......؟ وہ یہ جملے ادا کرنے کے بعد پتھرائی ہوئی سی کھڑی ہو گئی تھی اور میں اور سالک حسین صاحب ایک دوسرے کی صورت دیکھ رہے تھے...... پھر اس نے جلدی سے اپنے آپ کو سنبھالا اور بولی۔

"آپ میں سے کوئی سکندر ہے......؟"۔

"ہاں...... میں ہوں، مگر تم یہ نام کیسے جانتی ہو؟"۔

"یہ ایک بزرگ کی خانقاہ ہے...... میں یہاں صفائی ستھرائی کا کام کرتی ہوں...... یہیں رہتی ہوں...... بزرگ کے عقیدت مند یہاں آتے ہیں تو مجھے کھانے پینے کے لئے دے جاتے ہیں...... یہ بزرگ میری رہنمائی بھی کرتے ہیں...... کہنے لگے یہاں ایک شخص آنے والا ہے، اس کا نام سکندر ہے...... کھانے پینے کی کچھ اشیاء اس کے لئے بچائے رکھو اور اس کا انتظار کرو...... اگر آپ میں سے کوئی سکندر ہے تو آپ اس وقت اس بزرگ کی خانقاہ کے مہمان ہیں...... مہمان خانہ اس طرف ہے آرام کیجئے گا...... تھوڑی دیر کے بعد میں آپ کو

کھانے پینے کی چیزیں دے جاؤں گی...... وہ واپس مڑی اور وہاں سے چل پڑی، لیکن ایک عجیب سا احساس میرے دل میں چھوڑ گئی تھی...... سالک حسین صاحب بھی خاموش کھڑے ہوئے تھے...... میں نے انہیں دیکھا اور کہا۔

"کیا بات ہے......؟ سالک حسین صاحب! آپ کچھ الجھے الجھے سے نظر آ رہے ہیں...... سالک حسین صاحب کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی...... کہنے لگے۔

"نہیں عزیزم...... کوئی خاص الجھن نہیں ہے...... آؤ یہاں سے آؤ...... مہمان خانہ نالبًا اسی جگہ ہے جہاں ہم ابھی جا کر بیٹھے تھے...... میں ان کے ساتھ چل پڑا اور وہ مہمان خانے پہنچ گئے...... کچھ دیر وہاں بیٹھ کر سوچتے رہے پھر بولے۔

"ایک بات محسوس کی تم نے"۔

"کیا......؟ اصل میں اس سلسلے میں تمہارا تجربہ بہت مختصر ہے، جبکہ عمر نے مجھے کافی تجربہ دیا ہے...... اس لڑکی نے تمہیں جس طرح سکندر کہہ کر پکارا تھا...... میں اس کے بارے میں شبہے کا شکار ہوں۔

"کیا مطلب......؟"۔

"اس وقت اس نے تمہیں ہی مخاطب کیا تھا...... مخاطب نہیں کیا تھا بلکہ اس طرح اس کے منہ سے لفظ نکلا تھا جیسے وہ تمہیں بخوبی پہچانتی ہو...... بعد میں اس نے ایک دم سے اپنا دیہ بدل لیا اور وہ الفاظ کہے...... کیا ایسی کوئی لڑکی تمہاری شناسا ہے؟"۔

"میں اسے بالکل نہیں جانتا"۔

"نہیں کوئی بات ضرور ہے...... کچھ ہونا چاہئے...... معلومات کا کوئی ذریعہ ہونا چاہئے"۔

"نہیں میں آپ کو پورے اطمینان کے ساتھ یہ بات کہہ سکتا ہوں کہ وہ لڑکی میری ناسا نہیں ہے اور شاید اس نے جو کچھ کہا ہے وہ بھی سچ ہے" سالک حسین صاحب خاموش گئے لیکن میں بھی ان کی بات کو سوچتا رہا تھا...... کافی دیر کے بعد لڑکی واپس آئی تو اس نے پنے چہرے پر دوپٹے سے گھونگھٹ نکالا ہوا تھا...... اس کے ہاتھ میں ایک ٹرے تھی جس ما طرح طرح کے کھانے کی اشیاء سجی ہوئی تھیں...... پھر اس نے وہ ٹرے ہمارے سامنے کھتے ہوئے کہا۔

"جو کچھ بھی اس میں موجود ہے اس کے بارے میں اتنا کہنا چاہتی ہوں کہ اللہ کے حکم ے سب جائز ہے اور اس میں کوئی حرام شے موجود نہیں ہے...... گوشت ہے تو ذبح کیا

ہوا...... باقی بھی سب ٹھیک ہے...... اللہ کے نام کے حوالے سے یہ آپ کے سامنے پیش کر رہی ہوں...... قبول فرمایئے...... اس کا جو انداز تھا اس سے یہ بات صاف ظاہر ہو جاتی تھی کہ ان الفاظ میں کوئی فریب نہیں ہے، جو کچھ کہہ رہی ہے وہ ٹھیک ہے...... کھانا رکھ کر وہ واپس چلی گئی تو سالک حسین نے کہا۔

"اس کی باتوں میں سچائی کی بو ہے...... تمہیں تو اس کی باتوں میں کوئی شک نہیں تھا"۔

"نہیں...... بالکل نہیں"۔

"لیکن میں تمہیں ایک بات بتادوں...... میرے ذہن میں کوئی چیز چبھ رہی ہے اور یہ چبھنے والی چیز وہ انکشاف ہے جو اب تک مجھ پر نہیں ہو سکا ہے خیر...... اللہ مالک ہے...... کھانے سے فراغت حاصل کی ہی تھی...... کہ وہ برتن لینے کیلئے آگئی...... اس وقت بھی اس کا چہرہ ڈھکا ہوا تھا...... سالک حسین صاحب نے کہا۔

"بیٹی تم نے اچانک ہی ہم سے پردہ کیوں شروع کر دیا......؟ جبکہ ہم تمہیں دیکھ ہی چکے ہیں"۔

"یہ پردہ نہیں ہے...... صاحب...... بلکہ میں اپنے چہرے کی نحوست کو آپ سے چھپانا چاہتی ہوں...... میں یہ نہیں چاہتی کہ میرا چہرہ دیکھ کر آپ سے کھانا بھی نہ کھایا جائے"۔

"نہیں...... کوئی ایسی بات نہیں ہے...... البتہ اس بات کا اندازہ ہو گیا ہے کہ تمہارا یہ چہرہ اصل نہیں ہے...... بلکہ تم کسی حادثے کا شکار ہوئی ہو...... بتانا پسند کرو گی...... اس نے سالک حسین صاحب کی بات سنی لیکن کوئی جواب دیئے بغیر برتن لے کر واپس چلی گئی...... سالک حسین صاحب ٹھنڈی سانس لے کر خاموش ہو گئے تھے پھر انہوں نے کہا۔

"ویسے بھی کسی کی اندرونی کیفیت کو معلوم کرنا ناجائز بات ہے...... خیر...... مجھے تو بس...... یہی احساس ہوا تھا کہ وہ کسی نہ کسی طرح تمہیں پہچانتی ہے...... تم کہتے ہو نہیں...... تو نہیں ہو گا...... پھر رات کا تقریباً دوسرا پہر شروع ہوا تھا...... سالک حسین سو گئے تھے کہ مجھے ہلکی سی سرسراہٹ محسوس ہوئی اور میں نے چونک کر آنکھیں کھولیں...... دیکھا تو وہی آرہی تھی...... میرے ذہن میں خود بھی یہ کرید تھی...... وہ ایک ٹوٹے ہوئے ستون کی آڑ میں کھڑی ہو گئی اور مجھے بغور دیکھنے لگی...... میں اس طرح منہ کیئے پڑا رہا جیسے گہری نیند سو رہا ہوں...... میں دیکھنا چاہتا تھا کہ قصہ کیا ہے......؟ بڑی عجیب سی بات تھی وہ کافی دیر تک ایک بت کی طرح پتھرائی ہوئی وہاں کھڑی رہی اور اپنی جگہ سے آگے نہ بڑھی...... پھر اس نے

واپسی کے لئے قدم اٹھا دیئے...... میرے دل پر حیرت نقش تھی اور اس وقت میں اپنے تجسس کو نہ دبا سکا...... سالک حسین کی بات نے مجھے اور تجسس میں مبتلا کر دیا تھا، چنانچہ میں اپنی جگہ سے اٹھا اور بڑی احتیاط سے اس کا تعاقب کرنے لگا...... وہ اس ویران خانقاہ کے آخری سرے پر ایک ایسی چٹان پر جا کر بیٹھ گئی جو اچھی خاصی کشادہ تھی، لیکن اس قدر کنارے پر تھی کہ انسان سے اگر ذرا سی بھی لرزش ہو جائے تو وہ ایک دم کافی گہرائیوں میں جا پڑے...... میں نے کچھ دل میں سوچا کہ اس کے پاس اچانک پہنچنا مناسب نہیں ہے، کہیں ایسا نہ ہو کہ اس کا توازن بگڑ جائے...... میں کافی دیر تک اسے دیکھتا رہا...... مجھے ایسا لگا جیسے وہ رو رہی ہے...... ایک عجیب معمہ تھا جو سمجھ میں نہیں آرہا تھا...... لیکن بہر حال میں اس معمے کو سمجھنا چاہتا تھا کہ آخر وہ لڑکی کون ہے اور اگر سالک حسین صاحب کا کہنا درست ہے تو وہ مجھے کیسے پہچانتی ہے...... واقعی اس نے عجیب انداز میں میرا نام لے کر پکارا تھا...... ویسے تو اب تک جن حالات سے گزر چکا تھا یہ کوئی نئی بات نہیں تھی کہ کوئی وہاں میری آمد کی نشاندہی کرے...... یہ ولیوں اور بزرگوں کا کھیل تھا...... مجھ جیسا کم عقل انسان اسے کیسے سمجھ سکتا تھا......؟ بہر طور...... جب کافی دیر ہو گئی تو میں نے قدموں کی چاپ پیدا کی اور اس طرح قدم اٹھا کر آگے بڑھا کہ ان کی خوب آواز ہو...... اس نے فوراً ہی پلٹ کر مجھے دیکھ لیا تھا اور پھر احتیاط کے ساتھ وہ اس چٹان سے نیچے اتر آئی، لیکن اچانک ہی اس نے اپنے چہرے پر دوپٹہ کھینچ لیا تھا...... میں کچھ قدم آگے بڑھا اور اس کے سامنے پہنچ گیا...... وہ جھک کر کھڑی ہو گئی تھی۔

"رات تو کافی گزر چکی ہے...... آپ کو کچھ چاہئے صاحب"۔

"لڑکی میں تم سے کچھ بات کرنا چاہتا ہوں"۔

"جی صاحب...... حکم کیجئے"۔

"کیا تم تھوڑی دیر میرے سامنے بیٹھ کر مجھ سے باتیں کر سکتی ہو......؟"۔

"اگر آپ حکم دیں تو صاحب" وہ بولی۔

"تو آؤ برائے کرم بیٹھو! مجھے تم سے کچھ باتیں کرنی ہیں"۔

"جہاں آپ حکم دیں"۔

"وہ جگہ مناسب ہے" میں نے اس طرف اشارا کرتے ہوئے کہا...... چٹانیں تو یہاں بے شمار پڑی ہوئی تھیں اور یہ سب کی سب قدرتی تھیں...... میں نے ایسی جگہ کا انتخاب کیا تھا

جہاں دو چٹانیں آمنے سامنے پڑی ہوئی تھیں...... ان میں سے ایک چٹان پر جا کر میں بیٹھ گیا...... وہ چٹان کے برابر کھڑی ہو گئی...... میں نے اس سے کہا۔

"بیٹھو" وہ ذرا سی ہچکچا کر بیٹھ گئی۔

"دیکھو...... معزز لڑکی! پہلی بات تو یہ کہ میں ایک شریف آدمی ہوں...... میری ذات سے ذرا برابر تردد محسوس نہ کرنا...... میں اور میرے ساتھی تمہارا احترام کرتے ہیں اور ویسے بھی تم ایک معزز شخصیت ہو...... اصل میں...... میں تو کچھ نہیں کہہ سکتا، لیکن جب تم نے مجھے سکندر کہہ کر پکارا تھا...... واقعی مجھے لگا تھا جیسے میرا کوئی شناسا ہو جو مجھے اچھی طرح جانتا ہو اور تھوڑی دیر کے بعد میرے دوست اور بزرگ سالک حسین نے بھی یہی بات کہی...... کہ بعد میں جو لڑکی نے الفاظ کہے سچے نہیں تھے...... یعنی یہ کہ کسی نے میری آمد کی نشاندہی کی ہو...... دیکھو! یہ خانقاہ ہے اور اس کی اصل حقیقت سے تم خود واقف ہو گی...... بزرگوں کے دروازے پر بیٹھ کر یا کسی چیز کو مقدس سمجھ کر اس کی توہین نہیں کیا کرتے...... اگر تم نے یہ جھوٹ بولا تو برائے کرم اس جھوٹ کی تردید کر دو...... وہ خاموش رہی...... میں نے کچھ لمحوں کے بعد پھر کہا۔

"اور میں نے تھوڑی دیر پہلے تمہیں دیکھا تھا...... تم رو رہی تھیں...... کیا یہ سچ ہے؟" اس نے پھر کوئی جواب نہیں دیا تو میں نے کہا۔

"اور جب ہم نے پہلی بار تمہیں دیکھا تو تمہارا چہرہ مکمل طور پر ہمارے سامنے آ گیا تھا، لیکن اس کے بعد تم نے اس پر گھونگھٹ ڈال لیا"۔

"میں اس کی وجہ بتا چکی ہوں"۔

"نہیں...... چند الفاظ میں تم نے اس کی وجہ بتانے کی کوشش کی تھی، لیکن تمہاری کوئی بھی بات واضح نہیں ہے...... لڑکی میں تم سے تمہاری بات کی وضاحت چاہتا ہوں"۔

"اور اگر ہم وضاحت نہ کرنا چاہیں...... صاحب" وہ بولی۔

"تو ہم ایک غمگین تاثر لے کر یہاں سے جائیں گے اور کبھی یہ نہ کہیں گے کہ تم نے ایک اچھے میزبان کے فرائض سرانجام دیئے تھے، حالانکہ ہم اپنے آپ کو زبردستی کا مہمان تسلیم کرتے ہیں...... وہ خاموش ہو گئی اور اس نے آہستہ آہستہ چہرے سے کپڑا ہٹایا...... اس کی آنسو بھری آنکھیں میرا جائزہ لے رہی تھیں اور ان آنکھوں میں ایک عجیب و غریب اداسی پھیل رہی تھی...... اس نے کہا۔

"میری آواز نہیں بدلی...... سکندر! کیا تم میری آواز بھی فراموش کر بیٹھے" میں نے یہ الفاظ سنے اور اچانک ہی میرے پورے وجود میں سرد لہریں دوڑ گئیں...... میرے حلق سے بے اختیار آواز نکلی۔

"زمبل...... اس نے گردن جھکا لی...... میں بے اختیار اپنی جگہ سے اٹھا اور اس کے پاس پہنچ گیا...... میں نے زمین پر بیٹھ کر اس کے دونوں گھٹنوں پر ہاتھ رکھے اور کہا"۔

"زمبل...... تم زمبل ہی ہو" اس نے کوئی جواب نہیں دیا...... البتہ اس کی آنکھوں کے آنسو میرے ہاتھوں پر ٹپکتے رہے۔

"دیکھو...... میں پورے اعتماد کے ساتھ کہتا ہوں کہ تم زمبل ہو...... زمبل...... مجھے جواب دو تم زمبل ہی ہو نا...... اس نے آہستہ سے گردن اٹھائی اور آنسو بھری آواز میں بولی"۔

"ہاں...... کہتے ہوئے بھی شرم آتی ہے"۔

"تم زمبل ہو...... میں نے بے اختیارانہ انداز میں کہا"۔

"ہاں...... میں زمبل ہوں...... تم میرا نام بدلنا چاہو تو بدل دو، کیونکہ اب میں ویسی نہیں ہوں جیسی میں پہلے تھی"۔

"زمبل...... یہ کیسے ہو گیا سب کچھ......؟ زمبل...... یہ کیسے ہو گیا سب کچھ......؟"۔

"مجھے پہچان چکے ہو تو میں تمہیں بتانا چاہتی ہوں"۔

"زمبل...... مجھے بتاؤ یہ سب کچھ کیسے ہو گیا......؟"۔

"مجھ سے گھن کھا رہے ہو" اس نے سوال کیا۔

"میں تم سے پوچھ رہا ہوں بتاؤ یہ سب کیسے ہوا......؟" میں نے جنونی انداز میں کہا اور وہ آہستہ سے سسکیاں لینے لگی...... پھر مدھم لہجے میں بولی۔

"میں نے ہاکال سے بغاوت کر دی تھی"۔

"کیسی بغاوت......؟"۔

"مہاکال نے تمہیں، راجہ جوگیال کے حوالے کر دیا تھا...... راجہ جوگیال تمہیں رفتہ رفتہ میٹھا زہر پلا رہا تھا...... وہ تمہارے بدن میں برائیوں کو گہرائی کی حد تک داخل کر دینا چاہتا تھا تا کہ اس کے بعد تمہارا سفر نیکیوں کی جانب ناممکن ہو جائے...... تم اگر دل سے بھی چاہو تو بھی کچھ نہ ہو سکے"۔

"پھر"۔

"میں نے اس سے بغاوت کرڈالی اور میں نے کہا اگر تمہارے ساتھ یہی سلوک روا رکھا گیا تو میں مہاکال کا ساتھ چھوڑ دوں گی...... میں اس کے مفادات کے لئے کام کرنا چھوڑ دوں گی...... میں نے اس سے کہا کہ تمہیں آزاد کر دیا جائے...... تمہیں اس چکر میں نہ پھانسا جائے تو انہوں نے میری سخت مذمت کی...... مہاکال نے مجھے بتایا کہ تم اس کے لئے بہت بڑی حیثیت کے مالک ہو، چونکہ تم ایک مسلمان لڑکے ہو اور تم سے بہت سی امیدیں وابستہ کی گئی ہیں...... میں نے کہا کہ میں تمہیں حقیقت سے آگاہ کردوں گی...... سب کچھ بتا کر تمہیں راجہ جوگیال سے الگ کر دوں گی...... میں تمہیں ان لوگوں کے جال میں نہیں پھنسنے دوں گی...... تو مجھے گرفتار کر لیا گیا اور پھر...... پھر سزا کے طور پر میرا چہرہ بگاڑ دیا گیا...... بگاڑنے کے بعد انہوں نے مجھے چھوڑ دیا اور میں نجانے تمہیں کہاں کہاں تلاش کرتی ہوئی اس خانقاہ تک آ گئی...... خانقاہ کے مجاور کے طور پر میں یہاں صفائی ستھرائی کرتی ہوں...... خانقاہ کی دیکھ بھال کرتی ہوں اور بس یہیں رہتی ہوں...... مجھے امید نہیں تھی کہ سکندر...... تم کبھی ادھر نکل آؤ گے...... میں نے فیصلہ کر لیا تھا کہ اپنی بقیہ زندگی یہیں ختم کر لوں گی...... میں نے تمہیں تلاش کرنے کی کوشش بھی نہیں کر رہی تھی...... بس...... یہاں اپنی زندگی کا اختتام تلاش کر رہی تھی، لیکن تم...... سکندر تم یہاں آ گئے...... میں بے اختیار ہو گئی تھی اور مجھ سے غلطی ہوئی کہ میں نے تمہارے ذہن میں بھی تردد پیدا کر دیا...... سکندر مجھے اس کا افسوس ہے...... دیکھو...... میرا تو اس دنیا میں کوئی بھی نہیں تھا...... میں تو اپنے ماضی کو جانتی بھی نہیں ہوں کہ میں کون تھی......؟ کہاں پیدا ہوئی......؟ کیا مذہب تھا میرا......؟ میں نے ہمیشہ اپنے آپ کو مہاکال کے قبضے میں پایا، لیکن سکندر! اس کے بعد...... اس کے بعد...... تم نے مجھے مجبور کیا ہے تو میں نے سب کچھ تمہیں بتایا ہے...... مگر میں مطمئن ہوں...... سکندر تم یقین کرو یہاں ایک مولوی صاحب آیا کرتے تھے...... اسی بستی سے ان کا تعلق تھا...... انتقال ہو گیا ان کا...... میں نے ان سے اس خانقاہ کے بارے میں تفصیل معلوم کی...... انہوں نے بتایا کہ میرا کوئی مذہب کوئی دین نہیں ہے...... تب انہوں نے مجھے کلمہ پڑھوایا اور دین اسلام میں داخل کر دیا...... سکندر! میں بہت خوش ہوں اور یہ بھی ایک اچھی بات ہے کہ مجھے ایک بار تمہیں دیکھنا نصیب ہو گیا...... بس اس سے زیادہ میری طلب بھی نہیں تھی...... تم مہاکال کے جال سے نکل چکے ہو...... یہ بات میرے علم میں ہے۔"

"اور تمہیں جو قوتیں حاصل تھیں ان کا کیا ہوا......؟"

"میں نے ان سب پر لعنت بھیج دی اور اب میرے پاس صرف ایمان کی قوت ہے اور مجھے یقین ہے کہ اس قوت کے سہارے اب میں زندگی کا آخری سفر طے کر لوں گی۔" میرے ذہن میں گڑگڑاہٹیں ہو رہی تھیں...... زمبل ایک ایسا حسین وجود جسے دیکھ کر انسان پتھر کا ہو جائے...... میں نے تو اسے اس کی اصل شکل میں دیکھا تھا اور یہ مزید اہم بات تھی کہ اس نے یہ ساری مصیبت میرے لئے اٹھائی تھی...... حسن و صورت تو عارضی ہوتا ہے اور پھر میرے جیسا انسان جو جنگل کا جانور بن چکا تھا اور جسے اللہ تعالیٰ نے ایک بار پھر جانور سے انسان بنا دیا تھا...... بھلا کسی ایسی مظلوم مخلوق کو بدل کر سکتا تھا جو شیطان کے عذاب کا شکار ہوئی ہو...... جو اسالیس کے عذاب کا شکار ہوئی ہو اور جو میری وجہ سے...... یہ گڑگڑاہٹ کافی دیر تک میرے وجود میں جاری رہی اور اس کے بعد میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی اور میں نے کہا۔

"زمبل...... مجھے دیکھ تو سکتی ہونا"۔

"ہاں...... آنکھیں بچ گئیں"۔

"زمبل...... میری آنکھوں میں دیکھ سکتی ہو"۔

"میں سمجھی نہیں"۔

"وہ حسن جو مجھے ایک پتھر کے مجسمے کی شکل میں نظر آیا تھا...... ایک فانی چیز تھی...... تمہارا چہرہ جیسے بھی جھلسایا گیا...... میں تو صرف یہ کہتا ہوں کہ تم سے وہ حسن چھین لیا گیا اور ایک بری چیز چھین لی گئی...... اب تم اصل ہو اور کیا تم اس بات پر یقین کرو گی کہ تمہارے مل جانے سے جیسے مجھے زندگی مل گئی ہے...... زمبل مجھے تمہارے چہرے سے کوئی دلچسپی نہیں ہے...... یہ جلا ہوا چہرہ میرے لئے دنیا کا حسین چہرہ ہے...... اگر تم مجھے اجازت دو زمبل...... تو میں اس چہرے کو اتنا چوموں کہ اس پر لگا ہوا ہر نشان مٹ جائے...... تمہارا وجود میرے لئے کافی ہے زمبل...... ہم زندہ ہیں...... ہم ترک دنیا نہیں ہیں...... ہم اس دنیا میں زندہ رہیں گے...... ایک ساتھ مل کر...... میں نے اس کے سر کو اپنے سینے سے لگا لیا اور وہ بلک بلک کر رو پڑی...... اس نے روتے ہوئے کہا۔

"نہیں...... تم یہ ایثار نہ کرو میرے لئے...... تم نے یہ الفاظ کہہ دیئے میرے لئے یہی کافی ہے...... بس اور کچھ نہیں چاہئے مجھے"۔

"زمبل...... کوئی ضد نہیں سنوں گا تم جانتی ہو...... میں انسان نما جانور ہوں کوئی ضد

نہیں سنوں گا...... ہم یہاں سے چلیں گے زمبل...... بے شک اس خانقاہ میں مجھے اور تمہیں دونوں کو ہی سکون ملا ہے، لیکن زمبل ہم یہاں سے چلیں گے...... مجھے اپنے ماں باپ کی تلاش ہے...... میری تقدیر میں اگر میرے والدین کا ملنا نہیں لکھا ہے تو یہ تقدیر کا کام ہے...... میں دعائیں کرتا رہوں گا اور تم بھی دعائیں کرنا، لیکن ہم یہاں سے چلیں گے...... اپنی ایک دنیا آباد کریں گے زمبل...... مجھے تم سے اس سے زیادہ محبت ہو گئی ہے...... جتنی پہلے تھی......

وہ بلک بلک کر روتی رہی اور میں اسے دلاسے دیتا رہا...... یہاں تک کہ بہت وقت گزر گیا تب میں نے کہا۔

”زمبل...... میں تم سے اسلامی طریقے سے شادی کروں گا...... اب تو ہمارا مسئلہ ہی ختم ہو گیا ہے یعنی یہ کہ میں تو ہوں مسلمان کا بیٹا...... تم نے بھی مذہب اسلام قبول کر لیا ہے...... بس پھر سمجھو کہ اس کے بعد کوئی ایسی بات نہیں رہ گئی ہے...... ہمارے ساتھ سالک حسین صاحب ہیں جو ہمیں اس خانقاہ میں رشتہ ازدواج میں منسلک کر دیں گے...... بس سمجھ لو زمبل“۔

”دیکھو...... میں پھر تمہیں سمجھاتی ہوں...... لوگ تمہارا مذاق اڑائیں گے...... تمہیں دیکھیں گے...... پھر مجھے دیکھیں گے“۔

”زمبل...... تم اس کی فکر ہی نہ کرو...... بالکل بے تکی ہے تمہاری یہ بات...... جب میں تمہیں پسند کرتا ہوں اپنی ذات کے لئے...... خلوص دل اور سچائی کے ساتھ...... باقی کسی کی مجھے کوئی پروا نہیں ہے...... آؤ میرے ساتھ...... میں تمہیں اب صحیح معنوں میں سالک حسین صاحب سے ملاؤں...... میں نے زمبل کا ہاتھ پکڑا...... ابھی واپس پلٹا ہی تھا کہ سامنے سالک حسین نظر آ گئے...... مسکرا رہے تھے مجھ سے بولے۔

”سکندر زمبل کے بارے میں تم مجھے پہلے بھی بتا چکے ہو...... میں نے تم سے کہا تھا نا کہ میرا تجربہ دنیاوی ہے...... اس لڑکی کے لہجے میں ایک اپنائیت چھپی ہوئی تھی...... بعد میں اس نے جو کچھ کہا وہ الگ بات تھی...... بہر حال میری طرف سے انتہائی پر خلوص مبارک باد وصول کرو...... دیکھا...... میں نے کہا تھا نا کہ تمہیں سب کچھ مل جائے گا...... کیا سمجھے“۔

”ہاں...... واقعی مجھے زمبل مل گئی...... آہ کاش...... میرے والدین بھی مجھے مل جائیں“ سالک حسین صاحب جب آپ نے سبھی کچھ سن لیا ہے تو یہ بات بھی سن لی ہو گی کہ

میں زمبل کو اپنی زندگی میں شامل کرنا چاہتا ہوں“۔

”رات گزر جانے دو...... کل کے دن انشاء اللہ یہ کام بھی ہو جائے گا“ سالک حسین نے کہا اور اس کے بعد ہم تینوں ایک ساتھ بیٹھے آپس میں گفتگو کرتے رہے تھے...... بہر حال اس کے بعد صبح کا اجالا آہستہ آہستہ نمودار ہونے لگا...... زمبل سے اس دوران بہت سی باتیں ہوئی تھیں اور وہ ماضی کے واقعات بتاتی رہی تھی...... میں نے بھی اسے بتایا کہ راجہ جوگیال ہی نہیں بلکہ مہاکال بھی ختم ہو چکا ہے اور اس کے بعد سے اب تک کوئی کارروائی نہیں ہوئی ہے...... زمبل نے ہونٹ سکوڑتے ہوئے کہا۔

”مہاکال ختم ہو گیا ہے...... راجہ جوگیال تو خیر ایک نمائندہ تھا ان کا...... لیکن شیطان ختم نہیں ہوا ہے...... ایک مہاکال نہیں ہے...... شیطان ہزاروں مہاکال پیدا کر سکتا ہے اور دنیا ایسے شیطانی مہاکالوں کے جال میں نہ جانے کب تک پھنسی رہے گی...... ہم بھلا کیا کر سکتے ہیں؟ سوائے اس کے کہ اپنے لئے پناہ مانگیں...... پھر دوسرے دن جب سالک حسین صاحب ہم سے کچھ دور چلے گئے...... تو زمبل نے بڑی دل سوزی سے کہا۔

”سکندر! ایک بات کہنا چاہتی ہوں“۔

”ہاں کہو...... زمبل“۔

”سکندر...... تم جو یہ ایثار میرے لئے کر رہے ہو تم یہ سمجھ لو کہ تمہارے الفاظ پر ہی دنیا کی ہر وہ شے مجھے مل جاتی ہے، جس کا میں تصور کروں...... سکندر! میں بہت بدصورت ہو گئی ہوں...... بہر حال میں نے اپنے آپ کو پانی کے آئینے میں دیکھا ہے...... مجھے خود اس سے گھن آتی ہے...... ایک زمانے میں جو کچھ تھی میں تمہیں اندازہ ہے اس کا...... آج میں اس سے بالکل مختلف ہوں...... سکندر! اتنا ایثار نہ کرو میرے لئے...... خدا تمہارے حسن اور تمہاری جوانی میں ہزاروں گنا اضافہ فرمائے...... لوگ تمہیں اور مجھے ساتھ دیکھیں گے تو ہنسا کریں گے...... مجھ پر دنیا لاکھ بار ہنسے لیکن کوئی تم پر ہنسے یہ مجھے گوارا نہیں مان لو میری بات میں خوش ہوں...... میں تم سے دور بھی نہیں ہوں...... تم مجھے اپنے قدموں میں غلام بنا کر رکھو گے...... تمہاری خدمت گزاری کروں گی، لیکن مجھے وہ مقام نہ دو جس کی میں اہل نہیں“ میں نے اسے ہمدردی کی نگاہوں سے دیکھا اور کہا۔

”دیکھو...... حسن کا معیار صرف صورت نہیں ہوتی...... میں اپنی سوچ سے بڑھ کر

باتیں کر رہا ہوں...... کبھی کبھی دنیا کی بدترین شے سے بھی اس طرح محبت ہوتی ہے کہ انسان اس پر ہزار بار قربان ہو جائے...... زمبل...... مجھے تمہارے وجود کی خوشبو سے محبت ہے...... ڈوبتے چاند کے پجاری ہم دونوں سے شکست کھا گئے ہیں...... تم نے انہیں اپنی فراست اور ذہانت سے شکست دی...... کیا ہوا؟ اگر وہ ہارے ہوئے جواری تم سے دغا کر گئے، لیکن بہرحال...... تمہارا ایک مقام...... ایک معیار تو ہے زمبل اور اس کے بعد مزید کسی شے کی ضرورت باقی نہیں رہ جاتی...... سمجھ رہی ہو نا...... میں نے تم سے رات کو بھی درخواست کی تھی اور اب بھی تم سے بڑے خلوص سے درخواست کرتا ہوں کہ برائے کرم یہ سب کہہ کے میری پسند اور میری محبت کو داغدار نہ کرو...... تم اس وقت اگر اپنے آپ کو بدصورت کہتی ہو تو یہ تمہارے لئے کچھ نہیں...... میرے لئے ایک دکھ کی بات ہے کہ کوئی میری زندگی کی سب سے حسین ساتھی کو بدصورت کہہ رہا ہے...... وعدہ کرو زمبل...... اس کے بعد ایسا نہیں کہو گی...... زمبل نے خاموشی سے گردن جھکا لی تھی اور اس کے بعد سالک حسین صاحب نے جنگل میں منگل منا دیا...... خانقاہ میں بہت سی کھانے پینے کی اشیاء موجود تھیں...... انہی اشیاء سے زمبل نے ہماری خاطر مدارت کی تھی...... عقیدت مند بہت سی چیزیں لایا کرتے تھے...... سالک حسین صاحب نے انہیں یکجا کر کے ہمارے لئے شیرینی کا بندوبست کیا تھا اور پھر وہیں سے زمبل کو توڑے ہوئے جنگلی پھولوں سے دلہن بنا دیا تھا...... زمبل کی آنکھوں کی حسرت یاس چیخ چیخ کر کہہ رہی تھی کہ جو کچھ کیا جا رہا ہے وہ اس سے مطمئن ہے...... وہ اپنے آپ کو اس قابل نہیں سمجھتی، لیکن یہ اس کی اپنی سوچ تھی...... میرے دل میں یہ خیال نہیں تھا...... میں اسے درحقیقت دنیا کی حسین ترین لڑکیوں سے زیادہ چاہتا تھا، کیونکہ اس کا ایک مقام تھا ایک معیار تھا...... اس میں کوئی ایسی بات نہیں تھی جو قابل غور ہو...... بس میری محبت میرا پیار اپنی جگہ ایک مستحکم حیثیت رکھتا تھا...... سالک حسین صاحب نے بڑی محبت اور عقیدت سے ہمارا نکاح پڑھایا اور اپنا فرض ادا کیا...... ویسے بھی وہ ایک درویش صفت انسان تھے...... میرے لئے انہوں نے جو ایثار و قربانیاں دی تھیں...... اس کے علاوہ انہوں نے جیسے میرے لئے گھر بار چھوڑ دیا تھا...... وہ میرے لئے اہم ترین بات تھی اور میں ان کا بھی احسان مند تھا...... زمبل کو بھی دلہن بنا دیا گیا...... سالک حسین صاحب نے خانقاہ کے اس کمرے میں ہی ہمارے لئے تمام انتظامات کئے تھے اور شرم سے سمٹی سکڑی

زمبل حجلہ عروسی میں پہنچ گئی تھی...... بہرحال میں اس سے ذہنی رابطے رکھتا تھا...... لیکن میرے دل میں اس کی قربت کی خواہش سے کوئی طوفانی رد عمل پیدا نہیں ہوا تھا...... تاہم میں کسی بھی شکل میں اسے اس بات کا احساس نہیں ہونے دینا چاہتا تھا کہ میری توجہ شکل و صورت کی بناء پر اس سے ہٹی ہوئی ہے...... حجلہ عروسی میں شمعیں روشن کر دی گئی تھیں...... اور شمعوں کی روشنی میں زمبل بڑے سے دوپٹے سے چہرہ ڈھکے شرم سے سمٹی سکڑی ہوئی بیٹھی تھی...... میں آہستہ سے اس کے قریب پہنچ گیا اور میں نے کہا۔

”میں نے تمہیں بتایا تھا زمبل کہ غیروں میں تعلیم کے دوران میں نے غیر مذہبوں کی شادیاں دیکھی تھیں...... ایک بار اپنے وطن میں بھی میں نے شادی دیکھی تھی...... میرے والد جلال الدین مرزا مجھے اس شادی میں لے گئے تھے...... ہمارے کسی بہت ہی قریبی عزیز کی شادی تھی اور اس میں عجیب و غریب رسومات دیکھی تھیں...... لیکن بہرحال...... میں اپنی اس شادی کو کسی بھی طرح ان شادیوں سے کم نہیں سمجھتا بلکہ شاید تم اس بات کو تسلیم نہ کرو کہ میرے دل میں اس وقت جو جذبات ہیں میں انہیں الفاظ میں بیان نہیں کر سکتا...... میں آگے بڑھا اور زمبل کے قریب پہنچ گیا...... پھر میں نے آہستہ آہستہ زمبل کے چہرے سے گھونگھٹ اٹھایا...... شمعوں کی مدھم روشنی میں میں نے اسے دیکھا تھا اور میرے ذہن کو اتنا شدید جھٹکا لگا کہ میں چکرا کر رہ گیا...... زمبل اسی حسن و جمال کے ساتھ...... اسی آب و تاب کے ساتھ میرے ساتھ موجود تھی...... جب میں نے اسے پہلی بار مجسمے کی شکل میں دیکھا تھا...... حسن و جمال کی دیوی جس کی آنکھوں سے ستارے ابلتے تھے اور جس کے چہرے سے چاند چمکتا تھا...... وہ اتنی ہی حسین نظر آ رہی تھی، لیکن اس نے آنکھیں بند کی ہوئی تھیں اور اس کے چہرے پر گہری شرم منجمد تھی...... نجانے کس طرح میں نے اپنے آپ پر قابو پایا اور میرے منہ سے لرزتی ہوئی آواز نکلی“۔

”زمبل ہزاروں بار ذہن کیسے ہی حالات کا شکار ہو...... آنکھیں کچھ بھی دیکھیں...... لیکن میں تمہیں جھوٹا نہیں سمجھ سکتا...... زمبل مجھے بتاؤ یہ سب کیا ہے؟ کیا ہے یہ سب زمبل......؟ کیا سچ ہے؟ کیا جھوٹ؟ کیا میرا امتحان لے رہی تھیں تم...... لیکن خدا کی قسم یقین ہے مجھے کہ تم...... تم زمبل...... زمبل نے حیرت سے آنکھیں کھول کر مجھے دیکھا دیکھتی رہی...... پھر آہستہ سے بولی“۔

"کیا ہو گیا...... کوئی بات ہے" اس کے لہجے میں اتنی سادگی تھی کہ اچانک ہی مجھے احساس ہوا کہ جو کچھ ہوا ہے شاید اسے اس کے بارے میں معلوم نہیں ہے...... میں نے کہا"۔

"زمبل تم نے آئینہ دیکھا ہے؟"۔

"نہیں...... میں آئینہ نہیں دیکھتی...... جب میں آئینہ دیکھتی ہوں تو مجھ پر دہشت سوار ہونے لگتی ہے"

"کیوں زمبل؟"

"دیکھو سکندر...... تم بہت بڑے دل کے مالک ہو...... ہر انسان کی فطرت میں حسن پرستی شامل ہوتی ہے...... لوگ اپنے مطلوب...... نظر کو حسین دیکھنا چاہتے ہیں...... حسن کا ایک تعین ہوتا ہے...... تم جیسے بڑے لوگ دنیا میں بہت کم ہوتے ہیں جو سب کچھ نظر انداز کر کے صرف اقدار کو اول سمجھتے ہیں...... سکندر مجھے زندگی بھر احساس رہے گا کہ تم نے ایثار کیا ہے...... محبت کے نام پر...... تم نے مجھے وہ مقام دیا ہے جو شاید کوئی کسی کو نہیں دے سکتا...... دنیا میں محبت کی جتنی بھی داستانیں ہیں ان میں اپنی پسند کو اولیت حاصل ہے...... یعنی ایک مخصوص نقطہ نظر کے مالک نے اپنے مطلوب کو محبوب بنا لیا اور بس...... لیکن وہاں بھی حسن کا ایک تصور ہوتا ہے لیکن تم اپنی عظمتوں کے چراغ روشن کئے ہوئے ہو اور تم نے مجھے قبول کر کے بہت بڑائی کا ثبوت دیا ہے...... میرے ذہن میں عجیب سے احساسات جنم لے رہے تھے اور پھر آخری احساس یہی تھا میرے دل میں کہ تقدیر جہاں مجھے بہت سے انعامات سے نواز رہی ہے وہیں یہ بھی تقدیر کا ایک انعام ہے میرے لئے...... ایک بڑا انعام...... بہت بڑا انعام۔

بہر حال زمبل کو اپنے چہرے کی تبدیلی کا احساس نہیں تھا...... میں نے زمبل سے کہا"۔

"زمبل...... محبت اور مطلوب کی بات کہی ہے تم نے...... بے شک بہت سے لوگوں نے بہت سے لوگوں سے محبت کی ہے ان کی زندگی کی داستانوں میں بڑے بڑے عجیب واقعات درج ہیں...... زمبل کیا ہماری زندگی کی داستان میں بھی کوئی عجیب واقعہ درج ہو سکتا ہے"۔

"بہت زیادہ نہیں جانتی اس دنیا کے بارے میں...... میں تمہیں بتاؤں حقیقت یہ ہے کہ نجانے کون سی عمر تھی میری جب میں اس شیطان کے جال میں پھنسی...... جس کا نام مہاکال تھا...... اور اس نے مجھے شیطان کا پیروکار بنا دیا...... شاید اب تم یہ سوچو کہ میں تمہیں اپنی بے

گناہی کا یقین دلانے کے لئے اپنی معصومیت کا ڈھول پیٹ رہی ہوں، لیکن کوئی سچ میں تم سے ہی کہہ سکتی ہوں اور وہ سچ یہ ہے کہ شاید کبھی میں نے دل سے شیطان کی برائیوں کو قبول نہیں کیا...... ایک عجیب سا احساس میرے دل میں رہا...... ایک عجیب سی شدت میرے دل میں باقی رہی...... میں یہ سوچتی رہی کہ کاش وہ سب کچھ نہ ہوتا جو ہوا ہے...... انہوں نے مجھے بہت سے علوم بخشے اور میں ان سے کام بھی لیتی رہی، لیکن ذہنی طور پر میں مطمئن نہیں ہو سکی اور میرا دل چیخ چیخ کر یہی کہتا رہا کہ کاش مجھے اس عذاب سے کسی طرح چھٹکارا حاصل ہو سکتا اور پھر جب تم میرے سامنے آئے تو یہ احساس میرے دل میں شدت اختیار کر گیا اور شاید تم اس بات پر یقین نہ کرو کہ اس وقت کے بعد سے میرے دل میں ان لوگوں کے لئے بغاوت پیدا ہو گئی...... مہاکال کے لئے یہ مشکل نہیں تھا کہ وہ میری اس بغاوت کا اندازہ لگا لے لیکن کافی عرصے تک وہ مجھ پر شک نہ کر سکا اور پھر مجھے بر سر عام اس کے افکار سے اختلافات کا اظہار کرنا پڑا...... مجھے سمجھایا جاتا رہا مختلف طریقوں سے...... لیکن پھر میں نے ان کے لئے کچھ نہیں کر کے دیا اور وہ مجھ سے برگشتہ ہوتے چلے گئے...... یہاں تک کہ مہاکال نے ایک اہم کام میرے سپرد کیا جو اس کے لئے بڑی اہمیت کا حامل تھا اور میں نے اس سے صاف انکار کر دیا...... تب مجھے یہ بدصورتی بخش دی گئی؟"۔

"کیا کیا تھا انہوں نے؟" کیا تمہارے چہرے کو تیزاب سے جھلسا دیا تھا؟"۔

"نہیں"۔

"پھر؟"۔

"مہاکال نے میرے چہرے پر پھونک ماری تھی اس نے سسکی سی لے کر کہا...... ؟ اور میں ہمدردی کی نگاہوں سے اسے دیکھنے لگا"۔

"ظاہر ہے ان لوگوں کے پاس شیطانی علوم تھے"۔

"مگر اس نے مجھے در حقیقت اس دنیا سے بیزار کر دیا...... پتہ نہیں تم وہاں کیسے پہنچ گئے ورنہ میں نے تو یہ فیصلہ کیا تھا کہ ساری زندگی اسی جگہ گزار دوں" میں نے مسکرا کر اسے دیکھا پھر کہا"۔

"ایک بات بتاؤں؟"۔

"ہاں بولو؟"۔

"میری محبت پر تمہیں یقین رکھنا چاہئے تھا، مجھے تو اس بات کا پورا پورا بھروسہ تھا کہ تم مجھے ایک دن ضرور مل جاؤ گی اور ایک بات اور بھی بتاؤں تمہیں تاکہ تم میری خوشیوں میں شامل ہو جاؤ...... زمبل"۔

"زمبل نے سوالیہ نگاہوں سے مجھے دیکھا تو میں نے ادھر ادھر دیکھا اور اس کے بعد اپنی جگہ سے اٹھ گیا...... گھوم پھر کر میں نے ایک مٹی کا پانی بھرا پیالہ تلاش کیا اور اسے لئے ہوئے زمبل کے پاس پہنچ گیا"۔

"زمبل"۔

"ہوں...... وہ پرخیال انداز میں بولی...... اس کے فرشتوں تک کو گمان نہیں تھا کہ میں کیا کرنے جا رہا ہوں...... یا وہ کیا ہو گئی ہے...... غور بھی نہیں کیا تھا اس نے اس پر...... میں نے پانی کا بھرا پیالہ اس کے سامنے کر دیا...... اس نے پیالے کی بجائے مجھے دیکھا پھر بولی"۔

"کیا دکھانا چاہتے ہو مجھے"۔

"قدرت کی طرف سے اپنا انعام"۔

"یہ تمہاری محبت اور تمہاری بڑائی ہے میں کہہ چکی ہوں"۔

"قدرت مجھ سے اربوں گنا زیادہ بڑی ہے...... اتنی بڑی کہ اس کا تصور نہیں کیا جا سکتا...... دیکھو زمبل"۔

زمبل نے ڈرتے ڈرتے پیالے پر نظر ڈالی...... میں اس کے چہرے کے تاثرات دیکھ رہا تھا...... اس نے حیرانی سے دیکھا پھر اس کے دونوں ہاتھ بے اختیار اپنے چہرے پر پہنچ گئے...... اس نے اپنا چہرہ، اپنی آنکھیں چھپا لیں...... اس کے بعد ہاتھ اٹھا کر پھر پیالے میں دیکھا...... دیکھتی رہی اور اس کے بعد چکرا کر بے ہوش ہو گئی...... میں نے جلدی سے پیالہ رکھا اور زمبل کا سر اپنی آغوش میں رکھ کر اسے ہوش میں لانے کی کوشش کرتا رہا...... زمبل بہت دیر کے بعد ہوش میں آ سکی تھی...... میری آغوش میں سر رکھے اس نے آنکھیں کھول کر مجھے دیکھا...... دیکھتی رہی پھر اس کے ہاتھ محبت بھرے انداز میں اوپر اٹھے اور اس نے میرا لباس پکڑ لیا"۔

"سکندر؟"۔

"ہاں زمبل"۔

سکندر پیالے میں...... میں نے کیا دیکھا ہے؟"۔

"محبت کا چہرہ"۔

"وہم ہے کیا یہ میرا؟"۔

"نہیں"۔

"تو پھر؟"۔

"کہا نا میری محبت کا چہرہ دیکھا ہے تم نے"۔

"تمہاری آنکھوں سے؟"۔

"نہیں اپنی آنکھوں سے؟"۔

"پیالہ کہاں ہے؟"۔

"موجود ہے"۔

"میں دوبارہ دیکھنا چاہتی ہوں"۔

"کیوں؟"۔

"یقین کرنا چاہتی ہوں"۔

"میری آنکھوں میں جھانک کر دیکھو؟"۔

"تمہاری عظمت کا تو میں اعتراف کر چکی ہوں"۔

"اور میں تم سے کہہ چکا ہوں کہ "اللہ کی عظمت" کا سارا جہاں معترف ہے اس نے شیطنت کا وہ چہرہ تم سے چھین لیا ہے"۔

"یعنی؟"۔

"جو کچھ تم نے دیکھا سچ ہے؟"۔

"آہ مجھے یقین دلا دو"۔

"میں دوبارہ پانی سے بھرا پیالہ لاتا ہوں"۔

"میں برداشت نہیں کر پاؤں گی"۔

"ہمت کرو...... میں نے کہا اور وہ اٹھ کر بیٹھ گئی...... میں نے پیالہ پھر اس کے سامنے کیا اور اس نے دونوں ہاتھوں سے پیالہ پکڑ لیا پھر دیر تک وہ اپنا چہرہ دیکھتی رہی تھی...... اس کے تاثرات خوشیوں میں بدلتے جا رہے تھے، پھر اس نے پیالہ ایک طرف پھینکا اور مجھ سے لپٹ گئی۔

❁ ❁ ❁

سالک حسین درحقیقت میرے لئے فرشتہ ہی ثابت ہوا تھا...... میں ماضی کی ایک ایک بات کو یاد کر رہا تھا اور سوچ رہا تھا کہ واقعی جو کچھ میں کر رہا تھا اس میں میری کسی شیطنت کا کوئی دخل نہیں تھا...... جب سے میرے جسم سے وہ سارا غلیظ خون نچوڑ دیا گیا تھا...... میرے اندر پاکیزہ خیالات پیدا ہونے لگے تھے...... بس ایک تصور تھا میرے دل و دماغ میں وہ یہ کہ جس طرح بھی بن پڑے میرے ماں باپ مجھے مل جائیں اس کے لئے میری آرزو میری حسرت آسمان کی بلندیوں کو چھو رہی تھی...... میں نے سالک حسین سے کہا۔

"سالک حسین صاحب؟"۔

"ہاں بولو...... سالک حسین کے لہجے میں ہمیشہ میرے لئے ایک شفقت پائی جاتی تھی"۔

"دنیا کی ہر شے مجھے مل گئی...... آپ نے دیکھا کہ زمبل کو بھی اس کا اصل روپ مل گیا ہے"۔

"اس سے ایک بات ظاہر ہوئی ہے تم نے غور کیا؟" سالک حسین صاحب بولے۔

"کیا؟"۔

"یہ کہ قدرت نے یا ان قوتوں نے جنہیں قدرت نے عظمت بخشی ہے تمہیں بے گناہ سمجھا...... پہلے انہوں نے تمہارے وجود سے شیطان کو نکال باہر پھینکا اور اس کے بعد تمہیں یہ عظمت بخشی...... بلاشک و شبہ یہ ایک بہت بڑی سچائی ہے کہ قصور تمہارا نہیں تھا بلکہ "شیطان ملعون" نے تم پر غلبہ حاصل کر کے ایک بھیانک منصوبہ بنایا تھا...... دنیا کے بڑے بڑے عالموں کو تمہارے ذریعے قتل کرانا چاہتا تھا وہ...... ان تمام مراحل سے گزارنے کے بعد ایک مسلمان کی حیثیت سے وہ تمہیں قوتیں بخشنا چاہتا تھا...... تم نام کے مسلمان ہوتے لیکن تمہارے اندر شیطان بسیرا کر لیتا...... بڑی بڑی کراماتیں دکھا کے تم ان عالموں کو اپنے جال میں پھانس کر ایک بڑا کام سرانجام دیتے...... شیطان کے لئے ظاہر ہے وہ تم پر جس قدر

قوتیں نصب کر دیتا کم تھا، لیکن اللہ تعالیٰ جسے شیطان کے شر سے محفوظ رکھنا چاہتا ہے بھلا شیطان مردود کی کیا مجال کہ اسے کوئی نقصان پہنچا سکے"۔

"زمبل کو اس کا چہرہ واپس مل گیا"۔

"وجہ ہے اس کی...... مہاکال نے اس کو اس حال میں پہنچایا تھا اور مہاکال ہی ختم ہو گیا"۔

"بس سالک حسین صاحب میرے دل پر ایک ہی داغ رہ گیا ہے...... اچانک ہی میرے ذہن میں ایک جملہ گونجا...... حالات نے مجھے ان سے دور کر دیا تھا اور میں ایک بہت بڑی بات بھول گیا تھا لیکن اب مجھے ایک دم یاد آیا اور میں نے سالک حسین صاحب سے کہا۔

"سالک حسین صاحب ایک طریقہ کار ہے؟"۔

"کیا؟"۔

"میں اخبار میں اپنی گمشدگی کا اشتہار دوں...... تمام کوائف لکھ کر یہ بتاؤں کہ میں ان کا کھویا ہوا بیٹا ہوں...... ہو سکتا ہے میرے ماں باپ زندہ ہوں اور یہ اشتہار پڑھ لیں"۔

سالک حسین صاحب نے اس بات سے اتفاق کیا تھا اور پھر اس سلسلے میں انہوں نے ہی کارروائی کی...... بڑے بڑے اخبارات میں یہ اشتہار شائع کیا...... اس کی تحریر یوں تھی......

"پیرو میں ایک لڑکا سکندر جلال تعلیم حاصل کرتا تھا...... سمندری جہاز میں وہ اپنے ماں باپ سے بچھڑ گیا اور اب وہ اس جگہ مقیم ہے...... اس کے ماں باپ اگر اس اشتہار کو پڑھیں تو اس سے رجوع کریں"۔

"جہاز کا نام بھی لکھ دیا تھا...... میں نے اور اس کے بعد انتظار کرتا رہا...... کوئی گیارہ یا بارہ دن تک یہ اشتہار مختلف اخبارات میں آتا رہا...... ہم لوگ اس دوران ایک ہوٹل میں منتقل ہو گئے تھے اور وہاں اپنی تقدیر کے فیصلے کا انتظار کر رہے تھے اور ایک دن تقدیر نے فیصلہ سنا دیا...... دو بزرگ ہمارے ہوٹل پہنچے تھے اور ہمارے بارے میں معلومات حاصل کر رہے تھے...... میں نے ایک لمحے کے اندر اندر جلال صاحب کو پہچان لیا اور پھر میں نے اپنی ماں کو دیکھا...... ایک انتہائی لاغر اور بزرگ خاتون جو اتنی عمر رسیدہ نہیں تھیں، لیکن ان کی بینائی خاصی متاثر ہو گئی تھی...... جہاز کوئنز کا کپتان جلال الدین مرزا میرے سامنے تھا...... میرے نقوش بھی بہت زیادہ تبدیل نہیں ہوئے تھے اور وہ دونوں دیوانوں کی طرح مجھ سے لپٹ گئے...... انہوں نے مجھے اس طرح اپنے وجود میں لپیٹ لیا...... جیسے میں کائنات میں سب سے

قیمتی شے ہوں، ان کے لئے اور حقیقت یہی ہے کہ جب کوئی تجربہ نہیں ہوتا تو انسان حقیقتوں کو صحیح انداز میں نہیں سمجھ سکتا، لیکن قدرت نے اس کائنات میں ماں...... باپ کو اولاد کا سب سے زیادہ مخلص بنایا ہے تاکہ قدرت کا کارخانہ حیات چلتا رہے...... میرے والد جلال الدین مرزا نے بمشکل تمام اپنے آپ پر قابو پایا...... ماں کی حالت تو بہت ہی خراب ہو رہی تھی اور زمبل حسرت سے ان دونوں کو دیکھ رہی تھی...... زمبل کے چہرے پر اس کی حسرتوں کی تحریر درج تھی...... اسے اپنے ماں باپ کا کوئی پتہ نہیں تھا اور وہ ان سے محروم تھی، لیکن جب میں نے اپنی والدہ کو اس کے بارے میں تفصیلات بتائیں تو میری والدہ نے اسے اس طرح اپنی آغوش میں بھینچ لیا کہ زمبل کی آنکھیں آنسوؤں سے لبریز ہو گئیں...... والدہ نے کہا"۔

"بیٹی مجھے میرا بچہ ملا ہے اور تم یہ سمجھ لو کہ اس وقت میں ساری کائنات کو اللہ کی اس عنایت پر قربان کر دینے کو تیار ہوں...... مجھ سے میری زندگی مانگو...... خوشی سے دے دوں گی...... مالک نے میری لاج رکھی ہے...... میں اس کے بندوں کے ساتھ وہ سلوک کرنا چاہتی ہوں جس سے میرا مالک خوش ہو جائے...... بیٹی بھول جاؤ اس بات کو کہ تم تنہا ہو...... تمہارے ماں باپ نہیں ہیں...... میں تمہاری ماں ہوں اور یہ تمہارے باپ ہیں۔

سالک حسین صاحب چلے گئے اور ہم نے ان کی عنایت کا دلی شکریہ کیا...... پھر میں اپنے والد جلال الدین مرزا اور والدہ کے ساتھ اپنے گھر آ گیا...... ہم آج بڑے پرسکون ہیں...... زندگی کے یہ بھیانک واقعات...... گزرے ہوئے لمحات...... بھلا زندگی سے کبھی محو ہو سکتے ہیں...... ہاں یہ الگ بات ہے کہ انسان کو اللہ تعالیٰ نے بھول جانے کی صلاحیت دی ہے...... وہ اگر بھولتا بھی نہیں ہے تو اپنے آپ کو سنبھال لیتا ہے...... اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے میرے والد بھی حیات ہیں...... والدہ بھی...... ہم پھل پھول رہے ہیں...... اب اپنے پھولوں کے بارے میں آپ کو کیا بتائیں...... یوں سمجھ لیجئے کہ اللہ تعالیٰ نے پورا گارڈن لگا دیا ہے اور پھولوں کی تعداد بڑھتی ہی چلی جا رہی ہے...... بس آپ دعا کیجئے کہ خاندانی منصوبہ بندی والے ہم پر اعتراض نہ کریں۔ (خدا حافظ)

آپ کا

سکندر جلال